إني لا أمزح ولا أقول إلا حقًا

میں مزاح کرتا ہوں مگر سچ کے سوا کچھ نہیں بولتا (الحدیث)

مختلف طبقات کے لوگوں کیلئے کتابوں
کے سمندرِ علم سے چُنا ہوا ایک انمول خزانہ

فقہی لطائف

مؤلف
مفتی محمد سلیم آلف
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی و تخصص جامعہ خیر المدارس ملتان

پسند فرمودہ
حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

إني لأمزح ولا أقول إلا حقاً

میں مزاح کرتا ہوں مگر سچ کے سوا کچھ نہیں بولتا (الحدیث)

مختلف طبقات کے لوگوں کیلئے کتابوں
کے سمندرِ علم سے چُنا ہوا ایک انمول خزانہ

فقہی لطائف

مؤلف

مفتی محمد سلیم آلف
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی متخصص جامعہ خیر المدارس ملتان

پسند فرمودہ

حضرت ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ

مکتبہ عمر فاروق

نام کتاب .... مفتی اطالف

مؤلف .... مفتی محمد سلیم آلف

اشاعت اوّل .... اکتوبر 2009ء

تعداد 1100

طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر .... فیاض احمد 0320-4075225

مکتبہ عمر فاروق 4/501 شاہ فیصل کالونی کراچی

ملنے کے پتے

دار الاشاعت، اردو بازار کراچی
مکتبہ العلوم، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ قاسمیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
طاہر نیوز پیپر اینڈ بک اسٹال، صدر کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور
مکتبہ المعارف، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

فہرست

فقہی لطائف

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے درجات	۲۷۷
فقہی ریاست کا بے تاج بادشاہ	۲۷۸
امام محمد رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ کے اسمائے گرامی	۲۷۸
شادی کی ایک غیر شرعی رسم	۲۷۹
فقہاء کا امت پر احسان	۲۷۹
کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟	۲۷۹
حلال جانوروں کی سات چیزیں حرام ہیں	۲۷۹
نکاح اور رخصتی میں فاصلہ	۲۷۹
جہیز میں سامان جہاد	۲۸۰
نام بتانے کی ضرورت	۲۸۰
سورۂ فاتحہ کے بعد آمین	۲۸۰
سنت کی چار قسمیں	۲۸۱
سلام کا مشرکانہ طریقہ	۲۸۱
اللہ کے دشمنوں سے براءت کا ایک عجیب لطیفہ	۲۸۱
عورتوں کا ناک چھدوانا	۲۸۱
میں مسائل بناتا نہیں بتاتا ہوں	۲۸۳
مذاق میں طلاق دینے کا حکم	۲۸۳
کان کاٹ دے تو پانچ سو دینار، سر کاٹ دے تو پچاس دینار لازم ہوں	۲۸۳
سلف وخلف	۲۸۴
متقدمین ومتاخرین	۲۸۴
ائمۂ اربعہ رحمہم اللہ	۲۸۴
ائمۂ ثلثہ رحمہم اللہ	۲۸۴
شیخینؒ وطرفینؒ وصاحبینؒ	۲۸۴
فقہ کے شرعی احکام	۲۸۵
مسجد میں صفوں کی ترتیب	۲۸۵
نیند کی عجیب نیت	۲۸۵
ناپاک چیز لگے تو نماز صحیح اگر پاک لگے تو فاسد	۲۸۵
ایک جلالی بزرگ کی حکایت	۲۸۶
وضو کرنے اور کپڑوں کی طہارت میں ایک عجیب حکمت	۲۸۶

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

ختم شد

کتاب کے دائرے میں

مسکرانا زندہ دلی کا ترجمان ہے، آنحضرت ﷺ اکثر تبسم فرماتے تھے اور مزاح بھی فرمایا کرتے تھے لیکن طریقہ نہایت شائستہ تھا، شگفتہ مزاجی اور ظرافت ایک فطری شے ہے، اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ خوش طبعی اور دل لگی سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور سخت مزاج آدمی سے لوگ دور بھاگتے ہیں۔

تیز وتند مزاج، درشت رویہ اور کرخت لہجہ اسلام میں کوئی پسندیدہ چیز نہیں البتہ ایسا ہنسی مذاق جو انسان کو اپنی آخرت اور ضروریات دنیا سے غافل کردے اس سے بہرحال بچنا چاہئے۔ کشادہ روئی اور خندہ لبی سے انسان ایک طرف اچھے اخلاق کا ثواب پاتا ہے تو دوسری طرف اسے لوگوں کے درمیان اچھی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

انسان کی سرشت میں تنوع وتفنن، ظرافت ولطیفہ گوئی اور ذکاوت وفطانت ودیعت کی گئی ہے، کوئی بھی طبقہ اس سے خالی نہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں، دنیا کے سنجیدہ انسانوں، مایہ ناز دانشوروں، سیاستدانوں اور سائنسدانوں کے ہاں بھی یہ فطری خوبیاں بدرجۂ اتم دکھائی دیتی ہیں۔

ہنسنا اور مسکرانا ہماری زندگی کیلئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح سانس لینا...... ہاں! جو مزاح وظرافت حدود وقیود کے اندر اور کبھی کبھار ہو تو وہ نہ صرف مباح ہے بلکہ صحت، مزاج اور نشاط وسلامتی کی علامت بھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی اداؤں میں سے ایک ادا کا احیاء ہے۔

(م۔س۔آلف غفرلہٗ)
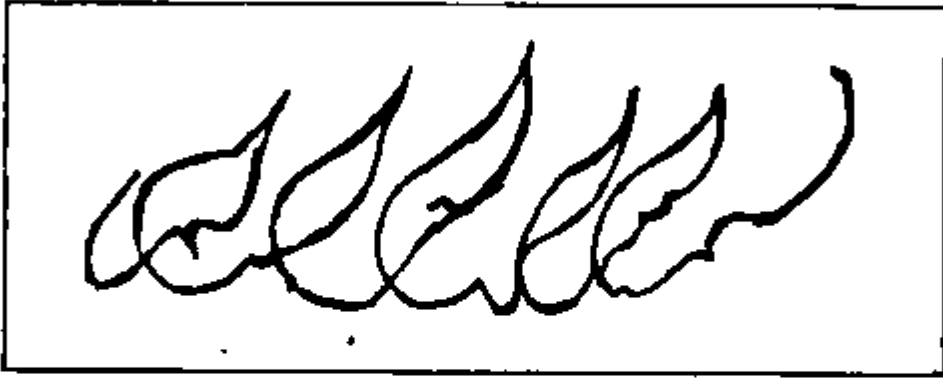
''بسم اللہ'' بہری دار خط میں، ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے

ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمیِ محفل نہ کر قبول

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبریل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

(از علامہ اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام مسلمان مرد اور تمام مسلمان خواتین کے نام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی اس مختصر و جامع ترین دعا کے ساتھ جس میں اپنے اور سب مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کے سارے مقاصد کی دعا آجاتی ہے

" اَللّٰھُمَّ کُلَّ خَیْرٍ لِّکُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی:

عرض مؤلف

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، اور پھر اسے کامیابی کا صحیح راستہ دکھلایا۔ درود وسلام ہو حضرت محمد ﷺ پر جنھوں نے انسانیت کو ہمیشہ ہمیش کی کامرانی کا راز بتلایا۔

علم فقہ کی اہمیت محتاج بیان نہیں کیونکہ یہی کتاب وسنت کا صحیح ترجمان ہے جو کہ انسانی دستور حیات ہیں، انسان کو زندگی میں جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے علم فقہ میں اس کی بہترین رہنمائی موجود ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ علی صاحبھا الف تحیۃ میں احکام ومسائل کے اصول ذکر کیے گئے ہیں اور علم فقہ میں اس کی شرح وتفصیل ہے۔ اس لیے فقہ، کتاب وسنت کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے بلکہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی عمدہ تفسیر وتشریح ہے، اسی وجہ سے اکثر اہل علم نے اس فن میں مفید کتابیں تصنیف کر کے امت کے لیے صراط مستقیم پر چلنا آسان کردیا۔ آپ کو نماز سے متعلق مسائل کی ضرورت ہو یا زکوۃ، روزہ، حج وجہاد کے مسائل یا نکاح اور طلاق کے مسائل درکار ہوں، غرض یہ کہ عبادات سے متعلق مسئلہ تلاش کرنا ہو یا معاملات سے متعلق، کتب فقہ میں آپکو یہ تمام مسائل یکجا اور نہایت آسانی سے دستیاب ہوسکتے ہیں۔ اور آپ اپنی ضرورت کے مسئلے کو حاصل کر سکتے ہیں۔

علم فقہ کی اسی اہمیت کی بناء پر حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد"

کہ ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے، جس کو دین کی سمجھ ہوگی، وہ شیطان کے فریبوں کو خوب سمجھے گا، اور اسکی ایک چال بھی نہ چلنے دے گا۔ اور کورے عابد کو تو شیطان جس طرح چاہے پٹی پڑھا سکتا ہے۔

اس فن کو عام لوگوں خصوصاً طالب علموں میں مسائل شرعیہ سے دلچسپی پیدا کرنے کے لیے بعض حضرات نے پہیلیوں کے انداز میں کتابیں لکھیں تاکہ پڑھنے والا ہر مسئلہ شوق اور رغبت سے پڑھے، اور اس طرح علم فقہ سے بہرہ ور ہوسکے۔

احقر کو بھی دوران مطالعہ، اکابر وسلف صالحین کی کتابوں میں فقہ سے متعلق جو دلچسپ سبق آموز واقعات، اثر انگیز عبارات اور بصیرت افروز معلومات، دلآویز احوال واقوال، حقائق ودقائق اور لطائف وظرائف، عجائب وغرائب جو دل کو بھاتے، ہمت بڑھاتے اور نور ایمان کا باعث بنتے، اس پر قلم سے نشان لگاتا رہا اور فہرست بناتا رہا۔

ہم نے اپنے آشیاں کے لیے ☆ جو چبھے دل کو وہی تنکے لیے

بعد میں محترم دوست حضرت مفتی فضل مولیٰ صاحب مدظلہ (سابق رفیق شعبۂ تدریس و دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی) نے ان خط کشیدہ یادداشتوں پر مشتمل تحریروں کو یکجا کرنے کے لیے فرمایا، بندہ نے حکم کی تعمیل کی، اور ان یادداشتوں پر مشتمل تحریروں کے مجموعہ کا نام "فقہی لطائف" رکھا۔

قارئین کرام پڑھیں گے! مجھے یقین ہے جیسا نام ہے ویسا ہی پائیں گے، بلکہ مجھے اللہ رب العزت سے امید ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر پائیں گے۔ (انشاء اللہ العزیز)

ظرافت ایک فطری چیز ہے، اسلام ظرافت سے منع نہیں کرتا۔ لطائف وغرائب اور ظرافت ومزاح کا مطالعہ کرنے سے طبیعت پر بہار آجاتا ہے اور نشاط لوٹ آتا ہے، انسان طبعی طور پر اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ دائمی سنجیدگی طبیعت پر گراں گزرتی ہے، تاہم اس کا یہ مطلب لینا بھی درست نہیں کہ ہمہ وقت بے مقصد ظرافت کو ہی طبعی مشغلہ بنالیا جائے۔

اسی طرح طبیعت کو زندگی کے گراں بار مسائل سے سبکدوش کرنا بھی انسانی وقار کے منافی نہیں کیونکہ ایسے مواقع سے کوئی طبقہ بھی خالی نہیں بچا، جو اسلامی معاشرے میں سب سے زیادہ سنجیدہ وباوقار گردانا جاتا ہے، اس میدان میں کئی محدثین، ادباء، نحویین اور کئی قضاۃ اور اسی طرح فقہاء کرام حضرات بھی کارفرما نظر آتے ہیں۔ اگرچہ بعض کا حصہ کم ہے اور بعض کا زیادہ ہے۔

ایسے ہی حضور نبی کریم ﷺ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خوش طبعی کے طور پر کبھی کبھار مزاح وظرافت کو اختیار فرماتے تھے جس سے آپ ﷺ کا مقصد مخاطب کی دل بستگی وخوش وقتی اور محبت وموانست کے جذبات کو مستحکم کرنا ہوتا تھا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: "کیا مزاح عیب ہے؟" فرمایا: "نہیں بلکہ سنت ہے۔" کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"انی لامزح ولا اقول الا حقا" یعنی میں مزاح کرتا ہوں مگر سچ کے سوا کچھ نہیں بولتا۔

خوش طبعی اور دل لگی سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، سخت مزاج آدمی سے لوگ دور بھاگتے ہیں۔ عربی کہاوت ہے "المزح فی الکلام کالملح فی الطعام" گفتگو میں ظرافت کھانے میں نمک کا درجہ رکھتی ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا، کہ گفتگو میں مزاح کا درجہ کھانے میں نمک کا ہے تو ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ زیادہ نمک کھانے کو بگاڑ دیتا ہے، یہی حال کثرتِ مزاح کا ہے، خصوصاً جبکہ وہ ایک قسم کے پھکڑ پن اور بے ہودگی میں تبدیل ہوجائے۔

مزاح کو اگر عادت کے طور پر اختیار کیا جائے، تو وہ ایک معیوب بات ہے لیکن مزاح کو اگر تدبیر کے طور پر اختیار کیا جائے تو وہ ایک پسندیدہ چیز بن جائے گی، کیونکہ بعض اوقات مزاحیہ کلام وہ کچھ کر کے دیتا ہے جو سنجیدہ کلام نہیں کرسکتا۔ جو مزاح وظرافت حد کے اندر اور کبھی کبھار ہو تو وہ نہ صرف مباح ہے بلکہ صحت، مزاج اور نشاط وسلامتی کی علامت بھی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اداؤں میں سے ایک ادا کا احیاء ہے۔

اسی بناء پر اکابر نے مزاح میں میانہ روی پر زور دیا ہے، تاکہ یہ لایعنی لہو ولعب کا ایک باب نہ بن جائے، جو

نوجوانوں اور طالبعلموں کو بگاڑ کر رکھدے، بعض لوگ سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی اور ظرافت ان سے کوسوں دور رہتی ہے اور بعض خوش طبع بنتے ہیں تو اس قدر کہ تہذیب اور اخلاق ان سے کوسوں دور رہتی ہے اس لئے ہمیں حضور ﷺ کے ہدایات وعمل کو اپنے سامنے رکھ کر مزاح وخوش طبعی کرنی چاہئے۔

زیرنظر کتاب جو آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے، اس میں فقہی لطائف کے ساتھ ساتھ اصول فقہ، قواعد ضروریہ، نکات مہمہ، اصطلاحات مفیدہ، ذہانت کے قصے اور نادر ونایاب عقل ودانائی کی باتیں بھی سہل انداز میں بیان کی گئی ہے تاکہ ذہنی نشاط کیساتھ علم فقہ سے ربط ومناسبت اور دلچسپی بھی قائم ہو۔

اگر قارئین کرام حوصلہ افزائی فرمائیں گے تو اس سلسلہ لطائف وحقائق کے دیگر مختلف موضوعات سے بھی انتخاب کر کے شائع کئے جاتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالی۔

تم میرے فکر وفن کا اگر حوصلہ بڑھاؤ ☆ دنیا میں کھینچ لاؤں فضائے بہشت کو

میں مفتی فضل مولی صاحب، جامعہ کے استاد مولانا جہانزیب صاحب، مولانا عمر فاروق صاحب (شانگلہ سوات) اور خصوصاً محترم دوست مولانا محمد اطہر شیخوپوری صاحب کا نہایت شکر گزار اور ممنون ہوں کہ یہ حضرات اکثر معاملہ میں مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے، اللہ تعالی اس کی بہترین جزاء انہیں دنیا وآخرت میں عطا فرمائیں، نیز اسکی تیاری کے مختلف مراحل میں کسی بھی طرح شریک ہونے والے جملہ معاونین و احباب کے لئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ان سب کو ایمان، صحت اور مزاج کی مستحکم حالت میں رکھیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی ناگزیر ہے کہ احقر کو اپنی مفلسئ علم اور تہی دامنی عمل کا از خود احساس واعتراف ہے، اور "الانسان مرکب من الخطاء والنسيان" اس لیے اہل علم حضرات قارئین کرام سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کہیں کوئی فروگذاشت یا کوئی اصلاحی پہلو نظر آئے تو اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہوئے اللہ تعالی کی رضا ومحبت کی خاطر اس ناکارہ کو بذریعہ تحریر ضرور مطلع فرمائیں یا اپنے پاس بلا کر رہنمائی فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔

؎ صدائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

اللہ رب ذوالجلال والاکرام! اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، طلباء کے لیے نافع بنائے، اور ہم سب کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين

محمد سلیم آلف غفرلہ

سابق مدرس جامعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

اتحاد ٹاؤن کراچی نمبر ۳۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

حضرت اقدس مولانا ظہور احمد صاحب مدظلہم

استاذ الحدیث والتفسیر دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی

نوٹ: حضرت اقدس مولانا ظہور احمد صاحب عمت فیوضھم ہمارے استاذ مکرم ہیں۔ آنمخدوم مدظلہم عرصہ تقریباً پندرہ سال تک جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں استاذ حدیث رہے۔ اب عرصہ پانچ سال سے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں استاذ حدیث وتفسیر کے منصب جلیلہ پر فائز ہیں۔ آنمحترم معقولات ومنقولات دونوں میں دستگاہ رکھتے ہیں۔ آپ کی ذات گرامی ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' کی مصداق ہے، کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ حضرت استاذ محترم دامت برکاتہم سے اپنی کتاب کے لئے مقدمہ لکھنے کی درخواست کی تھی جسے حضرت نے ازراہ شفقت قبول فرمالیا۔ اپنی مصروفیات میں سے قیمتی وقت نکال کر مجھ عاجز کی کتاب کے لئے ایک مبسوط مقدمہ ''مزاح کی شرعی حیثیت'' کے موضوع پر تحریر فرمایا جسے اس کتاب میں بطور دیباچہ قارئین کرام کے استفادے کے لئے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت استاذ مدظلہم کو درازیٔ عمر کے ساتھ بعافیت دین متین کی خدمت کے لئے موفق فرمائیں۔ آمین (م۔س۔آلف غفرلہ)

اسلام دین فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبے کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ان کا رخ موڑنے کے لئے آیا ہے۔ اسلام نے ان جذبات تک کو بھی مکمل طور پر فنا نہیں کیا جو عرف عام میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور درحقیقت شریعت کی نظر میں بھی وہ معصیت میں داخل ہیں۔ مثال کے طور پر جھوٹ، دھوکہ، لوٹ مار اور قتل وغارت گری وغیرہ۔

دین اسلام نے ان تمام درج بالا چیزوں کو مکمل طور پر علی الاطلاق حرام اور معصیت قرار نہیں دیا بلکہ جھوٹ کی اصلاح ذات البین (لڑائی جھگڑا ختم کرنے کے لئے اصلاح احوال کی کوشش) اور متعدد دیگر مواقع پر اجازت دی ہے، حالت جنگ میں دھوکہ جائز قرار دیا، جنگ کے موقعہ پر قتل و غارت گری کو ہمارے لئے جائز قرار دیا تاہم ان کا جواز بتلائی ہوئی حدود کے اندر ہے، ان حدود و قیود سے ماورئی ان کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

خوش طبعی اور مزاح ❶ بھی ایک فطری جذبہ ہے جو زندہ دلی اور خوش مزاجی کی علامت ہے،

---

❶ مزاح کے معنی ہیں ''الانبساط مع الغیر من غیر ایذاء لہ'' یعنی کسی کے ساتھ اس طرح ہنسی کی بات کر لینا جس کا انجام اس کیلئے ایذاء نہ ہو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مزاح میں بھی جس کا نتیجہ کینہ اور وقار کی بربادی اور کثرت ضحک اور قساوت قلب اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کی صورت میں برآمد ہو وہ ممنوع ہے۔

شریعت مطہرہ نے اپنے مزاج کے مطابق اس انسانی جذبے کو مکمل طور پر پامال نہیں کیا بلکہ مزاح اور خوش طبعی اگر شرعی حدود و قیود کے اندر ہو، اس میں فحش گوئی، عریانی، عبث گوئی اور جھوٹ کا عنصر شامل نہ ہوتو ایسا مزاح نہ صرف جائز بلکہ بسا اوقات محمود اور طاعت ہے۔

مزاح اور خوش طبعی افادہ و استفادہ کا موثر ترین وسیلہ ہے اس سے دو اجنبی طبیعتیں ایک دوسرے سے قریب ہوکر مکمل طور پر فائدہ حاصل کرتی ہیں، چنانچہ جو لوگ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور اپنے آپ میں مگن ہیں ان کے ہاں اگر مزاح اور بے تکلفی کو حقیر سمجھا جاتا ہے تو وہ خود بھی اسی قدر عامۃ الناس کے ساتھ ربط و تعلق اور باہم افادہ و استفادہ کی نعمت سے محروم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے مزاح اور خوش طبعی سے مکمل طور پر کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی، کیونکہ ان نفوس قدسیہ کے پیش نظر اپنے پیروکاروں سے محبت اور استفادہ کے لئے انہیں اپنے ساتھ بے تکلف بنانے کا عظیم مقصد تھا ورنہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا رعب و دبدبہ سائلین کو اتنی جرأت ہی نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے، مزاح و بے تکلفی کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور حکمت اس کی تہہ میں پوشیدہ تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے دینی سوالات، استفادہ اور استرشاد کے دروازے کھل گئے جو ان کے حق میں علوم کی فراوانی اور دینی تقویت کا سبب بنے۔

یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ مزاح و خوش طبعی تفریح نفسانی کا نام نہیں بلکہ عقل کی تروتازگی اور روحانی خوشی کا نام ہے ورنہ تو حضور اکرم ﷺ کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ ”کان دائم الفکرۃ حزینا“ آپ ﷺ ہمیشہ فکر آخرت کی وجہ سے غمگین اور فکر مند رہا کرتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کے رعب و دبدبے کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر صحابی مرعوب ہوکر گھٹنوں کے بل گر جاتے تھے۔ اگر مزاح نفسانی تفریح کا نام ہوتا تو حضور اکرم ﷺ اسے کبھی اختیار نہ فرماتے جبکہ روایات و واقعات سے حضور اکرم ﷺ کا مزاح کرنا ثابت ہے، بطور مشتے نمونہ از خروارے چند واقعات آپ ﷺ کے سطور ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

ان واقعات میں حضور ﷺ نے مزاح کے عملی نمونے قائم کر کے دکھلا دیئے جن میں ظرافت و خوش طبعی انتہاء درجہ کی موجود ہے مگر کوئی بات خلاف واقعہ یا شریعت مطہرہ کے معتدل و متوازن اصولوں اور حدود سے باہر نہیں۔ ان سے متوازن مزاح آدمی تفریح بھی حاصل کرتا ہے، علم و حکمت کے گہر بار موتی بھی اپنے دامن میں سمیٹ سکتا ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

۱)..... ایک انصاری عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جاؤ، اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی ہوئی خاوند

کے پاس پہنچی، خاوند نے گھبراہٹ کی وجہ دریافت کی، اس نے جواب دیا کہ مجھے ابھی نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے، خاوند نے کہا: شریف ذات! سیاہی بھی تو موجود ہے، یہ سن کر وہ عورت متعجب بھی ہوئی اور اس بات پر اس نے فخر بھی محسوس کیا کہ مخدوم کائنات ﷺ نے اس کے ساتھ بے تکلفی کا معاملہ کیا۔ تاہم غور کیجئے کہ اس واقعہ میں کوئی بات خلاف واقعہ نہیں تھی، یہ ارشاد حقیقت سے لبریز تھا اور اس میں نشاط طبع کا سامان بھی بھرپور طور پر موجود تھا۔

۲) حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا علم ہوا کہ سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ ﴿کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر.... الآیۃ﴾ ''کھاؤ پیو، یہاں تک کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد دو دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیئے دونوں کو نکال کر دیکھتے رہتے اور کھاتے پیتے رہتے جب تک دونوں میں امتیاز ہوتا تب تک کافی روشنی پھیل چکی ہوتی، تاہم وہ اپنے زعم میں قرآن کریم پر عمل پیرا تھے۔ حضور اکرم ﷺ کو ان کے اس طرز عمل کا علم ہوا تو ان سے فرمایا:

''ان وسادتك لعریض''

''اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے، اس کی وسعت میں دن اور رات دونوں آ گئے''۔

اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ کالے دھاگے سے رات اور سفید دھاگے سے دن (صبح صادق) مراد ہے، دھاگے ہی مراد نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔

قارئین کرام! غور فرمایئے یہ جملہ بھرپور مزاحیہ جملہ ہے، تاہم اس میں علم وحکمت کے موتی بھی مستور ہیں اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو شرعی مسئلہ کی تعلیم بھی موجود ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دل لگی کر لیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں اس حال میں کہ ایمان ان کے دلوں میں مضبوط پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا، مطلب یہ تھا کہ اس دل لگی میں بھی کوئی بات خلاف واقعہ یا کسی حکم شرعی کے خلاف نہیں ہوتی تھی چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں باتیں کرتے، اشعار بھی سنتے سناتے، خوش طبعی بھی ہوتی لیکن جونہی درمیان میں ذکر اللہ آ جاتا تو ان کی نگاہیں فوراً بدل جاتیں اور ایسا محسوس ہوتا کہ گویا ان کے درمیان کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہر حال جہاں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فکر آخرت کی وجہ سے گریہ وبکا، خوف وخشیت کے جذبات غالب رہتے، وہیں اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے کہ ''ان لنفسك علیك حقا'' یعنی تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے وہ جائز خوش طبعی اور ہنسی مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

۴.....ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور علی المرتضی رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح چل رہے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ درمیان میں تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دونوں اطراف میں تھے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مزاحاً فرمایا:

''عليّ بيننا كالنون في لنا''

علی رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان اس طرح ہیں جیسے 'لنا'' کے درمیان نون (جس کی ایک طرف لام اور دوسری طرف الف ہے درمیان میں نون ہے) اس جملے سے موصوف کا مقصد باہمی اتحاد کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ جس طرح ''لنا'' میں تینوں حرف جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی ہمارے قلوب میں بھی اتحاد و جڑاؤ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد سن کر برجستہ جو جواب دیا وہ خوش طبعی کی جان ہے۔فرمایا:

''لو لا كنت بينكما لكنتما لا '''' اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم ''لا'' ہو جاتے۔

کیونکہ ''لنا'' کا نون نکل جانے کے بعد ''لا'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہے ''نہیں'' یعنی تم دونوں میرے بغیر کچھ نہیں۔

قارئین کرام! غور فرمائیے ان حضرات کا مزاح بھی کس قدر پاکیزہ، علمی وقار کا حامل اور عربیت کے محاسن سے بھرپور تھا۔

درج بالا واقعات سے اس بات کی کافی ضمانت اور شہادت فراہم ہو جاتی ہے کہ مزاح شریعت کی نظر میں ایک مقام رکھتا ہے بشرطیکہ اس میں حدود شریعت کی رعایت کی گئی ہو اس میں کسی کی دل آزاری، حوصلہ شکنی اور جذبات کی پامالی نہ کی گئی ہو ورنہ ایسا مزاح شریعت کی نظر میں مذموم اور قابل ترک ہے۔

اسی اہمیت کے پیش نظر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد حضرات تابعینؒ، تبع تابعینؒ، علماء ربانیین اور حکماء نے نہ صرف مزاح و دل لگی کا لطیف استعمال جاری رکھا بلکہ اس کے واقعات و آثار کو بھی محفوظ رکھ کر آنیوالی نسلوں تک پہنچانے کی کوشش بھی کی، اس سلسلے میں ذہانت، حاضر جوابی اور لطائف کے موضوعات پر مختلف کتابیں بھی لکھی گئیں جیسے ''المستطرف فی کل فن مستظرف'' اور ''العقد الفرید'' وغیرہ۔

اسی سلسلے کی ایک قابل قدر کوشش ہمارے شاگرد رشید مفتی محمد سلیم آلف سلمہ اللہ کی تالیف کردہ کتاب ''فقہی لطائف'' بھی ہے۔موصوف نے اس کتاب میں اپنی مطالعاتی زندگی کے دوران

حاصل ہونے والی نادر، شستہ اور فقہ سے متعلق انمول معلومات کو قصداً غیر مرتب شکل میں قارئین کی دلچسپی کے لئے جمع فرما دیا ہے تا کہ ایک ہی موضوع پر کئی صفحات کا مسلسل مطالعہ طبیعت پر گراں بار نہ ہو۔ کیونکہ بقول شاعر

دریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب ☆ عجب مداو کہ چوں حال من پریشاں است

لہٰذا قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں کسی ترتیب کو تلاش نہ کریں، ابتداء سے انتہائے کتاب منتشر مختلف ابواب وفصول سے متعلق گہر بار موتیوں سے اپنے دامن بھرتے جائیں، علم وعرفان کی نگر نگر سیر کرتے ہوئے فاضل مؤلف کے لئے دعائے خیر نہ کرنا انتہائی ناسپاسی اور احسان فراموشی ہوگی، کیونکہ انہیں کی شبانہ روز سعی مشکور کی بدولت ہم اس استفادے کے قابل ہو سکے ہیں۔

جو واقعہ جس کتاب سے لیا گیا ہے بقید صفحہ وجلد کتاب اس کا حوالہ درج کیا گیا ہے اور ''ف'' کے عنوان سے کسی جزوی واقعہ سے متعلق فائدہ ذکر کیا گیا ہے جس کے آخر میں مؤلف نے اپنے نام کی تصریح کر دی ہے، اگر کہیں نام کی تصریح موجود نہیں تو وہ اکثر اوقات حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہیں۔

یہ چند معروضات بندہ نے فاضل مؤلف حفظہ اللہ تعالیٰ کی درخواست پر مزاج کے موضوع سے متعلق اس تحریر میں جمع کر دی ہیں، اگر کسی کو ان سے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ حیاً اور میتاً بندہ، اس کے والدین اور جملہ اساتذہ ومشائخ کرام کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

فضل وہنر بڑوں کے گر تم میں ہوں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

دعا گو خیر وبرکت

بندہ ظہور احمد عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت اقدس استاد محترم ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی مدظلہم

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

محترم حضرت مولانا مفتی محمد سلیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ کی گرانقدر تالیف ''فقہی لطائف'' کا اجمالی مطالعہ سے بے پایاں انبساط و مسرت نصیب ہوئی۔

ماشاء اللہ حضرت مفتی صاحب نے بعض اہم فقہی مسائل کا معتمد و مستند مصادر و مراجع سے انتخاب فرما کر شستہ شگفتہ سلیس اردو زبان میں محققانہ انداز میں پورے بسط و تفصیل سے جمع فرما کر فرزندان اسلام کے لئے ایک بیش بہا علمی گلدستہ پیش فرمایا ہے جو درحقیقت اہم فقہی مسائل کا گنجینہ اور کشکول ہے۔ کتاب کے مضامین و محتویات متنوع فقہی جواہر پاروں سے معمور فرما ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے اس وقیع علمی دینی خدمت کو شرف پذیرائی فرما کر اس مبارک تالیف سے عوام و خواص کو استفادہ کی توفیق نصیب فرمادے۔

واللہ من ورآء القصد و ھو یجزی عبادہ المحسنین۔

کتبہ شیر علی شاہ کان اللہ لہ

خادم اہل العلم بجامعہ دارالعلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۲/۴/۱۴۳۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت اقدس سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہم
مہتمم جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم أما بعد!

عزیز القدر مولانا مفتی محمد سلیم آلِف صاحب کی تالیف لطیف ''فقہی لطائف'' کا مسودہ بندہ نے مختلف جگہوں سے دیکھا۔

ماشاءاللہ خوب علمی وفقہی مواد کو موصوف نے جمع فرمایا ہے۔ کتاب بے حد دلچسپ معلومات علمیہ،فقہیہ سے بھرپور اور افادہ واستفادہ کے اعتبار سے نہایت ہی سہل وآسان ہے بعض جگہوں پر کمپوزنگ کی خامیاں سامنے آگئیں، جنکی بندہ نے نشاندہی کردی ہے۔

دل سے دعا گو ہوں، اللہ پاک! حضرت مفتی صاحب کی اس علمی وتصنیفی کاوش کو قبول فرمائیں اور اسکو دونوں جہانوں میں ہم سب کے لئے سرخروئی اور سعادتوں کا ذریعہ بنائیں۔

آمین

جاوید حسین عفااللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سابق رفیق مؤتمر المصنفین واستاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک / پرنسپل حضرت

ابو ہریرہ جی محمد ٹرسٹ خالق آباد، نوشہرہ صوبہ سرحد

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة والسلام علی خاتم الرسالة:

ثمرات الفقہ یعنی "فقہی لطائف" کا اصل مسودہ میرے سامنے ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد سلیم آلنف صاحب کی محنت مطالعہ اور ذوق علم کا مبارک ثمرہ ہے جگہ جگہ سے پڑھا، ہر جگہ دلچسپ، ہر عنوان حیرت انگیز اور ہر واقعہ دلآویز ہے جہاں نظر پڑی، دل نے چاہا، پڑھتے ہی چلے جائے۔

یہ دور میڈیا کا دور ہے، عریانی وفحاشی اور لادینی مشن پر کام ہورہا ہے، پرنٹ میڈیا بھی عریاں اور مغرب زدہ ہوگیا ہے، ایسے حالات میں مفتی محمد سلیم صاحب کی یہ علمی، تحقیقی، تاریخی اور فقہی کاوش، اور وہ بھی لطائف اور فقہی لطائف پر مشتمل ایک عظیم، فکری، علمی اور قلمی جہاد ہے۔

مرداں چنیں کنند

موصوف قلمی میدان میں نو وارد ہیں، اور فقہی لطائف انکی پہلی قلمی کاوش ہے جب آغاز کار اتنا عمدہ ہے تو رفتار کار اور انجام کار یقیناً تابناک ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ موصوف کی دوسری قلمی کاوش، اس کے بعد تیسری اور چوتھی اور مزید کاوشیں، تاریخی، ادبی اور تابندہ نقوش ہوں گے۔ نقش اول ہی روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ کریم، موصوف کی مساعی کو قبول فرمادے، علمی ترقی اور مزید عظمتوں سے سرفراز فرمادے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

عبدالقیوم حقانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی فضل مولیٰ صاحب مدظلہم

(سابق رفیق شعبۂ تدریس والافتاء والتصنیف جامعہ فاروقیہ کراچی)

الحمد للہ و کفی و الصلوۃ والسلام علی نبیہ الأعلی امابعد!

سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں؟ لکھے تو وہی جس کو لکھنے کا کچھ ڈھنگ آتا ہو، لیکن کیا کیا جائے، برادرم محترم حضرت مفتی محمد سلیم آلف صاحب کا اصرار اور حکم ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور لکھا جائے، اس لیے کردم ونہ کردم کے ملے جلے امتزاج کے ساتھ قلم اٹھا کر قلبی اضطراب کے باوجود موصوف محترم کی کتاب ''فقہی لطائف'' سے متعلق چند سطریں لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا میں انسان جو بھی کام کرتا ہے، اس کام کے اندر اگر تنوع اور تجدد ہو تو اس کام کے انجام دینے میں ایک طبعی سرور سا محسوس ہوتا ہے، ہو بہو اسی طرح علمی اور دینی مطالعہ کا معاملہ بھی ہے۔ اگر موضوع بالکل خشک ہو تو اس سے فطری طور پر انسان کو طبعی ضیق سا محسوس ہوتا ہے، اور اگر موضوع بالکل ہی آزادانہ اور ہر پہلو سے مزاحیہ ہو تو بھی اسکا وقار جاتا رہتا ہے، لہذا ہونا اسطرح چاہیے کہ موضوع نہ تو اتنا خشک ہو کہ پڑھنے والے کو اس سے وحشت محسوس ہو کر ذوقِ مطالعہ ہی ختم ہو اور نہ اس طرح مزاحیہ ہو (حدود سے متجاوز ہو) کہ دینی مطالعہ کا ذوق ختم ہو کر فحش ڈائجسٹوں کی طرف رخ بدل جائے۔ محترم موصوف نے آخر الذکر نوعیت کا ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جو، انشاء اللہ تعالیٰ مقبول عام وخاص ہوگا۔

ذوقِ مطالعہ جس تیز رفتاری کے ساتھ بڑھ رہا ہو، کہا جا سکتا ہے کہ چند ہی سالوں میں یہ ذوق اگر سو فیصد تک نہ پہنچے تو نوے، پچانوے فی صد تک تو ضرور پہنچے گا، لیکن بد قسمتی سے معاشرے میں فحش ڈائجسٹوں اور بے فائدہ ناولوں کے مطالعہ کی ایک بہت بڑی وباء عام ہوتی جا رہی ہے، ان حالات میں اہلِ تصنیف وتالیف کی ذمہ داریاں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے ان حضرات کو کوشش کرنی چاہیے کہ ان ڈائجسٹوں اور ناولوں کی روک تھام کی طرف توجہ دیں اور تصنیف کے میدان میں تصنع اور تنوع سے کام لے کر ان ڈائجسٹوں اور ناولوں کو بے فائدہ، مضر اور بے وقعت ثابت کر دیں۔ برادرم محترم مفتی محمد سلیم آلف صاحب کی پیش خدمت کاوش بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

راقم الحروف کا تعلق چونکہ جامعہ فاروقیہ کے شعبۂ تدریس اور شعبۂ تصنیف وتالیف سے رہا ہے۔ جامعہ فاروقیہ میں درسِ نظامی اور تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد منتظمین جامعہ نے ''فتاویٰ محمودیہ'' کی ترتیب وتبویب اور تحقیق وتعلیق کی غرض سے بندہ کے تقرر کا فیصلہ کیا۔ تین سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل واحسان سے

وہ کام بھی مکمل ہوا اور اس کے علاوہ دوسرے حضرات علماء کرام کی کتابوں پر بھی ساتھ ساتھ کام کرتا رہا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندہ کا تعلق تصنیف وتالیف کے شعبہ سے رہا ہے اس وجہ سے محترم موصوف نے ایک دن تصنیف وتالیف کے جذبہ کا اظہار کیا، اس پر راقم الحروف نے اس کی تائید کی، اور کچھ حسب حیثیت حوصلہ افزائی کی، اور ساتھ ہی کچھ کام کئے جانے اور مقبولیت کے حامل موضوعات کی طرف نشاندہی کی، جن میں سے ایک موضوع یہ بھی ہے، جو ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

دراصل موصوف نے یہ کتاب، علم فقہ کے طلباء کی تنشیط اذہان کے لیے تحریر فرمائی ہے تاکہ ان کے اندر فقہی ذوق اور علمی شوق کا جذبہ پیدا ہو، لیکن اپنی افادیت کے لحاظ سے یہ کتاب عوام وخواص سب کے لیے یکساں اہمیت رکھتی ہے اور خصوصیت کے ساتھ فقہی لطائف پر یہ کتاب اپنے قاری کو بھرپور معلومات فراہم کرتی ہے، کتاب کے انداز بیاں کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ فقہی مسائل یادداشت کی گرفت میں آسانی کے ساتھ آجاتے ہیں۔

آپ کو اس کتاب میں لطافت کی چاشنی بھی ملے گی اور سنجیدہ ظرافت بھی، عقل ودانائی کی باتیں بھی ملیں گی اور روحانیت کے قصے اور وعظ ونصیحت بھی، حاضر جوابی اور برجستگی بھی، خوش گوئیاں اور نکتہ رسی بھی، مضامین مسائل بھی ملیں گی اور مضامین فضائل بھی۔

بالفاظ دیگر قارئین کی تمام تر علمی اور شرعی دلچسپی کا سامان اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اس لیے مستفیدین اگر بنظر غائر مطالعہ کریں گے تو ان پر واضح ہوگا کہ یہ کوئی مروجہ قسم کے لطیفوں اور ہنسنے ہنسانے کے عامیانہ قصوں کہانیوں کا کوئی گول گپا نہیں بلکہ "فقہی مسائل" کا ایک خزانہ ہے۔

محترم مفتی آلف صاحب نے اس موضوع کو بہت ہی اچھے انداز اور صحیح معنوں میں لیکر بہت اچھی طرح سے اسکی خدمت کی، اس موضوع سے متعلق، اگرچہ دوسرے حضرات علماء کرام کی تالیفات بھی ہیں، لیکن زیر نظر کتاب "فقہی لطائف" بھی اس قابل ہے کہ اس کو ہر طرح سے سراہا جائے۔

اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ موصوف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالیہ میں مقبول فرمائیں اور اس کو مقبول عام وخاص بنائے۔ آمین

وللہ تعالیٰ الحمد اولاً و آخراً وظاهراً وباطناً

والصلوة والسلام علی نبیہ خیر الانام وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

کتبہٗ

فضل مولیٰ غفرلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأثرات

محترم جناب افتخار علی صحرائی صاحب مدظلہم

(شاعر و ادیب)

محترم مفتی محمد سلیم آلفؔ کی تالیف ''فقہی لطائف'' میرے سامنے ہے پڑھتا گیا اور پھر چند لمحے بعد، میں اس کی گرفت میں تھا۔ چھوٹے چھوٹے لطیف ''فقہی مسائل'' کا یہ پیکج اعلیٰ بصیرت و پختگیٔ ایمان کے لئے حرارت افروز نسخہ ہے، جس نے پہلی ہی خواندگی میں خود کو منوالیا۔

جیسے جیسے پڑھتا گیا، اپنی علمی کم مائیگی اور صاحب تالیف کی علمی گرفت و گہرائی کا احساس بڑھتا گیا۔ یہ کتاب پڑھ کر شوقِ ادب اور ذوقِ بصیرت کو جلا ملتی ہے۔

اگرچہ یہ کتاب فقہی مسائل پر مشتمل ہے جو کہ لطیف انداز میں پیش کی گئیں ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ علماء وفقہاء حضرات کے علاوہ ایک عام آدمی کے مطالعے کے لئے بھی نہ صرف دلچسپی کا باعث ہوگا بلکہ آخرت کے سنوارنے کا بھی ذریعہ بنے گا۔ (انشاءاللہ العزیز)

طالب دعا

افتخار علی صحرائی

امام المسلمین ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

لقد زان البلاد و من عليهاامام المسلمين أبو حنيفة بآثار و فقه في حديث، كآثار الزبور على الصحيفة فما في المشرقين له نظير و لا بالمغربين ولا بكوفة.

ترجمہ......امام المسلمین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شہروں کو زینت بخشی اور شہروں میں زندگی گزارنے والے لوگوں پر احسان کیا۔ یعنی آثار کی ترویج، فقہ کی دلنشین تشریح فرمائی جیسا کہ صحیفہ میں زبور کی آیات جڑی ہوئی ہوں۔ چنانچہ ان کمالات کی وجہ سے نہ تو مشرق میں اسکی مثال ملتی ہے اور نہ مغرب و کوفہ میں ان کی نظیر پائی جاتی ہے۔

(امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ)

بسم اللہ کے احکام

۱)...... جانور ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا فرض ہے اگر چہ پوری پڑھنا فرض نہیں۔

۲)...... بیرون نماز کسی سورت کے شروع سے، تلاوت کی ابتداء کے وقت، وضو کے شروع میں، نماز کی ہر رکعت کے اول میں اور ہر اہم کام جیسے کھانے پینے اور لکھنے پڑھنے کے وقت اور ہم بستری وغیرہ کے شروع میں ''بسم اللہ'' پڑھنا سنت ہے۔

۳)...... خارج نماز درمیان سورت سے تلاوت کی ابتداء کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا مستحب ہے اور سورۃ توبہ کے درمیان سے پڑھتے وقت کا بھی یہی حکم ہے۔

۴)...... اٹھنے، بیٹھنے کے وقت، اور نماز میں سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان ''بسم اللہ'' پڑھنا جائز اور مستحب ہے۔

۵) شراب پینے، زنا کرنے، چوری کرنے، جوا کھیلنے کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا کفر ہے جبکہ حرام قطعی کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کو حلال سمجھے۔

۶)...... حرام قطعی کرنے اور چوری وغیرہ کا ناجائز مال استعمال کرنے کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا حرام ہے جبکہ پڑھنے کو حلال نہ سمجھے۔ اسی طرح حائضہ عورت سے ہمبستری کرتے وقت بھی پڑھنا حرام ہے اور وہ شخص کہ جس پر غسل فرض ہے اسے تلاوت کی نیت سے ''بسم اللہ'' پڑھنا حرام ہے البتہ اسے ذکر و دعا کی

نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

۷)...... سورۃ براءت کے شروع میں "بسم اللہ" پڑھنا مکروہ ہے جبکہ سورۂ انفال سے ملا کر پڑھے، اسی طرح حقہ، بیڑی، سگریٹ پینے، پان، نسوار اور لہسن، پیاز جیسی چیز کھانے کے وقت اور نجاست کی جگہوں میں "بسم اللہ" پڑھنا مکروہ ہے۔ اور شرمگاہ کھولنے کے بعد بھی پڑھنا مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح مفتلوی عالمگیری، حاشیہ ابن عابدین)

مزاح اور مسخریہ میں فرق

عربی میں لفظ مزاح کا اطلاق اس خوش طبعی اور مذاق پر ہوتا ہے جس میں کسی کی دل شکنی اور ایذاء کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ اس کے برعکس جس خوش طبعی اور مذاق کا تعلق دل شکنی اور ایذاء رسانی سے ہو اس کو مسخریہ کہتے ہیں اور یہ مسخرا پن ناجائز ہے۔

علماء کرام لکھتے ہیں کہ وہ مزاح اور ظرافت ممنوع ہے جس میں حد سے تجاوز کیا جائے اور اسی کو عادت بنا لیا جائے۔ کیونکہ ہر وقت مزاح اور ظرافت میں مبتلا رہنا بہت زیادہ ہنسنے اور قہقہہ لگانے کا باعث ہوتا ہے اور یہ قلب و ذہن کو قساوت اور بے حسی میں مبتلا کر دیتا ہے اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔ (شاہراہ سنت ۱۸۹)

ائمہ احناف کی فقہی خدمات، ایک دلچسپ تمثیل و تشریح

وقد قالوا: "الفقه زرعه عبداللّٰه بن مسعود رضی الله عنه وسقاه علقمه وحصده ابراهيم النخعي وداسه حماد وطحنه ابو حنيفه رحمه الله وعجنه ابو يوسف وخبزه محمد وسائر الناس ياكلون" (درمختار ۴/۱)

ترجمہ: فقہاء کہتے ہیں کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا، حضرت علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا (یعنی بھوسہ سے اناج جدا کیا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو پیسا، امام ابویوسف رحمہ اللہ نے اس کو گوندھا، امام محمد رحمہ اللہ نے اس کی روٹیاں پکائیں، اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح:...... اس کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اجتہاد و استنباط احکام کے طریقے کو فروغ بخشا اور حضرت علقمہ نے اس کی تائید و ترویج کی ابراہیم نخعی نے اس کے فوائد متفرقہ جمع کیے اور علم فقہ کی تدریجی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کمال تک پہنچا کر باقاعدہ اس کی تدوین کی، ابواب میں مرتب کیا اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی پیروی کی، امام محمد رحمہ اللہ نے آپ کی روایات اجتہادات اور مسائل کو جمع کر کے فروع کی

تنقیح کی اور آپ کے مرجوعات تو بیان کیا اور فقہ کو اصول فروعات اور جزئیات کے ساتھ مدون کیا، عظیم تصنیفات لکھ کرامت محمدیہ کے حضور پیش کیں۔

ائمہ احناف کی فقہی ڈگریاں

امام مزنیؒ سے کسی نے اہل عراق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: سیدھم (ان کے سردار)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: اتبعهم للحديث (ان میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا: اكثرهم تفريعاً (سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والا)

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا: احذهم قياساً (سب سے زیادہ قیاس میں تیز)

(تاریخ بغداد و حسن التقاضی: صفحہ ۲۹)

کہاں جا رہے ہو؟

وہ ایک روز کسی کام سے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں ان کی ملاقات شعبیؒ سے ہوگئی۔ ان کی شکل وصورت دیکھ کر وہ سمجھے کہ یہ کوئی طالب علم ہے.... چنانچہ حضرت شعبیؒ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور پوچھنے لگے:

''اے نوجوان! کہاں جا رہے ہو؟''

''میں ایک تاجر کے پاس جا رہا ہوں۔''

ان کی بات سن کر حضرت شعبیؒ نے کہا:

''میرا مطلب ہے.... تم کس سے پڑھتے ہو؟''

یہ سن کر آپ شرمندہ ہوئے اور بولے:

''میں کسی سے بھی نہیں پڑھتا۔''

اس پر حضرت شعبیؒ فرمانے لگے:

''تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو، مجھے تمہارے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔''

یہ نوجوان امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تھے.... وہ کہتے ہیں:

''امام شعبیؒ کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی اور میں بازار چھوڑ کر صرف علم کا ہو کر رہ گیا۔''

(عقود الجمان، باب سادس)

بڑے فقیہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو 56 کروڑ روپیہ خزانے میں موجود تھا۔ کوفے میں جتنے غریب، بیوائیں اور یتیم تھے، امام صاحب کے ہاں ان کی فہرستیں بنی ہوئی تھیں، غریبوں کے ہر گھر کے لئے رمضان میں کپڑے تیار ہوتے تھے۔ بڑے آدمی کے بڑے کپڑے، چھوٹے کے چھوٹے، عورتوں کے لئے ان کے مناسب اور ہر عید کی صبح سب غریبوں کے گھر کپڑے پہنچ جاتے تھے۔ غریب کہتے تھے:

''امام صاحب سلامت رہیں، جیسی عید امیروں کی، ویسی عید ہمارے بچوں کی بھی ہے''۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ بڑے بڑے علماء اور آئمہ کی ایک کمیٹی بیٹھتی، ایک ایک مسئلے پر کئی کئی ہفتہ بحث ہوتی تھی۔ جب خوب بحث کرنے کے بعد ایک مسئلہ صحیح طور پر واضح ہو جاتا تھا، تب وہ لکھا جاتا۔ اس طرح کئی جلدوں میں فقہ حنفی مرتب ہوا، یہ جو پچاس علماء کی کمیٹی تھی، ان سب کو تنخواہیں امام صاحب اپنے خزانے سے دیتے تھے۔

اس کے علاوہ ہزاروں آدمی امام صاحب سے لاکھوں روپے قرض لے جاتے تھے۔ ہزاروں کا کام قرض سے چلتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں، امام صاحب سے ایک شخص نے 20 ہزار روپیہ قرض لیا اور مدت متعین کر دی کہ ایک سال میں ادا کروں گا۔ مدت گزر گئی، اس کے پاس دینے کو نہ ہوا یا بخل کیا، نہیں دیا۔ جب وقت گزر گیا اور نہ ادا کیا تو وہ امام صاحب سے کترانے لگا کہ سامنے آؤں گا تو شرمندگی ہوگی۔ ایک بار اس نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آ رہے ہیں تو ایک گلی میں گھس گیا تاکہ سامنا نہ ہو ورنہ مجھے شرمندہ کریں گے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی گلی میں جا گھسے اور جا کر پیچھے سے دامن پکڑ لیا اور کہا:

''بھائی! تو نے تعلقات کیوں خراب کئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو تم نے بیس ہزار لئے تھے، وہ دینے کے لئے نہیں ہیں۔ اس لئے شرمندہ نہ ہو، میں نے تمہیں معاف کیا''۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار لوگوں کو اسی طرح قرضے معاف کیے۔ (مختصر پُراثر: ۶۳)

مسجد میں قوالی

ایک شخص نے حیدر آباد کے مشہور بزرگ حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب قدس اللہ

سرہ کو لکھا:

''میں قوالی کا ایک پروگرام کرانا چاہتا ہوں، قوالوں اور انتظامات پر جو خرچ ہوگا، وہ میں ادا کروں گا، آپ بس حیدرآباد کے کسی اچھے سے ہال میں فلاں تاریخ کی بکنگ کرادیں۔''

جواب میں ڈاکٹر صاحب نے جو لکھا، اس کی تحریر کچھ یوں تھی:

''جگہ کے لئے ہال وغیرہ کی کیا ضرورت ہے، ماشاء اللہ گھر کے سامنے مسجد ہے، یہیں قوالی کا پروگرام رکھ لیتے ہیں اور یوں ہال کی بکنگ پر خرچ ہونے والی رقم بھی بچ جائے گی۔''

جب اس شخص کو یہ جواب موصول ہوا تو وہ فوراً ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا:

''یہ آپ نے کس قسم کا جواب لکھا تھا، ایسے جواب کی توقع مجھے آپ سے نہ تھی، مسجد میں بھلا کیسے قوالی ہوسکتی ہے؟''

ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

''مجھے معلوم تھا، آپ فوراً دوڑے چلے آئیں گے، آپ کے پریشان ہوکر میرے پاس آنے میں ہی وہ بات موجود ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں، بھائی! جو کام مسجد میں کرنا مناسب نہیں، وہ بھلا مسجد کے باہر کس طرح مناسب ہوسکتا ہے۔ (مختصر پر اثر:۶۹)

روزہ نہ ٹوٹنے کا نسخہ

ایک وکیل نے رمضان کے دنوں میں شاہ جی سے بزعم خویش مذاق کرتے ہوئے کہا، حضرت! علماء تعبیر وتاویل میں ید طولیٰ رکھتے ہیں کوئی ایسا نسخہ تجویز فرمائیے کہ آدمی کھاتا پیتا رہے اور روزہ بھی نہ ٹوٹے۔ فرمایا: سہل ہے قلم وکاغذ لیکر لکھو، ایسا مرد چاہئے جو اس وکیل کو صبح صادق سے مغرب تک جوتے مارتا رہے یہ جوتے کھاتے جائیں اور غصے کو پیتے جائیں۔ اس طرح کھاتے جائیں اور پیتے جائیں۔ فرمایا: جاؤ اس طرح کھاتے پیتے رہو، روزہ بھی نہ ٹوٹے گا۔ (خزینہ:۱۷۱)

تیمم کیا، وہ بھی وضو جیسا

ایک بڑے لیڈر کی حکایت ہے وہ سفر میں تھے پانی ملا نہیں، تیمم کا ارادہ کیا۔ مگر کبھی کرتے ہوئے کسی کو دیکھا نہیں تھا۔ اجتہاد شروع کیا۔ تقدم تو اس جماعت کے لوازم سے ہے ہر بات میں سب سے پہلے ٹانگ اڑاتے ہیں۔ آپ نے کیا کیا کہ مٹی لیکر پہلے ہاتھ کو ملی پھر چلو میں مٹی لیکر منہ میں دی غرض وضو کی طرح تیمم کیا۔

ف: افسوس ہے کہ ان لوگوں کو دین کی تو خبر نہیں اور پھر لیڈران قوم بنے ہیں۔

طلاق کی عجیب قسم

قاضی ابوبکر ابن عربیؒ نقل فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں منصور بغداد کا خلیفہ تھا، موسیٰ ابن عیسیٰ ہاشمی نام کے ایک شخص نے اپنی بیوی کو فرط محبت میں یہ کہہ دیا کہ: اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہو تو تمہیں تین طلاق۔ بیوی سخت پریشان ہوئی، اور سمجھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے اس لیے شوہر کے سامنے آنا بھی بند کر دیا۔ شوہر نے یہ الفاظ فرط محبت سے کہہ دیے تھے مگر جب ہوش آیا تو اسے بھی فکر ہوئی اور اس کی ساری رات بڑے اضطراب میں گذری، بڑی مشکل سے صبح ہوئی تو وہ خلیفہ منصور کے پاس پہنچا اور واقعہ بتلایا۔ منصور نے فوراً شہر کے بڑے بڑے علماء وفقہاء کو جمع کر کے مسئلہ ان کے سامنے رکھا۔ اکثر فقہاء کی رائے یہ ہو رہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی ہے اس لیے اس کی بیوی فی الواقعہ چاند سے زیادہ اچھی نہیں ہے۔

لیکن ایک فقیہ تھے جنہوں نے یہ رائے پیش کی کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ وجہ یہ ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ (ترجمہ: بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین قوام کیساتھ پیدا کیا ہے۔)

منصور نے اس جواب کو بے حد پسند کیا، اور موسیٰ بن عیسیٰ کو یہی کہلا کر بھیج دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ (حیاۃ الحیوان للدمیریؒ: ۱/۳۲ لفظ انسان)

سیب کے دو ٹکڑے کر دیئے تو استفتاء کا جواب ہو گیا

ایک مرتبہ کوئی عورت مسجد میں آئی امام ابوحنیفہؒ اپنے حلقۂ تلامذہ میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے ایک سیب جسکا رنگ سرخ تھا اور نصف زرد۔ امام ابوحنیفہ کے سامنے چپکے سے رکھ دیا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے سیب کو درمیان سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا اور عورت کے حوالے کر دیا، عورت اسے لیکر چلی گئی۔ یہ ایک معمہ تھا جس پر حاضرین متعجب تھے حاضرین کی دریافت واصرار پر امام ابوحنیفہ نے یہ معمہ حل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا، تو اس نے سیب کے ذریعے اپنی حقیقت حال بیان کر دی اور طہر کا حکم دریافت کیا تو میں نے سیب کاٹ کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ جب تک سیب کی اندرونی سفیدی کی طرح پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔ (روض الفائق، حدائق الحنفیہ: ۷۹)

اپنی نماز پوری کرلو، میں مسافر ہوں

مسائل سے ناواقفیت سے کیسے کیسے مفسدات ہوتے ہیں۔ مراد آباد میں ایک مسافر امام نے دو رکعت پر سلام پھیر کر مقتدیوں سے کہا، اپنی نماز پوری کرلو، میں مسافر ہوں۔ تو مقیمین میں سے ایک صاحب، نماز کے اندر ہی سے کہتے ہیں، ہاں جناب! کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا میں نے تو جو کچھ فرمایا تھا، بعد میں بتلاؤں گا۔ آپ پہلے اپنی نماز کا اعادہ کرلیں۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

عربی میں بات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے

اسی طرح ایک مولوی صاحب ساڈھورہ میں تھے۔ جب وہ طالبعلمی کرتے تھے تو وہ ایک نماز میں کسی امام کے پیچھے شریک ہوئے۔ امام غلطی سے تیسری رکعت میں بیٹھ گیا، تو آپ پیچھے فرماتے ہیں کہ "قم" یعنی کھڑے ہو جاؤ امام کو یاد آ گیا، تیسری رکعت ہے وہ کھڑے ہو گئے سلام کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ قم کہنے والے کون صاحب تھے؟ وہ اپنی نماز کا اعادہ کرلیں۔ تو آپ فرماتے ہے کیوں میں نے عربی میں کہا تھا امام نے کہا سبحان اللہ! پھر تو اہل عرب کی نماز باطل نہیں ہونی چاہیے خواہ کچھ ہی باتیں کرتے رہیں کہ وہ اردو میں تھوڑی باتیں کرتے ہیں۔ تو یہ طالبعلم سمجھے ہوئے تھے کہ اردو فارسی میں باتیں کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، عربی میں باتیں کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ (ایضا)

ممبئ حج کا محل نہیں

بعضے لوگ جمعہ کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ دیہات میں گو نہ ہو لیکن اگر پڑھ ہی لیا جائے تو نہ پڑھنے سے تو بہرصورت پڑھنا اچھا ہے، میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ ممبئ میں گو حج نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی کرلیا جائے تو کیا حرج ہے نہ کرنے سے تو اچھا ہی ہے اس کا کیا جواب ہے؟ آخر یہی کہو گے کہ ممبئ حج کا محل نہیں۔ میں کہوں گا کہ دیہات جمعہ کا محل نہیں۔ غرض افہم دینی کیلئے عقل کامل کی ضرورت ہے۔ (ایضا)

میرے پاس کنسیشن ہے

حضرت مولانا قاری طیب صاحبؒ سفر میں جانیوالے تھے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ یہیں جماعت کرلیں۔ ایک حکیم صاحب بھی تھے، وہ مسافر تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ بھی جماعت میں شریک ہو جائیں انہیں نے کہا کہ میں نہیں شریک ہوتا، میرے پاس کنسیشن ہے (یعنی مجھ پر قصر ہے) تو اسے کیوں ضائع کروں، جب زیادہ کہا، تو وہ شریک ہو گئے۔ قاری صاحب نے نماز کے بعد فرمایا کہ شائد مجھ سے موزوں پر مسح رہ گیا۔ جماعت دوبارہ ہوئی تو حکیم صاحب نے کہا کہ دو کی جگہ چار ہوئیں اور چار کی جگہ آٹھ ہوئیں۔ اب پڑھوالوں سنتیں کس سے پڑھواؤ۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف:۸۸)

طلاق کا ایک دلچسپ مقدمہ

ایک عورت نے اپنے شوہر کے خلاف قاضی کی کچہری میں یہ مقدمہ پیش کیا کہ میرا شوہر رات بستر پر پیشاب کر دیتا ہے۔ اس لئے مجھے اس سے طلاق دلا دی جائے۔ قاضی صاحب نے شوہر سے بیان دینے کی فرمائش کی۔ تو اس نے کہا کہ عزت مآب کیا کروں؟ میں ہر رات یہی خواب دیکھتا

ہوں کہ میں سمندر کے ایک جزیرہ میں ہوں اور اس میں ایک بہت ہی اونچا محل بنا ہوا ہے۔ اور محل کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا ہے اور اس گنبد پر ایک اونٹ ہے اور میں اس اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہوں اور ایک دم وہ اونٹ سمندر کا پانی پینے کے لئے اپنا سر جھکانے لگتا ہے، یہ دیکھ کر مجھ پر ایسا خوف طاری ہو جاتا ہے کہ مارے ڈر کے میرا پیشاب خطا ہو جاتا ہے۔ شوہر کا بیان سن کر قاضی صاحب نے عورت سے فرمایا کہ اے اللہ کی بندی! تو اپنے شوہر کو معذور سمجھ کر معاف کردے اور صبر کر۔ جب اس کی بات سن کر میرا پیشاب خطا ہو گیا تو یہ منظر دیکھ کر اس کا پیشاب کیوں کر رک سکتا ہے؟

جھوٹ کا پہاڑا

حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دارالافتاء میں حضرت مہتمم صاحبؒ (قاری محمد طیب صاحب) تشریف لائے، ان کو جھوٹ کا پہاڑا سنایا، بہت پسند کیا اور لکھ کر گھر لے گئے کہ وہاں سناؤں گا۔ وہ یہ ہے۔

جھوٹ اکم جھوٹ ☆ جھوٹ دونی مبالغہ
جھوٹ تیا بہانہ ☆ جھوٹ چوک دھوکا
جھوٹ پنجے سفید جھوٹ ☆ جھوٹ چھکّا تہمت
جھوٹ ستے بہتان ☆ جھوٹ اٹھے غدر
جھوٹ نمے نفاق ☆ جھوٹ دھامے کفر

(اکابرین کے پاکیزہ لطائف)

دودھ کا دودھ، پانی کا پانی

ایک شخص دودھ میں اسی کے بقدر پانی ملا کر بیچتا تھا، ایک روز دودھ بیچ کر آرہا تھا، روپوں کو اپنی لنگی میں باندھ کر رکھا تھا۔ درخت کے نیچے ان کو رکھ کر قضاء حاجت کے لئے چلا گیا۔ بندر جو پہلے سے درخت پر تھا، نیچے اترا، اور لنگی روپوں کی اٹھا کر درخت پر چڑھ گیا۔ یہ آیا اور ماجرا دیکھا، تو کوشش کی کہ بندر سے روپے حاصل کرلے، مگر وہ اس کے ہاتھ نہ آیا، مجبوراً بیٹھا رہا، اتفاق سے درخت کے نیچے کنواں تھا، اب بندر نے روپوں کی گرہ کو دانت سے پھاڑا، اور اس میں سے ایک روپیہ کنویں میں اور ایک اس کی طرف پھینکنا شروع کیا، یہاں تک کہ آدھے روپے کنویں میں گئے اور آدھے اس کے پاس پہنچے، تب اس نے کہا "دودھ کا دودھ، پانی کا پانی" یعنی جو دودھ کے پیسے تھے وہ مجھے مل گئے اور جو پانی کے پیسے تھے وہ پانی میں چلے گئے۔

ف: دودھ میں اسی طرح پانی ملا کر بیچنا کہ خریدار یہ سمجھے کہ خالص دودھ ہے، دھوکہ ہے

جوممنوع ہے۔ ہاں خریدار کو بتلا دیا جائے کہ اس دودھ میں پانی ملایا گیا ہے، تو گنجائش ہے۔

غیر مسلم کے لئے ایصال ثواب کی صورت

عرض: غیر مسلم صدر جمہوریہ کے مرنے پر لوگ تعزیت کے لئے جارہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہاں ایصال ثواب کے لئے کچھ پڑھنا بھی ہے اور مجھے پڑھنے کے لئے تجویز کیا ہے، اب میں کیا کروں؟ ان سے تعلق تھا، مجبوراً جانا ہے۔

مفتی محمود گنگوہیؒ کا ارشاد: ''آپ جایئے اور پڑھتے رہیئے''

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ...... الخ﴾

ان کو کیا معلوم، اس کا ترجمہ کیا ہے؟ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف ۸۰)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون رشید کے خلاف فیصلہ دیا

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فیصلہ ہارون رشید کے خلاف بھی دیا تھا مگر اس میں ان سے ذرا سی غلطی ہوگئی تھی جس کا ان کو زندگی بھر افسوس رہا۔

واقعہ یہ ہے کہ سواد عراق کے ایک بوڑھے نے ہارون رشید کے خلاف یہ دعویٰ دائر کیا کہ فلاں باغ میرا ہے لیکن خلیفہ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے اتفاق سے یہ مقدمہ اس روز پیش ہوا جس روز خود ہارون رشید فیصلے کے لیے بیٹھا تھا۔ قاضی ابو یوسفؒ فریقین کے بیانات اور ان کے دعوے ہارون رشید کے سامنے پیش کررہے تھے۔ جب مقدمہ کی باری آئی تو انہوں نے خلیفہ کے سامنے اس کو پیش کیا اور کہا کہ آپ کے وپر دعویٰ ہے کہ آپ نے فلاں آدمی کا باغ زبردستی لے لیا ہے، مدعی یہاں موجود ہے، حکم ہو تو حاضر کیا جائے، بڈھا سامنے آیا تو قاضی ابو یوسفؒ نے پوچھا بڑے میاں آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے باغ پر امیر المومنین نے ناحق قبضہ کرلیا ہے جس کے خلاف دادرسی چاہتا ہوں، قاضی نے سوال کیا، اس وقت وہ باغ کس کے قبضہ اور نگرانی میں ہے؟ بولا امیر المومنین کے ذاتی قبضہ میں ہے، اب قاضی ابو یوسفؒ نے ہارون رشید سے مخاطب ہوکر کہا دعویٰ کے جواب میں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں! ہارون رشید نے کہا میرے قبضہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں اس شخص کا حق ہو، نہ خود باغ ہی میں اس کا کوئی حق ہے۔ قاضی صاحب نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مدعی سے پوچھا کہ تمہارے دعوے کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل بھی ہے؟ کہا ہاں! خود امیر المومنین سے قسم لے لی جائے، ہارون رشید نے قسم کھا کر کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھے عطا کیا تھا، میں اس کا مالک ہوں، بوڑھے نے یہ سنا تو اس کو بہت غصہ آیا اور یہ بڑبڑاتا ہوا عدالت سے نکل گیا جس طرح کوئی شخص آسانی سے ستو گھول کر پی جائے، اسی طرح اس شخص نے آسانی سے قسم کھالی ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہارون رشید کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا۔ یحییٰ برمکیؒ نے ہارون کو خوش کرنے کے لئے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوکر کہا آپ نے

دیکھا اس عدل واحسان کی نظیر دنیا میں مل سکتی ہے؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کی تحسین کی اور کہا مگر انصاف کے بغیر کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔

مذکورہ بالا معاملہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے انصاف کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی مگر پھر بھی آخر وقت تک ان کو جب اس واقعہ کا خیال آجاتا تو فرماتے تھے میں اپنے اندر سخت کوفت، اذیت، رنج محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ میں نے انصاف میں جو کوتاہی کی ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا جواب دوں گا، لوگوں نے پوچھا آپ نے انصاف میں کیا کوتاہی کی اور آپ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے کہ ایک معمولی کسان کے مقابلہ میں وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کو قسم کھانے پر مجبور کر دیا؟ فرمایا تم لوگوں نے نہیں سمجھا کہ مجھے کس خیال سے تکلیف ہوتی ہے، پھر افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ مجھے تکلیف اور کڑھن اس کی ہے کہ میں ہارون رشید سے یہ نہ کہہ سکا کہ آپ کرسی سے اتر جائیے جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہیں ایک فریق کی حیثیت سے آپ بھی کھڑے ہو جائیے یا پھر اجازت دیجئے کہ اس کے لئے بھی کرسی لائی جائے۔ (مناقب ۲/ ۲۴۴ تذکرہ امام ابو یوسفؒ وسیر الصحابہ ۸/ ۸۰)

شوافع پر واجب ہے

امام محمد رحمہ اللہ کی ان شفقتوں، عنایات، توجہات اور خصوصی تعاون وتعلقات اور احسانات کی بناء پر امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"ليس لأحد علي منة في العلم وأسباب الدنيا لمحمد"

ترجمہ: "علم اور دنیاوی اسباب کے سلسلہ میں مجھ پر امام محمد رحمہ اللہ کا جتنا احسان ہے اتنا کسی دوسرے کا نہیں"

انہی احسانات اور امام شافعی رحمہ اللہ کی خصوصی تربیت کے پیش نظر ابن عبد البرؒ فرمایا کرتے تھے کہ قیامت تک کے لئے ہر شافعی المسلک پر واجب ہے کہ وہ امام محمد رحمہ اللہ کا ممنون رہے اور انکی مغفرت کی دعا کرتا رہے۔ (شذرات الذھب جلد ۲)

عمامہ نمازوں کیلئے

حضرت کشمیریؒ نے ایک وعظ میں فرمایا کہ عمامہ تین ذراع (ڈیڑھ گز عرفی) عام استعمال کے لئے، سات ذراع نمازوں کے لئے اور 12 ذراع کا جمعہ عیدین اور وفود کے لئے ماثور ہے، اس کو علامہ جزری نے امام نووی سے نقل کیا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح انکے دستخط سے یہ عبارت دیکھی ہے اور لکھا کہ میں عرصہ تک اس تلاش میں رہا کہ عمامہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم ہو۔ (ملفوظات محدث کشمیریؒ ص ۸۱)

امام اعظم رحمہ اللہ کی عقل کامل تھی

علی بن عاصم کا قول ہے کہ آدھی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور امام ابو حنیفہ کی عقل دوسرے

پلہ میں رکھی جاتی تو امام صاحب کا پلہ بھاری ہوتا۔

خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ میں کم وبیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں ان میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے ایک ان میں امام ابوحنیفہ تھے۔

محمد انصاریؒ کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت، یہاں تک کہ بات چیت اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا ہے۔

درحقیقت امام عالی مقام کی انتہائی دانش مندی یہی تھی کہ اپنے سینکڑوں فضلاء نامدار شاگردوں سے چالیس اجلہ فقہاء ومحدثین کی ایک مجلس بنا کر تیس سال مسلسل لگے رہ کر ایک ایسی فقہ مرتب کر گئے جو دوسری تمام فقہوں پر ہزار بار فائق ہے، جس کا ہر ہر مسئلہ قرآن مجید، احادیث، آثار اور اجماع وقیاس صحیح پر مبنی ہے اور اسکی مقبولیت عنداللہ وعندالناس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا کہ ہر دور میں نصف یا دو ثلث امت محمدیہ اس کا متبع رہا۔

امام صاحب نے اپنے زمانہ میں سیاسی وعلمی فتنوں کی روک تھام بھی صرف اپنی عقل خداداد سے کی جو اس زمانہ میں انتہائی دشوار مرحلہ تھا۔ (حوالہ بالا: ۱۵۳)

فقہاء کے مراتب

حضرت کشمیریؒ نے فرمایا کہ فقہاء میں سے شمس الائمہ حلوانی کو شمس الائمہ سرخسی پر ترجیح دیتا ہوں، کیونکہ حلوانی مسئلہ مختلف بین الائمہ میں نہایت صحیح قول اختیار کرتے ہیں پس میں بھی ان ہی کے مختار کو لیتا ہوں اس کے بعد شامی، صاحب ہدایہ، صاحب بدائع وفتاوی قاضی خان اور صدر الائمہ وفخر الائمہ وغیرہ سب برابر ہیں۔ (حوالہ بالا ص ۲۲۲)

کون سی نماز سب سے پہلے کس نے پڑھی؟

۱)...... فجر کی نماز سب سے پہلے دنیا کے سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے پڑھی ہے۔

۲)...... زوال کے بعد (ظہر کی نماز) سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعت نماز پڑھی ہے جبکہ ان کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم کیا گیا تھا۔ چنانچہ پہلی رکعت اسماعیل علیہ السلام کا غم چلے جانے کے شکریہ میں تھی اور دوسری رکعت کے ذریعہ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا گیا کہ اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں فدیہ (مینڈھا) اتارا، اور تیسری رکعت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وجہ سے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "قد صدقت الرؤیا" کی خبر دی اور چوتھی رکعت مضرتِ ذبح پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صبر کرنے کی وجہ سے تھی۔ یہ نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے بطور نفل تھی لیکن امت مرحومہ پر فرض کی گئی۔

۳)...... عصر کی نماز سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عصر کے وقت چار ظلمتوں سے نجات عطا فرمائی (1) لغزش کی ظلمت (2) رات کی ظلمت (3) پانی کی

ظلمت (4) مچھلی کے پیٹ کی ظلمت۔ حضرت یونس علیہ السلام نے چار رکعتیں تطوعاً بطور شکرانہ ادا کیں، لیکن امت مرحومہ پر فرض کردی گئی۔

۴)......مغرب کی نماز سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ اور آپ نے یہ نماز غروب کے بعد پڑھی تھی۔ پہلی رکعت اپنی ذات سے الوہیت کی نفی کرنے کیلئے تھی۔ اور دوسری رکعت اپنی والدہ سے الوہیت کی نفی کرنے کے لئے تھی۔ اور تیسری رکعت اللہ تعالیٰ کے واسطے الوہیت ثابت کرنے کے لئے تھی۔

۵)......عشاء کی نماز سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی ہے۔ (اشرف الہدایہ:۳۱۵ بحوالہ حاشیہ ملا عبدالغفور عنایہ)

کم مہر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی کو ہلکی پھلکی نماز پڑھتے دیکھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس نے یہ دعا کی۔

"اللّٰهم زوجني الحور العين"

ترجمہ: اے اللہ! حور عین (جنت کی موٹی موٹی آنکھوں والی اور اپنے حسن و جمال سے حیران کردینے والی حور) سے میری شادی فرمادیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

"لقد اسات النقد واعظمت الخطبة"

یعنی تو نے مہر تو بہت کم دیا اور منگنی اتنی بڑی عورت سے کرنا چاہتا ہے۔

(لطائف ونوادر بحوالہ ابن ابی الحدید)

کہیں چھت سجدہ نہ کرے

ایک عالم جو فقیہ تھے۔ ایک کرایہ کے مکان میں رہنے لگے۔ مکان کی چھت بہت بوسیدہ اور کمزور ہوگئی تھی۔ اور ہر وقت کڑیوں سے چڑ چڑانے کی آواز آتی رہتی تھی۔ جب مالک مکان کرایہ لینے کے لئے آیا تو فقیہ صاحب نے فرمایا کہ تم پہلے اس مکان کی چھت درست کراؤ۔ اس میں سے ہر وقت چڑ چڑ کی آواز آتی رہتی ہے۔ مالک مکان نے کہا کہ حضرت! آپ بالکل نہ ڈریں۔ اس مکان کی چھت باری تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی رہتی ہے۔

فقیہ صاحب جو بہت ہی زندہ دل اور تفریح پسند تھے۔ فوراً بول اٹھے کہ تسبیح میں تو خیر کوئی مضائقہ نہیں مگر کہیں تسبیح پڑھتے پڑھتے اس پر رقت طاری ہو جائے اور وہ سجدے میں چلی جائے تو پھر کیا ہوگا؟

ایک دلچسپ فتویٰ

ایک مسخرے نے کسی حاضر جواب اور خوش طبع مفتی سے یہ سوال کیا کہ نماز جنازہ عموماً میدانوں میں ہوا کرتی ہے۔ تو اگر نماز جنازہ میں سجدہ سہو کرتے وقت کانٹا پیشانی میں چبھ جائے، تو نماز کی حالت میں کس طرح اس کو نکالنا چاہیے؟

مفتی صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ اس مسئلہ میں میرا فتویٰ ہے کہ اس کانٹے کو ہاتھ سے ہرگز ہرگز نہ نکالے۔ بلکہ بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے اس طرح آہستگی کے ساتھ نکال لے کہ پیشانی زمین سے اٹھنے نہ پائے، ورنہ سجدہ سہو مکروہ ہو جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ اس طرح کانٹا نکالنے میں شاید دوبارہ وضو کی حاجت پڑ جائے۔

قرأت خلف الامام سے متعلق شوافع اور احناف کی مجلس

فیض الباری شرح بخاری میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ شوافع نے ایک مجلس منعقد کی۔ جس میں ایک شخص کو فرضی مفتی بنایا۔ پھر ان سے قراۃ فاتحہ کے متعلق سوال کیا کہ ''قراۃ فاتحہ'' فرض ہے یا کیا؟ مفتی نے فرض بتلایا۔ سائل نے دریافت کیا کہ اس میں کسی کا اختلاف تو نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ ایک شخص نعمان بن ثابت (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کوفہ میں گذرا ہے، اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختلاف ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے۔

''لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب''

اس کی نماز نہیں جس نے قرأت فاتحہ نہیں کی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ فاتحہ فرض ہے۔ مگر اس نے اس کے خلاف کہا ہے کہ قراۃ فاتحہ فرض نہیں۔ حنفیہ کو اس مجلس کا علم ہوا تو انہوں نے بھی ایک مجلس منعقد کی۔ کہ بے تمیزوں کی کسی جماعت میں کمی نہیں اور اس میں ایک شخص کو مفتی تجویز کر کے اس کو تخت پر بٹھلایا اور پھر اس سے قرأۃ فاتحہ کے متعلق سوال کیا۔ مفتی نے جواب دیا کہ قرأۃ فاتحہ فرض نہیں ہے۔ اس پر سائل نے کہا۔ اس میں کسی کا اختلاف تو نہیں۔ مفتی نے جواب دیا اس میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ ایک شخص محمد بن ادریس (امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ) گذرا ہے۔ اس کا حق تعالیٰ شانہ، سے اختلاف ہے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ، نے تو فرمایا ہے۔ ﴿فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو، پڑھ لیا کرو۔ اور اس میں فاتحہ کی کوئی تخصیص نہیں اور وہ فاتحہ کی تخصیص کرتا ہے۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف: ۷۵)

داڑھی پر مسح

امام شعبیؒ سے ایک آدمی نے داڑھی پر مسح سے متعلق سوال کیا، انہوں نے جواب دیا کہ اس کا خلال کر لیا کرو، آدمی نے کہا ''مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح یہ تر نہ ہوگی'' امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''تو پھر اسے رات

سے ہی پانی میں بھگو کر رکھ دیا کرو (تا کہ اچھی طرح تر ہو جائے)" (لطائف ونوادر بحوالہ المزاح)

"لطیفہ" اس زمانے کے مجتہدین

اس زمانے کے مجتہدین کا حال یہ ہے کہ ایک پیر صاحب نے اپنے شاگردوں کے سامنے مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا اور اسکے ساتھ دو شاگرد بھی متفق ہو گئے۔ ایک مرتبہ پیر صاحب اجتہاد کرنے بیٹھے اور اسکے ساتھ دونوں شاگرد بھی بیٹھے، پیر صاحب نے شاگردوں کو اجتہاد کرنے کے لئے کہا: ایک شاگرد نے اجتہاد کیا: چنا کھانا حرام ہے، پیر صاحب: اسکی دلیل کیا ہے؟ شاگرد: چنا دیکھنے میں پھوڑا پھنسی کے مشابہہ ہے جو کہ ناپاک ہے اور اسکا کھانا بھی حرام ہے لہذا چنا بھی کھانا حرام ہونا چاہیے۔ پیر صاحب: دلیل سے ثابت ہو گیا کہ چنا کھانا حرام ہے۔

اب دوسرے شاگرد کی باری آئی تو اس نے اجتہاد کیا: چاول کھانا حرام ہے: پیر صاحب: حرام ہونے کی علت کیا ہے؟ شاگرد: چاول دیکھنے میں گندگی کے کیڑے کی مشابہہ ہے جو کہ حرام ہے۔ لہذا چاول کا کھانا بھی حرام ہونا چاہیے۔ پیر صاحب: دلیل سے ثابت ہو گیا کہ چاول کھانا حرام ہے۔ سامعین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا: حضرت! برائے مہربانی مزید اجتہاد نہ فرمایئے اس لیے کہ آپ کے ایک شاگرد نے اجتہاد کر کے پنجاب اور ہندوستان کے رہنے والوں کے کھانے کو حرام کر دیا اور دوسرے شاگرد نے برما، بنگال اور سیلون والوں کا کھانا حرام کر دیا۔ اب آپ اگر اجتہاد کریں گے تو صرف ایک ہی چیز باقی ہے اور وہ ہے گندم یعنی گیہوں، اس میں بھی آپ یہ علت نکالیں گے کہ گیہوں کا کھانا حرام ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ دیکھنے میں مقام مستور مراۃ کے مشابہہ ہے تو یہ بھی حرام ہے لہذا آپ حضرات اجتہاد کے بازار کو بند کر دیں۔ (نایاب تحفہ)

لنگڑی خاتون

امام شعبیؒ کے پاس ایک آدمی آ کر کہنے لگا: "میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے، کیا میں اسکو لوٹا سکتا ہوں (یعنی طلاق دے سکتا ہوں)"

انہوں نے جواب دیا:

"ان کنت ترید ان تسابق بها فردها"

ترجمہ۔ اگر تم نے اس سے دوڑ لگانے کے ارادے سے شادی کی ہے تو اس کو لوٹا دو۔ (لطائف ونوادر بحوالہ الکشکول)

مولوی کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے

میں زمانہ طالب علمی میں (مراد حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ ہیں) ایک بار میرٹھ گیا۔ وہ زمانہ نوچندی کے میلہ کا تھا۔ میرا بچپن تھا۔ اس لئے میں بھی میلہ دیکھنے چلا گیا۔ جب میلہ سے

واپس آیا تو حافظ عبدالکریم صاحب رئیس کے صاحب زادہ غلام محی الدین مرحوم نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی صاحب نوچندی کے میلہ میں جانا کیسا ہے؟ میں نے کہا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی اس غرض سے جائے کہ اس کو فتویٰ دینے کے لئے تحقیق کی ضرورت ہے تا کہ عوام کے سامنے اس کے مفاسد بیان کر سکے، تو ایسے شخص کو جانا جائز ہے۔ صاحبزادہ صاحب بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ مولوی گناہ بھی کرتے ہیں تو اس کو جائز کر لیتے ہیں۔ مجھے اس تاویل کے بعد تاویل سے ایسی نفرت ہوگئی ہے۔ کہ اس سے زیادہ نفرت کسی چیز سے بھی نہیں۔

ف: اور اس تاویل سے مراد وہ تاویل ہے جس سے اپنے نفس کی نصرت مقصود ہو۔ عارف شیرازی اسی کو فرماتے ہیں۔

ترسم کہ صرفہ بروز باز خواست
نان حلال شیخ بہ نان حرام ما

یعنی اندیشہ ہے کہیں قیامت میں ہمارا نانِ حرام، شیخ کے نانِ حلال پر غالب نہ آ جائے کیوں کہ ہم تو حرام کو حرام جانتے ہیں۔ اور وہ حرام کو تاویل سے حلال بنا کر کھاتے ہیں۔ (امثال عبرت: ۲۰۴)

کونسی انگلی؟

امام شعبیؒ نے ایک دن یہ روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سحری کھایا کرو، اگرچہ اسکی مقدار اتنی ہو کہ کوئی آدمی اپنی انگلی مٹی پر رکھ دے اور پھر اس کو اپنے منہ میں ڈال دے''۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا: ''کونسی انگلی؟'' شعبی رحمہ اللہ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر کہا: ''یہ''۔ (ابن الجوزی: اخبار الظراف)

کتنی مقدار؟

امام شعبی رحمہ اللہ سے آدمی نے مسئلہ پوچھا کہ محرم (حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے) کے لیے اپنے بدن کو کھرچنا جائز ہے؟ شعبی رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''ہاں'' اس آدمی نے کہا ''کتنی مقدار؟'' شعبی رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''جب تک ہڈی نظر نہیں آتی'' (کھرچتا ہی رہے)

ف: مطلب یہ ہے کہ یہ سوال ہی فضول اور لغو ہے کہ کتنی مقدار؟

کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنا ہی کھرچا جاتا ہے۔ (لطائف ونوادر، اردو عب ونوادر: ۶۲)

وہ بھی اسی طرح ہے

ایک آدمی نے ایاس بن معاویہ (قاضی بصرہ) سے کہا:

آدمی: ''اگر میں کھجور کھاؤں تو کیا آپ مجھے ماریں گے؟''

ایاس بن معاویہ: نہیں۔

آدمی: کھجور کی شراب بھی تو اسی طرح کھجور اور پانی کو ہانڈی میں ملانے سے بنتی ہے تو یہ کیوں حرام ہے؟

ایاس بن معاویہ: اگر میں تجھے مٹی سے ماروں تو تجھے تکلیف ہوگی؟

آدمی: نہیں۔

ایاس بن معاویہ: اگر میں تجھ پر پانی سے بھری دیگچی انڈیل دوں تو کیا تیرا کوئی عضو ٹوٹے گا؟

آدمی: نہیں۔

ایاس بن معاویہ: اگر میں پانی اور مٹی سے پختہ اینٹ بنا کر دھوپ میں خشک کروں اور پھر تیرے سر پر دے ماروں تو کیا ہوگا؟

آدمی: سر پھوٹ جائے گا۔

ایاس بن معاویہ: وہ بھی اسی طرح ہے (یعنی تیرے سوال کا جواب یہی ہے) (ایضاً:۶۲)

مہدی اور خیزران کے درمیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

کہا جاتا ہے کہ مہدی نے خیزران سے کہا: ''میں شادی کرنا چاہتا ہوں'' جبکہ وہ اس سے پہلے خیزران سے شادی کر چکا تھا، خیزران نے کہا: ''آپ کے لیے میرے بعد کسی خاتون سے شادی کرنا جائز نہیں ہے''

مہدی: آخر کیوں نہیں؟

خیزران: آپ جسے چاہیں میرے اور اپنے درمیان فیصل بنالیں۔

مہدی: کیا آپ سفیان ثوری رحمہ اللہ کو فیصل بنانے پر تیار ہیں؟

خیزران: ہاں۔

مہدی نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو بلوایا اور کہا کہ رشید کی ماں کا خیال یہ ہے کہ اس کے بعد کسی عورت سے میرے لیے نکاح حلال نہیں ہے جبکہ اللہ تعالیٰ عز وجل کا صاف اور واضح ارشاد ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء:۳)

ترجمہ: پس نکاح کرلو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں، دو دو، تین تین، چار چار۔

یہ کہہ کر وہ خاموش ہوگیا، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: آیت پوری پڑھو یعنی

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾

ترجمہ: اگر ڈرو کہ ان میں تم انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو۔

آپ عدل وانصاف نہیں کریں گے۔ (لہذا آپ دوسری شادی نہ کریں)۔

مہدی نے بطور انعام حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے لیے دس ہزار درہم کا حکم جاری کیا، لیکن سفیان

ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (وفیات ۳۸۹/۲)

پانچ بیویوں کو طلاق

اصمعی نے ایک لطیفہ سناتے ہوئے کہا کہ میں نے ہارون الرشید سے ایک دن کہا امیرالمومنین! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک عربی النسل آدمی نے پانچ عورتوں کو طلاق دی ہے۔ ہارون نے کہا: "آدمی کو تو صرف چار بیویوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، پھر اس نے پانچ کو کیسے طلاق دی؟" میں نے کہا "قصہ یوں ہے کہ آدمی کی چار ہی بیویاں تھیں، ایک دن وہ ان کے پاس آیا تو انہیں لڑتے جھگڑتے دیکھا، آدمی ذرا تند مزاج تھا، اس نے کہا: "یہ جھگڑا کب تک ہوتا رہے گا؟"

پھر ایک بیوی سے کہنے لگا: "میرا خیال ہے کہ تیری طرف سے ہی یہ جھگڑا شروع ہوا ہے، جا تجھے طلاق ہے"

دوسری بیوی نے کہا: "آپ نے طلاق دینے میں بہت جلدی کی ہے، اگر طلاق کے علاوہ کسی طریقہ سے مناسب تنبیہ کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا" اس نے کہا: "تجھے بھی طلاق ہے"

تیسری بیوی بولی: "اللہ تیرا برا کرے، اللہ کی قسم! یہ دونوں تیری محسن ہیں، اس نے کہا: "ان کے احسانات شمار کرانے والی (تو کون ہوتی ہے جا) تجھے بھی طلاق ہے"

چوتھی بیوی بولی جو چاند کی طرح خوبصورت اور انتہائی بردبار تھی: "تیرا سینہ تنگ پڑ جائے، کیا تیرے پاس بیویوں کو طلاق دینے کے سوا تنبیہ کا اور کوئی راستہ نہیں؟" اس نے کہا: "تجھے بھی طلاق ہے"

اس کی لونڈی اوپر کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔ اس نے (بالا خانہ) سے جھانکتے ہوئے کہا: "اللہ کی قسم! تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے عرب تمہاری اور تمہاری قوم کی نسبت نازیبا کلمات کہتے ہیں۔ پل بھر میں تو نے اپنی چار بیویوں کو طلاق دے دی.....؟"

اس نے کہا: "اے ملامت کرنے والی! تجھے بھی طلاق ہے اگر تیرا شوہر اس کے نفاذ پر راضی ہو"، شوہر (شاید وہ بھی بیوی سے تنگ آچکا تھا) نے گھر کے اندر سے جواب دیا:

"میں راضی ہوں، میں راضی ہوں" (یوں ایک مرد نے پانچ عورتوں کو طلاق دے دی)۔ (لطائف ونوادر: ۹۹ بحوالہ دولۃ النساء: ۶۴۶)

انوکھا سوال

ایک مالکی عالم نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا، جس میں تحریر تھا: "اے امام! بتائیے، فرض، فرض کا فرض، تتمۂ فرض اور بدون فرض نماز کیا ہیں؟ نیز ایسی نماز بتائیے جس کا چھوڑنا فرض ہے اور آسمان وزمین کے درمیان ہونے والی نماز کی بھی کچھ وضاحت کیجئے"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب لکھا: "فرض سے مراد تو پانچ نمازیں ہیں۔ فرض کا فرض وضو ہے۔ تتمۂ

فرض درود شریف کا پڑھنا ہے۔ بدوں فرض نماز سے مراد قبل از بلوغ بچے کی نماز ہے، جس نماز کا چھوڑنا فرض ہے اس سے مراد نشے کی حالت کی نماز ہے، زمین و آسمان کے درمیان نماز سے مراد حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز ہے اور زمین و آسمان کے بیچ پڑھی گئی نماز سے مراد شب معراج میں نبی کریم ﷺ کی نماز ہے۔ (ایضاً:۳۵۵ بحوالہ المختار)

''امرءۃ لہا زوجان'' کا مطلب

فقہ شافعی میں ایک لطیفہ ہے۔ ''امرءۃ لہا زوجان'' جس کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ ایک عورت کے دو شوہر، حالانکہ یہ غلط ہے۔ (ایک عورت کے دو شوہر کیسے ہوسکتے ہیں) اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ایک عورت غلام اور ایک باندی کی مالک ہے اور وہ دونوں آپس میں زوجان یعنی میاں بیوی ہیں۔ دونوں اس عورت کی ملک ہیں۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف:۷۶)

علامہ صدیق صاحب کشمیریؒ کا فتویٰ

سہارنپور کی مسجد بہادران میں ایک مرتبہ امام نے نماز فجر میں آیت کریمہ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ﴾ سے ''یتوبوا'' کو چھوڑ کر اس طرح پڑھ دیا ''ثم لم فلهم عذاب جهنم''

علامہ صدیق صاحب کشمیری بھی نماز میں تھے، لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ نماز ہوگئی یا نہیں؟ آپ نے اپنے نحوی مذاق کے اعتبار سے فرمایا کہ ''لم'' اور ''لما'' میں یہ فرق ہے کہ ''لما'' کے بعد فعل کا حذف درست ہے اور ''لم'' کے بعد درست نہیں۔ پھر فرمایا کہ ادھو سہورے کافروں کا ذکر ہے وہ تو توبہ کریں یا نہ کریں ان کے لئے تو عذاب حریق ہے ہی۔ چلو نماز ہوگئی۔ (ایضاً: ۷۹)

مجھے معلوم نہیں

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں، مسئلہ دریافت کرنے والے نے کہا: ''کیا آپ کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی، آپ تو عراق کے فقیہ ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا کہ جب فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آئی:

﴿سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾ (البقرہ:۳۲)

ترجمہ: ''آپ ہر عیب سے پاک ہیں ہمیں کوئی علم نہیں مگر (اتنا ہی علم ہے) جو آپ نے ہمیں سکھلایا ہے'' تو میں ''لا ادری'' (مجھے معلوم نہیں) کہتے ہوئے کیوں شرماؤں؟'' (الاصبہانی محاضرات:۵۰)

ایک عقلی سوال

ایک مالکی عالم نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو سوالنامہ بھیجا جس میں لکھا تھا: ''اے امام! میری ایک خالہ ہے،

میں اس کا ماموں ہوں، اور میری ایک پھوپھی ہے، میں اس کا چچا ہوں۔ جس عورت کا میں چچا ہوں اس کی ماں میرے باپ کی ماں ہے، اور اس کا باپ میرا بھائی ہے اور اس کا بھائی عام رواج کے مطابق میرا باپ ہے، اور جس خاتون کا میں ماموں ہوں، اس کا دادا میری ماں کا باپ ہے۔ ہم مجوسی (آتش پرست) ہیں، نہ مشرک، ہم سنت حق کے پیروکار ہیں۔ پس ہے کوئی ایسا امام جو نکاح کی مختلف شکلوں سے واقف ہو اور اس کے پاس گہرا علم ہو، وہ ہمارا نسب بتائے اور اس کے حکم سے بھی آگاہ کرے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا: سائل کی دادی (یعنی اس کے باپ کی ماں) نے سائل کے ماں شریک بھائی سے شادی کی، اور اس (سائل) کی باپ شریک بہن نے سائل کے نانے سے شادی کی، دونوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، لہٰذا اس کی دادی کی بیٹی سائل کی پھوپھی ہے اور وہ خود اس کا چچا ہے، اور اس کی بہن کی بیٹی اس کی خالہ ہے اور وہ اس کا ماموں ہے''۔ (لطائف ونوادر: ۲۵۵)

گردن پر ہاتھوں کی مشقیں کسنا

ایک آدمی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے ایک فقیہ کے پاس آیا اور کہا: ''میں نے رمضان کا ایک روزہ (بعذر) توڑا ہے، اسکا کیا حکم ہے؟'' فقیہ: ''ایک روزے کی قضا کرو'' سائل: ''میں نے روزے کی قضا کی تھی مگر جب میں گھر پہنچا تو گھر والوں نے ''ماموینہ'' (کھانے کی ایک قسم ہے) پکایا ہوا تھا، نہ چاہتے ہوئے بھی میرا ہاتھ اس طرف بڑھ گیا اور میں نے تھوڑا سا کھالیا، اب کیا ہوگا؟'' فقیہ: ''دوبارہ روزے کی قضا کرو'' سائل: ''میں نے قضا کی تھی لیکن جب میں اس روز گھر پہنچا تو اہلخانہ نے ہریسہ (کھانے کی ایک قسم جیسے آجکل حلیم) پکایا تھا، غیر اختیاری طور پر میرا ہاتھ اس طرف اٹھ گیا اور میں نے تھوڑا سا کھالیا''

فقیہ: ''میرے خیال میں تم روزے کی قضا نہ کرو تو بہتر ہے ورنہ اندیشہ ہے کہیں گردن میں آپ کے ہاتھ کی مشقیں نہ کس دی جائیں''۔ (المستطرف فی کل فن مستظرف: ۳۱۵)

نحوی اور فقہی مسئلہ

ایک رات ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو لکھا کہ اللہ تمہیں اپنی امان میں رکھے ان اشعار کے متعلق فتوی دیجئے۔

فان ترفقی یاھند فالرفق ایمن	وان تخرقی یاھند فالخرق اشأم
فانت طلاق والطلاق عزیمة	ثلاثا ومن یخرق اعق واظلم
فبینی بھا ان کنت غیر رفیقة	ومالامرئ بعد الثلاث مقدم

ترجمہ......اے ہندہ! اگر تو نرم برتاؤ کرے تو یہ مبارک عمل ہے اور اگر تو بیوقوفانہ حرکتیں کرے تو یہ منحوس حرکت ہے۔

ترجمہ تجھے طلاق ہے اور طلاقیں تین ہوتی ہیں جو بیوقوفانہ حرکت کرتا ہے، وہ بڑی ہی نافرمانی اور بڑا ہی ظلم کرتا ہے۔

ترجمہ.....اگر تو رہنا نہیں چاہتی تو طلاق لیکر جدا ہو جا اور تین طلاقوں کے بعد آدمی کے لئے آگے بڑھنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

ہارون نے کہا کہ اشعار میں ''عزیمۃ ثلاث'' کا لفظ۔ عزیمۃٌ ثلاثٌ۔ بھی پڑھا گیا ہے اور۔ عزیمۃٌ ثلاثا بھی، رفع کی صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہونگی اور نصب کی صورت میں کتنی واقع ہوں گی؟

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار دیکھ کر فرمایا: یہ مسئلہ فقہی بھی ہے اور نحوی بھی، اگر میں محض اپنی رائے سے جواب دوں تو یقیناً غلطی سے محفوظ نہ رہوں گا، اور اگر یہ کہوں کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں ہے تو لوگ کہیں گے کہ اگر انہیں ان پیش آمدہ مسائل کا علم نہیں تو یہ قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کیسے بن گئے؟ پھر فرماتے ہیں کہ سوچ و بچار کے بعد مجھے ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی جو لغت اور نحو کے امام ہیں یاد آئے، میں اور وہ ایک گلی میں رہتے تھے، میں نے اپنی لونڈی سے کہا: چراغ لے کر میرے آگے آگے چل، میں امام کسائی کے پاس پہنچا تو وہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے، میں نے ہارون کا خط انہیں تھما دیا، انہوں نے ایک نظر پڑھنے کے بعد کہا: کاغذ اور قلم لو، اور لکھو، جس نے شعر رفع کے ساتھ پڑھتے ہوئے یوں کہا ہے ''عزیمۃٌ ثلاثٌ'' تو اس نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دی ہے اور وہ ''والطلاق عزیمۃ ثلاث'' سے اپنی بیوی کو یہ بتلانا چاہتا ہے کہ طلاق کی کل تعداد تین ہے، اس سے زیادہ طلاق نہیں ہوتی اور جس نے شعر نصب کے ساتھ ''عزیمۃ ثلاثا'' پڑھا ہے اس نے اپنی بیوی کو پوری تین طلاقیں دی ہیں اور دوسرے لفظوں میں اس نے صاف صاف یوں کہا ہے کہ ''انت طالق ثلاثا'' یعنی تجھے تین طلاقیں ہیں۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہی جواب آگے ہارون کے پاس بھیج دیا، رات کے آخری پہر ہارون کے خدام میرے پاس بہت سے انعامات اور عطیات لے کر آئے، میں نے وہ سب امام کسائی کے گھر بھجوا دیئے۔ (الزجاجی: مجالس: ۲۳۸)

اپریل فول

اس رسم کے تحت یکم اپریل کی تاریخ میں جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا اور دھوکہ دیکر اسے بے وقوف بنانا نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے، جو شخص جتنی صفائی اور چابکدستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے، اتنا ہی اسے قابل تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ یہ مذاق جسے درحقیقت ''بدمذاقی'' کہنا چاہیئے، نہ جانے کتنے افراد کو بلا وجہ جانی اور مالی نقصان پہنچا چکا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں بعض اوقات لوگوں کی جانیں چلی گئی ہیں کہ انہیں کسی ایسے صدمے کی جھوٹی خبر سنا دی گئی جسے سننے کی وہ تاب نہ لا سکے اور زندگی ہی سے ہاتھ دھو

بیٹھے۔ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے یہ رسم مندرجہ ذیل بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے:
1۔جھوٹ بولنا 2۔دھوکہ دینا 3۔دوسرے کو اذیت پہنچانا 4۔ایک ایسے واقعے کی یاد منانا جس کی اصل یا تو بت پرستی ہے یا توہم پرستی یا پھر ایک پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ گستاخانہ مذاق۔
اب مسلمانوں کو خود فیصلہ کر لینا چاہیے کہ آیا یہ رسم اس لائق ہے کہ اسے مسلمان معاشروں میں اپنا کر فروغ دیا جائے........؟ (از افادات: مولانا تقی عثمانی مدظلہ)

لفظ ''پالیٹکس'' اور پاکستان کی سیاسی زندگی

سارے قرآن میں ''پالیٹکس'' کا لفظ نہیں۔ ہاں! میں جانتا ہوں، اس کے معنی ''مکر'' کے ہیں اور فرنگی مقامروں کی ایجاد ہے۔ جس کا مطلب ہی فریب دہی ہے۔ سیاستین کے وعدے پورے ہونے کے لئے نہیں بلکہ ٹالنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ ان بدبختوں کے دل پر خدا کے سوا ہر شئے کا خوف غالب ہے۔ میں نے ''پالیٹکس'' سے زیادہ شریر لفظ نہیں دیکھا۔ یہ خدع وفریب کے ایک ایسے اجتماعی کاروبار کا نام ہے جس سے بابو لوگ اغراض کی دکان چمکاتے ہیں۔ اس دور میں سیاست کا مطلب فتنہ خیزی، فتنہ پروری اور فتنہ انگیزی ہے۔ (دفتر احرار، لاہور)

پاکستان میں اسلام کا سیاسی نظام تو ہم رائج نہ کر سکے اور غیروں کا جو نظام ہم نے اپنایا ہے، اس کے ساتھ بھی انصاف نہ کیا۔ اس کی خوبیاں چھوڑ دیں اور برائیوں کو شعار کر لیا، نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔
(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، ملتان ۱۹۵۸ء)

شراب حلال ہے یا حرام؟

ایک آدمی نے کسی فقیہ سے پوچھا کہ شراب حلال ہے یا حرام؟

فقیہ: حرام
سائل: انگور، کشمش اور کھجور حلال ہیں یا حرام؟

فقیہ: حلال
سائل: چینی، شکر اور شہد حلال ہے یا حرام؟

فقیہ: حلال
سائل: تو ان حلال اشیاء میں کون سی چیز ایسی ہے جس نے شراب کو حرام کر دیا ہے؟
فقیہ: اگر میں ایک مٹھی مٹی لے کر آپ کے چہرے یا سینے پر پھینک دوں تو آپ کو تکلیف ہوگی؟
سائل: نہیں
فقیہ: اگر میں چلّو بھر پانی کا چھینٹا آپ کے چہرے یا سینے پر ماروں تو کیا اس سے آپ کو تکلیف ہوگی؟
سائل: نہیں

فقیہ: اگر میں مٹھی بھر تنکے لے کر آپ کے چہرے، سینے یا پیٹھ پر پھینک ماروں تو کیا آپ کو تکلیف ہوگی؟

سائل: نہیں

فقیہ: اگر میں مٹی، پانی اور تنکے لے کر ان کا گارا بناؤں اور کچھ روز انہیں سورج کی دھوپ میں رکھوں، پھر ان کا بنا ہوا ٹکڑا آپ کے منہ پر دے ماروں تو تکلیف ہوگی؟

سائل: ہاں

فقیہ: ایسے ہی جب انگور اور اس کا شیرہ وغیرہ ملا دیے جائیں اور پرانے ہو جائیں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں، جیسا کہ جب پانی، مٹی اور تنکے مل کر پرانے ہو جائیں تو ان کے لگنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ (لطائف ونوادر: ۳۷۶)

نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھنے کا مسئلہ

ایک شخص نے ایک مولوی صاحب سے سوال کیا تھا۔ کہ اگر نماز میں قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لیا جائے، تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے لکھ بھیجا:

''مخدومی! نماز میں قرآن مجید بلفظہ نہ پڑھنے اور اس کا ترجمہ پڑھ لینے میں بجز اس کے اور کچھ قباحت نہیں کہ ''نماز نہیں ہوتی''۔

بلا وضو و تیمّم کی نماز

جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کہنیوں اور ٹخنوں کے اوپر سے کٹے ہوں اور چہرہ زخمی ہو، تو ایسے شخص پر نماز فرض ہوتی ہے، مگر اس کو نماز پڑھنے کے لیے نہ وضو کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ تیمم کی۔ (نور الایضاح باب التیمم)

زندہ اور مردہ کے غسل میں پانچ فرق

☆ زندہ کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا سنت ہے، اور مردہ کا پہلے چہرے کا دھونا مستحب ہے۔

☆ زندہ کو کلی کرنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں کلی نہیں۔

☆ زندہ کو ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور مردہ کے غسل میں منع ہے۔

☆ زندہ کو حکم ہے کہ اگر پاؤں کے پاس دھوون کے جمع ہونے کا امکان ہو تو غسل کے وضو میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فارغ ہو کر دوسری جگہ دھوئے مگر مردہ کے غسل میں پاؤں کا دھونا مؤخر نہ کرے۔

☆ زندہ اپنے غسل کے وضو میں سر کا مسح کرے اور مردہ کے وضو میں ایک روایت کے مطابق سر کا مسح نہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس کے بھی سر کا مسح کرے۔ (تفسیر روح البیان: ۲/۳۵۶ و عالمگیری: ۱/۱۴۸)

تین طلاقیں

ایک آدمی کی خوبصورت بیوی تھی جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا، جب کہ وہ اس سے اتنی ہی نفرت کرتی تھی۔ نفرت کا یہ سلسلہ اس قدر طویل ہو گیا کہ اس نے شوہر کو زچ کر دیا بیوی کی زبان درازی جب حد سے بڑھی تو ایک دن شوہر نے اس سے کہا:

"انت طالق ثلاثاً بتاتاً ان خاطبتنی بشیء ولم اخاطبك بشیء مثله"

ترجمہ: اگر آئندہ تو نے مجھے کچھ کہا اور میں نے اسی طرح تجھے جواب نہ دیا تو تجھے پکی تین طلاقیں ہیں، بیوی نے فوراً کہا:

"انت طالق ثلاثا بتاتا"

ترجمہ: تجھے تین یقینی طلاقیں ہیں۔

شوہر ہکا بکا رہ گیا اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور بیوی کی بات جو اباد ہرانے کی صورت میں اسے طلاق کا اندیشہ ہوا، اسی تذبذب کی حالت میں اس نے ابو جعفر طبری کو اپنی صورت حال لکھ کر بھیجی اور پوچھا کہ اب وہ کیا جواب دے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جب وہ تجھ سے جواب مانگے۔ تو تو یہ جواب دینا:

"انت طالق ثلاثا بتاتا ان انا طلقتك"

ترجمہ: اگر میں تجھے طلاق دوں تو تجھے تین یقینی طلاقیں ہیں۔ اس صورت میں جواب بھی ہو جائے اور طلاق بھی نہیں ہوگی۔ (لطائف ونوادر: ۳۸۲)

بدو نماز توڑ کر مسجد سے باہر نکل گیا

ایک بدو نے امام کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی امام نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ﴾ (یوسف: ۸۰)

ترجمہ: میں اپنی جگہ سے اس وقت تک ہرگز نہیں ہلوں گا جب تک مجھے میرا باپ اجازت نہ دے دیں۔

یہ آیت پڑھ کر وہ بھول گئے اور کھڑے بار بار یہ آیت دہرانے لگے اس پر بدو نے زچ ہو کر کہا:

"یا فقیہ! اذالم یاذن لك ابوك فی هذا اللیل نظل نحن وقوفا الی الصباح"

ترجمہ: اے فقیہ اگر پوری رات آپ کے والد نے آپ کو اجازت نہ دی تو ہم تو صبح تک یہیں کھڑے رہیں گے۔

یہ کہہ کر اس نے نماز توڑی اور مسجد سے باہر نکل گیا۔ (لطائف ونوادر بحوالہ المستطرف: ۵۱۸)

آپ کی کمر میں ریڑھ کی کتنی ہڈیاں ہیں؟

ایک گورنر نے کسی بدو سے کہا میرا خیال ہے کہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ تم دن بھر میں کتنی رکعتیں

پڑھتے ہو؟ بدو نے کہا اگر میں تمہیں بتلادوں تو کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دو گے! اس نے کہا ہاں، ضرور دوں گا، اس پر بدو نے دن بھر کے فرائض کی تعداد اشعار میں یوں بیان کی!

ان الصلاۃ اربع اربع   ثم ثلاث بعدھن اربع

ثم صلاۃ الفجر لا تضیع

ترجمہ: بلاشبہ فرض نمازوں کی تعداد چار (ظہر) اور چار (عصر) ہے پھر تین (مغرب) ہے ان کے بعد چار رکعتیں (عشاء کی) ہیں پھر نماز فجر بھی ضائع نہیں ہوتی۔

گورنر: آپ نے درست جواب دیا، اب آپ اپنا سوال پوچھئے،

بدو: "کم فقار ظھرك" یعنی آپ کی کمر میں ریڑھ کی کتنی ہڈیاں ہیں؟

گورنر: مجھے معلوم نہیں۔

اس پر بدو نے کہا:

"افتحکم بین الناس وانت تجھل ھذا من نفسك"

ترجمہ: کیا آپ اپنے آپ سے غافل ہو کر لوگوں کے فیصلے کرتے ہو۔ (لطائف ونوادر: ۵۱۹)

بدو کی امید

ایک بدو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی غزوے میں شریک ہوا غزوے سے واپسی پر اس سے پوچھا گیا اس غزوے (جنگ) میں تم نے نبی اکرم ﷺ سے کیا سنا اس نے کہا:

"وضع عنا نصف الصلوۃ وارجوا فی غزوۃ اخری ان یضع عنا النصف الاخر"

ترجمہ: آپ نے اس میں آدھی نماز معاف فرمادی امید ہے کہ باقی آدھی کسی اور غزوے میں معاف فرمادیں گے۔ (لطائف ونوادر: ۵۲۳)

ٹھہریے ٹھہریے ابھی نماز کھڑی نہ کیجیے

ابوالاسود الدؤلی رحمۃ اللہ علیہ جسے علم نحو کا موجد کہا جاتا ہے، نے اپنے بیٹے سے کہا بیٹا تیرے تایازاد بھائی کی شادی قریب ہے اس کا نکاح تجھے پڑھانا ہے۔ لہٰذا ابھی سے اچھی طرح خطبۂ نکاح یاد کرلے۔ بیٹے نے خطبہ رٹنا شروع کیا اور مسلسل دو دن اور دو راتیں خطبہ رٹتا رہا تیسرے دن باپ نے اس سے کہا ہاں تم نے خطبہ یاد کرلیا اس نے کہا جی ہاں، وہ میں نے از بر یاد کرلیا ہے، باپ نے کہا سناؤ، اس نے جب سنانا شروع کیا تو وہ سناتے سناتے خطبۂ نکاح سے اذان میں پہنچ گیا۔ اس نے کہا:

"الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونتوکل علیہ ونشھد ان لاالہ الااللہ وان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح"

بیٹا اپنی مصنوعی پر کشش آواز میں بڑی روانی کے ساتھ خطبہ سنانے میں مشغول تھا باپ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا برخوردار ٹھہریئے، ابھی نماز کھڑی نہ کیجئے کیونکہ میں نے ابھی وضو نہیں کیا۔ (اخبار الحمقیٰ)

طلاق شوہر نے دی یا بیوی نے؟

ایک عورت عدالت میں آئی اور قاضی سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے طلاق دی ہے قاضی نے کہا کوئی گواہ؟ اسنے کہا ''ہاں میرا پڑوسی اس کا گواہ ہے'' اسے اس نے قاضی کے سامنے پیش کر دیا قاضی نے اس سے کہا کیا تم نے اس عورت کی طلاق سنی ہے؟

''پڑوسی: میں بازار گیا میں نے گوشت روٹی شیرہ اور زعفران خریدا''

قاضی: میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا تم اس عورت کی طلاق سنی ہے یا نہیں؟

پڑوسی: (اپنی پہلی بات جاری رکھتے ہوئے) ''میں نے وہ سب چیزیں لا کر گھر میں رکھ دیں اور دوبارہ بازار گیا اور لکڑیوں کا ایندھن اور سرکہ خریدا''

''قاضی: یہ فضول بات چھوڑ دو''

پڑوسی: ''وہ پہلی بات ہی کیا خوب تھی پھر اس نے مزید کہا کہ میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے کچھ چیخیں سنی اور ان میں ''تین طلاقوں'' کا لفظ بھی سنا، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ طلاق شوہر نے دی یا اس نے شوہر کو؟'' (اخبار الحمقیٰ)

اس نے مجھ سے مستعار لیا ہے

حباب بن علاء کہتے ہیں کہ میں مدینے میں قیام کے دوران ایک دن وہاں کے قاضی صاحب کے پاس گیا وہاں ایک آدمی گدھا مانگتا ہوا عدالت میں داخل ہوا، اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا اس دوسرے آدمی نے کہا میرا گدھا چوری ہو گیا تھا اب وہ اس کے پاس ملا ہے، قاضی نے آدمی سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا گدھا اس کا نہیں میرا ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ یہ اس وقت میرے قبضے میں ہے قاضی نے پہلے مدعی سے کہا تمہارے دعوے پر کوئی گواہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں'' قاضی نے کہا ''انہیں پیش کرو'' وہ آدمی اٹھا گدھے پر سوار ہوا اور عدالت سے باہر نکل گیا میں اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا جس کے قبضہ میں گدھا تھا، اس سے کہا ''تم نے اس کا دعویٰ تو سن لیا، پھر کیوں گدھا اس کے حوالہ کیا؟ اس نے کہا اس نے مجھ سے گدھا مستعار لیا ہے''۔ (اخبار الحمقیٰ)

میرا وضو ٹوٹ گیا

مرغ نے درخت پر اذان دی لومڑی نے سنی تو اس نے کہا۔

لومڑی: اے ابوالمنذر! (یہ عربی زبان میں مرغ کا لقب ہے) تو نے اذان دیدی؟ مرغ: ہاں دے دی ہے۔

لومڑی: ''تو نیچے آیئے جماعت سے نماز پڑھیں''

مرغ: ''ہاں ہاں ضرور تم ذرا امام کو اٹھاؤ، میں نیچے آتا ہوں لومڑی سمجھی کہ شاید یہاں کوئی دوسرا مرغ ہے اس نے گردن موڑ کر پیچھے نظر ڈالی تو وہاں ایک کتا سویا ہوا تھا جس کی دم اسکے چوڑے چکلے پورے منہ سے بھی بڑی تھی، وہ دم دبا کر سرپٹ بھاگی، گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تک نہیں''

ٹھہریئے ٹھہریئے! نماز کا وقت نکلا جارہا ہے لومڑی کو بھاگتا دیکھ کر مرغ نے درخت کے اوپر سے کہا۔ میرا وضو ٹوٹ گیا، انشاء اللہ وضو کر کے ابھی آتی ہوں لومڑی نے بھاگتے بھاگتے اکھڑی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ (لطائف ونوادر)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موت کے دروازے پر

یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مرض الموت طویل ہوا اور وقت آخر آپہنچا تو مدینہ اور دیگر شہروں کے تمام فقہاء وعلماء امام صاحب کے مکانِ فیض نشان میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام صاحب کی آخری ملاقات سے فیضیاب اور اس پیشوائے مخلوق کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں میں نے انکو شمار کیا تو ایک سو تیس علماء وفقہاء موجود تھے میں بھی ان میں تھا میں امام کے پاس جاتا تھا سلام کرتا تھا اور سامنے کھڑا ہوتا تھا کہ شاید اس آخری وقت میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی نظر مجھ پر پڑ جائے اور آخرت ودنیا کی بہبودی حاصل ہوجائے اسی حالت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا:

''جس اللہ نے ہمیں خوشی وغمی دکھلا کر کبھی ہنسایا، کبھی رُلایا اسکا شکر ہے، اسی کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان دیتے ہیں۔''

اسکے بعد فرمایا کہ: ''موت آگئی ہے خدا تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے سب نے آپ سے قریب ہو کر یہ عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا: نہایت خوش ہوں صحبتِ اولیاء اللہ کی وجہ سے اور میں اہل علم کو اولیاء سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں ہے، نیز میں مسرور ہوں اور خوش دل ہوں کیونکہ میری تمام عمر علم کی طلب اور اسکی تعلیم میں بسر ہوئی اور اپنی سعی کو مشکور خیال کرتا ہوں، اس لیے کہ جو عمل حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کئے یا اسکے پیغمبر نے مسنون فرمائے وہ سب ہم کو پیغمبر کی زبان سے پہنچے اور آپ کے ارشاد سے انکا ثواب معلوم ہوا مثلاً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اس کو ایسا ایسا ثواب ملے گا اور جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے گا اسکا یہ ثواب ہے اور جو کوئی شخص کفار کیساتھ جہاد کرے اسکا خدا کے نزدیک یہ رتبہ ہے اور ان معلومات کو علم حدیث کے طالب علم کے سوا اور کوئی شخص تفصیل اور صحت کے ساتھ معلوم نہیں کر سکتا پس یہ علم گویا نبوت کی میراث ہے کیونکہ ادبیات وعقلیات وریاضیات اور ایسے ہی دوسرے علم

کو بغیر طریقہ نبوت کے بھی معلوم کیا جا سکتا ہے بخلاف علم ثواب و عقاب اور علم شرائع و ادیان کے کیونکہ بغیر چراغ دان نبوت کے ان کے انوار کو حاصل کرنا محال ہے پس جو شخص اس علم کی طلب میں پڑ گیا اور اسی شوق میں گرفتار رہا عجب کرامت اور ثواب دیکھتا ہے جو انبیاء کی کرامت اور ثواب کے مشابہ ہے اور جسکی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے" (بستان المحدثین: ۳۶)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا آخری کلام

اس کے بعد فرمایا کہ:

۱)...... میں تم کو ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو اس وقت تک روایت نہیں کی میں نے سنا ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتے ہیں، اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس طرح نماز ادا کرنی چاہئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو مجھ سے دریافت کرے اور میں اسکو نماز کے فرائض اور سنتوں اور آداب بتلا دوں اور اس کے طریقہ ثواب کو بیان کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھ کو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اسے خدا کے راستے میں صرف کر دوں۔

۲)...... خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا روایات حدیث میں سے کسی روایت میں کوئی شبہ پیش آئے اور میں اسکی ڈھن و تلاش میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کروں کہ بیداری و خواب کی حالت میں اس طرح گزار دوں کہ نہ دن کو چین ملے نہ رات کو بستر پر آرام معلوم ہو، اور تمام شب اس شبہ کے باعث میرا دل مکدر رہے اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جا کر اسے حل کر کے اطمینان حاصل کر دوں تو میرے نزدیک ایک سو حج مقبول سے بہتر ہے۔

۳)...... ابن شہاب یعنی زھری سے میں نے بارہا سنا ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم! اگر کوئی شخص اپنے دینی معاملات میں سے کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرے اور میں اس میں تامل و تفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کر کے اسکو رائے حق بتلا دوں کہ اسکے دین کی اصلاح ہو جائے اور اس شخص کو اس رابطہ و تعلق میں جو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کوئی خلل پیش نہ آئے تو میرے نزدیک یہ ایک سو غزوہ سے بہتر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ سب سے آخری کلام ہے جو میں نے حضرت امام سے سنا ہے۔ (بستان المحدثین: ۳۹)

تار کی خبر معتبر نہیں

ایک مرتبہ والی چترال نے حضرت مفتی اعظمؒ (مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں ایک تار بھیجا جس میں دریافت کیا گیا کہ دہلی میں عید کا چاند ہو گیا یا نہیں؟ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ موجود نہ تھے، مدرسہ امینیہ میں چند چترالی طلباء تھے انہوں نے تار کا جواب دے دیا کہ چاند ہو گیا اسکے مطابق چترال میں صبح کو عید کر لی گئی والی چترال نے حضرت کو خط لکھا کہ میں آپکا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے ایک بڑا اختلافی مسئلہ حل فرما دیا یعنی یہ کہ اگر چاند کی اطلاع بذریعہ تار کے معتبر نہیں ہوتی تو آپ تار کا جواب نہ

دیتے حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ آپ کے تار اور اسکے جواب کی مجھے قطعاً کوئی خبر نہیں، کب آپ نے تار دیا اور کب میں نے اسکا جواب دیا؟ اور یہی تار کی خبر کے غیر معتبر ہونے کی بڑی دلیل ہے۔ (سراغ زندگی:۱۲۹)

جنہیں سلام کرنا ممنوع ہے

مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی شخص کو سلام کرنا مکروہ ہے اور کوئی شخص ایسی حالت میں سلام کرے تو ان حالتوں والے شخص پر اس کا جواب دینا واجب نہیں:

(۱) حالت نماز میں (۲) حالت ذکر میں (۳) حالت خطبہ میں (۴) حالت درس وتدریس میں (۵) حالت تلاوت میں (۶) حالت اذان میں (۷) حالت اقامت میں (۸) حالت دعا میں (۹) حالت تسبیح میں (۱۰) شرعی مسائل پر بات کرنے والے کو (۱۱) فیصلے کے دوران (قاضی کو) (۱۲) کسی کے کھانے پینے کے دوران (۱۳) اجنبی عورت کو (۱۴) برہنہ شخص کو (۱۵) تلبیہ (لبیک) کہنے کی حالت میں (۱۶) حالت امامت میں (۱۷) قضاء حاجت کے دوران (۱۸) حمام میں (۱۹) حالت وعظ میں (۲۰) مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے والوں کو۔

اور درج ذیل صورتوں میں بھی سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ لوگ کسی کو سلام کریں تو انکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔

☆ اعلانیہ فسق وفجور میں مبتلا شخص ☆ بھیک مانگنے والا ☆ غیبت کا عادی ☆ سونے والا ☆ شطرنج اور جوا کھیلنے والا ☆ گانے بجانے والا ☆ کبوتر باز ☆ پاگل ☆ اونگھنے والا ☆ گالی بکنے والا ☆ بات بات پر جھوٹ بولنے والا ☆ شرابی ☆ زندیق ☆ کافر۔ (ردالمحتار [شامی]:۱/۴۱۴)

مسلح ہو کر نکلو

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ وضو مومن کا ہتھیار ہے، اس لیے مسلح ہو کر نکلو، اس سے بدنگاہی اور دوسری چیزوں سے حفاظت ہوگی۔ شیطان جب تم کو مسلح دیکھے گا تو اسے تمہارے پاس آنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ وہ تو دور ہی سے بھاگ کھڑا ہوگا۔ فرمایا اس لیے ہم لوگوں کو مسلح نکلنا چاہیے، اس کے فائدے انشاء اللہ آپ خود محسوس کریں گے۔

(باتیں ان کی یاد رہیں گی۔۹۰)

مسائل فقہیہ کا معاملہ بہت نازک ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آج کل مسائل فقہیہ میں لوگ بہت دلیر ہیں، سب سے زیادہ مجھ کو فقہ ہی میں بولتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ مسائل کا بہت نازک معاملہ ہے اس میں ہرگز ہر شخص کو دخل نہ

دینا چاہیے۔فقہ کا فن بڑا ہی نازک ہے میں اتنا کسی چیز سے نہیں ڈرتا جتنا اس سے ڈرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ یا فتویٰ سامنے آتا ہے، دور دور کے احتمالات ذہن میں آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ میں اب فتاویٰ میں دوسروں کا حوالہ دیتا ہوں اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ بعضے اسی کے اندر زیادہ بے باک ہیں حالانکہ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔(حسن العزیز)

گدھے کے سینگ

حضرت مولانا امین اوکاڑوی رحمہ اللہ نے کھلا خط بنام چوہدری ابو طاہر محمد زبیر علی زئی کے آخر میں لکھا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کے رسالے سے یہ بات درجہ یقین کو پہنچ گئی کہ آپ رفع الیدین کے مسئلہ میں دلائل شرعیہ سے ایسے عاری ہیں جیسے گدھا سینگوں سے۔(تجلیات صفدر:۱/۵۵۳)

ہار یا پٹہ

ایک مجلس میں حضرت رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلد تقلید کا معنی پٹہ کرتے ہیں جبکہ حدیث میں ہار کے معنی پر بھی لفظ قلادہ آیا ہے۔فرمایا چونکہ ہم انسان ہیں اس لیے انسانوں والا معنی مراد لیتے ہیں اور غیر مقلد چونکہ جانور ہیں اس لیے وہ جانوروں والا معنی مراد لیتے ہیں۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے:۲۷)

ہزار درجہ کا ضعیف غیر مقلد

ایک غیر مقلد نے امام صاحب پر جرح کی اور کہا کہ وہ ضعیف تھے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا! تو ہزار درجے کا ضعیف ہے۔وہ بہت بگڑا کہ میرے ضعیف ہونے پر کیا دلیل ہے۔مبہم جرح عدالت میں قبول نہیں۔حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا! جب تم جیسے عام آدمی پر مبہم جرح قبول نہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جن کی امامت فی الفقہ محدثین کے ہاں بھی مسلم ہے ان پر مبہم جرح کیسے قبول ہوگی؟ کہنے لگا: محدث ابن عدی کا فیصلہ ہے اور تم مقلد ہو اس لیے اس کی بات مانو۔حضرت نے فرمایا: ابن عدی کا امام امام شافعی رحمہ اللہ ہے میں تو ان کا بھی مقلد نہیں ابن عدی کا مقلد کیسے بن جاؤں۔(علمی معرکے اور مجلسی لطیفے:۲۹)

زندہ غیر مقلد کی غائبانہ نماز جنازہ

ایک غیر مقلد نے غائبانہ نماز جنازہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ کوئی بھی مسلم غائبانہ نماز جناہ کا منکر نہیں ہوسکتا حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کیوں؟ کہنے لگا! سب مسلمان نماز جنازہ میں یہ الفاظ پڑھتے ہیں ''وشاھدنا وغائبنا'' اس سے ثابت ہوا کہ جنازہ حاضر کا بھی ہوتا ہے اور غائب کا بھی۔حضرت اقدس رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے پہلے وہ یہ بھی پڑھتے ہیں: ''حینا ومیتنا'' تو ان الفاظ کا بھی یہ مطلب ہوگا کہ جس طرح مردوں کا جنازہ ہے اسی طرح زندوں کا بھی ہے پھر تو ہم تیرا بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔کہو تو اعلان کر

دیں؟ وہ گھبرا کر بھاگ گیا۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۳۰)

ترکہ اور اس کی تقسیم اور ایک الائچی

مرنے والا انتقال کے وقت اپنی ملکیت میں جو کچھ منقولہ اور غیر منقولہ مال و جائیداد، نقد روپیہ، زیورات، کپڑے اور کسی بھی طرح کا چھوٹا بڑا سامان چھوڑتا ہے خواہ سوئی دھاگہ ہی ہو، ازروئے شریعت وہ سب اس کا ترکہ ہے انتقال کے وقت اس کے بدن پر جو کپڑے ہوں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔ نیز میت کے جو قرضے کسی کے ذمہ رہ گئے ہوں اور میت کی وفات کے بعد وصول ہوں وہ بھی اس کے ترکہ میں داخل ہیں۔

میت کے کل ترکہ میں ترتیب وار چار حقوق واجب ہیں۔ ان کو شرعی قاعدے کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا وارثوں کی اہم ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ اگر میت کی جیب میں ایک الائچی بھی پڑی ہو تو کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ سب حقداروں کی اجازت کے بغیر اس کو منہ میں ڈال لے۔ کیونکہ وہ ایک آدمی کا حصہ نہیں۔

وہ چار حقوق یہ ہیں

۱)...... تجہیز و تکفین۔ ۲)...... دین اور قرض، اگر میت کے ذمہ کسی کا رہ گیا ہو۔ ۳)...... جائز وصیت اگر میت نے کی ہو۔ ۴)...... وارثوں پر میراث کی تقسیم۔

بقیہ تفصیل حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''احکام میت'' میں ملاحظہ کیجیے۔ (احکام میت: ۱۵۱)

یتیم کا مال

حضرت حمدون قصار اپنے ایک بیمار دوست کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور کافی دیر رات گئے تک اس کے پاس بیٹھے رہے اسی اثناء میں اس کا انتقال ہو گیا، آپ نے حاضرین کو کہا اس کے سرہانے جو چراغ جل رہا ہے اسے بجھا دو۔ لوگوں نے کہا ایسی بھی کیا جلدی ہے۔ فرمایا جب تک ہمارا دوست زندہ تھا یہ اس کا مال تھا لیکن اب یہ اس کے یتیم بچوں کا مال ہے۔ ہمیں اس کی استعمال کی اجازت نہیں۔ (خزینہ: ۱۹۳)

ترکہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وفات کے وقت گیارہ لڑکے چھوڑے تھے۔ ان کا کل ترکہ سترہ دینار تھا، پانچ دینار ان کے کفن پر صرف ہوئے، دو دینار سے قبر کے لیے زمین خریدی گئی۔ باقی رقم گیارہ لڑکوں میں تقسیم ہوئی، ہر لڑکے کے حصے میں انیس، انیس درہم آئے۔

ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ لڑکے چھوڑے تھے ان میں سے ہر ایک کو دس دس لاکھ درہم ملے لیکن بعد میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لڑکے نے ایک دن میں سو گھوڑے

جہاد کے لیے دیے اور ہشام کے ایک لڑکے کو لوگ صدقہ دے رہے تھے۔ (ایضاً:۱۹۷)

دندان شکن

سید اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک شخص نے دوران بحث یہ کہا کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے۔ سید صاحب نے پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگا، اس لیے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی لہذا داڑھی منڈوانی چاہیے، آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے دانت بھی توڑ ڈالو، کیونکہ یہ بھی خلاف فطرت ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے منہ میں دانت کہاں ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سید صاحب نے خوب دندان شکن جواب دیا (اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) دانت توڑ جواب (۲) خاموش کرنے والا جواب) (خزینہ:۲۶۲)

جرم کا اندراج

ایک عامل نے اپنے دفتر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ایک خفیہ بات پر کان لگائے ہوئے تھا، اس نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا، محرر قید خانہ نے سوال کیا کہ رجسٹر جیل میں اس کا جرم کیا درج کیا جائے۔ عامل نے کہا لکھو:

"استرق السمع فاتبعه شهاب ثاقب" (ایضاً:۲۷۳)

مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں اور جنگ صفین کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

امام صاحب نے فرمایا: قیامت کے روز جن باتوں کی پرسش ہوگی ان کا ڈر لگا رہتا ہے ایسے واقعات خدا تعالیٰ مجھ سے نہیں پوچھے گا اس لیے ان واقعات پر چنداں توجہ رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (عقود الجمان)

علقمہ اور اسود میں افضل کون؟

امام اعظم سے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت علقمہ اور اسود میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا بخدا! [illegible]ت یہی ہے کہ میں ان دونوں کے عزت واحترام کے لیے ان بزرگوں کو دعائے استغفار سے یاد [illegible]ر میرے لیے اس کی حاجت کیا ہے اور مجھے کیا پڑی ہے اور میری حیثیت کیا ہے کہ میں ایک کو دوسر[illegible] فضیلت دوں۔ (خیرات الحسان)

طاقتور کون حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟

[illegible]ضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ مشہور رافضی مناظر شیطان طاق آپ کے

پاس حاضر ہوا، اور کہا یہ بتائیے کہ لوگوں میں سب سے بڑا طاقتور اور اشد الناس کون ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اشد الناس حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور تمہارے نزدیک اشد الناس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ شیطان طاق سٹپٹایا اور کہا تم نے بات الٹی کر دی اصل میں ہمارے نزدیک اشد الناس کا مصداق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمہارے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابوحنیفہ نے فرمایا: ہرگز ایسا نہیں، ہم جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشد الناس قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے جب انہیں معلوم ہوگیا کہ خلافت کا استحقاق ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو ہے تو انہوں نے اسے تسلیم کرلیا اور تمام عمر، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اور تم لوگ کہتے ہو کہ خلافت حضرت کا حق تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جبراً ان سے یہ حق چھین لیا تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اتنی قوت اور طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنا حق ابوبکر رضی اللہ عنہ سے واپس لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقتور اور قوت والے تھے۔

شیطان طاق رافضی، ابوحنیفہ کا یہ جواب سن کر لال پیلا ہوکر بھاگ گیا۔ (عقود الجمان)

دیہاتی کی جہالت

ایک دیہاتی اذان کے وقت سحری کھا رہا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ سحری کا وقت ختم ہوئے تو پانچ منٹ ہوگئے۔ تو کہا، ہوجانے دے پانچ منٹ بعد روزہ افطار کرلوں گا۔ اس طرح میرا روزہ پورا ہوجائے گا۔ یہ اس کی جہالت ہے۔ ورنہ صبح صادق کے بعد کھانے سے روزہ کہاں ہوگا۔ (ایضاً: ۸۸)

سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ کی تبدیل مذہب کا مفصل قصہ

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث سننے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے ایک عالم کو مقرر کر رکھا تھا۔ جو ان کو حدیث سنایا کرتے۔ اب یا سنانے والے عالم شافعی المسلک تھے یا کتاب شوافع کی تھی۔ اس لئے زیادہ احادیث شوافع کے موافق آتے۔ سلطان محمود حنفی تھے۔ یہ دیکھ کر کہ احادیث میرے سامنے زیادہ تر شوافع کی مؤید آرہی ہیں۔ حنفیہ کے خلاف ہے۔ طبیعت پریشان ہوئی۔ دونوں طرف کے علماء سے مناظرہ کرایا۔ طے یہ ہوا کہ سلطان کے سامنے ہر دو مسلک کی دو رکعت پڑھ کر دکھائی جائے۔ اس کے بعد سلطان کو اختیار ہوگا۔ جس مسلک کو چاہے پسند کرے۔ اس کام کے لئے قفال مروزی طے ہوئے۔ انہوں نے پہلے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے موافق دو رکعت اس طرح پڑھیں کہ پہلے ایک کتا منگوایا۔ اس کو ذبح کر کے اس کی کھال اتاری اور اس کو ستر عورت کے لئے استعمال کیا۔ پھر نبیذ تمر سے وضو کیا۔ جس میں نہ استقبال قبلہ کی رعایت کی اور نہ بسم اللہ پڑھی اور نہ نیت کی، نہ ترتیب کی رعایت کی۔ اس کے بعد کھڑے ہوئے۔ اور تکبیر تحریمہ اس طرح فارسی میں کہی کہ ''خدا بزرگ تر است'' اس کے بعد قرأت بھی فارسی میں کی۔ وہ بھی بقدر ایک آیت ''دو باغ سبز'' ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ اس کے بعد فوراً رکوع کیا، نہ اس میں تسبیح پڑھی اور نہ اس کے بعد قومہ کیا۔ اسی طرح دوسری رکعت پوری کر کے بقدر تشہد قعدہ کیا۔ اور ''خروج بصنعه'' یعنی زور سے ریح

خارج کر کے کھڑے ہوگئے۔ اور کہا۔ "ھذہ صلوۃ ابی حنیفہ رحمہ اللہ" اور یہ سب اس لئے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ذبح سے غیر ماکول کی کھال بھی پاک ہو جاتی ہے۔ نبیذ تمر سے وضو جائز ہے۔ وضو میں تسمیہ، ترتیب، نیت وغیرہ شرط نہیں۔ تکبیر تحریمہ ہر ایسے لفظ سے صحیح ہے جو حق تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتا ہو۔ اور شائبہ احتیاج عبد سے پاک ہو، گو غیر عربی ہو۔ اسی طرح فارسی میں قرأت کرنا جائز ہے۔ اور بقدر ایک آیت فرض ہے۔ نہ فاتحہ فرض ہے، نہ سورۃ ملانا، نہ تعدیل ارکان، نہ قومہ نہ جلسہ۔

اس کے بعد مسلک امام شافعی رحمہ اللہ کے مطابق دو رکعت اس طرح پڑھیں کہ نہایت عمدہ پوشاک زیب تن کی، صاف شفاف پانی سے اونچی جگہ مستقبل قبلہ ہو کر وضو کیا، جس میں تسمیہ، نیت، ترتیب وغیرہ جملہ امور کی پوری رعایت کی۔ پھر نہایت متانت کیساتھ نماز شروع کی، تکبیر تحریمہ عربی میں کہی۔ قرأت بھی عربی میں کی۔ غرض جملہ امور کی رعایت کرتے ہوئے دو رکعت پوری کی اور کہا۔ "**ھذہ صلوۃ الشافعی رحمہ اللہ فانتقل من مذھب ابی حنیفہ رحمہ اللہ الی مذھب الشافعی رحمہ اللہ**" یعنی یہ حال دیکھ کر سلطان محمود مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

مفتی محمود گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ "وفیات الاعیان" میں یہیں تک لکھا ہے۔ تکمیل دوسری کتاب سے میں نے کر دی۔ کہ اس واقعہ کا علم کسی دل جلے حنفی کو ہوا۔ تو اس نے سلطان محمود کو کہا کہ مسلک امام شافعی رحمہ اللہ کی نماز صحیح پڑھ کر نہیں دکھائی گئی۔ میں دکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے دو مٹکے پانی منگوایا اور ان میں سے ایک میں پیشاب کر کے دونوں کو ایک جگہ ملا لیا پھر اس نے وضو کرنا شروع کیا۔ اس لئے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ "**اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل الخبث**" کہ پانی جب دو مٹکے کے برابر ہو جاتا ہے۔ تو نجس نہیں ہوتا۔ اس پر سلطان محمود نے کہا۔ کہ بس بس معلوم ہو گیا۔ "**فانتقل من مذھب الشافعی الی مذھب ابی حنیفہ**" یعنی اس کے بعد سلطان محمود پھر مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منتقل ہو گئے۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف: ۵۸)

مردہ گائے کو حلال کرنے کا وظیفہ

مولوی حکیم غلام ربانی خاں صاحب بن افسر الاطباء حکیم عبد القادر صاحب شاہجہانپوری بہت بڑے رئیس اور حاذق طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی بذلہ سنج اور خوش طبع انسان تھے۔ ایک دفعہ قصہ سنایا کہ صاحب! ایک پیر صاحب تھے جن کے کشف و کرامات کا بڑا چرچا تھا۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ مگر وہ پیر صاحب تھے بالکل جاہل مطلق۔ ایک دن شہرت سن کر ایک مولانا صاحب بھی ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی مولانا موصوف آ کر بیٹھے۔ پیر صاحب کا ایک نوکر بھاگتا ہوا آیا۔ اور کہا کہ میاں! گائے تو مر گئی۔ میاں صاحب نے فرمایا! اب تو مر گئی خیر، اچھا جاؤ۔ تم لوگ اس کی کھال اتارو۔ میں ابھی اس کو حلال کر دوں گا۔ اور گوشت قصائی کو دے دوں گا۔ یہ سن کر مولانا صاحب ایک دم چونکے اور بول اٹھے۔ حضرت! مری ہوئی گائے کو آپ کیسے حلال کر دیں گے؟ پیر

صاحب نے چمک کر فرمایا کہ اجی جناب! یہی سب تو وہ خاص خاص دعائیں اور وظائف ہماری خانقاہ میں ایسے ایسے ہیں۔ جس سے ہماری خانقاہ دور دور تک مشہور ہے۔ مری ہوئی گائے تو کیا؟ ہم تو مرا ہوا ہاتھی بھی حلال کر سکتے ہیں۔ مولانا صاحب نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور کرامت مآب! خدا کے لئے ذرا یہ دعائیں ہمیں بھی تو سنا دیجئے۔ پیر صاحب نے فرمایا! خیر تم بہت بڑے مولانا ہو تو سن لو، ﴿اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ پڑھ کر تو ہم مری ہوئی گائے کو حلال کر دیتے ہیں، اور ﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ﴾ پڑھ کر ہاتھی حلال کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر مولانا صاحب ایک دم مجلس سے کود کر بے تحاشا بھاگے۔ لوگوں نے کہا، کہ ہاں ہاں یہ کیا؟ ارے مولانا بھاگتے کیوں؟ مولانا نے فرمایا کہ بھائی! مجھے یہ خطرہ درپیش ہو گیا کہ کہیں پیر صاحب ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ﴾ پڑھ کر مجھے بھی حلال نہ کر ڈالیں۔

دلجمعی اور فراغ خاطر افادہ واستفادہ

ایک شخص نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقہ حاصل کرنے میں کیا چیز معین ثابت اور مددگار ثابت ہو سکتی ہے؟

فرمایا: فراغ خاطر (دل کی فراغت)

انہوں نے عرض کیا: دلجمعی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔

ارشاد فرمایا: تعلقات کم کیے جائیں۔

عرض کیا گیا: تعلقات کیونکر کم ہو سکتے ہیں؟

فرمایا! انسان ضروری چیزیں لے لیں اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ علم فقہ سے آپ کیونکہ مستفیض ہوئے ارشاد فرمایا:

"ما بخلت بالا فادة ولا استنكفت عن الاستفادة"

میں نے علم کی اشاعت وتدریس میں کبھی بخل نہیں کیا اور علم حاصل کرنے میں کبھی سستی اور غفلت پہلوتہی اور اعراض وانکار سے کام نہیں لیا۔ (درمختار: ج ۱/۵)

موت کب واقع ہو گی؟

ایک مرتبہ خلیفۂ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میں نے خواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ اب میری باقی زندگی کتنی رہ گئی ہے تو اس نے میرے سوال کے جواب میں پانچوں انگلیاں اٹھا دیں، میں نے اس کی تعبیر بہت جگہ سے دریافت کی مگر کہیں سے جواب نہیں ملا، اب آپ ہی اس مسئلہ کو حل فرما دیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اول قیامت کب آئے گی، دوم بارش کب ہو گی، سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا

ہے، چہارم کل انسان کیا کرے گا پنجم یہ کہ موت کب اور کہاں آئے گی؟ (تذکرۃ الاولیاء)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی محتاط گفتگو طوسی کے لیے وبال جان بن گئی

منصور کے درباریوں میں ایک صاحب جن کا نام ابوالعباس طوسی تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روز افزوں مقبولیت ان کو بھی دوسرے حاسدوں کی طرح ایک لمحہ نہ بھاتی تھی ایک روز جب خلیفہ منصور کا دربار لگا ہوا تھا تو اس نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے برسر دربار امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہا:

اے ابوحنیفہ! یہ بتایئے کہ اگر امیر المومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ فلاں آدمی کی گردن ماردو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا قصور کیا ہے تو کیا ہمارے لیے اس کی گردن مارنی جائز ہوگی؟

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابوالعباس سے برجستہ جواب فرمایا کہ: ابوالعباس! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ امیر المومنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟

ابوالعباس طوسی نے کہا کہ: امیر المومنین غلط حکم کیوں دینے لگے ان کا تو ہر حکم صحیح ہوتا ہے۔

تب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

تو صحیح حکم کے نافذ کرنے میں تردد کی گنجائش کیا ہے۔

طوسی امام صاحب سے یہ جواب پا کر کھسیانا ہو کر بے حد شرمندہ ہوا جس حال میں وہ امام صاحب کو پھانسنا چاہتا تھا وہ خود پھنس گیا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا (عقود الجمان)

تکفیر میں حزم و احتیاط اور فتویٰ میں تقویٰ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حتی الامکان مومن کی تکفیر سے احتراز اور فتویٰ کفر میں حد درجہ حزم و احتیاط برتتے تھے، ظاہر پر باطن اور فتوی پر تقوی غالب رہتا تھا امام اعظم رحمہ اللہ کا مسلک ہے کہ ایک مسلمان کے قول میں کفر کی ننانوے وجوہات ثابت ہو جائیں اور صرف ایک وجہ ایمان موجود ہو تو اسکو ترجیح دی جائے گی، چنانچہ امام ابوحنیفہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے اور یہ واقعہ مختلف کتابوں میں نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ حضرت ایک شخص جو ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتا ہے خود کو مسلمان کہلواتا ہے مگر اسکے باوجود:

۱)...... وہ جنت کی خواہش نہیں رکھتا۔ ۲)...... اور نہ اسے نار جہنم کا خوف ہے۔ ۳)...... میتۃ (غیر مذبوح چیز) بلا جھجک کھاجاتا ہے۔ ۴)...... نماز پڑھتا ہے مگر رکوع سجدہ نہیں کرتا۔ ۵)...... گواہی دیتا ہے مگر دیکھے بغیر۔ ۶)...... اسکے ہاں فتنہ محبوب اور حق مبغوض ہے۔ ۷)...... رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ ۸)...... یہود

اور نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

بظاہر یہ سب وجوہات کفر ہیں جو آئیں موجود ہیں ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

اگر آج کا زمانہ ہوتا تو سوال ختم ہونے سے پہلے ہی کتنے کفر کے فتوے لگ چکے ہوتے مگر یہ تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کو قدرت نے سواد اعظم اہل سنت کی امامت کا شرف بخشا ہے بغیر کسی تردد کے فرمایا: "میرے نزدیک وہ شخص مومن ہے۔"

سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا اسلیے کہ:

۱) اس پر اللہ کی خواہش غالب ہے جب اللہ ہی ایک مطلوب ہے تو جنت کی خواہش کی اسے کب پروا۔

۲) اسے نار جہنم کا نہیں بلکہ رب النار کا خوف ہے۔

۳)...... میتہ (غیر مذبوح چیز) کھاتا ہے مچھلیوں کی صورت میں۔

۴)...... نماز جنازہ پڑھتا ہے اور اسمیں رکوع اور سجدہ نہیں۔

۵)...... توحید و رسالت کی گواہی دیتا ہے (یعنی کلمہ شہادت پڑھتا ہے) حالانکہ اس نے خدا کو دیکھا ہے نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

۶)...... ﴿اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ قرآن نے اموال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے۔ اسے محبوب رکھنا انسان کی فطرت ہے۔

موت امر حق ہے مگر ذوق عبادت اور جمع حسنات کی وجہ سے اس سے بغض رکھتا ہے یہ (ناپسند کرنا) محمود ہے۔

۷)...... بارش اللہ کی رحمت ہے اس سے دور بھاگتا ہے کہ بھیگ جانے سے بچ جائے۔

۸)...... یہود کے اس قول کے ﴿لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ﴾ اور نصاریٰ کے قول کے ﴿لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ﴾ کی تصدیق کرتا ہے جو عین ایمان ہے۔

سائل وحاضرین، ابوحنیفہ کے اس جواب سے حیرت واستعجاب کے ساتھ انکا منہ تکتے رہ گئے۔ (عقود الجمان: ۲۵۱)

مغرور مفتی

ایک مرتبہ مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم جمعیۃ علماء ہند اور مولانا محمد عرفان صاحب جو اس زمانے میں اخبار الجمعیۃ کے مدیر تھے اور مولوی حافظ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے پاس دولت خانے پر بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ ضروری اور اہم معاملے پر گفتگو تھی اسی دوران ایک شخص استفتاء لے کر آیا آپ نے فرمایا کل لے جانا اس نے اصرار کیا کہ ابھی جواب کی ضرورت ہے۔ آپ نے کام چھوڑ کر استفتاء کا جواب لکھنا شروع کر دیا۔ دوسرے حضرات کو کچھ گرانی اور انقباض ہوا، مولوی عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالحق

رحمۃ اللہ علیہ (مصنف تفسیر حقانی) نے استفتاء کے جواب کے لئے خاص وقت مقرر کر رکھا تھا اسکے علاوہ اگر کوئی شخص استفتاء لے کر آیا تو جھڑک دیا کرتے تھے اس پر مولانا محمد عرفان نے کہا کہ حافظ صاحب وہ زمانہ اور تھا اگر موجودہ دور میں ایسا کیا جائے تو دوسرے ہی دن دیواروں پر بہت بڑا پوسٹر دکھائی دے گا جس کا عنوان جلی حروف میں ہوگا "مغرور مفتی" اس پر چاروں حضرات کے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ (سراغ زندگی: ۱۳۰)

فتوائے کفر سے احتراز

۱)۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد مولوی سید محمد فاروق (ناظم" بچوں کا گھر") کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک استفتاء صوبہ سرحد سے آیا سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے اپنے خسر کو جو مشہور عالم دین تھے، زدوکوب کیا اور سخت توہین کی اس پر جواب تھا اور بہت سے علماء کی تصدیقی دستخط تھے تمام جوابات کا خلاصہ یہ تھا کہ عالم دین کی توہین دین کی توہین اور اس کا مرتکب کافر ہے، لہذا وہ شخص کافر ہوگا، مولوی محمد فاروق کہتے ہیں کہ میں نے بھی ان تمام جوابات کی تصدیق کی اور حضرت کے سامنے پیش کیا بہت ناراض ہوئے اور فرمایا: کہ تمام جوابات غلط ہیں آپ نے فرمایا کہ مارنے والا کافر نہیں ہوا کیونکہ اس نے عالم دین کی توہین نہیں کی بلکہ اس شخص کی توہین کی ہے جو کسی خانگی اور نجی جھگڑے میں اس کا مخالف تھا یہ الگ بات ہے کہ اتفاقاً وہ عالم دین بھی تھا لہذا اس مارنے والے پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائیگا۔

۲)......ایک مرتبہ ایک استفتاء آیا سوال یہ تھا کہ ایک مسجد کی تعمیر کی جارہی تھی ایک شخص کا مکان اس کے متصل تھا وہ اسکے توسیع میں حائل ہوتا تھا مالک مکان سے کہا گیا کہ اپنے مکان میں سے تھوڑا سا حصہ مسجد کو دیدے اس نے مسجد کی شان میں نامناسب الفاظ کہے، آیا وہ شخص کافر ہوا یا نہیں؟ مولوی محمد فاروق صاحب نے اسکا جواب لکھا کہ مسجد چونکہ شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی توہین کفر ہے لہذا وہ شخص کافر ہوگیا، جواب دیکھکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابھی سے تم نے کافر سازی شروع کردی مفتی بن جاؤ گے تو کیا کرو گے؟ کیا تم نے وہ حدیث نہیں پڑھی کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات ایسی ہو جس سے اس کے اندر ایمان ثابت کیا جاسکتا ہو، تو اس کو کافر نہ کہو۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا اس سوال میں تو مسجد کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ پھر کفر کیوں نہیں ثابت ہوگا؟ فرمایا کہ پہلے اس بات کو ثابت کرو کہ وہ مسجد حقیقت میں مسجد ہی ہے، فرض کرو، وہ مسجد مغصوبہ زمین پر بنائی گئی ہو اور اس شخص کو یہ بات معلوم ہوگئی ہو۔ اس لیے اس نے نامناسب یا توہین آمیز الفاظ کہے ہوں۔ اس لیے اتنی جلدی ایک مسلمان کے کفر کا حکم نہیں دینا چاہیے۔ (سراغ زندگی: ۱۳۲)

مچھر کا خون

امام یزید بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ تابعی ایک دفعہ علیل تھے ابن سہیل والئی مصر ان کی عیادت کو آیا، اثنائے کلام میں اس نے پوچھا کہ جس کپڑے پر مچھر کا خون لگا ہو۔ اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام نے یہ سن کر غصہ

سے منہ پھیر لیا اور کچھ نہیں کہا۔ تب امیر نے چلنے کا قصد کیا تو اس کو نظر بھر کر دیکھا اور فرمایا کہ تو روزانہ خدا کے بندوں کا تو خون بہاتا ہے اور مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے۔ (علمائے سلف بحوالہ خزینہ:۱۱۷)

کسی کا حق

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی بیوی فاطمہ نے شکایت کی کہ عید الفطر سر پر آ رہی ہے سب لوگ نئے کپڑے پہنیں گے مگر ہمارے لڑکے خلیفہ کے فرزند ہونے کے باوجود پرانے کپڑوں میں پھریں گے، خلیفہ نے بیت المال کے مہتمم کو لکھا ہمارا حق خلافت ایک ماہ پیشگی بھیج دیجیے۔

مہتمم نے جواب ارسال کیا، خلیفہ کا حکم ہے مجھے کوئی عذر نہیں لیکن کیا امیر المومنین کو یہ یقین ہے کہ وہ ایک مہینے تک زندہ رہ سکتے ہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو پھر بھلا غریبوں کے مال کا حق پیشگی اپنی گردن پر کیوں رکھتے ہو۔ (خزینہ:۱۷۲)

سنت کی اہمیت

اہوال القیامۃ میں علامہ زین الدین بن رجب نے لکھا ہے ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ایسا شخص آیا جو کفن چور تھا مگر وہ اب اس قبیح حرکت سے باز آ چکا تھا۔ اور توبہ کر کے نیکی کی زندگی گزار رہا تھا۔ علامہ زین الدین نے اس سے پوچھا۔ تم مسلمانوں کے کفن چراتے رہے ہو اور تم نے مرنے کے بعد ان کی حالت دیکھی ہے یہ بتاؤ کہ جب تم نے ان کے چہرے کھولے تو ان کا رخ کس طرف تھا؟ اس نے جواب دیا اکثر چہرے قبلے کے رخ سے پھرے ہوئے تھے۔ حضرت زین الدین کو بڑا تعجب ہوا کیونکہ دفن کرتے ہوئے تو مسلمان کا چہرہ قبلہ رخ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو تین بار "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھا پھر فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی زندگی میں سنتوں سے منہ پھیرنے والے تھے۔ (خزینہ:۱۹۲)

الہزل، خوش طبعی

اشعب سے حکایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدینہ کے کسی حاکم کے ولیمہ میں شریک ہوا جو بڑا ہی کنجوس تھا۔ چنانچہ وہ لوگوں کو تین روز تک بلاتا رہا اور ایک دسترخوان پر جس میں بکری کا یکسالہ بھونا ہوا بچہ تھا جمع کرتا رہا (بٹھلاتا رہا) لوگ اس کے آس پاس چکر لگاتے رہتے لیکن کوئی چھوتا نہیں تھا کیونکہ حاکم کی کنجوسی سے سب واقف تھے۔ اشعب بھی لوگوں کے ساتھ آتا اور بکری کے بچہ کو دیکھتا تھا، جب تیسرا دن ہو گیا تو اشعب نے کہا: حاکم کی بیوی پر طلاق اگر اس کی عمر ذبح کے بعد اس سے زیادہ نہ ہو جو ذبح سے پیشتر تھی۔ (نخبۃ العرب:۲۳)

ایاس کی ذہانت

حضرت ایاس کی زیرکی کا ایک قصہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دو شخص سرخ اور سبز دو چادروں کے سلسلہ

میں ایک جھگڑا لے کر آئے ان میں سے ایک نے کہا میں غسل کرنے کے لیے حوض میں داخل ہوا، اور میں نے اپنی چادر حوض کے کنارے رکھ دی، اس کے بعد یہ شخص آیا اور اپنی چادر میری چادر کے پاس رکھ کر حوض میں داخل ہوا، اور غسل کر کے مجھ سے پہلے باہر نکل آیا اور میری چادر اٹھا کر چلنے لگا میں نے اس کا پیچھا کیا تو یہ کہتا ہے کہ چادر میری ہے، حضرت ایاس نے کہا: تیرے پاس ثبوت ہے؟ اس نے کہا: نہیں آپ نے کہا پاک کنگھی لاؤ، کنگھی لائی گئی تو آپ نے دونوں کے سر میں کنگھی کی۔ پس ایک کے سر میں سے سرخ اور دوسرے کے سر میں سے سبز اون برآمد ہوئی۔ آپ نے سرخ چادر کا فیصلہ سرخ اون والے کے حق میں اور سبز چادر کا فیصلہ سبز اون والے کے حق میں کر دیا۔ (ایضا: ۳۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عجیب وغریب فیصلے

۱)..... حضرت زر بن حبیش سے مروی ہے آپ نے فرمایا: دو آدمی ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھے ان میں سے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں جب انہوں نے ناشتہ سامنے رکھا تو ایک شخص نے ان کے پاس آ کر سلام کیا انہوں نے کہا: تشریف لایئے ناشتہ کیجیے۔ وہ بیٹھ گیا اور ان سب نے مل کر آٹھوں روٹیاں کھالیں (ناشتہ سے فراغت کے بعد) وہ شخص (جو بعد میں آیا تھا) اٹھا اور ان کو آٹھ درہم دیکر بولا: میں نے جو تمہارے ناشتہ سے فائدہ اٹھایا اس کے عوض میں (اپنے اپنے حق کے مطابق) یہ آٹھ درہم لے لو۔

ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا: پانچ درہم میرے ہیں اور تین تمہارے، تین روٹیوں والا بولا میں اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتا جب تک آٹھوں درہم ہمارے درمیان برابر نہ ہوں (جب آپس میں فیصلہ نہ ہوا تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا: تیرے ساتھی نے تجھ پر (جو کچھ) پیش کیا وہ (تیرے علم میں ہے) جو اس نے پیش کیا حالانکہ اس کی روٹیاں زائد تھیں۔ پس تو تین درہم پر راضی ہو جا۔ اس نے کہا بخدا میں از روئے حق زیادہ لیے بغیر راضی نہ ہونگا۔ آپ نے فرمایا حق کی رو سے تو تیرا صرف ایک درہم ہے اور اس کے سات۔ اس نے کہا: بہت خوب وہ تو مجھے تین درہم دے رہا تھا اور آپ نے بھی لینے کی طرف اشارہ تب بھی میں راضی نہ ہوا اور آپ فرماتے ہیں کہ حق کی رو سے تیرا صرف ایک درہم ہے آپ نے فرمایا: وہ تجھ کو تین دے رہا تھا وہ تو از روئے صلح دے رہا تھا تو نے کہا میں از روئے حق زیادہ لوں گا، سو از روئے حق تو تیرا ایک ہی درہم ہے: اس نے کہا ذرا مجھے سمجھا دیجیے تاکہ میں قبول کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: آٹھ روٹیاں تین تہائی کرنے سے چوبیس ہوتی ہیں جن کو تم تین آدمیوں نے کھایا تھا اور تم میں کم وبیش کھانے والے کا علم نہیں لہذا تم کو کھانے میں برابر ہی شمار کیا جائے گا۔ اس نے کہا جی ہاں بالکل صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا: تیرے کل نو ثلث تھے جس میں سے آٹھ تو خود کھا گیا اور پندرہ ثلث تیرے ساتھی

کے تھے جس میں سے اس نے آٹھ ثلث کھائے ہیں اور سات باقی ہیں تیسرے ساتھی نے تمہارے نو ثلث میں سے صرف ایک ثلث کھایا لہذا تیرے ایک ثلث کے عوض میں ایک درہم ہے اور تیسرے ساتھی کے لیے سات کے عوض میں سات درہم ہیں اس نے کہا۔ اب راضی ہوں۔ (تحفۃ العرب: ۳۲)

۲)۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا تھا وہاں کے لوگ شیر کا شکار کرنے کے لئے گڑھا کھودا کرتے تھے اور مختلف تدبیروں سے شیر کو اس گڑھے میں گرا کر اس کا شکار کرتے تھے ایک دن انھوں نے ایسا ہی ایک گڑھا کھودا اور شیر کو اس میں گرادیا آس پاس کے لوگ تماشا دیکھنے کے لئے گڑھے کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اتنی دھکا پیل ہوئی کہ ایک آدمی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور گڑھے میں گرنے لگا، گرتے گرتے اس نے سنبھلنے کے لئے ایک پاس کھڑے ہوئے آدمی کا ہاتھ پکڑا اس سے دوسرے آدمی کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھی گرنے لگا اس نے سنبھلنے کے لئے ایک تیسرے آدمی کا ہاتھ پکڑا اور تیسرے نے چوتھے کا یہاں تک کہ چاروں گڑھے میں آرہے، شیر ابھی زندہ تھا اس نے چاروں کو اتنا زخمی کیا کہ وہیں انکی موت واقع ہوگئی اب مرنے والوں کے رشتہ داروں میں جھگڑا شروع ہوا کہ انکا خون بہا کون دے؟ گفتگو میں تیزی آگئی یہاں تک کہ تلواریں تک نکل آئیں اور خونریزی ہوتے ہوتے بچی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان چاروں کی دیت (خون بہا) گڑھا کھودنے والے پر ہے لیکن اس ترتیب سے کہ پہلے کو چوتھائی دیت، دوسرے کو تہائی دیت، تیسرے کو آدھی دیت اور چوتھے کو پوری دیت ملے گی بعد میں یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصویب فرمائی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فیصلے کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خطاً قتل ہوئے تھے اور گڑھا کھودنے والا انکی دیت کا ذمہ دار تھا لیکن پہلا شخص مقتول ہونے کیساتھ ساتھ تین آدمیوں کو کھینچنے کیوجہ سے انکا قاتل بھی تھا لہذا جو دیت اسکو ملتی اسکے تین حصے ہر مقتول پر تقسیم ہو کر اسکے لیے صرف چوتھائی حصہ بچا اسی طرح دوسرا شخص دو آدمیوں کا قاتل ہے اسلئے اسکی دیت کے دو تہائی حصے اسکے دو مقتولوں کو اور ایک حصہ خود اس کو ملے گا تیسرا شخص ایک آدمی کا قاتل تھا اس لئے آدھی دیت اسکے مقتول اور آدھی دیت خود اسکی ہوگئی اور چوتھے نے کسی کو نہیں کھینچا، اس لئے اسے پوری دیت ملے گی۔ (تفسیر قرطبی: ۱۶۳/۱۵)

۳)۔۔۔ حنبش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور دونوں نے اسکے پاس ایک سو دینار امانت رکھے اور دونوں نے یہ کہا کہ یہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا، جب تک ہم میں کا دوسرا بھی ساتھ نہ ہو، ایک سال گزر جانے کے بعد ان میں کا ایک شخص آیا، اور اس عورت سے کہا کہ میرے ساتھی کا انتقال ہو گیا، وہ دینار واپس دے دیجئے، اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا جب تک دوسرا ساتھی نہ ہو۔ اس لیے تجھے تنہا تو نہ دوں گی۔ اب اس شخص نے اس عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو تنگ کر دیا اور وہ اس عورت سے کہا سنی کرتے

رہے، یہاں تک کہ اس نے دینار اس کو دیدیئے۔ اب ایک سال گذرا تھا کہ دوسرا شخص آیا اور اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا۔ عورت نے کہا کہ تیرے ساتھی نے میرے پاس آکر یہ بیان کیا کہ تو مر چکا ہے، وہ سب دینار مجھ سے لے گیا۔ اب یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ خود فیصلہ نہ کریں اور ہم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دونوں کو بھیج دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً پہچان لیا کہ دونوں نے مل کر اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا، جب تک دوسرا ساتھی موجود نہ ہو اس نے کہا، بے شک کہا تھا، فرمایا کہ تمہارا مال ہمارے پاس ہے، جاؤ دوسرے ساتھی کو لے آؤ تاکہ دے دیا جائے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۶۹)

علماء کا اختلاف بھی رحمت ہے

ایک روز خلیفہ متوکل نے اپنے ہم نشینوں سے کہا: جانتے ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مسلمانوں کو سب سے پہلے کس چیز نے غضبناک کیا؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا: ہاں اے امیر المومنین (میں جانتا ہوں وہ واقعہ یہ ہے کہ) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ سب سے پہلے اوپر (والی سیڑھی پر) چڑھ گئے۔

مسلمانوں نے اس پر نکیر کی اور چاہا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوں حضرت عبادہ نے متوکل سے کہا: اے امیر المومنین آپ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں خلیفہ، نے کہا: یہ کیسے؟ اس نے کہا اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر کے اوپر چڑھ گئے۔ اگر ہر خلیفہ سابق خلیفہ کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے ہی کھڑا ہوا کرتا تو (آج) آپ ہم کو کنویں میں (کھڑے ہوئے) خطبہ دیتے ہوتے۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے (نفحۃ العرب: ۳۵)

ف: اختلاف کی دو قسمیں ہیں مذموم اور مستحسن: مذموم وہ ہے جو عقائد اور اصول دین کی بابت ہو جیسے یہود و نصاریٰ کا اختلاف۔ اور مستحسن وہ ہے جو اعمال اور فروع دین میں ہو "کما قال علیہ السلام: اختلاف الامۃ رحمۃ" ایک مرتبہ ایک یہودی نے از راہ طعن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم لوگ اپنے نبی کو ابھی دفن بھی نہ کر پائے تھے کہ اختلاف میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کے کسی اصول میں اختلاف نہیں کیا بلکہ آپ کی ہدایت کے بقا کے لیے اختلاف کیا ہے، تم اپنی کہو کہ دریا کے پانی سے

تمہارے پاؤں سوکھنے بھی نہ پائے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے «اجعل لنا الها کما لهم الهة»

وهذا من الا جوبة المسكة۔

ذہانت

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کے پاس لکھا کہ ایاس بن معاویہ اور قاسم بن ربیعہ جرشی کو جمع کر کے امور قضاء میں جو نافذ تر ہو، اس کو عہدہ قضاء پر مامور کر دو۔ عدی بن ارطاۃ نے دونوں کو جمع کیا۔ ایاس نے کہا کہ آپ میرے اور قاسم دونوں کے متعلق فقیہ بصری حضرات حسن بصری اور محمد بن سیرین سے دریافت کر لیجیے (کہ ہم میں عہدہ قضاء کے لائق کون ہے؟) ان دونوں حضرات کے ہاں قاسم بن ربیعہ کی آمد و رفت تھی اور ایاس ان کے پاس آتے جاتے نہ تھے اس لیے قاسم بن ربیعہ نے کہا کہ آپ میرے متعلق دریافت کریں نہ ایاس کے متعلق۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک ایاس مجھ سے زیادہ فقیہ اور امورِ قضاء کے واقف کار ہیں۔

اگر میں اس قسم میں جھوٹا ہوں تب تو مجھے قاضی بنانا کسی طرح زیبا ہی نہیں اور اگر سچا ہوں تو تسلیم کر لینا چاہیے ایاس نے عدی سے کہا۔ آپ نے ایک شخص کو جہنم کے کنارہ پر کھڑا کیا اس نے جھوٹی قسم کھا کر خود کو بچا لیا جھوٹی قسم سے استغفار کر لے گا اور جس چیز کا خوف تھا اس سے نجات ہو جائے گی۔ عدی نے ایاس سے کہا۔ جب آپ اس مضمر ارادے کو بھی سمجھ گئے تو آپ قاسم سے کہیں زیادہ عہدہ قضاء کے لائق ہیں چنانچہ عدی نے ایاس ہی کو قاضی بنا دیا۔ (ملح العرب: ۴۸)

محقق کون ہے؟

ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے فرمایا: "علم، استدلال پیدا کرتا ہے اور فراست کو جلا دیتا ہے، مگر فقر و استغناء سے وجدان کو بال و پر ملتے اور زندگی پر رونق ہوتی ہے لیکن محض فقر و استغناء بغیر علم و نظر ایک ایسا درخت ہے جس میں پھول اور پھل نہیں لگتے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے: جو شخص صوفی ہوا اور فقیہ نہ ہوا، وہ گمراہ ہوا، اور جو فقیہ ہوا، اور صوفی نہ ہوا وہ فاسق رہا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہو گیا۔ (مولانا ابوالکلام آزاد، از شورش کاشمیری: ۵۲)

ایک دلچسپ لطیفہ

ایک مرتبہ ایک افغانی طالب علم نے حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی کو پیشاب کا قطرہ آ جائے تو کیا کرے؟ فرمایا: ڈھیلے سے خشک کر لے، اس نے کہا اگر پھر آ جائے تو کیا کرے؟ فرمایا: کپڑے سے پونچھ لے، کہا اگر پھر آ جائے، فرمایا: پانی سے دھو لے، اس نے کہا اگر پھر آ جائے، فرمایا: انگیٹھی میں رکھ کر سکھا لے۔ (سراغ زندگی: ۱۲۹)

رافضی نے توبہ کی اور شنیع حرکات سے باز آیا

کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا، کبھی انہیں کافر کہتا اور کبھی یہودی، امام اعظم ابوحنیفہ کو خبر ہوئی تو صحابہ کے دفاع کے لیے تڑپ اٹھے جب تک اس رافضی سے ملاقات نہ کر لی بے چین رہے آخر اس رافضی کے پاس تشریف لے گئے، بڑے ادب محبت اور نرمی سے کہا: اے بھائی مصر میں میری لختِ جگر (بچی) کے لیے فلاں صاحب کی طرف سے منگنی کا پیغام لایا ہوں اللہ نے اس صاحب کو حفظ قرآن کی دولت سے نوازا ہے اس کی تمام رات نوافل اور قرآن کی تلاوت میں گزرتی ہے خدا کا خوف ہمیشہ ہمہ وقت غالب رہتا ہے تقویٰ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

رافضی نے کہا بہت اچھا یہ تو صرف میری لڑکی کے لیے نہیں بلکہ پورے خاندان کے لیے سعادت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہاں! مگر اس میں ایک عیب ہے مذہب یہودی ہے رافضی کا رنگ بدلا اور جھلا کر بولا کیا میں اپنی لڑکی کی شادی یہودی سے کر دوں؟

تب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بھائی آپ تو اپنے لختِ جگر ایک یہودی کے نکاح میں دینے کو تیار نہیں تو کب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک نہیں اپنے نور دل کے دو ٹکڑے (دو بیٹیاں) حضرت عثمان (جو بزعم آپ کے یہودی تھے) کے نکاح میں کیوں دے دیں۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد رافضی کے لیے تنبیہ اور ہدایت کا باعث ہوا، اپنے کیے پر نادم اور خلوص سے تائب ہوا، اور ہمیشہ کے لیے ایسی حرکتوں سے باز آیا۔ (عقود الجمان)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعمش کی مشکل حل کر دی

امام اعمش مشہور تابعی ہیں اور اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے سلیمان نام تھا۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوا، اور ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ چار ہزار احادیث زبانی بیان کیا کرتے تھے ان کے پاس کتاب نہیں ہوتی تھی ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے اچھے نہیں تھے۔ اعمش کہلانے کی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کی آنکھوں میں عموشت (چندھیاپن) آ گئی تھی دوسری جانب ان کی رفیقۂ حیات نہایت حسین اور جمیل تھی۔ اپنے حسن وجمال پر اسے غرور تھا بات بات پر اعمش سے جھگڑتی تھی اور ہر کام میں جھگڑنے کی بات پیدا کر لیتی تھی۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے امام اعمش کو تنگ کر کے آپ سے ہمیشہ کے لیے نجات کی خواہش مند رہتی۔

ایک روز عشاء کے بعد کسی مسئلہ پر تنازعہ ہوا دونوں طرف سے بات بڑھ گئی بالآخر بیوی نے امام اعمش سے بولنا بند کر دیا، امام اعمش نے ہزار جتن کیے۔ مختلف ترکیبیں سوجھیں مگر بیوی ان سے بولنے پر کسی طرح رضامند نہ ہوئی۔ آخر غصہ میں آ کر امام اعمش نے قسم کھائی کہ اگر آج کی رات تو میرے ساتھ نہ بولی تو تجھ پر طلاق بائنہ۔

غصہ اور جذبات میں امام اعمش کے منہ سے یہ الفاظ نکل تو گئے مگر گھریلو حالات چھوٹے بچوں کی

نگہداشت، امور خانہ داری اور زوجہ کی رفاقت میں فطری تسکین خاطر اور دیگر مہم مسائل جب سامنے آتے تو صد درجہ نادم اور پشیمان ہوئے مگر اب کیا ہوسکتا تھا ایک کے پاس گئے، دوسرے سے ملے مگر کوئی تدبیر نہ سوجھی بالآخر امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا، امام ابو حنیفہ نے تسلی دی اور فرمایا کہ کوئی فکر کی بات نہیں اطمینان خاطر رکھیے آج صبح کی اذان آپ کے محلے میں صبح صادق سے پہلے پڑھوا دونگا۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود بہ نفس نفیس مسجد کے مؤذن سے ملے اور انہیں صبح صادق سے قبل اذان کہنے پر رضامند کیا۔ ابھی صبح طلوع نہیں ہوئی تھی کہ مؤذن نے اذان دے دی۔

ادھر امام اعمش کی بیوی نے جو پہلے ہی بوریا بستر سمیٹے صبح کی اذان کی منتظر بیٹھی تھی اذان سنی تو خوش ہوئی اور جوش مسرت میں بول اٹھی: "خدا کا شکر ہے آج بوڑھے بداخلاق سے میرا دامن پاک ہوا"۔ امام اعمش نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ مؤذن نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی سے صبح صادق سے قبل اذان دے کر آپ کے ٹوٹنے والے رشتہ کو میرے ساتھ ہمیشہ کے لیے جوڑ دیا"۔ (عقود الجمان)

جاہل بے علم کی حکایت

ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور ایک ٹانگ ایک طرف کو اٹھا رکھی تھی۔ کسی نے پوچھا کہ یہ ٹانگ الگ کیسے کر رکھی تھی۔ کہا کہ اس پاؤں پر کچھ چھینٹ وغیرہ پڑ گئی تھیں۔ اس لئے ناپاک تھی اور دھونے کی فرصت نہ تھی اس لئے میں نے اس کو نماز سے خارج کر دیا۔ اسی طرح ایک جاہل امام کی حکایت ہے کہ امام نے سجدہ سہو کیا اور ظاہراً کوئی سہو نہ تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہوگئی تھی۔ کہتا ہے کہ پھسکی نکل گئی تھی یعنی خفیف سی ہوا خارج ہوگئی تھی اس لئے سجدہ سہو کیا۔ (امثال عبرت: ۳۴۴)

عورتوں سے پردہ نہ کرانیوالے پیر کی خباثت

ممبئی میں سنا ہے ایک پیر صاحب ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے اور کہتے تھے کہ دیکھو جی تم ہم سے اس لئے مرید ہوئی ہو۔ تاکہ قیامت میں تم کو بخشوائیں۔ سو جب ہم تمکو دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑے پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے۔ لہٰذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہیئے۔ بس پیر صاحب کو اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا منہ لیکر رہ گئے۔

ف: آج کل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا راہزنی اور ڈاکہ ہے۔ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کے لئے ہے، مقرب بنائیں گے۔ آج کل کے پیروں کو خداوند کے حقوق کی پرواہ ہے نہ بال بچوں کی، بس اسی کا نام فقیری رکھ لیا ہے۔ کہ تمام اہل حقوق کے حقوق ضائع کر کے پیر صاحب کے حقوق ادا کئے جائیں۔ یہ

سب باتیں اللہ کے، رسول کے خلاف ہیں۔ یاد رکھو! جو شریعت کے خلاف کریگا وہ پیر نہیں ہو سکتا۔ پیر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس کو بصیرت اور تجربہ کیساتھ مریدوں تک پہنچاتا ہے۔ تو جو شخص منیب کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے۔ تو اس کو منیب کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل۔ (کسماء النساء: ۲۲-۲۳)

ساس کو حلال کرنیوالے مولوی کی جہالت

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آ گیا تو ایک غیر مقلد عالم کے پاس گیا۔ اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ساس سے نکاح ہو جائے۔ کہا ہاں۔ بتلا کیا دے گا۔ اس نے کچھ سو، دو سو روپے دینا چاہے۔ کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا۔ کچھ تو ہو۔ واقعی ایمان فروشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو۔ غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا، اور فتویٰ لکھا گیا۔ وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے، اس میں لکھا تھا کہ ساس بیشک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں۔ ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو، اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو، اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے۔ اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلمات کفریہ نکل جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے۔ کہ اسکے منہ سے بھی کلمہ کفریہ نکلا ہوگا اور نکاح کے وقت اسکو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لئے یہ مرتدہ ہے اور مرتد کیساتھ نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اسکی ماں ساس بھی نہیں پس اسکی ماں کیساتھ نکاح درست ہے۔ رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو مزنیہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کا مسئلہ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

ف: حرمت مصاہرت کو اس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑا دیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اڑا دیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔

جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بیچارے دنیا دار، وکلاء کا، تو کام ہی چیتے بے لڑانا، ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔ (اصلاح ذات البین: ۶)

آجکل کے محققین کے اجتہاد کرنے کی مزاحیہ حکایت

آج کل کے محققین اور مدققین کا حال ایسا ہے جیسے ایک شخص گلستان دیکھ کر اس کا محقق ہو گیا۔ اتفاق سے دو شخصوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک ان میں سے ان حضرت کے دوست تھے۔ وہ پٹ بھی رہے تھے اور پیٹ بھی رہے تھے آپ نے یہ دیکھ کر دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ انجام یہ ہوا کہ ان کے دوست صاحب خوب پٹے اور آپ اپنی اس حرکت پر بڑے خوش ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے گلستان میں جو پڑھا تھا۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست ☆ در پریشاں حالی و درماندگی

آج اس پر عمل کرنے کا اچھا موقع ملا اور اپنے نزدیک دوست کا پورا حق ادا کر دیا۔

ف: تو جیسے وہ گلستان کے محقق تھے ایسے ہی یہ لوگ آج کل قرآن وحدیث کے محقق ہیں۔

ان ہی میں سے ایک شخص کی حکایت ہے کہ انہوں نے امام مقیم کیساتھ نماز پڑھی جب امام دو رکعت پڑھ چکا، آپ دونوں طرف سلام پھیر کر بیٹھ گئے۔ امام نماز میں ہے اور مقتدی پہلے ہی فارغ ہو گیا۔ میں دیکھ کر سمجھا قیام سے کوئی عذر ہوگا۔ جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں مگر میں نے دیکھا کہ ہر رکن میں بیٹھے ہی نظر آتے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ آپ نے امام مقیم کیساتھ بھی قصر کیا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے پوری نماز کیوں نہیں پڑھی تو آپ فرماتے ہیں کہ میں مسافر ہوں۔

ف: آجکل کے ایسے محقق ہیں جنہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر امام مقیم ہو، تو مقتدی مسافر کو بھی چار رکعت پڑھنی چاہئے۔ (امثال عبرت: ۳۵۳)

چاند کے مہینے

علامہ محمد مغربی نے لکھا ہے کہ قمری کیلنڈر میں چار مہینوں تک مسلسل تیس کا چاند ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے بعد نہیں، اور انتیس کا چاند مسلسل تین ماہ تک ہو سکتا ہے اس کے بعد نہیں۔

اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی رمضان کی پانچ تاریخ جس دن ہو، اگلے رمضان کا پہلا روزہ لازماً اسی دن ہوتا ہے، علامہ مغربی کہتے ہیں کہ اس قاعدے کو پچاس سال آزمایا گیا ہمیشہ صحیح نکلا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان تمام حسابات کی حیثیت لطائف سے زیادہ نہیں، احکام شریعت میں اعتبار رویت ہلال ہی کا ہے۔ (الیواقیت العصریہ بحوالہ تراشے)

باپ بیٹے کو کس طرح حکم دے؟

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہر باپ کو یہ چاہیے کہ جب وہ اپنے بیٹے کو کوئی حکم دے تو صریح حکم کے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے یوں کہے: بیٹے! اگر تم فلاں کام کر لو تو اچھا ہے۔ کیونکہ اگر صراحۃً حکم دیا اور مثلاً یہ کہا کہ: ایسا کرو۔ اور پھر بیٹا کسی وجہ سے نہ کر سکا تو وہ نافرمانی کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوگا۔ پہلی صورت میں یہ اندیشہ نہیں۔ (خلاصۃ الفتاوی: ۳۴۰/۴)

چور پکڑا گیا اور طلاق واقع نہیں ہوئی

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے "کہ ایک شخص کے گھر میں رات کو چور گھس آئے، مالک مکان کو گرفتار کر لیا اور اس کا سارا سامان سمیٹ کر لیجانے لگے جانے سے پہلے انہوں نے مالک مکان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن انکے سردار نے کہا کہ اسکا سامان تو سارا لیجاؤ مگر اسے زندہ چھوڑ دو، اور قرآن اسکے ہاتھ پر رکھ کر اسے قسم دو کہ میں کسی شخص کو یہ نہیں بتاؤں گا کہ چور کون تھے؟ اور اگر میں نے کسی کو بتایا تو میری بیوی کو تین طلاق۔"

مالک مکان نے جان بچانے کی خاطر یہ قسم کھالی لیکن بعد میں بڑا پریشان ہوا صبح کو بازار میں گیا تو دیکھا کہ وہی چور چوری کا مال بڑے دھڑلے سے فروخت کر رہے ہیں اور یہ بیوی پر طلاق کے خوف سے زبان بھی نہیں کھول سکتا، عاجز آ کر یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور ان سے بتایا کہ رات اس طرح کچھ چور میرے گھر میں گھس آئے تھے اور انہوں نے مجھے ایسی قسم دی اب میں انکا نام ظاہر نہیں کر سکتا کیا کروں؟

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تم اپنے محلّہ کے معزز افراد کو جمع کرو میں ان سے ایک بات کہوں گا اس شخص نے لوگوں کو جمع کرلیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا کہ "کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس شخص کو اس کا مال واپس مل جائے؟"

"ہاں چاہتے ہیں" ان سب نے کہا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پھر ایسا کیجئے کہ اپنے ہاں کے سارے غنڈوں کو جامع مسجد میں جمع کیجئے اور پھر ایک ایک کر کے انہیں باہر نکالئے جب کوئی باہر نکلے تو آپ اس شخص سے پوچھئے کہ: "کیا یہی وہ چور ہے؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ انکار کر دے اور اگر وہی چور ہو تو خاموش رہے نہ ہاں کہے نہ ناں، اس موقع پر آپ سمجھ جایئے کہ یہی وہ چور ہے اسطرح چور کا پتہ بھی لگ جائے گا اور اسکی بیوی پر طلاق بھی نہ ہوگی"

سب نے اس تجویز پر عمل کیا چور پکڑا گیا اور اس بیچارے کو اپنا مال بھی واپس مل گیا۔

(تقی الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ: ثمرات الاوراق علی المستطرف)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کا ایک واقعہ

ایک شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بہت عرصہ ہوا میں نے اپنا کچھ مال کسی جگہ دفن کیا تھا اب وہ جگہ یاد نہیں آ رہی کوئی تدبیر بتایئے؟

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہ کی بات تو ہے نہیں البتہ ایک تدبیر بتاتا ہوں گھر جاؤ اور آج ساری رات (نفل) نماز پڑھو، امید ہے کہ انشاء اللہ تمہیں وہ جگہ یاد آ جائے گی۔

وہ شخص چلا گیا ابھی چوتھائی رات ہی گزری تھی کہ اسے وہ جگہ یاد آ گئی، اس نے جا کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا تو انہوں نے کہا مجھے خیال یہی تھا کہ شیطان تمہیں ساری رات نماز نہیں پڑھنے دے گا لیکن تمہیں چاہئے تھا کہ جگہ یاد آنے کے بعد بھی پوری رات نماز پڑھتے رہتے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ (ثمرات الاوراق علی المستطرف)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب

چار رکعت کی نماز میں جب دوسری رکعت پر بیٹھتے ہیں تو صرف التحیات پڑھی جاتی ہے، درود نہیں پڑھا جاتا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلطی سے دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات کے بعد "اللھم صل علی محمد" تک پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اس کے متعلق امام

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لطیفہ منقول ہے اور وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام صاحب نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ:

''جو شخص مجھ پر درود پڑھے تم اس پر سجدہ سہو کو کیسے واجب کرتے ہو؟''

امام صاحب نے جواب دیا: ''اسلئے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف غفلت میں پڑھا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کو پسند فرمایا۔ (البحر الرائق: ۱۰۵/۲)

عورتیں بھی مفتی تھیں

شیخ علاؤ الدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب تحفۃ الفقہاء لکھی ہے اس کتاب کی شرح ان کے شاگرد رشید امام ابوبکر ابن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے جس کا نام ''بدائع الصنائع'' ہے بقول علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کتاب فقہ میں بے نظیر ہے جب شرح مکمل کر چکے تو اپنے استاد محترم کی خدمت میں پیش کی وہ شرح کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور اپنی لخت جگر مسماۃ فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا یہ وہی خاتون ہیں کہ بادشاہوں نے انکے نکاح کے لئے پیغام دیا تھا لیکن شیخ نے انکی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا ان خاتون کو فقہ اور افتاء میں اس قدر مہارت تھی کہ فتویٰ نویسی بھی کیا کرتی تھیں چنانچہ لوگ جب دینی مسائل کے جوابات انکے گھر سے لکھا کر لے جاتے تو بسا اوقات یہ ہوتا کہ جواب کا کچھ حصہ اس خاتون کا لکھا ہوا ہوتا تھا اور کچھ حصہ انکے والد کا اور کچھ حصہ انکے خاوند کا۔ (شامی: ۱۰۰/۱ بحوالہ تراشے)

پانی کی قیمت

یحییٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا، فرمایا کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی شدید ضرورت لاحق ہوئی میرے پاس ایک اعرابی آیا اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا میں نے اس سے پانی مانگا اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا میں نے پانچ درہم دیکر وہ مشکیزہ لے لیا پھر میں نے اس سے کہا کہ ''ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟'' اس نے کہا کہ ''لاؤ'' میں نے اسکو ستو دیدیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا اب اسکو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دیدیجئے، میں نے کہا کہ پانچ درہم میں ملے گا، اس سے کم میں نہیں اور اس طرح اسکو وہ پانچ درہم دینے پڑھے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء)

قاضی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت

قاضی ایاس رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذہانت و زیرکی میں ضرب المثل ہیں، انکی ذہانت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، ایک مرتبہ ایک شخص نے آکر ان سے کہا، میں نے کچھ مال فلاں کے پاس امانت رکھوایا تھا اب مانگتا ہوں تو وہ مکر جاتا ہے۔ قاضی ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے مدعا علیہ کو بلوا کر پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مدعی نے میرے پاس کوئی امانت نہیں رکھوائی اب قاضی صاحب نے مدعی سے کہا تم نے یہ مال اسے

کس جگہ سپرد کیا تھا۔

جنگل میں ایک جگہ! مدعی نے کہا۔

''اس جگہ کی کوئی علامت ہے قاضی صاحب نے پوچھا۔''

''جی ہاں! ایک درخت ہے اسکے نیچے میں نے یہ امانت سپرد کی تھی۔'' مدعی نے کہا۔

''اچھا تو تم اس درخت کے نیچے جا کر دیکھو'' قاضی صاحب نے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ تم نے وہاں امانت رکھوانے کے بجائے مال دفن کیا ہو۔ اور بھول گئے ہو۔''

مدعی چلا گیا اور قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے کہا! ''اس کے آنے تک تم بیٹھے رہو۔''

اسکے بعد قاضی صاحب دوسرے مقدمات کے فیصلوں میں مصروف ہو گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد اچانک اسی مدعا علیہ سے پوچھا ''کیا خیال ہے؟ وہ شخص اس درخت کے پاس پہنچ گیا ہوگا؟ نہیں ابھی نہیں'' مدعا علیہ نے بیساختہ کہا۔

بس! قاضی صاحب نے وہی چور پکڑ لیا ظاہر ہے کہ اس شخص کا درخت کو پہچاننا اور اسکے فاصلے کا اندازہ کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ اس نے واقعۃً اس درخت کے نیچے مدعی سے کوئی معاملہ کیا تھا اسکی خیانت کا راز فاش ہو گیا اور پھر اسے خود جرم کا اعتراف کرتے ہی بن پڑی، اسی طرح ایک اور شخص نے آپ سے آکر یہی شکایت کی کہ فلاں شخص میری امانت دبا کر بیٹھ گیا ہے قاضی صاحب نے اس سے کہا کہ اب تم چلے جاؤ اور مدعا علیہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دو کہ تم نے میرے پاس اسکی شکایت کی ہے پھر دو روز میرے پاس آنا وہ شخص چلا گیا تو قاضی ایاس رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو بلا کر اس سے کہا میرے پاس بہت سا مال آ گیا ہے اگر تمہارا گھر محفوظ ہو تو تمہارے یہاں رکھوا دیا جائے اس نے کہا جی ہاں میرا گھر بالکل محفوظ ہے اچھا تو تم اس کے لئے جگہ وغیرہ بنا کر رکھو، قاضی صاحب نے کہا، وہ شخص خوشی خوشی چلا گیا اس کے بعد مدعی حاضر ہوا تو قاضی صاحب نے اس سے کہا اب جا کر اپنے دوست سے اپنا مال طلب کرو، اگر دیدے تو ٹھیک ہے اگر انکار کرے تو اس سے کہدو میرا مال واپس کردو ورنہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں مدعی یہ سن کر مدعا علیہ کے پاس پہنچا اور اس سے انہیں الفاظ میں تقاضا کیا تو اس نے مال حوالے کر دیا اسکے بعد مدعا علیہ قاضی صاحب کے پاس آیا تو قاضی صاحب نے اسے سخت سست کہہ کر رخصت کر دیا۔ (ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ: الطرق الحکمیۃ السیاسۃ الشرعیۃ)

متعۃ النساء کی تردید پر وجدانی دلیل

ہر شریف الطبع بھلا مانس شریف قوم کا امیر آدمی اپنی جگہ سوچے کہ اگر شرعاً متعۃ النساء جائز بلکہ کار ثواب ہے تو پھر نکاح میں اور اس میں یہ فرق کیوں ہے؟ کہ نکاح کی نسبت کرنے میں اپنی بیٹی بہن کی طرف تو عار نہیں آتی مگر کیا بڑے شریف مجالس میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری ماں اور بیٹیوں اور بہنوں نے اتنے متعے کئے ہیں وجدانی رنگ میں یہ لاجواب دلیل ہے اور یقین تو یہ ہے کہ جیسے ازدواج وتزوج میں

صریح مبارک باد قبول کرتے ہیں اس طرح اپنی اقارب عورتوں کے متعہ کے متعلق اس مبارکباد کو برداشت نہ کر سکیں۔ یہ تو عقلی دلیل تھی اور نقلی دلیل بھی لکھی جاتی ہیں:

"عن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن متعة النساء"

ترجمہ: یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا عورتوں سے متعہ کرنا۔ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی اور حرمت متعہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قدیم ملکی روایات اور عادت کے باعث چند روز مجوز رہے مگر جب انکو شرعی حکم کی اطلاع پہنچی تو تجویز متعہ سے رجوع کیا اور متعہ کی حرمت تمام حنفیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنابلہ اور اہلحدیث اور صوفیاء کرام میں متفق علیہ ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں)

بہشتی عمامہ

کسی نے بہشتی زیور کے تعریف میں عرض کی کہ اسکی عبارت بھی آسان ہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اگر عبارت مشکل ہوتی تو بہشتی عمامہ ہوتا پیچ در پیچ۔" (اشرف اللطائف)

لواطت کی اقسام

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فقہاء نے لکھا ہے کہ لوطی کی تین قسمیں ہیں:

۱) قسم ینظرون ۲) وقسم یفعلون ۳) وقسم یلمسون

یعنی ایک قسم تو وہ ہے جو صرف دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قسم وہ جو بوس وکنار کرتے ہیں۔ تیسری قسم جو یہ فعل کرتے ہیں اور میں عرض کرتا ہوں کہ چوتھی قسم ایک اور ہے اور وہ یہ ہے "یتصورون ویتخیلون"، یعنی تصور اور تخیل میں مبتلاء ہیں۔ یہ قلب کی لواطت ہے اور "والقلب یزنی وزناہ ان یشھی" یعنی قلب بھی زنا کرتا ہے اور اس کی زنا خواہش کرنا ہے اور یہ فعل زیادہ سخت اس لیے ہے کہ عورت کسی وقت حلال ہونے کا تو محل ہے اور اس فعل خبیث (لواطت) میں تو حلت کا وسوسہ بھی نہیں۔ اور یہ فعل فطرت سلیمہ کے بالکل مبائن اور مخالف ہے اور اس فعل سے عقوبۃً بھی سخت بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ (رفع الموانع: ۵۱)

ف: لواطت ایک خبیث فعل ہے جو زنا سے بھی بدتر ہے۔ شریعت کے علاوہ عقلاً اور طبعاً بھی یہ فعل بہت ہی خبیث ہے۔ خبیث فعل کی ابتداء حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے کی تھی اس لئے لوگ اس خباثت کو لواطت اور اس کے فاعل خبیث کو لوطی کہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہنا چاہئے ایسے خبیث فعل اور خبیث فاعل کو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت لوط علیہ السلام کے نام کی طرف منسوب کرنا خلاف ادب ہے۔ (بلکہ سدومیت" "عمل بد"، اغلام بازی، بدفعلی وغیرہ کے نام دیئے جائیں) (احسن الفتاویٰ ۵/ ۵۰۹، خلاصۃ الانوار)

بے نمازی کس کے مثل ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب علمائے حدیث "من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر"

یعنی جس نے عمداً نماز کو چھوڑا تو وہ کافر ہو گیا'' کا مضمون بیان کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ بس مولویوں کو تو کافر بنانا آتا ہے، حالانکہ یہ مولویوں کے گھر کی بات نہیں، خود رسول اللہ ﷺ کا فتویٰ ہے نعوذ باللہ اگر کسی کے نزدیک حجت نہیں تو قرآن پاک نے تارک نماز کو مشرک کہا ہے، چنانچہ ارشاد ہے،

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔ (العاقلات والغافلات: ۱۸)

جمعیت قلب کا مفہوم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فقہاء فرماتے ہیں کہ کسی کو تیز بھوک لگ رہی ہو اور کھانا سامنے رکھا ہو، ادھر جماعت شروع ہو گئی ہو تو پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ یہ مسئلہ تو حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔

''اذا حضر العشآء والعشآء فابدؤا بالعشآء''

یعنی جب عشاء کا کھانا اور عشاء کی نماز آجائیں تو کھانے سے شروع کرو، نماز عشاء کھانے کے بعد پڑھو۔

جس سے معلوم ہوا کہ کم کھانا مطلوب نہیں بلکہ جمعیت قلب مطلوب ہے اس لیے تو حضور ﷺ نے اس حالت میں کھانے کو نماز سے مقدم فرمایا۔ پھر فقہاء نے اس پر ایک دوسرے مسئلہ کی تصریح کی کہ اگر کسی کو بھوک زیادہ نہ ہو مگر کھانا ٹھنڈا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور ٹھنڈا ہو جانے سے ان کی لذت جاتی رہے گی۔ جب بھی اجازت ہے کہ کھانا پہلے کھالے اور نماز کو مؤخر کر دے کیونکہ بعض کھانے ایسے ہیں جن کی لذت گرم ہی رہنے تک ہے، مثلاً چائے گرم ہی اچھی لگتی ہے اور اہل ذوق کہتے ہیں کہ پلاؤ گرم ہی اچھا ہوتا ہے اور زردہ ٹھنڈا اچھا ہوتا ہے۔ (جمال الجلیل)

حقیقتِ علم، فقہ ہی ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حقیقتِ علم جو تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اور یہی ہے وہ فقہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد" یعنی ایک فقیہ، شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ گراں ہے۔

اس سے درسی فقہ مراد نہیں کیونکہ محض کتابیں پڑھنے سے شیطان کی چالیں سمجھ میں نہیں آتیں بلکہ وہ معرفت ہے جو تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے جس سے عارف کو دین کی سمجھ بوجھ ایسی کامل ہو جاتی ہے کہ شیطان کے تمام تار و پود کو توڑ دیتا ہے۔ (کوثر العلوم)

احیاء سنت کا مفہوم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب دہلی میں آمین بالجہر اور رفع یدین پر عمل شروع کیا تو لوگوں کی شکایت کی وجہ سے ان کو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلا کر

کہا کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ میں سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں اور ایسی سنت کے احیاء سے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

فرمایا: اسماعیل! تم سمجھتے نہیں یہ ثواب اس سنت میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو، اور جس کے مقابل دوسری سنت ہو وہاں احیاء سنت بہر صورت بدستور قائم رہتا ہے۔ مولانا شہید رحمہ اللہ بالکل خاموش ہو گئے۔ حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا: عجیب غامض تحقیق ہے۔ (خیر الافادات)

گرانقدر ہدیہ کے واپس کرنے میں مضائقہ نہیں

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہدیہ اگر اس قدر ہو کہ طبیعت پر اس سے زیادہ بار معلوم ہونے لگے تو اس کا واپس کر دینا کچھ برا نہیں۔ حدیث شریف سے اس کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ "**لا تردوا الطیب فانه خفیف المحمل**" (خوشبو کو رد نہ کرو کیونکہ وہ معمولی چیز ہے) خفیف المحمل کی قید لگانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہدیہ اگر ثقیل المحمل (گرانقدر) ہو تو رد کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ (مقالات حکمت)

فتویٰ دینے میں ایک احتیاط کا بیان اور اس سے متعلق ایک واقعہ

فرمایا: کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تشقیق کے ساتھ جواب نہ دینا چاہیے کہ سائل سے اولی واقعہ کی تعیین کرانا چاہیے، پھر اس شق کا جواب دے دے۔ اس کی خرابی کا ایک قصہ سناتا ہوں کہ ہمارے قریب ایک قصبہ میں غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہو گیا اور یہ بے خبری میں ہوا، کسی کو پتہ نہیں تھا (اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے والی یہ مشہور کر دے کہ میں نے فلاں فلاں جگہ دودھ پلایا ہے) غرضیکہ بعد نکاح کے پتہ چلا علماء سے استفتاء کیا سب نے حرام بتلایا، مجھ سے کہا گیا کہ اجی اس میں تو بدنامی ہو گی۔ میں نے کہا اور اس میں بدنامی نہ ہو گی کہ بہن بھائی ایک جگہ جمع ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ دودھ تو رہا بھی نہیں تھا ویسے ہی نکل گیا تھا۔ میں نے کہا کہ دودھ ہی نکل گیا تھا حرمت نہیں نکلی وہ تو اس کے پیٹ میں بیٹھ گئی، بس وہ غیر مقلد کے ہاں دہلی پہنچا، کسی نے کہہ دیا کہ پانچ گھونٹ سے کم پئے ہوں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ بس سائل نے سن کر فوراً ایک سوال قائم کر لیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید، جس نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو یہ ہندہ اس زید کے نکاح میں حلال ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا۔ بس کیا تھا، انہوں نے لکھ دیا کہ حلال ہے ان کے ہاں تو یہ مسئلہ ہے ہی۔ ایک حنفی عالم صاحب نے بھی فتویٰ دیکھ کر کہہ دیا کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو ایک مذہب ہے مگر پوچھنا تو یہ ہے کہ آیا سوال کا واقعہ جواب سن کر تراشا گیا۔ یا وہاں بیٹھ کر کسی نے گھونٹ شمار کیے تھے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۰۷)

حقوق طبع کی رجسٹری کرانا جائز ہے کہ نہیں؟

فرمایا: کہ مولوی احمد علی صاحب رحمہ اللہ محدث سہارنپوری نے ایک مرتبہ کسی کتاب کی رجسٹری کرائی تھی جب مولانا کانپور تشریف لے گئے تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ مولانا کتاب کی رجسٹری کرانا

جائز ہے؟ اس سوال پر مولانا شرمندہ ہو گئے اور عبدالرحمان صاحب بولے ہاں جائز ہے، جیسے ایک شخص کا نہایت عمدہ باغ ہے اور مخالفین کے ہاتھوں اس کے اجڑنے کا اندیشہ ہے تو اس کی حفاظت کے لیے کتا پال لے لہذا یہ بھی ایک دینی باغ ہے اگر اس کو بھی دنیاداروں سے بچالیا جائے تو کیا حرج ہے، ممکن ہے کہ کوئی خراب چھاپ کر کم داموں کو فروخت کرنے لگے لیکن اس کے جواب پر مولانا کچھ خوش نہ ہوئے ویسے ہی ہنس دیے۔ جواب کچھ نہ دیا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۷۱)

حقوق طبع کی رجسٹری کے بابت فتوؤں کا واقعہ

فرمایا کہ ایک بار عبدالرحمان خان صاحب کو کتاب کی رجسٹری کے جواز کی فکر ہوئی، اس کی ضرورتیں اور مصلحتیں دکھلاتے، میں جواب دیتا۔ انہوں نے متعدد جگہ فتوے بھیجے۔ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس بھی، آگرہ بھی، سب جگہ سے ناجواز کا فتویٰ آیا۔ ہاں صرف آگرہ سے ایک صاحب نے جواز لکھا تو وہ مجھ کو دکھلایا میں نے کہا، خان صاحب! جواز تو ہر بات کا ہو سکتا ہے مگر تم ہی کہو کہ یہ فتویٰ تمہارے جی کو لگتا ہے بس ہنسنے لگے، میں نے کہا کہ جب تمہارے جی کو بھی نہیں لگتا تو میرے جی کو کیا لگے گا۔ پھر مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے فتوے دکھلائے میں نے کہا کہ ان کو چھپا ہی رکھا تھا ہاں طبع اول میں کچھ صورت ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف ومحنت زیادہ پڑتی ہے اور اس رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۷۱)

پڑوسیوں کی رعایت

فرمایا: کہ پڑوسی کے حدیثوں میں بڑے حقوق آئے ہیں۔ اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو، کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بوجہ ملکیت تمہیں منع کرنے کا حق ہے مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے۔ میں نے ایک مکان بنایا ہے میرے ہمسایہ کی کچھ دیوار ٹوٹی پڑی تھی اور مجھے مکان میں روشندان نکالنے تھے (گو میں ان سے یہ کہہ سکتا تھا کہ تم اپنی دیوار اونچی کرلو، تاکہ بے پردگی نہ ہو) مگر میں نے اس سے کچھ نہ کہا اور اپنے روشندان خوب اونچے رکھوا دیے جس سے ان کی بے پردگی نہ ہوا گرچہ اونچے رکھے جانے سے روشنی اور ہوا بہت کم ہوگئی آج کل لوگ ہمسایہ کی کچھ رعایت نہیں کرتے اس زمانہ میں تو، جو زبردست ہوگا وہی اپنا حق لے سکتا ہے، ورنہ نہیں (مثل مشہور ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس) فقہاء متاخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہے۔ لیکن متقدین کہتے ہیں کہ جائز ہے اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے متاخرین نے جواب دیا ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کرسکتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشندان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہوگا پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے اتنا ضرر نہیں کیونکہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کرلے گا اور وہ روشندان میں، روشندان سے چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو

دیکھنے والے کی بھی جرأت نہ ہوگی اور گھر والے بھی احتیاط سے رہیں گے۔ فافہم (ملفوظات حکیم الامت ۱/۱۷۱)

خطبۂ جمعہ کے احکام

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کہ خطبہ شروع ہونے کے بعد بولنا، نماز پڑھنا وغیرہ سب منع ہے۔ جب خطیب اس آیت پر پہنچے ﴿انّ اللّٰہ وملائکتہ یصلّون علی النبیّ﴾ تو اس وقت دل میں درود شریف پڑھے زبان سے نہیں اور یہ حکم خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے "اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام" (جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو نہ کوئی نماز پڑھے نہ کلام کرے)۔ (ملفوظات ابرار بحوالہ مرقات ۲۶۹/۳)

مطالبۂ جہیز کا شرعی حکم

ارشاد فرمایا: کہ جس کے پاس ایک دن کا سامان خورد و نوش ہو، اور کسی جانی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہ ہو تو سوال کرنا حرام ہے، حدیث پاک میں ایسے شخص کے لیے سخت وعید آتی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "فانما یستکثر من النار" (مشکوٰۃ: ۱۶۳/۱) یعنی وہ شخص دوزخ کی آگ جمع کرتا ہے۔

لیکن آج کل ایک عام رواج ہے کہ لڑکے کی شادی میں رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکی والوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کتنا دیں گے؟ کیا کیا دیں گے؟ یہ سوال ہے یا نہیں تو پھر یہ کس طرح جائز ہوگا؟ لوگ رشوت دینے اور لینے کو ناجائز سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن شادی کے وقت یہ معاملہ کیا جارہا ہے۔ "ولا یسأل من لہ قوت یومہ" (کنز الدقائق: ۶۵)

شادی کی حیثیت اور اس کا طریقہ

ارشاد فرمایا: کہ لوگوں نے شادی کو صرف ایک تقریب سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ ایک عبادت بھی ہے کیونکہ یہ سنت ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ شادی میں پھول کا ہار ڈالنا کیسا ہے؟ اس پر مزاحاً فرمایا کہ یہاں تو جیت ہو رہی ہے ہار کا کیا سوال۔ پھر فرمایا کہ عید بقر عید کی نماز میں بھی پھول کا ہار ڈالتے ہو، جب اس میں نہیں ڈالتے ہو تو پھر شادی میں اس کا اہتمام کیوں؟ جس طرح وہ عبادت ہے اسی طرح یہ بھی عبادت ہے۔ (ملفوظات ابرار: ۱۸)

شریعت میں بڑی آسانیاں ہیں

نماز عید سے قبل ارشاد فرمایا: کہ شریعت نے بڑی آسانیاں رکھی ہیں۔ موقع و حالات کے مناسب سہولتیں دی ہیں، چنانچہ عید کی نماز میں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے، اگر اس میں غلطی پر سجدہ سہو واجب ہوتا تو بڑی دشواری ہوتی، اس لیے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے آسانی دیدی کہ اگر نماز میں کوئی ایسی صورت پیش آجائے

جس سے سجدہ واجب ہوتا ہو تو وہ معاف ہے، سجدہ سہو نہ کرے، بغیر اس کے نماز پوری ہو جائے گی۔ اور قبول کر لی جائے گی۔ (ملفوظات ابرار:۲۹)

کسی کو ایذا نہ پہنچائیے

ارشاد فرمایا: کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا، مجلس کا وقت تھا سب لوگ بیٹھے تھے یہ شخص سب کو پھاندتے ہوئے حضرت کے پاس آیا، حضرت نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ آپ سے مصافحہ کے لئے آیا ہوں، اس پر حضرت نے فرمایا: کیا مصافحہ کرنا فرض ہے یا واجب ہے، یہ تو سنت ہے اور تم نے اتنے لوگوں کو ایذا دی جو کہ حرام ہے تو ایک سنت پر عمل کرنے کے لئے حرام کام کیا، خبردار! آئندہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ (ملفوظات ابرار:۴۴)

عجیب واقعہ اور عجیب ترین استدلال

خنثیٰ مشکل کے بارے میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسا واقعہ پیش ہوا جس نے اس زمانہ کے تمام علماء کرام کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ ایک شخص نے ایک خنثیٰ سے شادی کی اور مہر میں اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کو ایک لونڈی دی، وہ خنثیٰ اس قسم کا تھا کہ اس کا فرج مردوں اور عورتوں دونوں قسم کا تھا اس شخص نے اپنی بیوی (خنثیٰ) کے ساتھ جماع کیا تو اس سے ایک لڑکا تولد ہوا، اور جب اس خنثیٰ نے اپنی لونڈی کے ساتھ جماع کیا تو اس سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔

یہ بات مشہور ہو گئی اور معاملہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے خنثیٰ مشکل سے سوال کیا تو اس نے بتایا کہ اس کا فرج عورتوں والا بھی ہے ماہواری بھی آتی ہے اور مردوں والا بھی ہے خروج منی بھی ہوتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں غلاموں برق اور قنبر کو بلایا اور انکو حکم دیا کہ وہ خنثیٰ مشکل کی دونوں طرف والی پسلیاں شمار کریں اگر بائیں جانب کی ایک پسلی دائیں جانب سے کم ہو تو پھر اس خنثیٰ مشکل کو مرد سمجھا جائے گا ورنہ عورت وہ اسی طرح ثابت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسکے مرد ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا اور اس کے خاوند اور اس کے درمیان تفریق کر دی۔

اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اکیلا پیدا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر احسان کا ارادہ فرمایا کہ اس کا جوڑ پیدا فرمائے تا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے جوڑے سے سکون حاصل کرے جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی بائیں جانب سے اماں حواؑ کو پیدا فرمایا جب بیدار ہوئے تو انکی بائیں جانب ایک حسین وجمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

تو اس لیے مرد کی بائیں جانب کی ایک پسلی عورت سے کم ہوتی ہے اور عورت کی دونوں جانب کی پسلیاں برابر ہوتی ہیں کل پسلیوں کی تعداد چوبیس (۲۴) ہے، بارہ دائیں جانب اور بارہ بائیں جانب ہوتی ہیں جبکہ مرد کی دائیں جانب بارہ اور بائیں جانب گیارہ ہوتی ہیں، تو مرد کی کل پسلیاں چوبیس کی بجائے تئیس

ہوتی ہیں اس حالت کے اعتبار سے عورت کو "ضلع اعوج" کہا جاتا ہے اور حدیث شریف میں تصریح ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اگر تو اسکو سیدھا کرنا چاہے تو یہ ٹوٹ جائیگی سیدھی نہیں ہوگی اس لیے اس کو اپنی حالت پر چھوڑ کر اس سے نفع اٹھا۔" واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم" (الاشباہ والنظائر: ۲/۵۷۰)

ف: پسلی کا ٹیڑھا ہونا عیب کی بات نہیں بلکہ پسلی کی خوبی ہے۔ (مؤلف)

اپنے کپڑوں کی طرف

بعض فقہاء کے بارے میں مذکور ہے، کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مسئلہ دریافت کیا کہ جب میں نہر میں نہانے کے لئے کپڑے اتار کر نہر میں گھسوں تو اپنا منہ قبلے کی طرف رکھوں یا کسی اور طرف؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ افضل یہ ہے کہ تم اپنا منہ اس طرف رکھو جس طرف تمہارے کپڑے ہیں، تا کہ کوئی چور یہ کپڑے نہ لے جائے۔ (جواہر پارے ولطائف علمیہ: ۱۴۹)

آدھی رات کا سورج

طاہر الزھری کہتے ہیں کہ ایک شخص امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی مجلس میں بہت دیر سے خاموش بیٹھا ہوا تھا، امام صاحب نے اسے کہا کہ تم کیوں نہیں بولتے تو وہ بول پڑا، اور اس نے سوال کیا کہ روزے دار کب افطار کرے گا؟ امام صاحب نے کہا غروب آفتاب کے وقت اس نے کہا اگر سورج آدھی رات تک غروب نہ ہو تو کیا کریگا؟ امام صاحب ہنس پڑے اور فرمایا کہ تیرا خاموش رہنا اچھا تھا اور میرا یہ مطالبہ کرنا کہ تم کچھ کہو غلط تھا۔ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور انکے ناقدین)

ایک نصرانی کا قصہ

ضحاک بن مزاحم نے ایک نصرانی سے کہا تو کیوں مسلمان نہیں ہوتا اس نے کہا شراب کی محبت کی وجہ سے، ضحاک نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا پھر شراب کے بارے میں سوچنا، جب وہ مسلمان ہو گیا تو ضحاک نے اس سے کہا اگر تم نے شراب پی تو ہم تم پر حد جاری کریں گے اور اگر تو مرتد ہو گیا تو تجھے قتل کر دیں گے تو وہ آدمی اسلام پر ثابت قدم رہا۔ (جواہر پارے)

حالت نزع میں تعلیم مسائل

ابراہیم بن الجراح کی روایت ہے کہ "امام ابو یوسف رحمہ اللہ بیمار ہوئے، مرض بڑھ گیا تو میں عیادت کے لئے حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ بیہوشی طاری ہے جب ذرا افاقہ ہوا آنکھ کھولی تو مجھ سے فرمانے لگے: اے ابراہیم! رمی جمار میں افضل صورت کیا ہے؟ آیا رمی جمار پیدل کرنا چاہیے یا سوار ہو کر؟ میں نے جواب دیا "پیدل" امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرمانے لگے "غلط" میں نے عرض کیا "سوار ہو کر" ارشاد ہوا "یہ بھی

غلط ہے" اسکے بعد از خود ارشاد فرمایا جو شخص دعا کے بعد وہاں رکنا چاہتا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ پا پیادہ رمی جمار کرے اور جو نہ رکنا چاہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ سواری پر بیٹھے بیٹھے رمی جمار کرلے اور آگے بڑھ جائے۔"

ذرا دیر ٹھہر کر میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے رخصت ہوا مشکل سے دروازے تک پہنچا ہوں گا کہ کان میں رونے دھونے کی آواز آئی میں فوراً پلٹا معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے ہیں خدا اُن پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ (دفاع امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:۱۶۳)

یہودی کا طنز اور اللہ تعالیٰ کا جلال

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے زمانہ فقر وعسرت اور تنگدستی کا قصہ ہے کہ آپ کے مکان کی گلی میں ایک یہودی نے اپنی دیوار کچھ اس طرح سے بڑھا کر بنائی کہ اس سے عام گلی تنگ ہوگئی، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہودی کے اس ناجائز فعل پر اعتراض کیا تو یہودی نے بطور طعنہ اور طنزاً کہا کہ "جناب! جب آپ کی سواری نکلے گی اور راستہ تنگ ہوگا تو میں دیوار گرادوں گا" خدا تعالیٰ کو اس یہود کا یہ طعنہ اور طنز پسند نہ آیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو منصب قضا اور عدل وانصاف کی بااختیار وزارت کا جاہ وجلال عطا فرمادیا اور جب آپ کی سواری شان وشوکت تزک واحتشام اور جلال کے ساتھ اس گلی سے گذری تو قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہودی کو اسکا وعدہ یاد دلایا جس پر اسے دیوار گرانا پڑی۔ (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات:۸۵/۲)

عدل وانصاف کی عدالت میں شاہ وگدا سب برابر ہیں

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی عدالت میں پیش ہوا، اور اس سلسلہ میں دونوں آپ کے پاس عدالت میں حاضر ہوئے تاہم یہودی کو ایک عام رعیت کی حیثیت ہونے کے پیش نظر احساس کمتری بھی تھا۔ اس لیے وہ خلیفہ سے ذرا پیچھے ہٹ کر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے سامنے بیٹھ گیا مگر قاضی صاحب سے یہ تفاوت بھی نہ برداشت کیا گیا اور کھلی عدالت میں یہودی کو مخاطب کرکے فرمایا: "ذرا آگے اور قریب آکر خلیفہ کے برابر بیٹھ جاؤ، یہ اسلامی عدالت ہے اس میں ایک کو دوسرے پر کوئی تقدم اور تفوق نہیں، عدل وانصاف کی عدالت میں شاہ وگدا سب برابر ہیں۔" (حدائق الحنفیہ، تذکرہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ)

ہارون رشید کے دربار میں زندیق کے قتل کا فیصلہ

قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں نے عثمان ابن حکیم کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک زندیق خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں پیش کیا گیا ہارون رشید نے امام صاحب رحمہ اللہ کو طلب کیا جب وہ تشریف لے آئے تو کہا آپ اس زندیق سے بحث ومناظرہ کیجیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! جلاد کو طلب کیجیے چمڑے کا نطع بچھوایئے پھر اس شخص پر اسلام پیش کیجیے، اگر قبول کر

لے تو بہت اچھا ورنہ گردن اڑا دیجیے۔ یہ اس قابل نہیں کہ اس سے مناظرہ کیا جائے یہ تو اسلام قبول کر کے اس سے منحرف ہو چکا ہے۔ (مناقب موفق: ۲۹۷،۱ تاریخ بغداد)

امام کسائی کا نحوی اعتراض اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا فقہی جواب

ایک دفعہ ہارون رشید کے زیر نگرانی امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام کسائی کے درمیان خوب مناظرہ ہوا جو نحوی انداز کا تھا سب سے پہلے خود خلیفہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر چند سوالات کیے پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے جواب پر امام کسائی نے نحوی اصول کے تحت جرح کی۔

سوال نمبر ۱: ہارون رشید! انــت طــالـق. تین بار کہنے سے کتنی طلاقیں واقع ہوئیں؟ شریعت کے مطابق اس کا واضح جواب دیجیے۔

جواب: امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس کلام سے ایک طلاق واقع ہوئی؟

سوال نمبر ۲: ''انــت طــالـق، او طــالق، او طــالق'' سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟ اس کا جواب رحمت فرمائیں۔

جواب: اس صورت میں بھی ایک طلاق ہوگی۔

سوال نمبر ۳: '' انت طالق ثم طالق ثم طالق'' سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

جواب: اس صورت میں بھی ایک طلاق واقع ہوگی۔

سوال نمبر ۴: ''انت طالق و طالق و طالق'' سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

جواب: ان الفاظ سے بھی ایک طلاق واقع ہوگی۔

تنقید کسائی رحمہ اللہ: جب امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ان چاروں سوالوں کا جواب دے دیا تو امام کسائی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امیر المومنین! امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے دو جواب ٹھیک ہیں اور دو غلط ہیں یعنی (صورت اول) ٹھیک ہے اس لیے کہ ''انت طالق'' سے ایک طلاق ہوئی۔ طالق طالق بطور تاکید کہا اس کی صحت میں شک نہیں۔

(صورت دوم) کا جواب بھی درست ہے اس لیے کہ ''انت طالق '' سے بصیغہ یقین ایک طلاق ہوگی اس کے بعد او طالق او طالق میں شک کی وجہ سے کوئی طلاق نہیں پڑے گی۔

(صورت سوم) کا جواب غلط ہے کہ '' انــت طالق ثم طالق ثم طالق'' میں بجائے ایک کے تین طلاقیں واقع ہوں گی اس عبارت میں لفظ ثم سے بالترتیب طلاق دی گئی ہے۔

(صورت چہارم) کا جواب بھی ٹھیک نہیں، اس لیے کہ '' انــت طــالـق و طــالـق و طالق'' میں بھی بجائے ایک کے تین طلاقیں ہوں گی اس صورت میں واو عاطفہ ترتیب پر دلالت کرتی ہے یہ اصول نحو سے غلط ہے۔

جواب اور اس کا حل: امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایسی غلطی کا صادر ہونا نہایت تعجب خیز امر ہے۔

دراصل حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ عباسی نے طلاق غیر مدخولہ کے متعلق سوال کیا تھا اس قسم کے سوال کے مطابق چار صورتوں میں صرف ایک طلاق بائن پڑے گی، کیوں کہ فقہاء نے مدخولہ اور غیر مدخولہ کی خوب وضاحت کی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ صورت اول وثانی میں تو بحث نہیں، صورت ثالث وصورت رابع میں جب غیر مدخولہ کو ایک طلاق پڑ گئی تو محل طلاق نہ رہا لہٰذا تمام صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی۔ یہ تاویل بے جا نہیں، ظاہر ہے کہ علامہ کسائی رحمۃ اللہ علیہ اصول نحو کے عالم تو تھے مگر فقہ سے نا آشنا، پھر غلطیوں کا علاقہ ہے، ہر فریق کر سکتا ہے جیسا کہ علامہ کسائی رحمۃ اللہ علیہ اپنی غلطی کا اعتراف خود کرتے ہیں کیونکہ اپنی غلطی ماننا عیب نہیں۔ (تاریخ علم النحو: ۴۲)

باجماعت نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کیا سے کیا ہو گیا؟

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کے ایک چہیتے وزیر کو مردود الشہادۃ قرار پایا یعنی کسی مقدمہ میں وزیر نے قاضی ابو یوسف کی عدالت میں گواہی دی تھی خلیفہ کے بعد جو سب سے بڑا وزیر تھا قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت میں اسے سنایا جا رہا ہے کہ تمہاری شہادت قابل قبول نہیں قرار دی جا سکتی وزیر نے اسے اپنی سبکی اور توہین خیال کرتے ہوئے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے سیدھا خلیفہ کے دربار میں پہنچا اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اس برتاؤ کی خلیفہ سے شکایت کردی وزیر کی اس شکایت پر ہارون رشید نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر دریافت کیا کہ اس بے چارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادت قرار دیا؟

روایتیں مختلف ہیں مثلاً:

(الف) بعض کہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں تو خلیفہ کا عبد، بندہ یا غلام ہوں۔ اس زمانہ کے خوشامدی امیروں میں کچھ یہ دستور چل پڑا تھا کہ اپنے آپ کو خلیفہ کا عبد اور غلام کہتے تھے۔ درحقیقت یہ لوگ خلیفہ کے نہیں درہم اور دینار کے بندے تھے۔ ایسا کہنے والے تمام امراء کو قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے مردود الشہادۃ قرار دے دیا تھا۔

(ب) اور بعض روایتوں میں ہے کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وزیر مذکور پر جرح کی کہ یہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اور میں ایسے آدمی کی شہادت قبول نہیں کر سکتا۔

خلیفہ ہارون رشید خاموش رہا اور حنفی قاضی کی عظمت اور عوامی دباؤ کے پیش نظر اسے حکومت کے وقار کا مسئلہ نہ بنا سکا۔ بعض دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بالآخر اس وزیر نے اپنی ڈیوڑھی میں مسجد بنائی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پابند ہو گیا۔ (دفاع امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۶۵)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جواب نصف سلطنت کے برابر ہے

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی ذہین اور حاضر جواب تھے۔ جب بھی کوئی مسئلہ یا اہم بات سامنے

آتی تو اس کو فوراً حل فرماتے اور سلجھا ہوا جواب دیتے، ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے ظہر یا عصر کے وقت انہوں نے نماز کی امامت کی، چونکہ یہ مسافر تھے اس لیے نماز کا قصر کیا یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر نمازیوں سے کہا کہ اپنی نماز پوری کرلو میں مسافر ہوں۔ تو اہل مکہ میں سے ایک شخص نے نماز ہی میں کہا: ''ہم لوگ یہ مسئلہ تم سے اور جس نے تم کو سکھلایا ہے اس سے بہتر جانتے ہیں'' امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''یہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم کو یہ مسئلہ معلوم ہوتا تو نماز میں بات چیت نہ شروع کر دیتے اس جواب پر ہارون رشید بہت خوش ہوا، اور اس نے کہا کہ اگر نصف سلطنت کے بدلے مجھے یہ جواب مل جاتا تو بھی میں پسند کرتا۔ (حسن التقاضی: ۱۷، ومناقب کردری تذکرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی کام آئی

خلیفہ ہارون رشید اور ملکہ زبیدہ کے درمیان کسی بات پر نزاع ہو گیا۔ بات بڑھ گئی اور ملکہ نے شاہی مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی جس پر خلیفہ بگڑ گیا اور جذباتی طور پر بیوی سے یہ کہہ دیا ''اگر آج ہی تو میری مملکت سے نہ نکل جائے تو تجھ پر طلاق ہے'' جب غصہ کافور ہوا، حواس ٹھکانے لگے تو دونوں نادم ہوئے مگر اس کا اب کیا تدارک ہو، بڑے سٹپٹائے بالآخر قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دانائی کام آئی۔ انہوں نے فرمایا کہ: خلیفہ کی حکومت شرقاً غرباً پھیلی ہوئی ہے اس سے باہر جانا تو ممکن نہیں، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ملکہ زبیدہ خانۂ خدا (مسجد) میں چلی جائے کہ وہ (خلیفہ کی) سلطنت میں نہیں آتا۔''

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تدبیر پر عمل کیا گیا، الجھا ہوا مسئلہ سلجھا گیا۔ اس جواب سے خلیفہ اور ملکہ دونوں نہال ہو گئے اور قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بیش بہا تحائف سے مالا مال کیا گیا۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح اور حالت زندگی اور طرز سیاست وانقلاب کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکھر کر سامنے آتا ہے کہ ان کا رویہ اور اصول عام علماء سے مختلف مگر معتدل تھا۔ عام طور پر سلاطین وخلفاء کے دربار میں علماء کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ بس ان کی ہاں میں ہاں ملائے چلے جاتے ہیں یا ''اعلاء کلمۃ الحق'' اس زور وشور سے کرتے ہیں کہ اصلاح کا امکان ہی باقی نہیں رہتا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بین بین کا راستہ اختیار کیا انہوں نے خلفاء کی مجالست کی اور انہیں راہ ثواب پر بڑی حد تک گامزن رکھا۔ (علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات ۲/۹۴)

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان ایک دلچسپ مباحثہ

ایک مرتبہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ربیعۃ الرائے کے درمیان مشترک غلام کا مسئلہ زیر بحث آیا، قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا ''آپ اس غلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو بیک وقت دو آدمیوں کا غلام ہو اور ان دو میں سے ایک نے اسے آزاد کر دیا ہو'' ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ایسے غلام کا عتق (یعنی آزادی) جائز نہیں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کیوں جائز نہیں آخر اس کی کیا وجہ

ہے؟ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس لیے کہ اس میں ضرر کا پہلو ہے اور حدیث میں آیا ہے۔ "لاضرر و لاضرار" ایک آقا کے آزاد کر دینے سے دوسرے کو ضرر کا اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے۔

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پھر دریافت کیا کہ جی! اگر دوسرا مالک بھی اسے آزاد کر دے تو پھر آپ کیا فرماتے ہیں؟ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ عتق جائز ہے اور غلام آزاد ہو جائے گا، تب ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے احترام سے عرض کیا، حضرت! آپ ہی کے اصول کے پیش نظر میں آپ کی بات نہیں مان سکتا وجہ یہ ہے کہ آپ کے ارشاد کے مطابق جب غلام دو آقاؤں کے درمیان مشترک ہے اور پہلے آقا کی آزادی بے اثر ہے اور غلامی بدستور قائم ہے تو دوسرے مالک کے آزاد کرنے کے بعد وہ کس طرح آزاد ہو جائے گا جبکہ ابھی تک وہ بدستور غلام ہے۔ ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ (حسن التقاضی:۱۶)

عیسائی باپ اور مسلمان بیٹا

بشیر بن ولید کندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز انہوں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت! میرا والد عیسائی ہے اور بہت لاغر بوڑھا اور کمزور، اکثر ایسا ہوتا ہے اسے کہیں آتے جاتے دیکھتا ہوں اور راستے میں آمنا سامنا ہو جائے تو کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر سہارا دیا کروں؟ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! جب کلیسا سے واپس آرہا ہو لیکن جب جا رہا ہو تب نہیں۔ (حسن التقاضی:۵۴)

اعتراف سرقہ کے باوجود چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوتے تھے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں آپکی ذہانت وفقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کولایا گیا اس چور نے اخذ مال کا اعتراف کیا تو سارے علماء نے کہا کہ اب چوری کی وجہ سے اسکا ہاتھ کاٹنا لازمی ہو گیا، ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نہیں ہاتھ کاٹنا لازم نہیں، تمام علماء حیران ہو گئے کہ چور کے اعتراف سرقہ کے باوجود ہاتھ کاٹنا کیوں لازم نہیں ہے لہذا چور سے دوبارہ استفسار کرنا چاہئے چنانچہ علماء نے اس شخص سے دوسری مرتبہ دریافت فرمایا کہ "هل سرقت؟" کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے جواب میں کہا "نعم!" ہاں میں نے چوری کی ہے، علماء نے کہا اب تو ہاتھ کاٹنا واجب ہے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اب بھی مصر تھے کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علماء نے حیرت کے ساتھ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ: "اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر" کا تھا اور وہ موجب ضمان مالی ہے لہذا اس شخص کے ذمہ مال واجب ہو گیا، اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطع ید اور ضمان مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقع پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں لہذا اس شخص پر ضمان مالی واجب

ہے نیز یہ کہ قطع ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی تسلیم کرلی۔
(اشارا لتکمیل :۱/ ۳۲)

کشتی خریدلو طلاق واقع نہیں ہوگی

علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس آیا اور اس نے کہا "میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں ایک جاریہ (باندی) نہ خریدوں تو میری بیوی پر طلاق مگر اب میں سوچتا ہوں کہ ایسا کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے کیونکہ میں اپنی بیوی سے بہت محبت اور الفت کرتا ہوں اور میری نظر میں اس کی بڑی وقعت اور عظمت ہے۔" یہ سنکر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: "تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ایک کشتی خریدلو وہ بھی تو "جاریہ" ہی ہے۔ (حسن التقاضی: ۴۵ بحوالہ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات: ۲/ ۱۰۲)

اہلِ بدعت اور دروغ گوئی کا جواب

ایک دفعہ دشمنوں، حاسدوں اور مخالفین نے مشہور کردیا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ خود "الــقــرآن مــخــلــوق" (یعنی قرآن مخلوق ہے) کے قائل ہیں چنانچہ امام صاحب رحمہ اللہ کے خاص تعلق والے تلامذہ یا معتقدین و مخلصین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا حضرت! آپ ہمیں تو ایسے عقیدہ اور اقوال سے روکتے ہیں مگر خود دوسروں کو اسی کی تعلیم دیتے ہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو حیرت ہوئی تو انہوں نے سارا قصہ ذکر کیا اور بتایا کہ باہر اس کی اسی طرح کی شہرت ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگ بھی بڑے سادہ لوح ہیں کہ حاسد لوگوں اور مخالفین کی باتوں میں آگئے وہ پاگل دیوانے تو خدا پر بھی جھوٹ بولتے ہیں (کہ قرآن کو خدا کی مخلوق بتاتے ہیں) تو مجھ پر جھوٹ لگانا ان کے لئے کیا مشکل ہے؟ پھر ارشاد فرمایا کہ اہل بدعت کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے دل کی باتیں دوسروں پر رکھ کر چلاتے ہیں حالانکہ وہ لوگ انکے جھوٹ سے بری ہوتے ہیں۔ (مقدمہ انوار الباری: ۸/ ۱۷)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے علم فقہ سے تعلق کی ایک مثال

حسن بن ابی مالک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا "میں بیمار پڑا، اور اس بیماری نے میرے حافظہ پہ چھاپا مارا، بیماری کی شدت کی وجہ سے جو کچھ بھی یاد تھا سب بھول گیا سوائے علم فقہ کے۔" سوال کیا گیا، حضرت! یہ کیونکر؟ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا علم فقہ کے سوا جو دوسرے علوم میرے پاس تھے انکی بنیاد صرف قوت حافظہ پر تھی اور وہ شدت مرض کی وجہ سے جواب دے گئی تو وہ علوم بھی جاتے رہے اور علم فقہ تو میرا جانا پہچانا علم تھا۔ ابتدائے شعور سے آج تک اس کے ساتھ تلبس رہا، علم فقہ میں میری مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کئی سال تک اپنے وطن سے غیر حاضر رہے، پھر اس کے بعد آئے تو کیا وہ اپنے گھر کا راستہ بھول جائے؟ بلکہ قدم خود بخود اس طرف بڑھیں گے۔ (حسن التقاضی: ۵۴)

محدث اعمش رحمہ اللہ اور فقیہ ابو یوسف رحمہ اللہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مشہور محدث حضرت اعمش رحمہ اللہ (جو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے استاد بھی ہیں) نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا جواب سن کر محدث اعمش رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کہا تم نے اس مسئلے کا یہ حل کہاں سے ڈھونڈا ہے اور تمہارے اس جواب کی بنیاد کیا ہے؟ ابو یوسف رحمہ اللہ نے عرض کیا، حضرت! فلاں حدیث جو آپ نے ہم سے بیان کی تھی اس سے مسئلے کا یہ جواب میں نے اخذ کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا، محدث اعمش رحمہ اللہ مسکرائے اور فرمانے لگے اے ابو یوسف رحمہ اللہ یہ حدیث تو مجھے اس وقت سے یاد ہے جب تمہارے باپ کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کی جو تاویل تم نے اس وقت بیان کی وہ آج معلوم ہوئی جو بالکل صحیح ہے۔ اس طرف تو کبھی ہمارا ذہن منتقل ہی نہیں ہوا تھا۔ (تاریخ بغداد وحسن التقاضی:۲۴)

نکاح نہ کرنے پر وعید وتہدید

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ "عاشق رسول" کے سامنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم، عکاف صحابی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں:

"کیا تمہارے پاس بیوی بھی ہے؟" عکاف نے کہا: جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر بیوی نہیں تو کوئی کنیز اور لونڈی (یعنی شرعی حرم) بھی ہے؟، عکاف نے کہا کہ وہ بھی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فارغ البال صاحب فراخی نہیں ہو؟ عکاف نے کہا کہ جی میں دنیا کی جانب سے مطمئن اور خوش ہوں۔ (یعنی مالدار ہوں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو، اگر تم نصرانی ہوتے تو ان کے راہبوں میں شمار کیے جاتے، نکاح میرے طریقہ میں داخل ہے۔ تم میں سب سے زیادہ بد وہ لوگ ہیں جو مجرد اور کنوارے ہیں، سب سے ذلیل ترین کمینے وہ مرد ہیں جو بحالت تجرد زندگی گزار کر مر جاتے ہیں۔ کیا تم لوگ شیطان کا تختہ مشق بننا چاہتے ہو؟ شیطان کا وہ ہتھیار جو اچھے لوگوں میں بہ آسانی اتر جاتا ہے، صرف عورت ہے۔ ہاں! جنہوں نے شادیاں کیں، وہ لوگ پاک دل والے ہیں۔ سیاہ اعمال سے دور اور کنارہ پر ہیں۔

عکاف! تجھ پر افسوس ہے۔ یہی عورتیں تھیں جنہوں نے ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، کرسف کو [illegible] کیا" بشر بن عطیہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کرسف کون شخص ہے، [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کسی گزشتہ زمانہ میں اس نام کا ایک عابد تھا جو کسی دریا کے کنارے بیٹھ کر تین سو [illegible] عبادت میں مصروف رہا، وہ دن بھر روزے رکھتا تھا اور رات بھر نمازیں پڑھتا۔

[illegible] ایک دن کسی عورت کے عشق میں مبتلا ہوا، اور ساری ریاضتوں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے دیوانہ ہو گیا۔ بہر حال اخیر میں اس کی حالت درست ہوئی"۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر متوجہ ہوا، خدا تعالیٰ نے اس کے قصور سے درگزر کیا۔

اس کے بعد سرورکائنات ﷺ عکاف کی طرف پھر متوجہ ہوئے اور سمجھانا شروع کیا عکاف تجھ پر افسوس! نکاح کرا ورنہ تو ہمیشہ مذبذب رہے گا، یعنی طمانیت وسکینت تجھے حاصل نہیں ہوسکتی'' عکاف نے اس کے بعد درخواست کی کہ حضور ﷺ! تو آپ ہی میرا عقد جس سے چاہیں کردیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''کریمہ بنت کلثوم حمیری سے میں نے تیرا نکاح کردیا''۔

اس حدیث سے نکاح کا مسئلہ جس قدر اہم ہوجاتا ہے اسے کون نہیں سمجھتا اور شادی کے بعد دنیاوی الجھنوں کا جو طوفان امنڈتا ہے آج اس سے کون واقف نہیں مگر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان نبوی علوم نے اسی طرح عاجز ولاچار بنا دیا تھا کہ انہوں نے یہ بھی کیا اور وہ بھی کیا، غایت احتیاط کے ساتھ نباہ کرکے ایک عجیب وغریب قوت عملیہ کا ثبوت انہوں نے پیش فرمایا۔'' (سوانح ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ: ۱۳۵)

عالم کا سونا عبادت کیوں؟

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے فرمایا: وہ عالم دین جس کا اوڑھنا بچھونا دین ہے اور ہمہ وقت دینی خدمت میں مصروف رہتا ہے، اللہ کے نزدیک اس کا بڑا اونچا مقام ہے ایسے عالم کا دیکھنا بھی عبادت ہے اور اس کا سونا بھی عبادت، عالم کے سونے پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا جسے میں نے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا واقعہ یہ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا حضرت! حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا سونا بھی عبادت ہے مگر اس کا عبادت ہونا سمجھ میں نہیں آتا؟

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک بڑھئی ایک شخص کا دروازہ بناتا ہے اسے اپنے کام کے دوران میں بعض اوزاروں کو پتھر پر گھسنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے تاکہ اوزار کے تیز ہوجانے کے بعد اس سے صحت اور تیزی کیساتھ کام لے اب یہ بتایئے کہ بڑھئی جب اوزار کو تیز کر رہا ہوتا ہے اس وقت دروازہ تو وہ نہیں بناتا ہے لیکن اس کو اس وقت کی مزدوری ملے گی یا نہیں؟ پوچھنے والے نے جواب دیا، ہاں ضرور ملے گی پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب ایک بڑھئی کو اوزار تیز کرنے کے وقت کی مزدوری ملے گی اور یہ وقت مزدوری ہی میں شمار ہوگا، منہا نہ کیا جائے گا اس بنیاد پر کہ اوزار کو تیز اس لیے کیا جارہا ہے کہ آئندہ اس سے کام لے گا، تو سوچئے کہ ایک عالم بھی تو اسی لیے سوتا ہے کہ سونے کے بعد اس کی تھکن اور اضمحلال دور ہو، اور نشاط، مستعدی اور چاق وچوبندی کیساتھ دین کی خدمت کرسکے اس صورت میں اس کا سونا کیوں نہ عبادت قرار پائے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی مزدوری کیوں کاٹی جائے جبکہ اللہ کے بندے کے یہاں ایک بڑھئی کی مذکورہ بالا صورت میں مزدوری نہیں کٹتی ہے یہ تقریر بھی احقر نے اپنے مرشد پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنی تھی۔'' (باتیں انکی یاد رہیں گی ۱۱۳)

برجستہ جواب

جو لوگ علماء اور دینداروں کو انکی وضع قطع پر طعنہ دیتے ہیں، اس سلسلے میں ایک لطیفہ بیان فرمایا: کہ

پاکستان میں ناظم آباد روڈ پر ایک موٹے آدمی، دو ڈھائی من کے دوڑ رہے تھے اور انکی داڑھی بھی خوب تھی ماشاء اللہ ایک مشت شرعی داڑھی، ایک مسٹر جا رہے تھے اس نے دیکھ کر کہا مولانا اتنی بڑی داڑھی رکھ کر دوڑ رہے ہیں، کہنے لگے بھائی! ہمارا جسم ڈھائی من کا ہے ڈھائی من کا جسم لے کر جب میں دوڑ سکتا ہوں تو اگر ایک چھٹانک کی داڑھی میرے ساتھ دوڑ رہی ہے تو آپ کو کیوں تعجب ہے؟ عجیب بات ہے یعنی داڑھی والا، اپنی صحت نہ بنائے، صبح نہ دوڑے، ورزش نہ کرے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دو میل روزانہ ٹہلتے تھے اسی دوران پانچ پارے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ: ۱۱۷)

شاہی جنگل

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب نے فرمایا: جہاں قبر میں ہماری نعش اتری، پھر اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت پر حساب وفیصلہ ہوگا، نبی والی صورت لیکر آئے ہو یا اہل مغرب اور یورپ والوں کی شکل، اگر نبی والی شکل نہ ہوگی تو پوچھا جائے گا تم نے نبی والی کیوں نہ بنائی؟ کیا ہمیں کافروں، یہودیوں اور عیسائیوں والی شکل اچھی معلوم ہوتی تھی؟ کیا تم کو اتنی بھی خبر نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی رکھتے تھے اور سارے انبیاء رکھتے تھے؟ اس کو تم جنگل کہتے تھے کہ یہ جنگل کون لگائے چہرے پر؟ بھائی یہ شاہی باغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغ ہے تم اس کو جنگل کہتے تھے اس پر استرا پھیرنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ کو تراشنا اور مٹانا ہے۔ اور ایک مشت، یہ سرکاری حد ہے اس سے ذرا بھی کم کرنا جرم ہے کہ یہ پلاٹ ہے جیسے مکان کا پلاٹ متعین ہوتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پلاٹ کی حد بندی کر دی ہے، جمعرات کے دن ہفتہ میں ایک دن جو حصہ بڑھ جاتا تھا اس کو کاٹتے تھے اور اسی طرح پکڑ لیتے تھے کہ آگے نہ کٹ جائے، سید الانبیاء نے حد بندی کر دی ہے، حد بندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہوئی ہے اب اگر آگے کاٹتے ہو، تو سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک کاٹ رہے ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ گستاخی کر رہے ہو، میرے بھائی! مرنے سے پہلے پہلے اپنی حالت کو درست کرلو۔ (باتیں انکی یاد رہیں گی: ۱۲۱)

مکھی کا ڈبونا

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بخاری شریف وغیرہ میں حدیث ہے کہ مکھی کسی چیز میں گرے تو اس کو ڈبو دو، تاکہ اسکی سمیت (زہریلے اثرات) جاتی رہے کیونکہ اسکے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں تریاق ہے اور وہ پہلے زہر والا پر ڈالتی ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حیوۃ الحیوان میں لکھا کہ مکھی بائیں پر کو ڈبوتی ہے (اپنا تجربہ نقل کیا ہے) میرے نزدیک گرم میں نہ ڈبونے، مسئلہ یہی ہے اگرچہ عمل نہیں ہے اور یہ بھی کہ اگر نجاست پر سے اٹھ کر آئی ہو تو اس وقت بھی یہ حکم نہ ہوگا۔ (ملفوظات محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ: ۲۴۲)

تارک صلوۃ کا حکم

ایک وکیل قادیانی نے حضرت کشمیری رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ نماز چھوڑنے والے کے لئے فقہاء کے ہاں کیا حکم ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تین فقہاء اسکو فاسق قرار دیتے ہیں اور ایک امام کافر گویا اسکا اشارہ اس طرف تھا کہ حدیث میں تو "فقد کفر" آیا ہے حضرت نے کہا کہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ خدا چاہے تو بخشدے جس سے معلوم ہوا کہ کفر نہیں ہے۔ (حوالہ بالا: ۷۰)

مسائل میں غلطیوں کے ذمہ دار؟

فرمایا: جن مسائل کی غلطی دقیق ہے اس میں عوام الناس تو معذور ہوں گے انکو کچھ گناہ نہ ہوگا، اہل فتویٰ کی گردن نپے گی یہی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ "من افتی بغیر علم فانما اثمه علی من افتاه" اس حصر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو کچھ گناہ نہ ہوگا۔ (تحریۃ العلماء: ۲/ ۱۷۴)

چند مفید نمونے

۱) فرمایا: ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اب اس نے بیس دن کے بعد اپنی سالی سے نکاح کر لیا ہے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور شامی میں مردوں کے واسطے بیس عدتیں لکھی ہیں اسکا کیا مطلب ہے؟

میں نے لکھا ہے کہ نکاح تو ہوگیا اور شامی میں جو لکھا ہے خود دیکھ لو مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو۔

۲) فرمایا: لوگوں کے دماغ خراب ہوگئے ہیں ایک صاحب نے کچھ مسائل دریافت کیے ہیں، لکھا ہے کہ انکا جواب حدیث سے تحریر فرمایا جائے، میں نے کہہ دیا ہے کہ فقہ میں تو اس کا جواب یاد ہے اور حدیث سے اس کا جواب یاد نہیں اسلیے معذور ہوں۔

۳) ایک شخص نے خط میں سوال کیا کہ بیس رکعت تراویح کا کیا ثبوت ہے؟ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں؟ یہ جواب لکھنے کے بعد فرمایا: کہ اگر اس شخص نے یہ جواب لکھا کہ "مجتہدین پر اعتبار نہیں" تو یہ جواب لکھوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کر لیا جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے حضرات پر اعتماد نہیں کیا۔

۴) فرمایا: ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میں نے عورت کو لفظ طلاق نہیں کہا بلکہ "تلاک" کہا فرمایا کہ نکاح کے وقت بھی تو نکاح نہ کہا تھا "نکاہ" کہا تھا اگر اس سے نکاح نہ ہوا تھا تو عورت کو نکاح نہ ہونے کے سبب جدا ہونا چاہیے۔

۵) ایک شخص کا خط آیا ہے انہوں نے قنوت نازلہ کے بارہ میں دریافت کیا ہے کہ آج کل یہ نماز میں پڑھنی چاہیے یا نہیں اور اگر پڑھیں تو ہاتھ چھوڑ کر یا ہاتھ باندھ کر، اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائیں یا نہیں؟

میں نے اس کے جواب میں لکھا ہے بھلا ایسا جواب کیوں کسی کو پسند آنے لگا مگر اسکی حقیقت تو میں جانتا ہوں یہ شخص ایک کم قوم کا ہے باہر جا کر اپنے کو سید ظاہر کیا، نام بھی بدل دیا۔

میں نے جواب دیا کہ آپ نے قنوت نازلہ میں تو استفتاء کیا جو چنداں ضروری نہیں اور رذائل نفس کے متعلق کچھ نہ پوچھا جو نہایت ضروری ہے، اب یہ بات کہ جواب کا سوال سے کیا تعلق ہے تو اس کا ثبوت کلام اللہ میں موجود ہے:

﴿ویسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس﴾

سوال تو کرے چاند کے گھٹنے بڑھنے کی علت سے اور جواب ملا ہے اسکی حکمت وفائدہ کا، مطلب یہ ہے کہ علت سے سوال مت کرو فائدہ دیکھو جو جوڑ یہاں ہے وہی میرے جواب میں، حاصل یہ کہ ضرورت سے سوال کرو۔

۶) فرمایا ایک خط آیا ہے پوچھتے ہیں کہ تصویر کا رکھنا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟ میں نے جواب لکھا کہ کپڑوں کے بکس میں کبھی آگ رکھتے ہوئے بھی یہ تحقیق کی ہے کہ چھوٹی چنگاری ہے یا بڑا انگارہ۔

۷) ایک شخص نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ سحری کا وقت کب تک رہتا ہے فرمایا: جواب لکھا ہے کہ سحری کا اور افطار کا وقت ہر روز کا جدا جدا ہے۔ جس دن کا دریافت کرنا ہو، اس دن کا غروب لکھو پھر میں جواب لکھوں گا۔

۸) میں عید کا مصافحہ ابتداء تو نہیں کرتا لیکن دوسرے کی درخواست پر کر بھی لیتا ہوں، (یعنی اگر دوسرا کرتا ہے تو کر لیتا ہوں) مگر مولانا گنگوہی نہیں کرتے تھے کیونکہ بدعت ہے اور میں مغلوب ہو جاتا ہوں۔

۹) فرمایا: ایک موضع میں ایک میاں جی نے مجھ سے ترک جمعہ کے فتوے کے بارے میں یہ کہا کہ تم یوں کہہ دو کہ اگر جمعہ ترک کرنے پر عذاب ہو تو ہمارے ذمہ ہے پھر ہم جمعہ چھوڑ دیں گے میں نے کہا کہ تم یوں کہہ دو اگر پڑھنے پر عذاب ہوا تو میرے ذمہ پھر ہم اجازت دیدیں گے، پھر میں نے کہا بھلا مانس! جب کسی مولوی نے فتویٰ دیدیا تو وہ خود ذمہ دار ہو گیا، زبان سے ذمہ دار بنے یا نہ بنے۔

۱۰) ایک شخص نے کارڈ میں ایک طویل مسئلہ پوچھا ہے اور دفع دخل کے لئے لکھتے ہیں کہ یہ تکلیف کی بات تو ہے مگر رنجیدہ نہ ہونا۔

میں نے لکھدیا ہے کہ ایسے جواب کے واسطے لفافہ آنا چاہیے اور یہ نصیحت کی بات سے رنجیدہ نہ ہونا۔

۱۱) (رضاعت کے رشتہ کا) نکاح کے بعد پتہ چلا علماء سے استفتاء کیا سب نے حرام بتلایا مجھ سے کہا گیا کہ اجی اس میں تو بدنامی ہوگی، میں نے کہا وراس میں بدنامی نہ ہوگی کہ بہن بھائی ایک جگہ جمع ہیں اس نے کہا وہ دودھ تو رہا بھی نہ تھا ویسے ہی نکل گیا تھا۔

میں نے کہا دودھ ہی نکل گیا تھا، حرمت نہیں نکلی وہ تو اس کے پیٹ میں بیٹھ گئی۔ (تحفۃ العلماء)

عیسیٰ بن مریم کی دیت (خون بہا)

عیسیٰ بن عمر نے بیان کیا کہ اک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنادیا گیا اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کیا اور کہا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے انکو قتل

کر کے سولی پر لٹکا دیا یہ سن کر اس نے کہا پھر یہ تو ضروری بات ہے کہ تم نے اسکی دیت (خون بہا) ادا کی ہوگی؟ ان لوگوں نے جواب دیا ''نہیں'' اعرابی نے کہا تو واللہ! تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک اسکی دیت نہ دے دو تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کر لی جانے نہ دیا۔ (لطائف علمیہ ۱۵۹)

شفیق بن ثور کا فیصلہ

عاصم احول سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دے دو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو، میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اسکو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی پھر میں نے اسکو طلاق دی تھی انہوں نے کہا کہ ہاں، پھر اس نے کہا کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اسکو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا اس نے کہا پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں اور یہی میں نے کہا تھا انہوں نے کہا کہ ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں ہو رہی تھی یہ تنازعہ شفیق بن ثور کے سامنے لایا گیا جو عثمان کے پاس جا رہے تھے جب شفیق واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صورت کے بارے میں عثمان سے سوال کیا تھا انہوں نے اس کی نیت کو قابلِ اعتبار مانا ہے۔ (لطائف علمیہ: ۱۶۹)

دو بیویوں میں انصاف کا عجیب قصہ

حضرت یحیٰی بن سعید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں ان میں سے جس کی باری کا دن ہوتا اس دن دوسری کے گھر سے وضو نہ کرتے پھر دونوں بیویاں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام گئیں اور وہاں دونوں اکٹھی بیمار ہوئیں اور اللہ کی شان دونوں کا ایک ہی دن میں انتقال ہوا ،لوگ اس دن بہت مشغول تھے اسلئے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے دونوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو قبر میں پہلے رکھا جائے۔

حضرت یحیٰی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں جب ایک پاس ہوتے تو دوسری کے ہاں سے پانی بھی نہ پیتے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۷۶۹/۲)

خطوط میں ''بسم اللہ'' لکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ ''بسم اللہ'' یا ''اللہ تعالیٰ'' کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کی بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز میں ''بسم اللہ'' یا ''اللہ تعالیٰ'' کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے

ادبی کے گناہ کا شریک ہوجائے گا۔

آج کل عموماً ایک دوسرے کو جو خط لکھے جاتے ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں اسلیئے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لئے زبان سے ''بسم اللہ'' کہے تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن: ۵۶۷/۶)

ف: ہمارے ہاں جو ۷۸۶ لکھنے کا رواج ہے، اس سے سنت ادانہیں ہوتی، البتہ جب کوئی شخص زبان سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھ کر خط لکھنا شروع کرے تو اس وقت سنت ادا ہو جائے گی چاہے ۷۸۶ لکھے یا کچھ بھی نہ لکھے۔ (مؤلف)

ایک عالمی آفت کا شرعی حکم

ٹی وی پر میچ دیکھنا جائز نہیں، اس میں کئی گناہ اور خرابیاں ہیں پہلا گناہ کھیلنے والوں کی تصاویر قصداً دیکھنے کا ہے، جس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (جواہر الفقہ: ۳۳۹/۲) پر لکھا ہے اور ٹی وی میں بے شمار لوگوں کی تصاویر ہوتی ہیں اسلیے ہر تصویر کو دیکھنے کا الگ الگ گناہ ہوگا۔

دوسرا گناہ کھیل دیکھنے کے دوران وقتاً فوقتاً ان عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا ہے جو کھیل دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم میں ہوتی ہیں۔

تیسرا گناہ ٹی وی خریدنے اور گھر میں رکھنے کا ہے اگر چہ اسکو استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ (فتاویٰ رحیمیہ ۲۹۸/۶) میں لکھا ہوا ہے اگر کوئی شخص گانے بجانے کے آلات اور غفلت میں ڈالنے والے سامان اپنے گھر میں رکھے تو یہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور گناہ ہے اگر چہ وہ انکو استعمال نہ کرے اس لئے کہ ایسے آلات کو رکھنا عام طور پر دل لگی کے لئے ہوتا ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ: ۳۳۸)

چوتھا گناہ جماعت کی نماز چھوڑنے کا ہے جیسا کہ عام طور پر اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

پانچویں خرابی اپنے قیمتی وقت کو برباد کرنا ہوتا ہے۔

چھٹی خرابی لایعنی (بے فائدہ کام) میں اپنے کو مشغول رکھنا ہے جب کہ حدیث میں اسلام کی خوبی یہ بتلائی گئی ہے کہ بے کار کاموں کو چھوڑ دے۔

ساتویں خرابی یہ ہیکہ اس سے دین و دنیا کے ضروری کاموں سے غفلت پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

آٹھویں خرابی یہ ہے کہ اس سے ٹی وی سے انسیت پیدا ہوجاتی ہے پھر اس کے بعد بہت سے گناہ اور خرابیاں وجود میں آتی ہیں۔

نویں خرابی یہ ہے کہ اس سے روزی کی برکت ختم ہوجاتی ہے کیونکہ ہر گناہ کا یہی اثر ہے۔

دسویں خرابی یہ ہے کہ ٹی وی کے پروگراموں سے دلچسپی رکھنے والا بھلائی کے کاموں سے محروم رہتا ہے۔

کومینٹری سے دلچسپی رکھنے کی خرابیاں اور گناہ

پہلا گناہ جماعت کی نماز چھوڑنے کا ہے۔

دوسری خرابی لغو (بے کار کام) میں مشغول ہونا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کامیابی کے لیے ایک شرط بیان فرمائی ہے کہ لغو کاموں سے دور رہے۔ (پارہ ۱۸، رکوع ۱)

تیسری خرابی یہ ہے کہ اس میں وقت کی ناقدری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے "والعصر" میں وقت کی قسم کھا کر اس کی اہمیت اور قدردانی کی تعلیم دی ہے۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی فکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا کے ضروری کاموں کا نقصان ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ (بکھرے موتی: ۵۵/۱)

ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ منقول نہیں

ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ یا کوئی خاص دن آنحضرت ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ صاحب درمختار، جمعہ کے دن خاص طریقہ پر ناخن کاٹنے کی دو روایتیں نقل کر کے لکھتے ہیں:

"قال الحافظ ابن حجر انه يستحب كيفما احتاج اليه، ولم يثبت في كيفيته شيء ولا في تعيين يوم له عن النبي صلى الله عليه وسلم" (شامی جلد: ۲۶۰/۵)

اور بذل المجہود میں ہے: حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن دقیق العید نے فرمایا کہ ناخن تراشنے میں کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص دن بالیقین حضور ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (بذل المجہود: ۳۳/۱)

چار ماہ کے بعد اسقاط حمل قتل کے حکم میں ہے

بچوں کو زندہ دفن کر دینا قتل کر دینا سخت گناہ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے اور چار ماہ کے بعد کسی حمل کو گرانا بھی اسی کے حکم میں ہے کیونکہ چوتھے مہینے میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے اسی طرح جو شخص کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے اور اس سے بچہ ساقط ہو جائے تو باجماع امت مارنے والے پر اس کی دیت میں غرہ یعنی ایک غلام یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

اور بطن سے باہر آنے کے وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو پوری دیت بڑے آدمی کے برابر واجب ہوتی ہے اور چار ماہ سے پہلے اسقاط حمل بھی بدون اضطراری حالت کے حرام ہے، مگر پہلی صورت کی نسبت کم ہے کیونکہ اس میں کسی زندہ انسان کا قتل صریح نہیں ہے۔ (مظہری، معارف القرآن: ۲۸۳/۸)

ننگے سر کی شہادت قبول نہیں

اسلام بلند اخلاق و کردار کی تعلیم دیتا ہے اور گھٹیا اخلاق اور معاشرت سے منع کرتا ہے ننگے سر بازاروں اور گلیوں میں نکلنا اسلام کی نظر میں ایک ایسا عیب ہے جو انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے

اسلئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اسلامی عدالت ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کرے گی، مسلمانوں میں ننگے سر پھرنے کا رواج انگریزی تہذیب و معاشرت کی نقالی سے پیدا ہوا ہے ورنہ اسلامی معاشرت میں ننگے سر پھرنے کو عیب تصور کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳/۲۲۴، آپکے مسائل ۸/۶۷)

شہادت کی شرطیں

دو ہوں، بالغ، عاقل و حر و ذکور ۔ ۔ ۔ مسلم و غیر متہم بہ فجور

(خلاصۃ التفاسیر ۱/۲۲۴)

مقروض کی نماز جنازہ حضور پاک ﷺ نہیں پڑھتے تھے

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پاک ﷺ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جن پر دوسروں کا حق ہوتا اس لیے نماز سے پہلے حضور ﷺ معلوم کر لیا کرتے تھے کہ اس پر کسی کا حق تو نہیں اسی وجہ سے ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا مگر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے انکے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لی، اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تاکہ آپ ﷺ اسکی نماز جنازہ پڑھ دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو کیونکہ انکے ذمہ قرض ہے جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسکی ادائیگی میرے ذمہ ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا پورا کرو گے؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں میں ادا کر دوں گا۔

نوٹ: جب آپ ﷺ پر فتوحات ہوئیں تو مقروض کے قرض کا ذمہ خود لے لیتے تھے۔ اور جنازہ کی نماز پڑھاتے تھے۔ (آپکے مسائل اور انکا حل: ۳/۱۳۱ اور رحمۃ للعالمین: ۱/۲۶۶)

پھر آپ ﷺ نے ان صحابی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (نسائی شریف: ۳۱۵)

باغی، ڈاکو اور ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں

سوال: قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے اسکی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر والدین کا قاتل ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ فاسق، فاجر اور زانی کی موت پر اسکی نماز جنازہ کے بارہ میں کیا حکم ہے؟

جواب: نماز جنازہ ہر گنہگار مسلمان کی ہے البتہ، باغی اور ڈاکو اگر مقابلہ میں مارے جائیں تو انکی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، نہ انکو غسل دیا جائے، اس طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کر دیا ہو، اور اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو اسکی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی اور اگر وہ اپنی موت مرے تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی تاہم سربر آوردہ مقتدا (یعنی دین میں باحیثیت) لوگ اس میں شرکت نہ کریں۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ۳/۱۳۲)

دو جھگڑنے والوں کو دیوار کی نصیحت

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہوگیا، اسکے دو بیٹے تھے، ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہوگیا، جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو کیونکہ میری حقیقت یہ ہے کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحب مملکت رہا۔ پھر میرا انتقال ہوگیا اور میرے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ مل گئے۔ پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنا دیا، ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔ پھر ایک لمبی مدت تک ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد میں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اسی مٹی سے اینٹیں بنا ڈالیں۔ اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو، لہذا تم ایسی مذموم وقبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

غرور تھا نمود تھی، ہٹو بچو، کی تھی صدا
اور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں

آہ! آہ! یہ دنیا بڑی فریب دہندہ ہے فانی ہونے کے باوجود یہ لوگوں کی محبوب بنی ہوئی ہے، یہ اپنی ظاہری رنگینی اور رعنائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے آخرت سے غافل کرتی ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں کو حقیقی مسرات کے شوق سے ہم آغوش فرمائیں۔ (گلستان قناعت تالیف علامہ محمد موسیٰ روحانی بازی: ۴۹۳)

میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں

یہ مضمون ضرور پڑھیں اور نسیان کے مرض سے بچیں۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ زوجین بھی آپس میں بالکل بے شرم نہ ہو جایا کریں بلکہ حتی الامکان ستر کا خیال رکھیں، چنانچہ ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"اذااتی احد کم اھلہ فلیستر و لا یتجرد ان تجرد العیرین"

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی الامکان ستر پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہو جایا کریں۔

معلوم ہوا کہ حیا کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پوری زندگی نہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دیکھا۔ اس بات کا لحاظ رکھ کر شرم وحیا کا ثبوت دینا چاہیے۔ والدین کے اعمال واخلاق کا اولاد پر بہت اثر پڑتا ہے اگر ہم شرم وحیا کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ہماری اولاد بھی ان ہی صفات وخصائل کی

حامل ہوگی، اور اگر ہم شرم وحیا کا خیال نہ رکھیں گے تو اولاد میں بھی اسی طرح کے خراب جراثیم سرایت کر جائیں گے۔ آج ٹیلی ویژن کے پردے پر ننگے اور انسانیت سے گرے ہوئے مناظر دیکھ کر ہمارے معاشرے میں انکی نقل اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ ہمارا رب اور ہمارا خالق و مالک تنہائیوں میں بھی ہمارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ اس بدترین حالت میں ہمیں دیکھے گا تو اسے کس قدر ناگوار گذرے گا۔ اس لیے اللہ سے شرم کرنی ضروری ہے، یہ شرم وحیا ہی ہمیں ایسی بری باتوں سے بچا سکے گی۔

علاوہ ازیں ستر پوشی میں لاپرواہی کا ایک اور نقصان حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی پر بھول اور نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے اور ضروری باتیں بھی اسے یاد نہیں رہتی۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھول کا مرض پیدا کرنے والی چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی شرم گاہ سے کھیل کرے اور اس کی طرف دیکھے۔ (شامی: ۱/۲۲۵، کتاب الطھارۃ مطلب ست تورث النسیان)

بہر حال نظر سے صادر ہونے والی نامناسب باتوں میں سے اپنے ستر پر بلاضرورت نظر کرنا بھی ہے جس سے نظر کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

فقہ کی طرح علم تصوف کا بھی ایک حصہ فرض عین

جس طرح ہر مرد و عورت پر اپنے اپنے حالات و مشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرض ہے، اور پورے فقہ کے مسائل میں بصیرت و مہارت حاصل کرنا اور مفتی بننا سب پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے اسی طرح جو اخلاق حمیدہ کسی میں موجود نہیں انہیں حاصل کرنا اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے علم پر موقوف ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے، یہ فرض کفایہ ہے۔ (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۴۹، تفسیر معارف القرآن: ۴/۴۹۰)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ فقیہ النفس تھے، اس لیے انہوں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کما حقہ تعریف کی ہے، کبھی فرماتے ہیں کہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ دل اور نگاہ دونوں کو بھر دیتے ہیں (کیونکہ خوبصورت اور خوب سیرت تھے اور علم بھی اچھا تھا) کبھی فرماتے ہیں کہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ گفتگو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی نازل ہو رہی ہے، ایک بار فرمایا کہ میں نے ان سے دو اونٹوں کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا۔

جہاں تک محدثین کی بات ہے تو ان میں جو لوگ فقیہ نہیں ہیں ان کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی قدر و منزلت معلوم نہیں اس لیے ان لوگوں سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تعریفی کلمات منقول نہیں ہیں۔ محدثین کی ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص ہیں جس نے فقہ کو حدیث سے الگ کیا۔ اس لیے ان

لوگوں نے اس بارے میں ان کو مطعون کیا، حالانکہ آخر کار تمام مذاہب والوں کو ان کی اتباع کرنی پڑی اور سب نے انہیں کا طریقہ کار اختیار کیا۔ (جمال انور سوانح کشمیری ؒ:۱۴۹ بحوالہ فیض الباری:۱/۵۲)

دو مسئلے

ایک شخص نے اپنا بیٹا معلم کے حوالہ کر کے کہا کہ اس کو نحو اور فقہ کے علاوہ اور کچھ نہ سکھائیں۔ معلم نے اس کو صرف دو مسئلے سکھائے، ایک نحو کا، اور ایک فقہ کا۔ "ضرب زید عمروا" زید فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور "عمرو" مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اور دوسرا مسئلہ فقہ کا سکھایا: "ایک شخص مر جائے اور اس کے ماں باپ رہ جائیں تو اس کے مال میں ماں کو ثلث (تہائی) ملے گا اور باقی پورا مال باپ کے لیے ہے پھر بچے سے پوچھا یہ مسئلہ آپ کی سمجھ میں آگیا؟ بچے نے جواب دیا، ہاں جب گھر گیا تو باپ نے پوچھا بیٹا! "ضرب عبد الله زیدا" میں کیا کہتے ہو؟ یعنی اس کی کیا ترکیب ہے؟ بیٹے نے کہا، میں کہتا ہوں کہ عبداللہ اپنے فعل کی وجہ سے جیت گیا اور باپ کے لیے کچھ نہیں بچا۔ (اخبار الحمقی والمغفلین اردو:۲۷۹)

نہ کنواری نہ بیاہی ہوئی

ایک شخص ابو حکیم فقیہ کے پاس آیا، میں بھی وہاں حاضر تھا، آدمی کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی، جس کا ایک شخص کے ساتھ نکاح کرا رہا تھا، شیخ نے اس سے پوچھا: آپ کی بیٹی شادی شدہ ہے یا کنواری؟ اس آدمی نے کہا: اے شیخ! خدا کی قسم یہ نہ کنواری ہے اور نہ بیاہی ہوئی بلکہ درمیانی ہے، شیخ نے کہا: پھر کیا ہے؟ "عوان بین ذالك" یہ سن کر حاضرین ہنس پڑے اور یہ احمق سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ (حوالہ بالا)

سردی کے موسم میں ایک دیہاتی کی نماز

اصمعی کہتے ہیں میں نے ایک دیہاتی کو سردی کے موسم میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔

الیك اعتذر من صلاتی قاعدًا ☆ علی غیر طهر مومیانحو قبلتی

فمالی برد الماء یارب طاقة ☆ ورجلای لا تقوی طی رکبتی

ولکننی اقضیه یارب جاهدًا ☆ وا قضیکه ان عشت فی وجه صیفتی

وان انا لم افعل فانت محکم ☆ الهی فی صفعی وفی نتف لحیتی

یعنی "میں تیرے سامنے بغیر وضو کے رو بہ قبلہ ہو کر اشارہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا عذر پیش کرتا ہوں"

"اے میرے پروردگار! کہ میں ٹھنڈے پانی کو استعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور میرے پیروں میں گھٹنے سمیٹنے کی طاقت نہیں"

اے میرے پروردگار! لیکن میں بڑے پیار اور انہماک سے نماز ادا کرتا ہوں اور اگر زندہ رہا تو موسم گرما کی ابتداء میں اس کی قضا کروں گا (یعنی پھر صحیح طریقہ سے نماز کی قضاء کروں گا)

اور اگر میں نے قضا نہیں کی، تو اے میرے رب میرے گدی اور داڑھی نوچنے کا فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔ (احمقوں کی دنیا: ۱۸۷)

بکری کو حد جاری کرنا

رقہ میں ہارون الرشید کے گورنر نصر بن مقبل نے بکری کو حد میں کوڑے مارنے کا حکم دیا، لوگوں نے کہا یہ تو جانور ہے (اس پر کیسے حد جاری ہوگی؟) کہنے لگا حدود کسی سے ٹلتی نہیں ہیں اور اگر میں نے حد معطل کی تو میں بہت بڑا ظالم کہلاؤں گا، یہ خبر ہارون الرشید کو پہنچی تو اس نے اسکو طلب کیا جب یہ انکے سامنے ظاہر ہوا، تو ہارون الرشید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں بنی کلب کا سردار ہوں، ہارون الرشید ہنسے پھر پوچھا آپ نے کیسے بکری پر حد جاری کرنے کا حکم دیا؟ کہا میرے یہاں حد میں انسان اور چوپائے برابر ہیں اگر کسی چوپائے پر حد واجب ہو جائے تو میں اس پر ضرور حد جاری کروں گا اگرچہ وہ میری ماں، بہن ہی کیوں نہ ہو اللہ کے حق کے معاملہ میں، میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔

چنانچہ ہارون الرشید نے حکم دیا ''ایسے معاملات میں اسکے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا جائے'' (ایضاً)

جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے تو.....؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے یعنی گوز (ریح) نکل کر وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے تا کہ مسلمان کا عیب چھپ جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شراب حرام ہونے سے پہلے مراد خداوندی کو بھانپ لینا

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (شراب حرام ہونے سے پہلے) سنا کہ یہ فرماتے تھے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچانے کا ارادہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جلدی ہی اسکے بارے میں حکم نازل ہونے والا ہے، تو جس کے پاس کچھ شراب موجود ہو وہ اسکو بیچ کر نفع اٹھا لے، کہتے ہیں کہ اس ارشاد پر تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے جس کو اس آیت کی اطلاع ہو جائے اور اسکے پاس شراب موجود ہو تو وہ نہ اسکو پئے اور نہ اسکو بیچے، تو لوگوں کے پاس جس قدر بھی شراب موجود تھی اسکو لے کر سڑکوں پر آ گئے اور بہا دی۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۶۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ذہانت سے بھرپور ایک مشورہ

مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو فرمایا جس شخص کی ریح خارج ہو گئی، اسکو چاہیے کہ اٹھ کر وضو کر آئے، شرم کی وجہ سے وہ شخص نہ اٹھا، آپ نے پھر فرمایا، صاحب ریح کو اٹھ کر وضو کر لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ بھی اظہار حق

سے نہیں شرماتے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم سب ہی اٹھ کر وضو کیوں نہ کرلیں۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۷)

جریر بن عبداللہ کا مشورہ

ایک روایت میں ایسا ہی قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پیش آیا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں بیٹھے تھے اور ان کیساتھ جریر بن عبداللہ بھی تھے (اور دیگر حاضرین مجلس تھے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بدبودار ہوا محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: صاحب ریح کو چاہیے کہ اٹھ کر وضو کرلے جریر بن عبداللہ نے عرض کیا اے امیر المومنین! تمام حاضرین ہی کو وضو کرلینا چاہیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز پسند کرتے ہوئے فرمایا: تم پر خدا کی رحمت ہو تم جاہلیت کے زمانہ میں بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہو۔

سحری کا وقت

حضرت عدی بن حاتم کو جب یہ معلوم ہوا کہ رمضان میں سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۷)

"کھاؤ پیو، جب تک کہ سفید ڈورا، سیاہ ڈورے سے صبح ہونے تک ممتاز نہ ہوجائے"

تو انہوں نے ایک سفید اور ایک سیاہ ڈورا تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے تھے، جب تک یہ دونوں ڈورے کھلے طور پر ایک دوسری سے الگ نہ نظر آنے لگتے۔ اس میں کافی چاندنا ہوجاتا مگر ان کا خورد و نوش (کھانا پینا) بند نہ ہوتا اور وہ بزعم خود قرآن پر عمل کررہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاح کے لہجہ میں فرمایا: "ان وسادتك لعريض"

تیرا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے (کہ اسکے نیچے سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا یعنی افق سارا آگیا۔)

اشارہ تھا کہ سیاہ و سفید ڈورے سے سوت کا ڈورا مراد نہیں، بلکہ رات کا سیاہ خط اور صبح صادق کا سفید خط مراد ہے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۳۷)

عقلمند آدمی جب اسکا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا

عجلان کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے کہا کہ میرے پاس کسی عقلمند آدمی کو لاؤ، میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کس شخص کو بلانا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ عقلمند آدمی جب اسکا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا تو میں نکلا ہی تھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا جو وجیہ اور دراز قد و فصیح اللسان تھا میں نے اس کو چلنے کے لئے کہا وہ آکر زیاد سے ملا زیاد نے کہا کہ اے شخص میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں ایک معاملہ میں، کیا آپ تیار ہیں اس نے جواب دیا کہ میں پیشاب کو روکے ہوئے ہوں اور ایسے شخص کی رائے ناقابل اعتماد ہے زیاد نے مجھ سے کہا کہ اے عجلان اس کو بیت الخلاء لے جاؤ (میں نے پہنچا دیا) جب وہ

نکلا تو اس نے کہا کہ میں بھوکا ہوں اور بھوکے کی رائے نا قابل اعتبار ہے، زیاد نے کہا اے عجلان! اسکو کھانا دو، تو کھانا لایا گیا پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کہا اب پوچھیے، آپکو جس امر کی ضرورت ہو، تو ان سے جو سوال بھی کیا گیا ان کے پاس اس کا مناسب جواب موجود تھا۔

عورتوں میں ختنہ کا رواج حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جاری کیا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت منقول ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، کہ جب حضرت سارہ نے دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) سے حضرت ابراہیم علیہ السلام محبت کرنے لگے، تو اسکے دل میں شدید غیرت پیدا ہوئی، یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ وہ ہاجرہ کے اعضاء میں کوئی عضو ضرور کاٹ دیں گی، جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہ کو پہنچی تو انہوں نے ذرہ پہننا شروع کر دی جس کے دامن طویل رکھے اور یہ دنیا کی پہلی عورت ہیں جس نے دامن لمبا بنایا اور ایسا اس لیے کیا تھا کہ چلتے ہوئے دامن کی رگڑ سے قدموں کے نشانات زمین پر باقی نہ رہیں کہ سارہ انکے آنے جانے کو نہ پہچان سکیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ سے فرمایا کہ کیا تم یہ خبر حاصل کر سکتی ہو کہ اللہ کے فیصلے پر اپنے کو راضی کر لو، اور ہاجرہ کا خیال چھوڑ دو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے جو قسم کھائی ہے اب اس سے عہدہ برآ ہونا کیسے ممکن ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے اس کی یہ ترکیب بتائی کہ تم ہاجرہ کے پوشیدہ جسم کے اوپر کا حصہ گوشت (جو ایک مستقل عضو ہے) کاٹ دو (اس کا کاٹ دینا عورتوں کے لئے اچھا بھی ہے) اور عورتوں میں سے ایک سنت جاری ہو جائے گی اور تمہاری قسم بھی پوری ہو جائیگی، تو وہ اس پر رضامند ہو گئیں اور اسکو کاٹ دیا، اور یہ طریقہ عورتوں میں جاری ہو گیا (اس طرح عورتوں کے ختنہ کا رواج عرب میں تھا) اسلام نے اسکو ضروری نہیں قرار دیا جس طرح مردوں کا ختنہ ضروری ہے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۵۶)

ف: ختنہ کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آ رہا ہے، خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ختنہ کیا تھا، ان کی اولاد میں بھی ختنہ رہا، یہاں تک کہ تورات میں ختنہ کا حکم موجود ہے اور مسلمانوں کے لئے بھی ختنہ کرنا سنت ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ تاریخی ضرب المثل بن گیا کہ ”جو مذہب پکا اس کی نشانی پکی اور جو مذہب کچا اس کی نشانی کچی“ (مسلمانوں کی نشانی ختنہ اور ہندوؤں کی نشانی چوٹی ہے) تفصیل کے لئے ”انعام الباری لشیخ تقی عثمانی مدظلہ جلد ا ص ۲۷۲“ ملاحظہ کیجئے۔ (مؤلف)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ایک عجیب واقعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے تو اپنی قوم جرہم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا، جب ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کیلئے (شام سے) آئے تو اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا تو آپ نے انکی بیوی سے پوچھا، اس نے جواب دیا کہ وہ معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں، پھر اس سے معاشی حالات دریافت کئے تو اس نے کہا کہ ہم بڑی تنگی اور سختی سے گزارا کرتے ہیں

اور شکایتیں کرنا شروع کر دیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارا شوہر آ جائے تو اس سے ہمارا سلام کہہ دینا اور یہ کہ اپنے گھر کے دروازہ کی دہلیز بدل دے، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو انکو پیغام پہنچا دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میرے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) تھے اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ تجھے اپنے سے جدا کر دوں، اب تو اپنے متعلقین کے پاس چلی جا۔ (بخاری شریف جلد اول)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا عجیب وغریب فیصلہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور ہر ایک کی گود میں بچہ تھا، ان میں سے ایک کے بچے کو بھیڑیا لے گیا اب دوسرے بچہ پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کر دیا۔ (ہر ایک اسکو اپنا کہتی تھی) اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا، آپ نے دونوں میں سے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، کہ بچہ پر اسی کا قبضہ تھا اور ثبوت کوئی بھی پیش نہ کر سکی تھی واپسی میں ان عورتوں کا گذر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے سے ہوا، آپ نے ان سے حال دریافت کیا تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے یہ سن کر حکم دیا کہ چاقو لاؤ، میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دوں گا، چھوٹی نے (آمادگی دیکھ کر) پوچھا کہ کیا واقعی آپ اسے کاٹ ڈالیں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ ہاں! اس نے کہا کہ آپ نہ کاٹیے؟ میں اپنا حصہ اسکو دیئے دیتی ہوں، یہ سن کر آپ علیہ السلام نے فیصلہ کر دیا کہ یہ بچہ چھوٹی کا ہے، اور اسکو دیدیا۔ اسکا ذکر بخاری و مسلم میں ہے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۵۷)

عقلمند مر کر بھی جیتا ہے

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے جلوس میں چلے آ رہے تھے، انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو "یا لادین" کے لفظ سے پکار رہی تھی، یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام ٹھہر گئے، اور کہا کہ اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب؟) اس عورت کو بلوایا اور پوچھا اس نے کہا کہ میرا شوہر ایک (تجارتی) سفر میں گیا تھا اور اسکے ہمراہ اسکا ایک ساتھی تھا اس نے ظاہر کیا کہ وہ مر گیا اور اس نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر میری بیوی کے لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام لادین رکھوں، یہ سنکر آپ نے اس شخص کو پکڑوا کر بلایا اور تحقیق کی، اس نے اعتراف کر لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا تو اسے قصاص میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے قتل کرا دیا۔ (ایضا: ۵۸)

نماز میں عجلت کی مذمت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غالباً حضرت مولانا فتح محمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جلال آباد میں دو شخص مسجد میں نماز کو آتے تھے، اور یہ شرط کر کے آتے تھے، کہ پہلے کون نماز ختم کریگا؟ ایک شخص نے انکے نماز پڑھنے کی حالت دیکھ کر کہا، معلوم ہوتا ہے، قرات و تشہد و درود شریف و تسبیحات تو گھر پڑھ آتے

ہوں گے، باقی رکوع اور سجدے یہاں آکر کر لیتے ہوں گے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۱/۴۴)

حضور ﷺ کا تعریض سے بھرپور ایک کلام

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مدعی حاضر ہوا، جو ایک شخص کو پکڑے ہوئے تھا، جس نے اسکے کسی عزیز کو قتل کر دیا تھا اس سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم دیت یعنی خون بہا لینا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا معاف کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ فرمایا کہ اچھا لے جاؤ، اسکو قتل کردو جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو وہ اسی قاتل کی مثل ہو جائے گا، اب ایک شخص نے اس مدعی سے مل کر رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نقل کر دیئے تو اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا حالانکہ وہ اسکی گردن میں رسی باندھے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مثل کے لفظ سے یہ مراد نہیں لیا تھا کہ اگر اس نے اسکو قتل کر دیا تو وہ گناہگار اور مستحق نار ہونے میں اس قاتل کے برابر ہو جائے گا، اور آپ ﷺ یہ مراد کیسے لے سکتے تھے؟ جبکہ قاتل سے قصاص لینے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے لیکن رسول ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اس سے قصاص لے اور آپ ﷺ نے یہ اچھا سمجھا کہ وہ اسکو معاف کر دے، تو آپ ﷺ نے ایسا لفظ استعمال کیا جس میں اس مطلب کیطرف اسکی قوت واہمہ دوڑ جائے، کہ اگر میں نے قتل کر دیا تو میں بھی گناہ گار ہونے میں اسکے برابر ہو جاؤں گا، تاکہ وہ اسکو معاف کر دے اور مراد آپ ﷺ کی یہ تھی کہ قتل نفس میں دونوں برابر ہو جائیں گے تو یہ بھی قاتل ہوگا اور وہ بھی قاتل یہ الگ بات ہے کہ پہلا قاتل ظالم تھا اور دوسرا قصاص لینے والا ہوتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو طلاق سے بچانے کے لیے ایک عجیب حیلہ

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا گیا، جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جا اور دوران سفر روزہ فرض نہیں (اس لیے روزہ نہ رکھنا) اور دن میں جماع کر لینا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۶۹)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی معرفت خداوندی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابراہیم بن رباح موصلی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعوے کی سچائی پر حلف کر لے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا ''واللہ الذی لا الہ الا ھو'' یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو، واللہ، واللہ، واللہ جس مال کا دعویٰ کرتا

ہوں تو حسین کے ذمہ دار جب سے اس شخص نے حلف کرلیا تو رافضہ اہو ای تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مرکر جا پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا (کہ آپ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہو جائے گا۔ (ایضاً ۷۰)

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مزاح سے بھرپور ایک واقعہ

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں عکرمہ مولی ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں انکی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بیوی نے بیدار ہوکر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لیے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں، تو اس نے واپس ہوکر چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات، کیسی سمجھ لو؟ میں اگر اس وقت تم کو اسی حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اس کی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا: اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا، اس جاریہ کے پیٹ پر، عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا) اس نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگی۔ اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا اچھا سنو۔ (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے)

"اتانا رسول اللّٰہ یتلو کتابہ، کما لاح منشور من الصبح ساطع ارانا الھدیٰ بعد العمی فقلو بنابہ موقنات ان ما قال واقع یبیت یجافی جنبہٗ عن فراشہ اذا استقلت بالکافرین المضاجع"

(ترجمہ) ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے ہیں جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے، ہم کو جبکہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اس کا پورا یقین کرتے ہیں اللہ کے رسول کا یہ حال ہے کہ ان کا پہلو بستر سے جدا ہوتا ہے جس وقت کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر دبے ہوئے ہوتے ہیں یعنی آپ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کے لیے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹ کہتی ہیں۔ اور میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا، آپ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیا ۲۸۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظرافت سے بھرپور ایک جواب

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا، کہ ایک شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاجب (چوکیدار) کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کردو، آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ

پر ہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا، اچھا بلالو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے، تو اس نے کہا کہ میں آدم علیہ السلام اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو ایک درہم دے دے۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے، آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں، دینے بیٹھوں گا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۷۵)

لقطہ کا مسئلہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ہوشیاری

مغیرہ بن شعبہ کے متعلق منقول ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ مغیرہ کے پاس ایک نیزہ تھا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں جاتے تھے، تو یہ اس نیزہ کو لے کر نکلتے تھے (راستہ میں کسی جگہ) گاڑ دیا کرتے تھے (یاد رہے کہ لقطہ یعنی گری پڑی چیز کے بارے میں یہ حکم شرعی ہے کہ جس مسلمان کی اس پر نظر پڑ جائے وہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہنچائے) پھر جب لوگ وہاں سے گذرتے تھے تو اس کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور منزل مقصود پر پہنچ کر ان تک اس نیزہ کو پہنچا دیتے تھے، اس ہوشیاری سے یہ نیزہ کا بار دوسرے کے کاندھوں پر ڈال دیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا، کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو ان کو تمہاری اس حرکت کی ضرور خبر دوں گا۔ کہنے لگے ایسا نہ کرنا اگر تم نے ایسا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا، کہ کوئی نہ اٹھایا کرے تو پھر کوئی گمشدہ چیز نہیں اٹھائی جائے گی (لوگ ایسا ہی سمجھ لیں گے کہ یہ کسی نے مغیرہ کی طرح قصداً ڈالی ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا، جس کی ذمہ داری آپ کے اوپر رہے گی) (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۷۶)

ایک بڑھیا کا واقعہ

مشہور ہے کہ ایک بڑھیا کی پوٹلی گم ہوگئی تھی اور وہ بیٹھی ہوئی یہ دعا کر رہی تھی کہ یا اللہ! کسی مولوی کو نہ ملے۔ لوگوں نے کہا کہ مولوی کو ملنے یا نہ ملنے سے تیرا کیا فائدہ، کیا نقصان؟ کہنے لگی کسی اور کو مل گئی تو دنیا میں نہیں تو کم از کم آخرت میں ثواب وصول کر لونگی لیکن اگر کسی مولوی کو ملی تو وہ اس کو کسی نہ کسی طرح حلال کر کے کھائے گا تو اس لئے آخرت میں ملنے کی بھی توقع نہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حاضر دماغی کا ایک عجیب واقعہ

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں، تو

بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم کو جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کرلو تو مغیرہ کبھی واپس نہیں آسکیں گے انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کردو اور میں یہ رقم لے کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤں گا، اور کہوں گا یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی، چنانچہ لوگوں نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع کردیے اور اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کردیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو! یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے سن کر عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ جھوٹ بول رہا ہے، وہ تو دو لاکھ تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی، انہوں نے عرض کیا کہ کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا، اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے آچکے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں اب میں آپ سے ضرور سچ کہوں گا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے، خدا کی قسم! مغیرہ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ سے فرمایا تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا، میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور اس کو رسوا کردوں) ایسے واقعات میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایک صحابی جھوٹ بول رہے ہیں، احکام مقصد کے تابع ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دہقان سے ان کو دو لاکھ درہم وصول کرنا تھا بلکہ سچائی کی سطح پر لانے کے لیے محض ایک حیلہ کیا تھا جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۷۶)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا داؤد ازدی کو ترکی بہ ترکی جواب

شعبیؒ کے بارے میں منقول ہے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے، کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد ازدی کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں میچ لیں، داؤد نے کہا: اے ابو عمر! کب سے اندھے ہوگئے ہو؟ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کردیا۔ (ایضاً: ۱۳۱)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا حیلہ

ابراہیم نخعی کے بارے میں مغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی کو جب کوئی ایسا شخص تلاش کرتا جس سے وہ ملنا نہ چاہتے تو نوکر باہر آکر یہ کہہ دیتی تھی کہ مسجد میں دیکھو۔ (یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ گھر میں نہیں ہے) (ایضاً: ۱۳۱)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا حیلہ

علی بن ہاشم نے ایک شخص سے روایت کیا جس کا نام بھی لیا تھا کہ جب ہم ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آیا کرتے تو ہم سے کہا کرتے تھے کہ اگر میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ (اس میں جھوٹ لازم نہیں آئے گا) کیونکہ جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پھر تم

کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ میں کہاں ہوتا ہوں (نماز کی جگہ، کھانے کی جگہ، آرام کی جگہ، بیت الخلاء گھر میں بہت سے جگہیں ہوتی ہیں۔) (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۳۲)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت دو مردوں کے برابر

خزیمہ بن ثابت کے متعلق زہری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، آپ اسکو ساتھ لیکر چلے تا کہ اسکی قیمت اسکو ادا کردیں آپکی رفتار تیز تھی اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا (اس لئے آپ اس سے کچھ دور آگے ہو گئے تھے) لوگوں نے (یہ دیکھ کر کہ ایک بکاؤ گھوڑا ہے) اس اعرابی کو روک دیا اور اس سے قیمت طے کرنا شروع کر دی، انکو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خرید چکے ہیں، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس قیمت سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طے ہو چکی تھی زیادہ قیمت لگادی تو اس اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اور کہا کہ اگر تمہارا اسکو خریدنے کا ارادہ ہے تو خریدلو نہیں تو میں اسکو بیچ دیتا ہوں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں، اس نے کہا نہیں اب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کے گرد جمع ہو گئے جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب کر رہے تھے اب اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور مسلمانوں میں سے جو شخص آتا رہا وہ اعرابی سے کہتا رہا کہ کمبخت! اللہ کے رسول ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آگئے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اعرابی کے ایک دوسرے سے سوال و جواب سنے اس اعرابی نے پھر یہی کہنا شروع کیا کہ گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں بیچ چکا ہوں، خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بیچ چکا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے کہا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے انہوں نے کہا کہ آپ کے صادق ہونے کی بناء پر اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس وقت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ کی شہادت، دو مردوں کے برابر قرار دی، اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ سے فرمایا تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ آسمان کی خبر دیتے ہیں (صرف آپ سے سن کر ہی) تو ہم آپکی تصدیق کرتے ہیں تو اس قول کی تصدیق کیوں نہ کرے (اسی ذہانت کے مشاہدہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کے برابر قرار دیا)۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۷۸)

خلیفہ مہدی کی ذکاوت

خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں، کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا، جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آگئے تو مہدی نے چاہا کہ خوشبو جلائی جائے، قاضی صاحب کیلئے تو خادم کو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لئے عود لاؤ (عود اس خوشبودار لکڑی کو کہتے ہیں جس کے جلنے سے خوشبودار دھواں بتدریج اٹھتا رہتا ہے اور عود ایک باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے) خادم جا کر عود

باجہ اٹھالایا اور اس نے لاکر قاضی شریک صاحب کے گود میں رکھدیا شریک نے کہا کہ اے امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج صبح اس باجے کو پولیس آفیسر نے برآمد کیا تھا ہم نے چاہا کہ یہ قاضی کے ہاتھ سے ٹوٹ جائے، قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے "جزاك الله خيرا يا امير المومنين!" کہا اور اسے توڑ دیا پھر دوسرے باتوں میں لگ گئے اور وہ واقعہ فراموش ہو گیا پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں، کہ ایک شخص نے اپنے وکیل کو ایک شے معین کے لانے کا حکم دیا مگر وہ دوسری لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہو گئی تو قاضی صاحب نے کہا اے امیر المومنین اس پر ضمان ہے (یعنی اسکی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوئی ہے اسکا ضمان ادا کرو (یہ دوسری ذکاوت ہے کیسے لطیف طور پر دوسرا باجہ مہیا کرنے کا خادم کو ایماء کیا)۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۹۰)

سلطان کا ایک دانشمندانہ فیصلہ

ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا کہ اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ سے حکم حاصل کر کے اس کو قتل کردوں۔ سلطان نے کہا نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا نکاح کردے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کردیں گے۔ اس نے کہا کہ میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کروں گا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ تو تلوار حاضر کی گئی تو اس کو میان سے نکالا اور باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دے دو تو جب بھی وہ میان کے منہ میں لاکر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو داخل نہ کرسکا اس نے کہا حضور! آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ۔ اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا۔ اس لیے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہے، تو دونوں کو قتل کر (اس کی سمجھ میں آ گیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۰۸)

امام کی قرأت سے اس کی پریشانی کا اندازہ کرنا

ابن طولون علی الصباح اٹھ کر ائمہ مساجد کی قرأت سنا کرتے تھے ایک دن انہوں نے ایک اپنے مصاحب کو بلا کر فرمایا کہ فلاں مسجد میں جا کر اس کے امام کو یہ دینار دے آؤ۔ یہ مصاحب کہتا ہے کہ میں گیا اور امام کے پاس بیٹھ کر سلسلہ گفتگو میں اس کو بے تکلف کرلیا یہاں تک کہ اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا کہ اس کی بیوی کو پیدائش کے درد کی تکلیف ہے اور اس کے ضروری سامان کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس لیے آج نماز میں بھی کئی مرتبہ قرأت میں غلطی ہو گئی ہے پھر میں (اس کو دینار دے کر) ابن طولون

کے پاس واپس آیا اور حال بیان کیا، انہوں نے کہا اس نے سچ کہا میں نے آج کھڑے ہو کر سنا تو میں نے دیکھا کہ بہت غلط پڑھ رہا ہے، اسی سے میں سمجھا کہ اس کا دل کسی اور چیز میں مشغول ہے۔ (ایضاً ۱۱۲)

داروغہ جیل کی ظرافت

ایک اندھا ایک اندھی کے ساتھ پکڑا گیا۔ محرر نے دریافت کیا کہ ان دونوں کا قصہ کس طرح لکھنا چاہیے؟ داروغہ جیل نے کہا لکھو" ظلمت بعضها فوق بعض" (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء ۱۱۳)

چوری کا اقرار کرانے کے لیے ابن النسوی کا ایک نفسیاتی حربہ

ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تہمت تھا۔ انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کے لیے پانی مانگا، جب پانی آ گیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں کا ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا، اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا گیا کہ مسروقہ مال واپس کر، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کیا کہ یہ چور ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے، وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لیے بری ہوا کہ اگر گھر میں ایک چوہا بھی حرکت کرتا تو یہ گھبرا کر بھاگ جاتا اور یہ خفیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

پیشاب روکنے والے کی رائے قابل اعتبار نہیں

ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا، کہاں گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "رائے ٹھیک کرنے کیلیے" انہوں نے اس مقولہ مشہور کی طرف اشارہ کیا "لا رای لحاقن" (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابل اعتبار نہیں)۔ (ایضاً ۱۱۸)

اقرار جرم کے لئے ایک حاکم کا ذہنی حربہ

بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص کے پانچ سو دینار چوری ہو گئے وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا، حاکم نے کہا میں تم میں سے کسی کو مار پیٹ نہ کرونگا بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈور ہے جو اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے تم سب اس میں جاؤ، اور ایک شخص اسکو ہاتھ میں لیکر ڈور کو شروع سے آخر تک ہاتھ لگاتے چلا جائے اور ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آتا رہے، یہ ڈور چور کے ہاتھ پر لپٹ جائیگی اور اس نے ڈور کو لپے ہوئے کوئلہ سے کالا کر دیا تو ہر شخص نے ڈور پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کو کھینچا مگر ان میں سے ایک شخص نے (اسکو ہاتھ نہیں لگایا) جب سب لوگ باہر آ گئے تو انکے ہاتھوں کو دیکھا سب کے ہاتھ سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے، اسی کو پکڑا گیا جو اقراری ہو گیا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء ۱۱۹)

کعب بن اسود رضی اللہ عنہ کی نکتہ رسی

شعبی سے مروی ہے، کہ ایک عورت نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو، یا اس ہی جیسے اعمال پہ کار بند ہوں، وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد) پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا، کہ اے امیر المومنین! میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا، اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثناء اور تعریف کی، اور فرمایا بہت اچھا جب وہ چلی گئی تو کعب بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی آپ نے فرمایا، کہ اس نے کیا شکایت کی ہے؟ کعب نے عرض کیا کہ اپنے شوہر کی شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت اور اس کے شوہر کو حاضر کیے جانے کا حکم دیا تو دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا (اس لئے اب فیصلہ بھی تم ہی کرو) کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور اس (بیوی) کے ساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اسکے ساتھ رہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے اس واقعہ کے بعد ہی آپ نے انکو بصرہ کا قاضی بنایا اور ان کے لئے سواری کا انتظام کر کے انکو روانہ کر دیا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۱۹)

حرکات وسکنات سے حالات وواقعات معلوم کرنا

مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ انمیں سے ایک بچے کو دودھ پلانیوالی ہے اور دوسری کنواری اور تیسری بیوہ، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ دائیں بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔ (ایضا: ۱۲۲)

قاضی ایاس بن معاویہ کی باریک بینی

۱) ابوالحسن قیسی سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس جو عام لوگوں میں سے تھا کچھ مال امانت رکھا اور یہ شخص ایسا امانت دار مشہور تھا، جس کے بارے میں کسی کو شبہ نہ تھا، پھر امانت رکھنے والا شخص مکہ چلا گیا جب یہ واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا تو یہ شخص مکر گیا تو مدعی ایاس کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ

سنایا، ایاس نے کہا کیا میرے پاس تمہارے آنے کی خبر اسکو ہوئی۔ اس نے کہا نہیں، پھر پوچھا کہ تم کسی شخص کی موجودگی میں اس سے جھگڑے ہو، اس نے کہا کہ نہیں، کسی کو اسکی خبر نہیں ہوئی۔ ایاس نے کہا کہ لوٹ جاؤ اور کسی کے سامنے اسکا ذکر بھی نہ کرو، اور دو دن کے بعد مجھ سے ملو وہ شخص چلا گیا اب ایاس نے اس امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا کہ کثیر مقدار میں ہمارا مال آ گیا ہے ہمارا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے سپرد کریں کیا آپکا مکان محفوظ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لئے مناسب جگہ ٹھیک کر لیجئے اور مزدوروں کا انتظام بھی ہونا چاہئے جو اسے اٹھا کر لے جائیں۔ اب (دو دن کے بعد) وہ شخص آیا تو اس سے ایاس نے کہا اب تم جا کر اس سے اپنا مال مانگو اگر وہ دیدے تو "فھو المراد" (مقصد حاصل ہو گیا) اور اگر انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں چنانچہ یہ شخص اسکے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرا مال دیدے ورنہ میں قاضی صاحب کے پاس جا کر شکایت کر دونگا اور تمام ماجراء ان کو بیان کر دونگا اس نے اسکا مال اسکو واپس کر دیا پھر اس شخص نے ایاس کے پاس جا کر اطلاع دی کہ اس نے مال واپس دیدیا پھر وہ امین ایاس کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسکو پٹوا کر نکلوا دیا اور کہا کہ اے خائن! خبردار، کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۲۲)

۲)...... ابو محمد قرشی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کچھ مال امانت رکھا پھر جب اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا اس نے اپنا معاملہ ایاس بن معاویہ کے سامنے پیش کیا مدعی نے بیان کیا کہ میں نے اس کو مال دیا قاضی ایاس نے کہا کہ کس کے سامنے دیا تھا، اس نے کہا کہ میں ایسی جگہ دیا تھا اور وہاں کوئی موجود نہیں تھا، قاضی نے کہا اس جگہ کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ایک درخت ہے قاضی نے کہا اچھا اب تم اسی جگہ جاؤ، اور درخت کو دیکھو، شاید اللہ تعالیٰ وہاں جانے سے ایسی بات واضح کر دیں جس سے تمہارا حق ظاہر ہو جائے ہو سکتا ہے کہ تم نے درخت کے قریب اپنا مال دفن کیا ہو، اور وہاں جا کر یاد آ جائے جب تم درخت کو دیکھو۔ یہ شخص چلا گیا قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو مدعی کی واپسی تک بیٹھا رہنے کا حکم دیا، وہ بیٹھ گیا اور ایاس قضا کے متعلق کام کرتے رہے اور ایک ساعت اسکی طرف دیکھنے کے لئے انہوں نے پوچھا کہ اے شخص! کیا وہ تیرا ساتھی اس درخت تک پہنچ گیا ہوگا جس جگہ کا وہ ذکر کر رہا تھا؟ اس نے کہا نہیں (اس نفی سے ثابت ہو گیا کہ یہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے) ایاس نے کہا مردود! تو یقیناً خائن ہے، اس نے کہا خدا آپ کے ساتھ آسانی کرے آپ میرے ساتھ آسانی کر دیجئے انہوں نے اس پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جو اسکی حفاظت کرے (اور جانے نہ دے) یہاں تک کہ وہ شخص واپس آ گیا اس سے ایاس نے کہا یہ تمہارے حق کا اقرار کر چکا ہے اسکو پکڑ لو۔ (ایضاً: ۱۲۴)

عبیداللہ بن حسن اور عمر کے مشترکہ فیصلے

ابو سہل نے ہم سے بیان کیا کہ عہدہ قضا کبھی دو کے درمیان مشترک نہیں بنایا گیا۔ مگر عبیداللہ بن الحسن العنبری اور عمر بن عامر کے درمیان یہ دونوں مشترکہ طور پر بصرہ کے قاضی تھے، ہر مجلس میں دونوں جمع

رہتے تھے اور لوگوں کو جب دیکھتے تو ایک ساتھ دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس ایک قوم ایک باندی کا معاملہ لیکر آئی جو پیز انہیں پہنتی تھی (اسلئے جوخریدار تھا وہ اسکو عیب قرار دیکر اپنے لیے خیار عیب کے حق کا مدعی تھا اور اسکو بیچنے والا اسکو عیب نہیں مانتا تھا، اسی کے فیصلہ کے لئے عدالت کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا تھا) انکے بارے میں عمر بن عامر نے کہا، کہ یہ ناقص الخلقت ہے اور عبید اللہ بن الحسن نے کہا کہ جو چیز ایسی ہو جو خلقت اور طبیعت عامہ کے خلاف ہو وہ عیب ہے تو دونوں کے جملوں کو ملا کر یہ فیصلہ بنا کہ باندی معیوب ہے۔ اسمیں تجویز کی تکمیل کسی ایک قاضی کے فیصلے سے نہیں ہوسکی جب تک دونوں کو بطور صغریٰ اور کبریٰ کے ملایا نہیں گیا اور غالباً اس حکایت کے اظہار سے یہی مقصد ہے کہ اشتراک کی حیثیت کو اسطرح یہ دونوں حضرات باقی رکھتے تھے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۲۳)

قاضی القضاۃ شامی کی حساسیت

ابن السماک نے ذکر کیا کہ ایک دن قاضی القضاۃ شامی کے سامنے دو آدمیوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا جبکہ یہ جامع منصور میں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دس دینار اس کو امانتاً دیئے تھے، دوسرے نے کہا کہ اس نے مجھے کچھ نہیں دیا ہے آپ نے مطالبہ کرنے والے سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے کہا کہ نہیں قاضی صاحب نے کہا اور نہ کسی کی آنکھوں کے سامنے دیئے، اس نے کہا نہیں۔ وہاں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا، قاضی صاحب نے کہا کہ کس جگہ سپرد کئے تھے اس نے کہا کہ کرخ کی ایک مسجد میں (کرخ بغداد کا ایک بڑا محلہ ہے جس میں بہت سی مساجد ہیں) پھر جس سے مطالبہ کیا جارہا تھا اس سے انہوں نے پوچھا کہ کیا تم حلف کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے مدعی سے کہا کہ جس مسجد میں تم نے اس کو دینار سپرد کئے تھے وہاں جاؤ اور وہاں سے میرے پاس قرآن کا ایک ورق لاؤ تا کہ میں اس سے اس کو حلف دوں وہ شخص چلا گیا اور قاضی صاحب نے اس متہم (جس پر تہمت تھا) کو روک لیا جب ایک گھڑی گزر گئی تو اس کی طرف التفات کیا اور پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ شخص مسجد میں پہنچ گیا ہوگا، اس نے کہا نہیں، ابھی نہیں پہنچا۔ یہ جواب اقرار کے مانند ہوگیا تو اس پر سونے کی ادائیگی قرار دی اور پھر اس نے اقرار کرلیا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۲۴)

وسوسہ کا علاج

ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ابو حازم کے پاس آکر کہا کہ شیطان میرے پاس آکر مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے وہ مجھ کو اس وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا (اور حقیقت کیا ہے؟) کیا تو نے اسکو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کیا تو نے کل میرے پاس آکر میرے نزدیک اپنے بیوی کو طلاق نہیں دی؟ اس نے کہا خدا کی قسم! میں آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے کسی صورت میں بھی اسے طلاق نہیں دی انہوں نے کہا کہ جب شیطان تیرے پاس آئے تو اس

وقت بھی اس طرح قسم کھالینا اور آرام سے رہنا۔ (ایضا: ۱۲۷)

ایک قاضی صاحب کا حیلہ

یحییٰ بن محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا کہ ایک قاضی پر انکی بیوی نے تقاضا کیا کہ مجھے ایک باندی خرید دیجئے۔ وہ اس سلسلہ میں بردہ فروشوں میں گئے جنہوں نے انکے سامنے چند لڑکیاں پیش کیں، ان میں سے ایک کو انہوں نے پسند کرلیا اور اپنی بیوی کو لاکر دکھایا کہ میں اپنے مال سے اس کو تمہارے لئے خرید کر لایا ہوں اس نے کہا مجھے آپ کے مال کی حاجت نہیں یہ دینار لیجئے اور اسکو میرے واسطے خرید کرلا یئے اور انکو ایک سو دینار دے دیئے (بڑی سمجھدار عورت تھی کہ انکے الفاظ "اپنے مال" سے سن کر انکی نیت کو تاڑ گئی) یہ دینار قاضی صاحب نے لے لئے، انکو گھر میں (کسی تھیلی میں سربمہر کر کے) الگ رکھ دیا اور جا کر اپنے لئے خرید لائے اور اپنے مال سے ہی قیمت ادا کی اور بیعنامہ بھی اپنے ہی نام لکھایا اور لڑکی کو آہستہ سے بتادیا اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کردی، اب انکی بیوی اس سے خدمت لیتی رہتی تھی۔ جب قاضی صاحب کو تنہائی میسر آجاتی تو یہ اس سے ہمبستر ہوتے۔ ایک دن اتفاق ہوا کہ ایسے وقت میں بیوی سر پر آپہنچی۔ اس نے کہا اے بدکردار شیخ زانی یہ کیا ہورہا ہے؟ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو ہی مسلمانوں کا قاضی ہے؟ قاضی نے کہا کہ "شیخ" بدکردار نہیں ہے رہا "زنا" سو خدا کی پناہ اور اپنے نام کا بیعنامہ نکال کر اسکے سامنے رکھ دیا اور اسکو حیلہ سے آگاہ کردیا اور سربمہر دینار نکال کر اسکے آگے ڈال دیئے اس وقت وہ سمجھی کہ قاضی صاحب نے حرام فعل نہیں کیا اور برابر خوشامدیں کرتی رہیں یہاں تک کہ قاضی صاحب نے اسکو فروخت کردیا۔

ایک قاضی کی عدالت میں فرزدق شاعر کی شہادت

ابن قتیبہ نے کہا کہ ایک قاضی کے یہاں ایک مرتبہ فرزدق شاعر نے شہادت دی تو قاضی نے کہا ابو الفراس کی شہادت کو ہم نے جائز رکھا ہے مگر مزید شہادتیں لاؤ (ابو الفراس فرزدق کی کنیت ہے) جب فرزدق واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا، واللہ تمہاری شہادت کو معتبر نہیں مانا گیا (فرزدق مشہور شاعر تھا)۔

جیسا دعویٰ ویسے ہی گواہ

دو آدمی قاضی ضمضم کے پاس آئے، ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا۔ مدعا علیہ انکاری تھا مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں اس نے دو گواہ پیش کیے جنہوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی۔ مدعی علیہ نے کہا قاضی صاحب ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجیے (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ وہ جانور ہنکانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعوے پر تیرے نزدیک ان سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے؟ (جیسا دعویٰ ہے ویسے ہی گواہ ہیں، اٹھ اس کو وہ طنبورا واپس دے۔) (لطائف

علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۲۹)

ایک نزاع (جھگڑے) میں حکم کا دلچسپ فیصلہ

دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا، اس دوران میں ایک شخص آ گیا دونوں نے اس سے کہا کہ جو فیصلہ تم کرو گے وہ ہمیں منظور ہے۔ اس نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے تو دوسرے نے ایسا حلف کر لیا پھر اس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو، تو دونوں نے چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی ہے) دونوں دیکھتے رہ گئے۔ اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)۔ (ایضا: ۱۲۹)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ربیع کو ایک مسکت جواب

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا تو آپ تشریف لے گئے۔ ربیع نے جو منصور کا حاجب تھا اور ابوحنیفہ کا دشمن، کہا کہ اے امیر المومنین! یہ ابوحنیفہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عباس) کی مخالفت کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول یہ تھا کہ کسی معاملہ پر حلف کرنے والا اگر اس سے ایک یا دو دن کے بعد استثناء کر دے یعنی انشاء اللہ کہہ دے تو یہ اس کے لیے جائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ حلف کے ساتھ متصلاً ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المومنین ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت سے آزادی دلا دے۔ منصور نے پوچھا کہ یہ آپ نے کیسے کہہ دیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے پھر اپنے گھروں پر واپس جا کر استثناء کر دیا کریں گے، تو جو حلفیہ عہد اطاعت لیا جاتا رہے گا وہ باطل بھی ہوتا رہے گا منصور ہنسنے لگے اور اس نے کہا کے اے ربیع! ابوحنیفہ کو کبھی نہیں چھیڑنا (ورنہ اس طرح منہ کی کھایا کرے گا) جب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ باہر آ گئے تو ربیع نے کہا کہ آج تو آپ نے مروانے ہی کا کام کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لیے اور تیرے لیے خلاصی کی راہ نکالی۔

(لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۳۵)

یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسکو جکڑ دیا

عبدالواحد بن غیاث سے مروی ہے کہ ابوالعباس طوسی امام ابوحنیفہ کے متعلق برے خیالات رکھتا تھا اور اسکا علم انکو بھی تھا ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ منصور کے پاس آ گئے اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا طوسی نے کہا، آج مجھے ابوحنیفہ کی خبر لینا ہے چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابوحنیفہ! امیر المومنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اسکو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی (ایسی حالت میں گردن کاٹنا جائز ہوگا یا نہیں) ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابوالعباس (اسکا جواب دو کہ) امیر المومنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر، آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جا رہا ہو) اور تیرے لیے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابوحنیفہ نے جو لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔ (ایضاً:۱۳۵)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذکاوت

امام ابوحنیفہ اور انکی ذکاوت کا ذکر تھا، اس پر عبدالحسن بن علی نے بیان کیا کہ کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس مال امانت رکھا اور حج کو چلا گیا پھر واپس آ کر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں یہ صاحب مال امام صاحب کی خدمت میں مشورے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسکے انکار کرنے کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا اور یہ منکر شخص امام صاحب کے خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا، آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا کہ ان لوگوں نے (صاحبانِ حکومت نے) مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو، کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ آپ کا نام بھیج دیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کر دی اور امام صاحب نے اسکو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کے ساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا ۔ پھر وہ حاجی صاحب مال آپکے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ اب اسکے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لئے تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اسکی علامت ہے یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی، اب اس نے فوراً وہ امانت واپس کر دی (اور امام صاحب کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین صاحب سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہیے۔ یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے۔ اس پر آپکا نام نہ بھیجوں، یہاں تک کہ کوئی اس سے اونچے درجہ کی جگہ سامنے آئے۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۳۶)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت

ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص امام صاحب کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا۔ اب وہ موقع (جگہ) یاد نہیں آتا، امام صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی سوال نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں، اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نفلیں پڑھتے رہو، صبح تک انشاء اللہ تمہیں یاد آ جائے گا، اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کم ہی گزرا تھا، کہ اسکو وہ جگہ یاد آ گئی (تو اسنے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے انکی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دیگا اور تجھے یاد دلائیگا، کیوں نہ تو نے اللہ عزوجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھنے میں گزاری۔

(لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء:۱۳۸)

ہارون الرشید کے ایک سوال پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا دلچسپ جواب

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ دونوں میں سے کونسا اعلیٰ ہے؟ آپ نے کہا کہ امیر المومنین! فریقین جب تک حاضر نہ ہوں، میں فیصلہ نہیں کیا کرتا خلیفہ نے دونوں چیزیں منگا دی اب ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کر دیا کبھی فالودہ میں سے کھاتے تھے کبھی لوزینہ میں سے جب دونوں پیالے آدھے کر دیے گئے، تو بولے کہ اے امیر المومنین! میں نے اب تک کوئی دو حریف ان سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے جب میں نے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل ثابت کر دی۔ (ایضاً:۱۴۰)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ذہانت سے بھرپور ایک حیلہ

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی میں نے اس کو یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے یہ کھجور کھالی تو تجھ پر طلاق ہے اور اس کو پھینک دیا تب بھی طلاق۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے۔ (ایضاً:۱۴۲)

فقہ حنفی میں طلاق سے بچنے کے حیلہ کے چند اہم مسائل

مسئلہ نمبر۱)......ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیوی سے کہا جو پانی میں کھڑی تھی، اگر تو اس پانی میں ٹھہرے تو تجھ پر طلاق اور نکلی تب طلاق، تو ہم دیکھیں گے کہ اگر پانی جاری تھا اور اس شخص نے کوئی خاص نیت نہیں کی تھی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، چاہے وہ نکل جائے یا کھڑی رہے اور اگر پانی کھڑا تھا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اسے فوراً کوئی دوسرا زبردستی اٹھا کر باہر لے آئے۔

مسئلہ نمبر۲)......اگر ایسی صورت واقع ہو کہ عورت سیڑھی پر ہے اور شوہر نے کہا اگر تو سیڑھی پر چڑھی یا اس سے نیچے اتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا، یا کسی نے نیچے اتارا تو تجھ پر طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ دوسری سیڑھی پر منتقل ہو جائے (جو اس سیڑھی کے برابر رکھ دی جائے)۔

مسئلہ نمبر۳)......اگر گھر والوں نے بہت ساری کھجوریں کھائیں اور پھر شوہر نے کہا کہ اگر تو نے میرے سامنے اس کی تعداد ذکر نہ کی جو میں نے کھائی ہے (تو تجھ پر طلاق) تو اس سے رہائی کی صورت یہ ہے کہ جس قدر کھجوریں کھانے کا زیادہ سے زیادہ احتمال ہو، ایک سے لے کر اس عدد تک گنتی چلی جائے (اس گنتی میں صحیح عدد بھی اس کے سامنے مذکور ہو جائے گا)۔

مسئلہ نمبر۴)......اگر (شوہر اور بیوی دونوں نے) کھجوریں کھالیں اور (دونوں کی گٹھلیاں ایک جگہ مخلوط پڑی ہیں) شوہر نے کہا کہ اگر تو میری کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو اپنی کھائی ہوئی کھجور کی گٹھلیوں سے الگ نہ کر دے تو تجھ پر طلاق ہے۔ تو عورت کو چاہیے کہ ہر ایک گٹھلی کو الگ الگ کر دے۔

مسئلہ نمبر۵)......اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تجھ پر طلاق ہے اگر تو تصدیق نہ کرے گی اس امر کی کہ تو نے

میری چیز چوری کی یا نہیں؟ تو اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے چرایا جو کچھ چرایا تو طلاق نہ پڑے گی (اگرچہ چوری ثابت نہ ہوگی)۔

مسئلہ نمبر ۶)..... اگر کسی کی تین بیویاں ہیں اور وہ ان کے لیے بازار سے دو، دو پٹے خرید کر لایا۔ ان پر ایک جھگڑنے لگی، اس پر شوہر نے کہا تم سب پر طلاق اگر اس مہینہ میں تم میں سے ہر ایک بیس بیس دن نہ اوڑھے، تو اس کی یہ صورت ہے کہ ایک دوپٹہ بڑی کو اور ایک درمیانی کو اوڑھنے کے لیے دے دیا جائے، اور دس دن کے بعد بڑی بیوی یہ دوپٹہ سب سے چھوٹی کو دے دے اور درمیانی عمر والی سے مسلسل بیس دن پورے کرنے کے بعد بڑی بیوی اسے لے کر اوڑھ لے آخر ماہ تک۔

مسئلہ نمبر ۷)..... (تین بیویوں والے شخص نے) تین کوس کا سفر کیا اور اس کے ساتھ دو خچر ہیں۔ تینوں سوار ہونے کے لیے جھگڑنے لگیں۔ اس شوہر نے طلاق کا حلف کیا کہ تم میں سے ہر ایک کو دو کوس سوار ہوکر چلنا ہوگا تو ایسا کیا جائے کہ سب سے بڑی اور درمیانی کو سوار کردیا جائے۔ پھر ایک کوس چل کر درمیان والی اتر جائے اور اس کے خچر پر بڑی بیٹھ جائے اور چھوٹی سوار ہوجائے درمیانی والی کے خچر پر اور آخر مسافت تک بیٹھی رہے اور درمیانی عمر والی بڑی کی جگہ دو فرسخ کے ختم تک بیٹھی رہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۸)..... ایک شخص اپنے گھر میں تیس بوتلیں لایا (جن میں سے) دس بھری ہوئی اور دس آدھی اور دس خالی تھیں۔ (اس کی تین بیویاں ہیں) پھر کہا تم سب پر طلاق ہے اگر میں انکو تم پر اسطرح برابر تقسیم نہ کرسکوں، کہ اس تقسیم پر نہ ترازو سے کام لوں اور نہ پیمانے سے۔ اسکو چاہیے کہ وہ پانچ آدھی آدھی بوتلیں لے کر دوسری پانچ آدھی آدھی بوتلوں میں بھردے (اس طرح پانچ پوری بوتلیں بن جائیں گی اور دس پوری بوتلیں تو موجود ہی تھیں اب کل پندرہ بوتلیں بھری ہوئی ہوجائیں گی اور پانچ خالی بوتلوں کا اضافہ دس خالی بوتلوں میں ہوکر کل پندرہ خالی بوتلیں ہوجائیں گی۔) اب ہر بیوی کو پانچ بوتلیں بھری ہوئی اور پانچ خالی دے دے۔

مسئلہ نمبر ۹)..... ایک شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک برتن دیکھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ یہ مجھے پلادے اس نے انکار کردیا تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ نہ تو اس پانی کو پی سکتی ہے اور نہ گرا سکتی ہے اور نہ برتن میں باقی چھوڑ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی ہی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ (مثلاً یہ کہ کسی دوسرے کو پلادے) تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ برتن میں کوئی ایسا کپڑا ڈالا جائے جو پانی پی جائے پھر اسکو دھوپ میں سکھا لیا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰)..... ایک شخص نے قسم کھائی (اور بیان کیا کہ) اسکی بیوی نے یہ پیام بھیجا ہے کہ میں تجھ پر حرام ہوچکی ہوں اور میں نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے اور میں تیرے لیے ضروری قرار دیتی ہوں کہ تو میرے لیے میرا خرچ بھیج اور میرے شوہر کا خرچ بھیج (یہ قسم اسطرح صحیح ہوسکتی ہے کہ) یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اسکے باپ نے اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا تھا پھر اس غلام کو اموال تجارت دے کر کہیں بھیجا اسکے بعد اس (باپ) کا انتقال ہوگیا۔ اب اس شخص کے تمام ترکہ کی وارث اس کی بیٹی ہوئی اور غلام سے

(چونکہ وہ اب اس کا مملوک ہوگیا) نکاح فسخ ہوگیا۔ اور اس نے عدت پوری کی اور دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اب وہ یہ پیام بھیجتی ہے کہ مال میرے لیے یہاں بھیجو کہ اس کی اب میں مالکہ ہوں۔ (اور مالک کو حق ہے کہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو بھی حوالہ کرنے کا حکم نافذ کرے۔ اس لئے نئے شوہر کو بھی دلواتی ہے۔)

مسئلہ نمبر ۱۱) کسی کی دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک بالا خانہ میں ہے اور دوسری نیچے گھر میں ہے۔ شوہر نے سیڑھی چڑھنا شروع کیا تو دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پاس آنے پر اصرار شروع کردیا۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں اوپر چڑھ کر تیرے پاس آؤں گا اور نہ نیچے اتر کر تیرے پاس آؤں گا۔ اور نہ اس جگہ اس ساعت میں ٹھہروں گا۔ تو چاہیے کہ نیچے کے گھر والی اوپر چڑھ آوے۔ اور اوپر والی اتر کر اس کے پاس آجائے۔ اب اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے، چلا جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۲)...... اگر اپنی زوجہ سے حلف کیا کہ میں تیرے گھر میں بوریہ نہیں لاؤں گا اور تجھ سے جماع بوریہ پر ہی کروں گا۔ پھر اس نے گھر میں جماع بھی کرلیا اور قسم بھی نہ ٹوٹی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بوریہ کا سامان گھر میں لے آئے اور کاریگر کو بلا کر گھر میں ہی بوریہ بنوالے اور اس پر جماع کرے۔

مسئلہ نمبر ۱۳)...... اگر کسی نے حلف کیا کہ میں اپنی زوجہ سے روز روشن (دن کی روشنی میں) جماع کروں گا اور باوجود پانی پر استعمال کی قدرت ہونے کے دن میں غسل بھی نہ کروں گا اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز بھی فوت نہ ہونے دوں گا تو اس کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ فجر اور ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھ لے، اور بعد عصر جماع کرے۔ جب سورج غروب ہوجائے تو فوراً غسل کرے اور امام کے ساتھ مغرب پڑھ لے۔

مسئلہ نمبر ۱۴)...... ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے ایک ایسے (روزہ دار) شخص کو دیکھا جو (ایک مسجد میں) دو مقتدیوں کا امام بن کر نماز ادا کررہا تھا (نماز کے دوران میں) اس نے اپنے داہنی طرف توجہ کی تو ایک قوم کو دیکھا جو آپس میں باتیں کررہے تھے (انکی باتیں بھی سنیں) تو اس پر اسکی بیوی حرام ہوگئی اور اسکا روزہ باطل ہوگیا اور دونوں مقتدیوں کو کوڑے مارنے واجب ہوگئے اور مسجد کو ڈھا دینا پڑا۔

یہ ایسا شخص تھا جس نے ایک ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا جس کا شوہر غائب تھا اور ان دونوں مقتدیوں نے شہادت دی تھی کہ اسکے گھر کو مسجد بنادیا جائے اور یہ شخص مقیم اور روزہ سے تھا۔ جب اس نے داہنی طرف التفات کیا تو دیکھا کہ وہ غائب شخص جو اسکے بیوی کا شوہر تھا۔ آگیا اور یہ لوگ گفتگو کررہے تھے کہ عید کا چاند ثابت ہوچکا۔ اس لئے آج یوم عید ہے اسکو اطلاع نہیں تھی کہ شوال کا ہلال دیکھا جاچکا ہے (اسلیے روزہ سے تھا) اور اس نے اپنی ایک جانب سے پانی اور کپڑے پر ناپاکی کا نشان بھی دیکھ لیا تو عورت حرام ہوگئی خاوند کے آجانے سے اور روزہ باطل ہوا عید کے ثبوت سے اور نماز باطل ہوئی کپڑے پر ناپاکی کے مشاہدہ سے، اور ان دونوں آدمیوں کو اس لیے کوڑے مارے جائیں گے کہ انہوں نے جھوٹی شہادت دی تھی اور مسجد کا توڑنا اس لیے ثابت ہوگیا کہ یہ وصیت غلط ہوگئی اور مالک کو اسکا گھر ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۵) ایک شخص کے پاس چھوارے اور انجیر اور کشمش تھی جن کا مجموعی وزن بیس رطل تھا۔ اس نے قسم

کھائی کہ اس نے چھوارے فی رطل نصف درہم اور انجیر فی رطل دو درہم اور کشمش فی رطل تین درہم کے بھاؤ سے فروخت کیے اس شخص کو کل کی قیمت بیس درہم وصول ہوئی تو (اسکی قسم سچی ہونے کی یہ صورت ہے کہ) اسکے پاس چھوارے چودہ رطل اور انجیر پانچ رطل اور کشمش ایک رطل تھا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۴۴۔۱۴۶)

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی دانش

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کے بارے میں ابن المزوق بغدادی کے غلام نے بیان کیا میرا آقا میری بہت عزت کرتا تھا اس نے ایک کنیز خریدی اور اس سے میرا نکاح کر دیا مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہو گئی مگر اس کنیز کو مجھ سے اسی درجے شدید بغض ہو گیا اور وہ مجھ سے ہمیشہ بدکتی تھی اور اس حد تک معاملہ پہنچا کہ ایک دن اس نے مجھے سختی سے جھڑکا میں نے غصہ میں اس سے یہ کہدیا کہ تجھ پر تین طلاق اگر تو نے جیسے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا میں بھی اسی قسم کے الفاظ کے ساتھ تجھے مخاطب نہ کروں۔ میرے تحمل نے تیرا مزاج بگاڑ دیا (وہ عورت بڑی چالاک اور ذہین تھی اس نے اپنی خلاصی کی راہ نکال لی) اس پر اس نے فوراً کہا تجھ پر جدا کرنے والی تین طلاق (اب اگر وہ یہی کلمات کہتا ہے تو اس کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر نہیں کہتا تو اس حلف کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے) یہ کہتا ہے کہ میں دنگ رہ گیا اور نہیں سمجھ سکا کہ اسے کیا جواب دوں اس اندیشہ سے کہ اگر میں نے اس کو وہی کہہ دیا جو اس نے کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، تو میں ہدایت حاصل کرنے کے لیے ابو جعفر طبری کے پاس پہنچا اور ان کو سب قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے کہدو کہ تجھ پر تین طلاق اگر تجھے دیدوں۔ تو ان ہی کلمات سے اس کو بھی خطاب ہو جائے گا اور تیری قسم پوری ہو جائے گی اور اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور ایسی قسموں کو اب مت لوٹانا۔ (لطائف علمیہ اردو کتاب الاذکیاء: ۱۴۷)

وہم جنون (پاگل پن) کی ایک قسم ہے

ابوالوفاء ابن عقیل کے بارے میں از بر بن عبدالوہاب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عقیل سے آ کر کہا کہ میں جب بھی نہر میں خواہ دو غوطے لگاؤں یا تین مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ پانی میرے سر سے اوپر ہو گیا ہے اور میں پاک ہو گیا ہوں۔ اب میں کیا کروں انہوں نے جواب دیا کہ نماز پڑھنا چھوڑ دے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ بچہ سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک جاگ نہ جائے۔ اور مجنون سے جب تک ہوش میں نہ آ جائے اور جو شخص نہر میں غوطہ لگائے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ اور پھر بھی وہ یہی خیال کرے کہ اس کا غسل نہیں ہوا ہے تو مجنون ہی ہو سکتا ہے۔ (ایضاً: ۱۴۸)

ابن عقیل کا توریہ

اور ہم کو ابن عقیل کا یہ قصہ پہنچا ہے کہ وہ ایک دن نمازِ جمعہ سے رہ گئے تو لوگ ان کے پاس بہت متفکر

آئے تو کہا کہ میں نے صندوقوں کے پاس نماز پڑھی ہے اس طرح پھر ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے رہ گئے، تو جب لوگوں نے اس پر توحش کا اظہار کیا تو کہا کہ میں نے منارہ کے قریب نماز پڑھی (اور حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھی تھی) صندوقوں سے مراد اپنے گھر کے صندوق تھے اور منارہ سے مراد بھی اپنے گھر کا منارہ تھا۔ (ایضاً ۱۴۹)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا فقہ و دانش۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک کنیز ہارون رشید کے کنیزوں میں سے اس کے پاس موجود تھی اور ہارون الرشید کے سامنے ایک جواہرات کی مالا رکھی ہوئی تھی ہارون الرشید اس کو اٹھا کر الٹنے پلٹنے میں مشغول تھے پھر وہ مالا گم ہوگئی ہارون نے اس کنیز کو متہم (تہمت لگایا) کیا کہ یہ اسکی حرکت ہوگی جب اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا ہارون الرشید نے قسم کھالی کہ میں نے اگر اس سے چوری کا اقرار نہ کرالیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے سب مملوک آزاد، اور مجھ پر حج لازم۔ وہ کنیز برابر انکار پر قائم رہی اور وہ اسکو متہم کرتے رہے۔ اب ہارون الرشید کو قسم ٹوٹنے کا اندیشہ لاحق ہوگیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر پورا قصہ سنایا انہوں نے کہا کہ اس کنیز سے مجھے بات کرنے کا موقع عنایت فرمادیجئے اور ہمارے ساتھ ایک خادم ہوتا کہ میں آپ کو اس قسم سے باہر کرسکوں ہارون الرشید نے اس کا انتظام کردیا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے ملکر کہا کہ جب خلیفہ تجھ سے ہار کے بارے میں سوال کریں تو اس سے انکار کردینا پھر جب دوبارہ سوال کیا کریں تو کہدینا کہ میں نے لیا ہے، پھر جب تیسری مرتبہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے نہیں لیا ہے، یہ سمجھا کے واپس آتے وقت خادم کو یہ ہدایت دی کہ اس گفتگو کی امیر المومنین کو اطلاع نہ دینا اور ہارون الرشید سے آپ نے کہا کہ اے امیر المومنین! کنیز سے آپ ہار کے بارے میں تین مرتبہ پے در پے سوال کریں، وہ آپ کی تصدیق کریگی خلیفہ نے جاکر پہلی مرتبہ سوال کیا تو اس نے انکار کیا جب دوسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے لیا ہے، تو خلیفہ نے کہا کہ تو کیا کہہ رہی ہے تو اس نے کہا واللہ میں نے نہیں لیا ہے لیکن مجھے ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا سمجھایا تھا پھر خلیفہ نے امام یوسف سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کی قسم پوری ہوگئی کیونکہ اس نے آپکو خبر دی کہ اس نے ہار لیا ہے اور پھر خبر دی کہ نہیں لیا تو دونوں میں سے ایک جواب میں وہ سچی ہے اور اب آپ حلف کے قید سے نکل چکے ہیں۔ خلیفہ بہت خوش ہوئے اور انکو انعام دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توقعات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب چودہ (۱۴) سال کی ہوئی تو ایک روز امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کرے، جس نے انکے دل میں کھٹک پیدا کر رکھی تھی۔

علیک سلیک اور آداب واکرام کے بعد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے عرض کیا۔

ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کے سویا تو اسے احتلام ہو گیا تو کیا اسے نماز عشاء از سرِ نو پڑھنی چاہیے۔

امام صاحب نے فرمایا اسے نماز دوبارہ پڑھ لینی چاہیے۔

یہ سن کر امام محمد اٹھے اور جوتے بغل میں دبائے اور گوشۂ مسجد میں جا کر نماز دہرائی، امام صاحب نے ان کی ذکاوت سوال کا انداز اور قیام صلوٰۃ دیکھ کر فرمایا کہ یہ لڑکا انشاء اللہ ترقی کریگا۔

یہ واقعہ خود امام محمد رحمہ اللہ کا ہے جو سوال کرنے سے قبل نابالغ تھے، عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے تو بالغ ہو گئے چونکہ عشاء باقی تھا اس لئے امام صاحب نے اعادہ کا حکم دیا تو آپ نے نماز دوبارہ پڑھ لی۔ (الامانی فی سیرت الامام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ)

سفر شرعی میں روزہ کا حکم

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"لیس البر الصیام فی السفر"

ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بہت سا مجمع ہے۔ لوگ کسی چیز کو گھیرے کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے سفر کی حالت میں روزہ رکھا تھا، وہ بے ہوش ہو گیا ہے، لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ اس کی حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سفر کی حالت میں روزہ رکھنا کہ انسان مرنے کے قریب پہنچ جائے اور ہلاکت کی نوبت آجائے کوئی نیکی کا کام نہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے"

۴۸ میل انگریزی (۷۷۔۲۳ کلومیٹر) کے سفر کو سفر شرعی کہتے ہیں، اس سفر میں نماز قصر بہر حال واجب ہے۔ لیکن روزہ کا افطار کرنا جائز ہے لیکن فی نفسہ واجب نہیں جب تک کہ سخت ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اگر تھوڑی سی مشقت برداشت کر کے (بشرطیکہ ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو) روزہ رکھ لیا جائے تو افضل ہے۔

﴿وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ﴾ (شرائط الطاعۃ)

نکاح کو وصول الی اللہ کیلئے مانع سمجھنا

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

حدیث شریف میں ہے: "من تبتل فلیس منا" یعنی جو شخص نکاح نہ کرے (باوجود تقاضائے نفس وقدرت کے) وہ ہمارے طریقے سے خارج ہے۔ (کیونکہ یہ طریقہ نصاریٰ کا ہے کہ وہ نفس نکاح کو وصول الی اللہ سے مانع سمجھ کر اس کے ترک کو عبادت سمجھتے ہیں)۔

پھر فرمایا کہ یہاں سے ان صوفیوں کی غلطی ثابت ہوتی ہے جو اسی بناء پر بے نکاح رہتے ہیں، باقی کسی کو عذر بدنی یا مالی ہو یا دینی وہ مستثنیٰ ہے۔ بدنی اور مالی تو ظاہر ہے دینی یہ کہ نکاح کے بعد ضعف کے سبب دین کی حفاظت نہ کر سکے گا۔ (کمالات اشرفیہ)

مساجد میں اپنے جوتوں کی حفاظت کے اہتمام کی ضرورت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے:

"تفقدوا نعالکم عند ابواب المسجد"

"یعنی مساجد کے دروازوں کے پاس پہنچ کر اپنی جوتیوں کی دیکھ بال کر لیا کرو۔" (کہ کوئی گندگی وغیرہ تو نہیں لگی جس سے مسجد آلودہ ہو جانے کا اندیشہ ہو)۔

اس سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ مسجد کی حفاظت کی جائے گندگی سے اور یہ مدلول ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ جوتیوں کی حفاظت کی جائے کہ اپنے ساتھ لے جائے تاکہ دل پریشان نہ رہے، اس سے مفہوم ہوا کہ اپنی چیز کی حفاظت کا اہتمام بقدر ضرورت کرنا شغل مع اللہ کے منافی نہیں بلکہ شغل مع اللہ کا معین ہے، ورنہ قلب اس چیز سے متعلق رہتا اور شغل مع اللہ میں خلل پڑتا ہے۔ پس مدعیانِ طریق جو ایسے اہتمام کو خلاف طریق سمجھتے ہیں جان لیں کہ یہ غلو ممنوع ہے۔ (کمالات اشرفیہ)

آفتاب غروب ہونے کا مفہوم

سائل نے دریافت کیا کہ حدیث شریف میں آیا ہے جس وقت آفتاب غروب ہوتا ہے اس وقت سجدہ کرنا حرام ہے تو آفتاب، غروب ہی کب ہوتا ہے؟ فرمایا ذرا توقف کرو، انشاء اللہ نفل پڑھنے کے بعد سمجھا دوں گا، چنانچہ بعد نفل بلایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کا ایک جواب میرے ذہن میں پہلے سے تھا وہ چند مقدماتِ علم ریاضی پر موقوف ہے، شاید وہ تمہاری سمجھ میں نہ آئے اور اگر آ بھی گیا تب بھی طوالت بہت ہے۔ اور اول اسی کے بتانے کا ارادہ تھا لیکن ابھی درمیان نماز میں ایک جواب جو اس سے عمدہ اور سہل ہے من جانب اللہ ذہن میں آیا جو عنقریب بیان کروں گا۔

اس حدیث میں دو سوال ہیں ایک تو یہ آفتاب غروب کب ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ جو سوال اول سے بھی ادق اور مشکل ہے یہ کہ فرمایا ہے "تسجد تحت العرش" تحت العرش کے کیا معنی؟ کیونکہ تمام اشیاء ہر وقت ہی تحت العرش ہیں۔ عرش تو محیط ہے سو سوال اول کا جواب تو یہ ہے کہ ارض کا مشاہدہ سے کرہ (گول) ہونا ثابت ہے اور زمین کا آباد اکثری حصہ ہے جو عرفاً فوق کہلاتا ہے۔ اور اس کو معظم معمورہ کہتے ہیں۔

اب حدیث سمجھنا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تغرب جو فرمایا اس غروب سے مراد غروب باعتبار معظم معمورہ کے ہے جس کے اوپر قرائن دال ہیں۔ اول متکلم یعنی جناب، جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا خود معظم معمورہ پر تشریف رکھنا، دوسرے اسی حدیث میں قیامت کی خبریں فرمانا "تطلع من ربھا" جس میں یقیناً معظم معمورہ کی مغرب مراد ہے۔ یہ بھی قرینہ اس پر دال ہے کہ اس سے مراد معظم معمورہ ہے۔ اور سوال ثانی کا جواب یہ ہے کہ اول یہ سمجھنا چاہیے کہ ہر شی کی ایک روح ہوتی ہے تو بس آفتاب کی بھی ایک روح ہے اور وہی سجدہ کرتی ہے اور تحت عرش سے مراد مطلق تحت عرش نہیں بلکہ مع القرب مراد ہے۔ یعنی آفتاب کی روح

عرش کی قریب سجدہ کرتی ہے اور تحت سے مراد تحت مع القرب ہونے کی مثال یہ ہے جیسے ایک ہفت منزلہ مکان ہے کوئی کہے کہ منزل ہفتم کے نیچے فلاں چیز رکھی ہے تو ذہن کبھی بھی منزل اول میں نہ جائے گا کہ اس سے مراد منزل اول ہے بلکہ فوراً ذہن منزل ششم کی جانب منتقل ہو جائے گا۔ چونکہ وہی قریب اور متصل ہے۔(مجادلات معدلت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں سہو کا سبب

نبی کو بھی نماز میں سہو ہو جاتا ہے، تو اس پر یہ سخت اشکال واقع ہوتا ہے کہ پیغمبر نماز میں کیوں بھولتے تھے اس کا جواب سنیے۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی استحضار کی کمی سے سہو ہوتا تھا مگر فرق یہ ہے کہ ہمیں جو عدم توجہ الی الصلوۃ سے ہوتا ہے اس وقت توجہ نماز سے اسفل چیزوں کی طرف ہوتی ہے۔ اور ان حضرات کے عدم توجہ الی الصلوۃ کا سبب یہ ہوتا ہے کہ نماز سے بھی جو چیز فوق ہے اس وقت ان کی توجہ اس پر ہوتی ہے۔ غرض ہماری توجہ نماز سے نیچے کی طرف ہوتی ہے۔ (اشکال از جامع) حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے التباس کا سبب مقتدیوں کا اچھی طرح وضو کر کے نہ آنا۔ ارشاد فرمایا گیا ہے اس کو حل فرما دیا جائے۔

جواب: حکم مذکور اکثری ہے اور ایسے التباس کا سبب ہونا یہ کبھی کبھی لطافت کی وجہ سے ہوتا ہے کہ بالاضطرار مختلف اشیاء کا حضور طبعاً موجب التباس ہو جاتا ہے پس کوئی تعارض نہیں رہا۔ پھر فرمایا اس قسم کی تدقیقات درسیات میں کہاں لکھی ہوتی ہیں اسی واسطے تو میں کہتا ہوں کہ محض اصطلاحات سے کیا ہوتا ہے؟ کسی محقق کی جوتیاں سیدھی کرنے سے علم حاصل ہوتا ہے۔(الافاضات الیومیہ)

نفسانی خواہش کے غلبہ کا علاج

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک ایسی تدقیق یاد آئی۔ یہاں ایک صاحب آئے تھے، وہ غیر مقلد تھے، اور ایسے بے باک تھے کہ آنے سے قبل مجھے لکھا تھا کہ میں جانچ کرنے کے لیے آ رہا ہوں۔ میں نے دل میں کہا کہ جانچ کرنے کے لیے کیوں آ رہے ہیں؟ میں نے دعویٰ کیا ہے کسی کمال کا؟ غرض وہ آئے او مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھ پر نفسانی خواہش کا غلبہ ہے جوان آدمی تھے نکاح کی وسعت نہیں تھی، مجھ سے پوچھا کہ ایسی حالت میں میں کیا کروں؟ میں نے ابھی جواب بھی نہیں دیا تھا کہ آپ بولے روزے رکھا کرو۔ حدیث میں اس کا یہی علاج بتایا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے روزے بھی رکھے مگر ان سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا، بس وہ تو ختم ہو گئے میں نے دل میں کہا کہ آپکو کہا کس نے تھا؟ دخل دینے کو۔ جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تب میں نے اس شخص سے سوال کیا کہ تم نے کتنے روزے رکھے تھے؟ اس نے کہا کہ جی کبھی دو، تین رکھ لیے کبھی چار، پانچ رکھ لیے میں نے کہا کہ حدیث یہ ہے:

"فمن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء"

یہ میں نے ان کو سنانے کو کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کثرت سے روزے رکھنا اور مسلسل روزے رکھنا ایسے حال میں مفید ہوتا ہے نہ کہ صرف گاہ گاہ دو چار روزے رکھنا۔ اب ان کو حیرت تھی کہ حدیث میں تو کثرت کا کہیں ذکر نہیں اس لیے میں نے کہا کہ "علیہ" لزوم پر دال ہے اور لزوم کے دو درجے ہوتے ہیں۔ ایک اعتقادی، ایک عملی۔

یہاں اعتقادی درجہ تو مراد ہے نہیں کیونکہ یہ روزہ فرض نہیں بلکہ عملی درجہ مراد ہے اور وہ ہوتا ہے تکرار سے جبکہ بار بار عمل کیا جائے اور عادۃً لازم کرلیا جائے۔ اور میں نے کہا کہ دیکھو اس کی ظاہر تائید ہے۔ رمضان شریف میں مسلسل ایک مہینہ تک روزے رکھے جاتے ہیں اور یہ تجربہ ہے کہ شروع رمضان میں تو قوت بہیمیہ شکستہ نہیں ہوتی بلکہ رطوبات فضلیہ کے سوخت ہو جانے کی وجہ سے اس قوت میں اور انتعاش ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ ضعف بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ اخیر میں پورا ضعف ہوتا ہے جس کی وجہ سے قوت بہیمیہ شکستہ ہوتی ہے کیونکہ اس وقت روزوں کی کثرت متحقق ہو جاتی ہے۔

پھر میں نے اس شخص سے کہا کہ جب اتنے روزے رکھو گے تب اثر ظاہر ہوگا۔ جب اتنے روزے رکھ کر بھی فائدہ نہ ہو، تب آ کر اشکال کرنا، میری اس تقریر کو سن کر مولانا کی آنکھیں کھل گئیں۔ دیکھیے حدیث تو انہوں نے پڑھ دی اور اس کا مطلب کچھ نہ سمجھے۔ (الافاضات الیومیہ)

ارکان اسلام کی وجہ حصر

عبادت دو حال سے خالی نہیں ہوگی، قولی ہوگی یا فعلی۔ اگر قولی ہوگی تو وہ شہادت ایمانی ہے یعنی

" شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله"

اگر فعلی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔

یا کسی چیز کا ترک ہے یا اخذ ہے اگر ترک ہے، صوم ہے۔ اور اگر اخذ ہے تو بھی دو حال سے خالی نہیں یا بدنی ہوگی یا مالی ہوگی اگر بدنی ہے تو صلوٰۃ ہے اور اگر مالی ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اس کا تعلق صرف مال سے ہوگا یا مال و بدن دونوں میں مشترک ہوگا اگر صرف مال سے تعلق ہے تو وہ زکوٰۃ ہے اور اگر دونوں میں مشترک ہے تو وہ حج ہے۔ (نایاب تحفہ صفحہ ۳۳)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ایک مرتبہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا، میں قمریوں (فاختہ) کی تجارت کرتا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک دن ایک آدمی کو ایک قمری فروخت کی لیکن اس نے اسکو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ وہ آواز نہیں کرتی۔

اسکے بعد میں نے قسم کھائی کہ اگر میری قمری برابر آواز نہ دے، تو میری بیوی پر طلاق ہے چنانچہ امام

مالک رحمہ اللہ نے فتویٰ دے دیا کہ تمہاری بیوی پر طلاق پڑ گئی تمہارے لیے اب کوئی چارہ نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تمام گفتگو سن رہے تھے آپ نے فرمایا اس سے کہہ کیا تمہاری قمری اکثر وقت آواز کرتی ہے یا اکثر وقت چپ رہتی ہے؟ اس نے کہا: وہ دن کے اکثر وقت آواز کرتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تمہاری قمری اکثر وقت آواز کرتی ہے تو تمہاری بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی (اس وقت امام شافعی رحمہ اللہ کی عمر چودہ سال کی تھی) امام مالک رحمہ اللہ کو جب اس فتوے کی خبر ہوئی تو امام شافعی رحمہ اللہ کو بلا کر پوچھا: اے لڑکے! ایسا فتویٰ تم نے کس طرح دیا اور یہ بات تم کو کہاں سے معلوم ہوئی؟ تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ ہی نے تو یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی کہ زہری نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے ام سلمہ سے روایت کی!

فاطمہ بنت قیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ابوجہم اور معاویہ نے پیغام نکاح بھیجا ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ تو فقیر محتاج شخص ہے اور اس کے پاس مال نہیں اور ابوجہم وہ تو اپنی گردن سے لاٹھی نہیں رکھتا یعنی ہر وقت مار پیٹ کرتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: "**لایضع عصاہٗ**" باوجود یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ابوجہم کھاتا پیتا ہے، سوتا ہے اور دیگر ضروریات زندگی پوری کرتا ہے مگر چونکہ اہل عرب دو فعل میں سے ایک اغلب فعل کو مداومت کی مانند قرار دیتے ہیں، اس لیے میں نے بھی ایسا ہی کہا، اور اسی حدیث سے استدلال کیا اس شخص کی فاختہ اکثر وقت چپ رہنے کے مقابلے آواز کرتی ہے، اس لیے میں نے اس کے دو فعل میں سے اغلب فعل کو دائمی قرار دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کے اس استدلال پر حیران رہ گئے اور امام شافعی رحمہ اللہ کو فتویٰ دینے کی اجازت فرمائی، چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ دینا شروع کر دیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۱۹۹/۲)

حین کی تحقیق

حکایت: ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے قسم کھائی ہے کہ ایک حین تک اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا، لہٰذا کتنے دنوں تک اس کی مدت ہے؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیامت تک۔ اس آدمی نے عرض کیا: آپ کی دلیل کیا ہے؟

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قرآن پاک کی ایک آیت:

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ (سورۃ البقرہ: ۳۶)

وہ آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور یہی سوال کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اس کی مدت چالیس ہے اس آدمی نے کہا: آپ کی دلیل کیا ہے؟

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ آیت:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ﴾ (سورۃ الدھر:۱)

حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس سال تک مکہ اور طائف کے درمیان قیام فرمایا تھا۔

پھر اس شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی مدت ایک سال ہے۔

اس شخص نے کہا آپ کی دلیل کیا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن پاک کی یہ آیت ﴿تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾

وہ شخص پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی سوال کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر صبح کے وقت قسم کھائی ہے، تو رات کو بات کر سکتا ہے اور اگر رات کے وقت قسم کھائی ہے، تو صبح بات کر سکتا ہے۔

تو اس شخص نے کہا آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلام اللہ کی یہ آیت ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ. وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾ (الروم:۱۷)

تو وہ آدمی خوش ہو کر چلا گیا۔ (لطائف اللغات:۷۷)

وقت مغرب میں تعجیل

سوال: تمام نمازوں کے اوقات میں اذان اور جماعت میں فاصلہ ہوتا ہے کسی میں آدھا گھنٹہ، کسی میں پندرہ منٹ، لیکن مغرب کی نماز میں بلا فاصلہ جماعت میں کھڑے ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دوسری نمازوں کے اوقات شروع ہونے میں اختلاف ہے۔ اس لئے فاصلے کرتے ہیں۔ لیکن مغرب کا وقت شروع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے بلا فاصلہ جماعت شروع کر دیتے ہیں۔ (نایاب تحفہ:۷۶)

امام محمد اور امام کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید کی مجلس میں امام محمد بن حسن اور امام کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ حاضر تھے، امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "من تبحر في علم اهتدى لجميع العلوم"

جو ایک فن میں ماہر ہو گیا تو اس نے تمام علوم میں کمال حاصل کر لیا۔ اس بات پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا: جو شخص سجدہ سہو میں سہو کرے تو پھر اس کو سجدہ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: نہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: اس کی وجہ کیا ہے؟

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ: علم نحو کا قاعدہ ہے اسم مصغر کی دوبارہ تصغیر نہیں آسکتی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: اگر کوئی شخص عتق (غلام کی آزادی) کو ملک پر معلق کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ: صحیح نہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ: کیوں؟

امام کسائی رحمۃ اللہ علیہ: سیلاب بارش سے پہلے نہیں آ سکتا۔

مسعود ملتانی صاحب نے نغزک میں لکھتے ہیں: یہ واقعہ امام محمد اور امام فراء رحمۃ اللہ علیہما کے درمیان ہوا تھا۔ (حیوۃ الحیوان باب الحاء۔ الخرب: ۲۹۶/۱ نغزک: ۹۳)

اسم ”مکہ“

مکہ معروف شہر ہے جس میں کعبۃ اللہ ہے، یہ ایک عورت کا نام ہے اس سے کسی آدمی نے پوچھا: ما اسمکِ تیرا نام کیا ہے؟

تو عورت نے کہا: میرا نام مکہ ہے۔ آدمی نے کہا ”فاقبل حجر الاسود“

ترجمہ: میں حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتا ہوں۔ عورت نے یہ آیت تلاوت کی ﴿لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنفُسِ﴾ (النحل: ۷)

ترجمہ: ہرگز بوسہ نہیں دے سکتے ہو مگر مشقت کے ساتھ۔

یاد رہے کہ یہ آیت قرآن کریم میں حج کے بارے میں ہے اس کے بعد اس آدمی نے کہا، اگر میں تجھ سے شادی کرلوں تو؟ عورت نے کہا ”ان شئت ادخل المسجد الحرام وان شئت فقبل حجر الاسود“

ترجمہ: اس وقت تجھ کو اختیار ہے چاہے مسجد حرام میں داخل ہو چاہے حجر اسود کو بوسہ دے۔ (موئد الفضلاء: ۳۰۷/۲)

چور کا ہاتھ کاٹنا

ابو العلاء المعری جب بغداد آیا، تو اس نے اعتراض کیا اگر کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے تو دیت پانچ سو دلواتے ہیں پھر اس ہاتھ کو پاؤ دینار کی چوری کے بدلے میں کیوں کٹوا دیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی؟

قاضی عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا: جب ہاتھ امانت دار تھا تو ثمین یعنی قیمتی تھا، اور جب یہ خائن ہوگیا، یعنی اس نے چوری کی تو اس کی قیمت گھٹ گئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

منطقی اور ایک مسئلہ

ایک شخص نے کسی منطقی سے مسئلہ پوچھا: میرے کنویں میں ایک چوہا گر کر مر گیا، شریعت کی رو سے اس پانی کا کیا حکم ہے؟

منطقی صاحب نے سوچا: اگر کہوں میں مسئلہ نہیں جانتا تو میرے لیے بے عزتی کی بات ہے۔ اس

لیے مسئلہ میں سائل کو ایسا چکر دوں گا کہ یہ نہ سمجھ سکے، کہ میں مسئلہ نہیں جانتا، چنانچہ اس نے اس سائل سے پوچھا: منطقی: تمہارے کنویں میں جو چوہا گرا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا چوہا خود بخود گرا ہے یا کسی نے پھینکا ہے۔ کسی نے گرایا ہے، تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو کسی جانور نے گرایا ہوگا یا انسان نے گرایا ہوگا۔ اگر انسان نے گرایا ہے تو بھی دو حال سے خالی نہیں ہے، یا وہ عورت ہوگی یا مرد ہوگا۔ اگر مرد ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ لڑکا ہوگا یا جوان ہوگا۔ اگر جوان ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے عالم ہوگا یا جاہل ہوگا۔ اگر عالم ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہوگا یا علم شریعت کا عالم ہوگا۔ اگر عالم شریعت ہے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ہے۔ وہ محدث ہوگا یا مفتی ہوگا۔

اس سائل نے حیران ہو کر کہا: حضرت آپ اپنی بات ختم کریں، میں چلتا ہوں۔ مجھے مسئلہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ والسلام۔

منطقی اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ میں ایک آدمی کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہوا۔ (نایاب تحفہ: ۹۰)

عجیب انداز نصیحت

ایک سوداگر کی بیوی اس زمانے میں حسن و جمال میں یکتا تھی اور سوداگر اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ عین جوانی میں جب کہ وہ مرنے لگا تو اس نے اپنی بیوی کو بلا کر کہا: تم جوان ہو، میرے بعد اگر تم کو شادی کی ضرورت پڑ جائے، تو پڑوس میں ایک مولانا صاحب ہیں ان سے مسئلہ دریافت کر لینا وہ جیسا فرما دیں ویسا ہی عمل کرنا۔

سوداگر کا انتقال ہو گیا، دو سال تک وہ عورت صبر کے ساتھ رہی بعد میں اپنی شادی کے متعلق مسئلہ پوچھنے کے لیے پڑوس کے مولانا صاحب کے پاس گئیں تو اس وقت مولانا استنجاء کرنے کے لیے بیت الخلاء جا رہے تھے اور پرانے لوٹے میں پانی لیا ہوا تھا جس سے پانی گر رہا تھا، مولانا صاحب نے ہاتھ کی انگلی سے لوٹے کے سوراخ کو بند کر رکھا تھا، وہ عورت یہ ماجرا دیکھ کر چلی آئی، چند دن کے بعد پھر مسئلہ دریافت کرنے کے لیے گئی تو دیکھا کہ وہ لوٹا لیے ہوئے استنجاء کے لیے جا رہے ہیں، جب استنجاء سے فارغ ہو کر آئے تو عورت نے ان سے پوچھا: حضرت کیا وجہ ہے؟ کہ آپ اس سوراخ والے لوٹے کو بدلتے نہیں؟ اگر حکم فرمائیں تو میں آپ کے لئے نیا لوٹا خرید دوں، مولانا صاحب نے جواب میں فرمایا: بات یہ ہے کہ یہ لوٹا بچپن سے میرا ساتھی ہے، اور میرے مقام مستور سے واقف ہے، اس لیے اس کو بدلنا نہیں چاہتا کہ دوسرا لوٹا اسے نہ جان سکے۔

مولانا صاحب کے جواب سے عورت کے دل کو تسلی مل گئی، اور وہ واپس آئی اور شادی کے خیال کو ترک کر دیا۔ (نایاب تحفہ: ۹۲)

امام محمد رحمہ اللہ نے مطالعہ میں خلل ڈالنے والے مرغ کو ذبح کرا دیا

صاحب حدائق الحنفیہ نے یہاں پر ایک لطیفہ بھی نقل کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ ایسی باتیں ان لوگوں

کے لیے یقیناً اچنبھے اور حیرت واستعجاب کا باعث بن سکتی ہیں جنہوں نے کبھی کتابوں کی گرد جھاڑنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی، جنہیں مطالعہ کتب کی فرصت ہی نہیں اگر فرصت ہے، تو ذوق نہیں جو لوگ اس وادی عشق ومحبت میں قدم رکھ چکے ہیں انکو تو بس ایک ہی تمنا ہوتی ہے۔

خلوتے و کتابے وگوشہ چمنے

وہ مطالعہ میں انہماک اور قلبی شغف میں معمولی خلل بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ایک مرغ تھا، جو وقت بے وقت بانگ دے دیا کرتا تھا، ایک روز آپ نے اسے پکڑوا کر ذبح کروا دیا اور فرمایا کہ یہ مرغا میرے لیے ناحق علم ومطالعہ کے شغل میں حارج بنا ہوا ہے۔ (حدائق الحنفیہ: ۱۵۳۔ ومناقب کردری: ۴۳۵)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک علمی مباحثہ

موطا کے سماع اور باقاعدہ تلمذ کے زمانہ سے قبل ایک مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو آغاز شباب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے کا اتفاق ہوا، تو انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ اگر کسی جنبی (ناپاک) شخص کو پانی کی ضرورت ہے اور پانی مسجد کے اندر رکھا ہوا ہے، باہر ملتا نہیں تو کیا وہ مسجد کے اندر جا کر پانی لے سکتا ہے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جنبی مسجد کے اندر داخل نہیں ہو سکتا ہے! امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نماز کا وقت بالکل قریب آ گیا ہے، اور پانی اس کے سامنے موجود ہے تو اب وہ کیا کرے (جبکہ کوئی دوسرا اس کو پانی دینے کے لیے تیار یا موجود نہ ہو) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پھر وہی جواب دیا، جو پہلے دے چکے تھے۔ اور اسی جواب کو بار بار دہراتے رہے، لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے سوال پر قائم رہے اور انکا اصرار بڑھا، اس حیص وبیص میں کافی وقت گذر گیا۔ تب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تو پھر آپ فرمائیے اسمیں آپ کی رائے کیا ہے؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس شخص کو تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو جانا چاہیے، پانی لے کر مسجد سے باہر نکلنا اور غسل کر لینا چاہیے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا "یہیں کے لوگوں میں سے ایک" یہ کہہ کر اٹھے اور چلے گئے، ان کے جانے کے بعد لوگوں نے کہا: یہ "محمد بن حسن ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ خاص ہیں" یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ تو کہہ رہے تھے میں اہلِ مدینہ سے ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! لیکن یہ کہتے ہوئے انہوں نے زمین کی طرف اشارہ کیا تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا یہ بات تھی جو سوال وجواب میں وہ میرے ساتھ اتنی شدت برت رہے تھے۔ (بلوغ الامانی: ۱۱ و تاریخ بغداد ومناقب کردری)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک علمی مباحثہ

محمد بن عبدالسلام نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، انکے والد نے کہا، ایک مرتبہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا، انہوں نے اپنی صواب دید کے مطابق جواب

مرحمت فرمایا، اس کے بعد میں نے وہی مسئلہ امام محمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا، تو انہوں نے جو جواب دیا، وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے جواب سے مخالف تھا، امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے جواب کے بارے میں دلائل بھی بیان فرمائے، تو میں نے انکی خدمت میں عرض کیا حضرت! امام ابو یوسف رحمہ اللہ تو اس مسئلہ میں آپ سے مختلف ہیں کیا بہتر ہو، تا کہ آپ دونوں جمع ہو کر اس مسئلے پر افہام وتفہیم سے کام لیتے، تو اصل حقیقت کی تنقیح بھی ہو جاتی چنانچہ دونوں مسجد میں گئے اور مسئلہ مذکورہ پر گفتگو شروع کر دی اور باہمی سوال وجواب اور بحث ومناظرہ شروع ہوا، ابتداء میں تو قدرے بات سمجھ میں آ رہی تھی مگر اس کے بعد دونوں حضرات کا باہمی تکلم اور علمی مباحثہ اس قدر غامض اور دقیق پہلوؤں پر جاری تھا کہ ہم انکی سنتے آواز تو تھے مگر بات نہیں سمجھتے تھے۔ (مناقب کردری: ۴۳۱ بحوالہ علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات: ۲۱۴)

ہارون رشید کی ایک مشکل اور امام محمد رحمہ اللہ کا حل

امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا۔ کہ اچانک رات کو کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی میں نے دروازہ کھولا تو ایک صاحب کھڑے تھے اور کہنے لگے، کہ امیر المومنین آپ کے منتظر ہیں! امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے رات گئے امیر المومنین کے اس بلاوے پر اپنی جان کا خطرہ ہونے لگا، لہذا میں نے وضو بنایا اور امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہو گیا۔ امیر المومنین نے مجھے دیکھا، تو فرمایا! میں نے آپ کو زبیدہ سے ایک مسئلہ میں اختلاف کے پیش نظر یہاں آنے کی زحمت دی۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ آج دوران گفتگو میں نے زبیدہ سے کہا کہ "خدا نے مجھے امام العدل بنایا ہے اور امام العدل کو اللہ پاک جنت عطا فرمائے گا" زبیدہ نے سنا تو بے دھڑک کہنے لگی، تم ظالم ہو، فاجر ہو تمہارا دعویٰ درست نہیں تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا، امام محمد رحمہ اللہ نے صورت حال کو بھانپ لیا، امیر المومنین سے فرمایا: محترم! یہ بتائیے کہ جب آپ سے کوئی معصیت اور گناہ سرزد ہو جاتا ہے، تو کیا آپ اسی حالت معصیت میں رہتے ہیں یا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں خدا کے خوف کا کبھی خیال آتا ہے؟ خلیفہ نے کہا: حضرت! "جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو مجھ پر خدا کا خوف مستولی ہو جاتا ہے اور میں اس کے تصور سے کانپ رہتا ہوں" امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر یہ واقعہ ہے تو پھر آپ کیلئے خدا کی طرف سے دو جنتیں ہوں گی، کیونکہ اللہ پاک نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾ ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو باغ ہیں، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ رحمہ اللہ اس سے بہت مسرور ہوئے اور مجھے واپسی کا حکم فرمایا جب میں گھر پہنچا تو خلیفہ کے فرستادہ نے دراہم کی ایک تھیلی مجھے پیش کی، اور خلیفہ کی جانب سے بڑی مسرت اور خوشی اور امتنان اور تشکر کا اظہار کیا۔ (مناقب کردری: ۴۳۲)

امام اعمش اور آٹے کی تھیلی

امام ابو بکر بن محمد زرنجری نے مناقب ابو حنیفہ میں نقل کیا ہے کہ امام اعمش کو اوائل میں امام اعظم

ابوحنیفہ سے میلان اور لگاؤ کم تھا اور انکے بارے میں کچھ اچھی رائے نہ رکھتے تھے، امام اعمش خلقی طور پر خوبصورت نہ تھے اور طبعی طور پر تیز تھے اپنی مزاجی اور طبعی حدت کی وجہ سے گاہے گاہے مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ حلف اٹھا بیٹھے کہ اگر میری بیوی نے مجھے آٹے کے ختم ہونے کی خبر دی یا اس سلسلے میں کچھ لکھ کر دیا یا پیغام دیا یا کسی دوسرے کے سامنے اسکا ذکر کیا کہ مجھے آٹے کے ختم ہونے کی اطلاع ہو یا اس سلسلہ میں کوئی اشارہ کیا، تو اس پر طلاق ہو، بے چاری بیوی حیران و پریشان ہوگئی وہ اس مصیبت سے خلاصی چاہتی تھی، گھریلو ضرورت اور قوت لایموت کے لیے آخر آٹے کے بغیر کیسے گزارا کیا جا سکتا تھا بڑے بڑے علماء اور فقہاء سے مسئلہ دریافت کیا گیا مگر کوئی حل سامنے نہ آیا مشورہ دینے والوں نے امام ابوحنیفہ سے مشکل حل کرانے کی بات کی تو فوراً امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ماجرا سنا دیا امام اعظم صاحب نے فرمایا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے مسئلہ سہل اور آسان ہے فرمایا۔

رات کو جب امام اعمش سو جائیں تو چپکے سے آٹے کی تھیلی ان کی چادر یا لنگی سے یا ان کے کسی بھی کپڑے کے ساتھ باندھ دیجیئے جب صبح اٹھیں گے تو آٹے کی خالی تھیلی کو اپنے کپڑے کے ساتھ بندھا ہوا دیکھ کر خود بخود سمجھ جائیں گے کہ گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے، اس طرح تمہارے معاش اور گذران اوقات کی تدبیر ہوتی رہے گی، چنانچہ امام صاحب کی ہدایت کے مطابق امام اعمش کی بیوی نے ایسا ہی کیا جب امام اعمش خواب سے اٹھے چادر اور لنگی اٹھائی یا کپڑے سمیٹے تو دیکھا کہ آٹے کی تھیلی ساتھ بندھی ہوئی ہے کپڑے کے اٹھانے سے وہ بھی کھنچ کر ان کے پاس آگئی، سمجھ گئے کہ گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے۔

امام اعمش نے یہ منظر دیکھا تو پس منظر کے مدبر کو بھی جان گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ حیلہ اور خلاصی کی ایسی تدبیر تو ابوحنیفہ ہی کی ہو سکتی ہے اور ہماری بات آگے چل کب سکتی تھی جب ابوحنیفہ موجود ہوں، اس شخص نے تو ہماری عورتوں پر ہماری قلت فہم اور عجز رائے ظاہر کر کے ہماری فضیحت کر دی۔ (عقود الجمان: ۲۷۰ و مناقب موفق: ۱۴۴)

غسل جنابت بھی ہوگیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی

ایک صاحب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بظاہر ایک لاینحل مشکل درپیش ہے اگر غسل کرتا ہوں تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اگر جنابت میں رہتا ہوں تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر میں غسل جنابت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ اب کیا کروں؟ خدارا میری مدد فرمایئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا ہاتھ پکڑا اور باتوں باتوں میں انہیں وہاں قریب کے ایک نہر کے پل پر لائے اور دفعتہ اسے پانی میں دھکا دے دیا۔ وہ شخص از سر تا قدم پانی میں ڈوب گیا پھر امام صاحب نے اسے باہر نکلوایا اور اس سے فرمایا، جاؤ اب تیرا غسل بھی ہوگیا اور بیوی کو بھی طلاق نہیں ہوئی۔ (مناقب موفق: ۱۶۱)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس سے مال مسروقہ برآمد ہو گیا

ایک مرتبہ امام اعظم کے پڑوس میں کسی صاحب کا مور یعنی طاؤس گم ہو گیا، بے چارے نے بڑی محبت سے پال رکھا تھا۔ بہت تلاش کی کہیں پتہ نہ چلا بالآخر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی پریشانی ظاہر کی کہ میرا مور گم ہو گیا ہے اور تلاش بسیار کے باوجود کہیں پتہ نہ چل سکا۔

امام صاحب نے فرمایا اب خاموش ہو جاؤ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیگا جب صبح ہوئی اور امام صاحب مسجد تشریف لے گئے تو حاضرین کے مجمع سے دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہا کہ تمہارے اندر کے اس شخص کو حیا اور شرم کرنی چاہیے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے۔ حالانکہ چرائے ہوئے مور کا پر اس کے سر پر ابھی موجود ہے تو جس شخص نے مور چرایا تھا جلدی سے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ ابوحنیفہ اسے تاڑ گئے جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر مور اس سے اپنے مالک کو واپس دلوا دیا۔ (عقود الجمان: ۲۷۵)

دھوبی کا مسئلہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ندامت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید اور قریب ترین اصحاب سے تھے۔ ذہین، اخاذ، فقیہ، اور مسائل کے استنباط واجتہاد میں کافی دسترس رکھتے تھے، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا اور ابوحنیفہ کی حوصلہ افزائیوں سے خود اعتمادی پیدا ہوئی ایک طویل اور شدید بیماری سے افاقہ کے بعد اپنی علیحدہ درسگاہ قائم کرلی، نہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی اجازت لی اور نہ امام صاحب نے فی الحال ان کے مجلس درس قائم کرنے کو مناسب سمجھا چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب کو ایک استفتاء سکھلا کر امام ابو یوسف کی مجلس درس میں بھیج دیا کہ ایک شخص نے کسی دھوبی کو کپڑا دھونے کے لیے دیا دھوبی نے اس کو واپس لینے کی تاریخ بتادی جب کپڑے کا مالک متعینہ تاریخ کو کپڑا مانگنے آیا تو دھوبی نے کپڑا واپس دینے سے انکار کر دیا۔

پھر اس کے بعد خود دھوبی کپڑا دینے آیا تو کپڑے کے مالک پر اس دھوبی کی اجرت واجب ہو گی یا نہیں؟ اگر ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہیں کہ اجرت واجب ہو گی تو تم کہہ دینا کہ غلط ہے اور اگر وہ کہیں کہ واجب نہیں ہوئی تب بھی کہہ دینا کہ غلط۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرستادہ شخص امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں حاضر ہوا، جس طرح اسے بتایا گیا تھا اس نے وہی کیا اور کہا:

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ذہین اور دوررس تھے، فوراً سمجھ گئے کہ اس کا پس منظر کیا ہے؟

گھبرائے اپنے فعل پر تنبیہ حاصل ہوا فوراً امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا "تمہیں یہاں دھوبی والا مسئلہ لایا"

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے کیے پر نادم تھے امام ابوحنیفہ نے مسئلہ سلجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب دھوبی

کپڑا دھونے سے پہلے کپڑا دینے سے انکار کردیا تھا تب وہ غاصب قرار پایا، اور غاصب کے لیے اجرت نہیں ہوتی، اور جب کپڑا دھونے کے بعد انکار کردیا تھا، تو کپڑا دھونے کی وجہ سے اجرت واجب ہوگئی تھی، اب جب وہ کپڑا از خود واپس لے آیا تو غصب کا جرم ساقط ہوگیا تو اس کا حق اجرت بدستور باقی رہا۔ (وفیات الاعیان: ۴۰۸/۵، وعقود الجمان: ۳۵۳)

عداوت محبت میں بدل گئی

امام وکیع کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بڑے حافظ الحدیث رہا کرتے تھے، مگر انہیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے دشمنی تھی۔ ہمیشہ ان کی مخالفت اور عداوت میں پیش پیش رہتے تھے اچانک ایک روز اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ بات بڑھ گئی تو بیوی سے کہا اگر آج رات تو نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھ پر طلاق ہو عورت نے سنا تو جواباً کہا اگر آج رات میں نے آپ سے طلاق کا مطالبہ نہ کیا تو میرے سارے غلام آزاد ہوں۔

بعد جب ہوش ٹھکانے لگے تو دونوں کو ندامت ہوئی اور دونوں مشہور ائمہ وقت سفیان ثوری اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوئے مگر الجھا ہوا مسئلہ نہ سلجھ سکا اور بے چارے میاں بیوی دونوں جب وہاں کوئی مخلص نہ پا سکے تو لاچار طوعاً و کرہاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ بالا صورت واقعہ بیان کی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت بغیر کسی تامل کے لاینحل مسئلہ چٹکی میں حل کردیا۔ چنانچہ عورت سے فرمایا تو ابھی سے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرلے اس نے ابوحنیفہ کی ہدایات کے مطابق اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کیا مرد سے کہا تو عورت کے مطالبہ کے جواب میں یوں کہنا کہ تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے اور عورت سے کہا خاوند کے جواب میں یوں کہنا کہ میں ہرگز طلاق نہیں چاہتی چنانچہ دونوں نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں سے فرمایا اس عمل کے بعد اب دونوں بری ہوگئے ہو اور طلاق واقع نہ ہوگی اور تمہارے اوپر کوئی حنث نہ ہوگا۔

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوسی نے امام اعظم کی یہ ذہانت و بصیرت اور اپنے ساتھ شفقت و مروت دیکھی تو سابقہ عداوت سے توبہ کی اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی جب بھی نماز پڑھتے تو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت، رفع درجات کی دعا کرتے اور اس طرح عداوت، محبت میں بدل گئی۔ (عقود الجمان: ۲۸۲)

ابوجعفر منصور اور امام اعظم کا فتویٰ

اہل موصل نے خلیفہ منصور سے عہد شکنی کی تھی۔ اس نے ان سے معاہدہ کررکھا تھا کہ عہد شکنی کی صورت میں وہ مباح الدم ہوجائیں گے منصور نے فقہا کو جمع کیا۔ امام ابوحنیفہ بھی تشریف فرما تھے، منصور بولا کیا یہ درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "المؤمنون علی شروطھم" "مومن اپنے شرطوں کے پابند ہیں۔

اہل موصل نے عدم خروج کا وعدہ کیا تھا اور اب انہوں نے میرے عامل کے خلاف بغاوت کی ہے لہذا ان کا خون حلال ہے۔

ایک شخص بولا آپکے ہاتھ ان پر کھلے ہیں اور آپکا قول انکے بارے میں قابل تسلیم ہے اگر معاف کر دیں تو آپ معافی کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ ان کے کئے کی پاداش ہوگی۔

منصور امام ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر بولا آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم خلافت نبوت کے حامل امن پسند خاندان نہیں ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ اہل موصل نے جو شرط لگائی وہ انکے بس کا روگ نہیں اور جو شرط آپ نے ٹھہرائی وہ آپ کے حدود اختیار میں نہیں۔

کیونکہ مومن تین صورتوں (ارتداد، زنا اور قتل) میں مباح الدم ہوتا ہے لہذا آپ کا ان پر گرفت کرنا بالکل ناروا ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ شرط پورا کیے جانے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔

منصور نے فقہاء کو چلے جانے کا حکم دیا پھر خلوت میں امام صاحب سے بہ ہزار منت عرض کیا اے شخص! فتوی وہ درست ہوگا جو آپ کا ہوگا اپنے وطن کو تشریف لے جائے اور ایسا فتوی نہ دیجئے جس سے خلیفہ کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو کیونکہ اس سے باغیوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں۔

اور الکامل لابن اثیر کی روایت کے مطابق منصور نے امام اعظم اور انکے دیگر رفقاء کو واپس لوٹ جانے کا حکم دیا۔ (الکامل: ۲۱۷/۵)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقت پر سوچتے ہیں جہاں دوسروں کا خیال بھی نہیں پہنچتا

ایک مرتبہ کسی شخص کا اپنی بیوی سے تنازعہ ہوا تو ناراض ہو کر بیوی سے قسم کھاتے ہوئے مخاطب ہوا، کہ جب تک مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولونگا۔

عورت بھی مزاج کی سخت واقع ہوئی تھی مشتعل ہوئی اور جواباً اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دہرائے جو اسکے خاوند نے کہے تھے، قسم کھاتے وقت غصہ اور اشتعال کی حالت تھی اسکے انجام اور بدترین عواقب پر کسی کی نظر نہ تھی اسلیے دونوں کو مستقبل کا کچھ نہ سوجھا مگر بعد میں جب ہوش ٹھکانے لگے تو دونوں اپنے کیے پر پچھتائے اور مسئلے کا حل تلاش کرنے کرنے نکلے چنانچہ شوہر امام سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت واقعہ بیان کر کے پیش آمدہ مسئلہ کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا قسم کا کفارہ ہر حالت میں دینا ہوگا بغیر اسکے ادا کیے چھٹکارا نہیں وہ مایوس ہو کر مزید اطمینان کے لئے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت خدارا! آپ اس مسئلہ کی حقیقت پر غور فرمائیں اور راہ نمائی فرمائیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا۔

تشریف لے جایئے! بڑی محبت اور شوق سے اپنے بیوی سے گفتگو کیجئے کسی ایک پر بھی کوئی کفارہ نہیں۔

حضرت سفیان ثوری کو امام اعظم کا فتوی معلوم ہوا تو برہم ہو گئے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سے ملاقات کر کے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتاتے ہیں۔

چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً شوہر (سائل) کو بلا بھیجا اور سفیان ثوری کی موجودگی میں اس سے کہا کہ اب دوبارہ اصل واقعہ اور استفتاء بیان کریں چنانچہ اس نے حسب سابق تفصیلاً ساری صورت واقعہ اور استفتاء بیان کر دیا تو امام اعظم نے سفیان ثوری سے کہا۔

جو کچھ میں نے پہلے کہا تھا اور جو فتوی پہلے دیا تھا وہ درست تھا اور اب بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں۔

سفیان ثوری نے وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا کہ۔

جب عورت نے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کچھ الفاظ کہے تو گویا عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء متحقق ہوگئی پھر قسم کہاں باقی رہ سکتی ہے۔

سفیان ثوری نے جواب سن کر فرمایا حقیقت میں ابوحنیفہ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں تک خیال وگمان بھی نہیں پہنچتا۔ (سیرت النعمان: ۱۸ بحوالہ تفسیر کبیر)

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کو بوسہ دیا

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام باقر سے ملاقات ہوگئی، امام باقر کو چونکہ آپ کے بارے میں غلط روایات پہنچی تھیں، اسلیے وہ آپ سے بدگمان رہتے تھے چنانچہ کہنے لگے آپ وہی ابوحنیفہ ہیں جس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا ہے اور قطعی نصوص اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں قیاس کو ترجیح دینے کا اصول اپنایا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت احترام وادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا، حضرت آپ تشریف رکھیں، تاکہ اصل واقعہ اور صحیح صورت حال آپ کی خدمت میں پیش کرسکوں۔

چنانچہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوگئے تو امام ابوحنیفہ شاگردوں کی طرح ان کے سامنے دوزانوں بیٹھ کر عرض کرنے لگے۔

حضرت! عورت کمزور ہے یا مرد، امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، عورت۔ پھر امام صاحب نے کہا اور یہ بتایئے کہ عورت کا حصہ کتنا ہے اور مرد کا۔

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مرد کے دو حصے ہیں اور عورت کا ایک حصہ۔

تب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اطمینان اور پراعتماد لہجے میں فرمایا۔

حضرت اگر میں قیاس سے کام لیتا جیسا کہ آپ تک غلط روایات پہنچی ہیں تو عورت کے ضعیف ہونے کے پیش نظر اس کے دو حصے مقرر کرتا۔

اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

حضرت! یہ بتایئے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے جواب دیا کہ نماز افضل ہے تب امام

ابوحنیفہ نے فرمایا۔

حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایام حیض کی نمازوں کی قضا ادا کراتا اور روزے کی قضا نہ ادا کرتا کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے پھر دریافت کیا کہ حضرت یہ بتایئے کہ منی کا نطفہ زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقرؒ نے فرمایا پیشاب۔ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب سے غسل کو واجب قرار دیتا اور منی سے نطفے سے صرف وضو کو فرض قرار دیتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔

تب امام باقرؒ نے ابوحنیفہ کی زبردست تحسین کی اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ (مناقب موفق: ۱۸۳)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خواب اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی تعبیر

ابن خلکان نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کو کھود ڈالا ہے اور آپ کی ہڈیاں مبارک جمع کر رہے ہیں صبح کو اٹھے تو پریشان اور حیران تھے بعد میں جب علم تعبیر الرویاء کے مشہور عالم علامہ ابن سیرین کی خدمت حاضر ہوئے تو ان سے بغیر تعارف کے اپنا خواب بیان کیا ابن سیرین نے فرمایا:

"صاحب هذه الرویاء یثیر علما لم یسبقه الیه احد قبله"

یہ خواب دیکھنے والا علم کی خدمت و اشاعت اس طریقہ سے کرے گا کہ اس سے قبل کوئی بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ:

یہ خواب ابوحنیفہ نے دیکھا ہوگا۔

امام اعظم نے عرض کیا، حضرت میں ہی ابوحنیفہ ہے ہوں۔

تو ابن سیرین نے فرمایا اچھا اپنی پشت اور بایاں پہلو دکھاؤ۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حسب الحکم اپنا پہلو اور کمر کھول دی ابن سیرین نے امام اعظم کے بازو اور پشت پر تل کے نشان دیکھ کر فرمایا واقعتاً آپ ہی ابوحنیفہ ہی ہیں اور اس کے بعد خواب کی تعبیر بیان فرمائی کہ:

اس سے مراد علم کا زندہ کرنا اور جمع کرنا ہے (اور یہ خدمت اللہ پاک آپ سے لے گا)۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات ۱۶۹)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حکیمانہ فیصلہ

رائے و تدبیر، عقل و فراست اور نکتہ آفرینی امام ابوحنیفہ کے مشہور اوصاف ہیں۔ محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا جن بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلہ میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی

جائے تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری ہوگا۔

کوفہ کے ایک شخص نے بڑے دھوم دھام سے اپنے دو بیٹوں کی شادی کر دی ولیمہ کی دعوت میں شہر کے تمام اعیان واکابر کو مدعو کیا۔ مسعر بن کدام، حسن بن صالح، سفیان ثوری اور امام اعظم ابوحنیفہ بھی شریک دعوت تھے۔ لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ دفعۃً صاحب خانہ بدحواس گھر سے نکلا اور کہا غضب ہو گیا، لوگوں نے کہا خیر تو ہے؟ بولا زفاف کی رات عورتوں کی غلطی سے شوہر اور بیبیاں بدل گئیں جو لڑکی جس کے پاس رہی وہ اس کا شوہر نہیں تھا۔

سفیان نے کہا امیر معاویہ کے زمانے میں بھی ایسا ہوا تھا، اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا البتہ دونوں کو مہر لازم ہوگا۔

مسعر بن کدام، امام ابوحنیفہ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: شوہر خود میرے پاس آئے تو جواب دوں گا لوگ جا کر دونوں شوہروں کو بلا لائے، امام صاحب نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ رات جو عورت تمہارے ساتھ رہی وہی تمہارے ساتھ نکاح میں رہے تو تم کو پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں تب امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

تم دونوں اپنی بیوی کو جن سے تمہارا نکاح بندھا تھا، طلاق دے دو اور ہر شخص اس عورت سے نکاح پڑھا لے جو اس کی ساتھ ہم بستر رہ چکی ہے۔ (عقود الجمان: ۲۲۵، علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات: ۱۷۳)

روشندان بنانے سے دیوار گرانے تک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی

ابن مبارک راوی ہیں کہ ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنے دیوار میں روشندان کے کھولنے کا مسئلہ دریافت کیا امام صاحب نے فرمایا جب دیوار تمہاری ہے تو اس میں روشندان کھول سکتے ہو (مگر اس کی غرض اذان سننے اور تازہ ہوا کے آنے جانے تک محدود رہے) خبردار! اس سے پڑوسی کے گھر جھانکنا شرعاً ممنوع ہے۔

جب اس کے پڑوسی کو علم ہوا، تو وہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوا، اور صورت واقعہ بیان کر دی، قاضی صاحب نے اسے روشندان کھولنے سے منع کر دیا، وہ دوسری مرتبہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور قاضی صاحب کے امتناعی حکم کی اطلاع عرض کر دی امام صاحب نے فرمایا! جائیے اب کی بار اپنی دیوار میں ایک دروازہ کھول دیجیے۔ چنانچہ جب وہ دروازہ کھولنے کے لیے دیوار کے پاس آیا تو قاضی صاحب نے اب کے بار اسے دروازہ بنانے سے بھی روک دیا، وہ صاحب، امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ قاضی صاحب نے تو مجھے دروازہ کھولنے سے بھی روک دیا ہے۔

تب اس سے امام صاحب نے کہا تمہاری ساری دیوار کی کل قیمت کتنی ہے؟

عرض کیا کہ تین دینار۔ امام صاحب نے فرمایا تمہارے تین دینار میرے ذمہ واجب ہوئے جاؤ!

اپنی دیوار وقتی چاہیں گرادیں۔

وہ حسب ہدایت دیوار گرانے آیا تو پڑوسی نے حسب سابق اسے منع کیا اور قاضی صاحب کے پاس پھر سے شکایت لایا۔ قاضی صاحب اس سے فرمانے لگے بھائی تم بھی عجیب آدمی ہو کہ وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے، اس کی اپنی چیز ہے اس میں جیسا تصرف چاہے کر سکتا ہے اور تم ہو کہ مجھے کہتے ہو کہ میں اسے اپنی دیوار گرانے سے روک دوں۔ قاضی صاحب نے دیوار کے مالک سے بھی کہا۔

"اذهب فاهدمه واصنع ماشئت" جاؤ اپنی دیوار گرا دو! اور جو جی چاہے وہی معاملہ اپنی دیوار سے کرو۔

اس صاحب نے عرض کیا، جناب قاضی صاحب! آپ نے مجھے بے جا تعب ومشقت میں ڈالے رکھا اتنے بڑے کام سے تو میرے لیے روشندان بنانا آسان تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے۔

جب تم ایسے آدمی کے پاس جاتے رہے جو میری خطاؤں کو ظاہر کرتا رہا اب جبکہ میری غلطیاں ظاہر ہوگئیں ہیں، اور ستر کی بھی کوئی صورت باقی نہ رہی تو اب میں بات کیسے کر سکتا ہوں جس سے اس کے بعد مجھے مزید فضیحت اٹھانی پڑے۔ (ایضاً ۳۳/۷، اجتنبوا الحسان: ۲۵)

دو اور ایک درہم کا اختلاط اور تقسیم

ابن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی خدمت میں ایک مسئلہ کا حل دریافت کیا وہ مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص کے دو درہم اور دوسرے کا ایک درہم باہم مختلط ہو گئے پھر ان تینوں کے مجموعے سے دو درہم گم ہو گئے مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ دو درہم کون سے تھے اب اس باقی ایک درہم کا کیا بنے گا؟ امام صاحب نے جواب میں فرمایا:

بقیہ ایک درہم تین حصے کر دیے جائیں گے دو حصے (2/3) اس کو ملیں گے جس کے دو درہم تھے ایک حصہ (1/3) اس کو ملے گا جس کا ایک درہم تھا۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اس سے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا ہے انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ ہاں! ابوحنیفہ سے دریافت کیا ہے اور مسئلہ کی تفصیل سے ان کو آگاہ کر دیا تو کہنے لگے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے صحت جواب میں غلطی ہوئی ہے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

دو درہم جو گم ہوئے ہیں ان میں سے ایک درہم کے متعلق تو یہ بات یقینی ہوگئی ہے کہ وہ اس کا تھا جس کے دو درہم تھے اب گویا کہ ایک درہم دونوں کا (یعنی جب ایک درہم یقینی طور پر صاحب درہمین کا گم ہو گیا ہے اور باقی ایک ایک درہم کے اختلاط میں گویا درہمیں میں ایک نامعلوم درہم گم ہوا ہے لہٰذا اس کے نقصان میں دونوں شریک ہوں گے) اور باقی ایک درہم دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔

ابن مبارک کہتے ہیں، میں نے اس جواب کو پسند کیا پھر اس کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے میری

ملاقات ہوئی، یہ وہی امام اعظم ہیں اگر ان کی عقل روئے زمین پر بسنے والوں کی نصف آبادی کی عقلوں کے ساتھ تولی جائے تو وہ بھاری نکلے تو امام اعظم نے فرمایا ابن شبرمہ سے تم ملے تھے اور تمہارے دریافت کرنے پر انہوں نے یہ جواب (جواوپر تفصیل سے درج کر دیا گیا ہے) تمہیں دیا تھا کہ بقیہ درہم دونوں میں نصف نصف کر دیا جائے گا میں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں تب امام اعظم نے فرمایا

بھائی! بات ایسے نہیں۔ درحقیقت صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب دونوں کے جانب سے تین دراہم کا آپس میں اختلاط متحقق ہو گیا تو ہر ایک درہم میں دونوں کی شرکت اثلاثا (تین تہائیاں) ثابت ہو گئیں دو درہم والے کے لیے دو تہائیاں اور ایک درہم والے کے لیے ایک تہائی لہٰذا جو درہم بھی گم ہوگا اس میں حصہ شرکت کے موافق ہر ایک کا حصہ گم ہوگا، لہٰذا جب ایک درہم باقی رہ گیا تو اس میں بھی حسب شرکت حصہ دو تہائیاں، اور ایک تہائی دونوں کو دیا جائے گا لہٰذا جس کے دو درہم تھے اس کو دو حصے ملیں گے اور جس کا ایک درہم تھا اس کو ایک حصہ ملے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ابن شبرمہ کا یہ اختلاف دراصل اصول کے اختلاف پر مبنی ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جب کئی چیزیں عدم امتیاز کے ساتھ مخلط ہو جائیں تو ان کی تقسیم مال مشترک کی طرح واجب ہے یہ گویا شرکت علی الشیوع ہے جس کی تقسیم واجب ہے لہٰذا ایک درہم بھی اثلاثا تقسیم ہو گا۔ جس کے دو درہم اس کو 2/3 اور جس کا ایک درہم، اسکو 1/3 حصہ ملے گا۔

جب کہ ابن شبرمہ فرماتے ہیں اگر مال بغیر تمیز کے مخلط ہو جائے تو اس سے شرکت ہی لازم نہیں آتی۔ لہٰذا دو درہموں میں ایک جو گم ہوا ہے وہ تو یقیناً اسی کا ہے جس کے دو تھے اب دونوں کا ایک ایک رہ گیا ہے اور موجود بھی ایک ہے، جس میں احتمال ہے کہ وہ دونوں میں سے کس کا ہے، جب کہ کسی ایک کے لیے بھی مرجح موجود نہیں لہٰذا باقی درہم نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔ (عقود الجمان: ۲۵۸، وخیرات الحسان۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات: ۱۷۵)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تدبیر برائی کا مداوا برائی سے ہو گیا

ایک شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھود رکھا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری دیوار نہ گر جائے۔

امام صاحب نے فرمایا اپنے گھر اسی کنوئیں کے برابر اور قریب ایک نالی کھودلو۔ اس نے اسی طرح کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنواں خشک ہو گیا چنانچہ مالک نے اسے بند کر دیا (ایضاً: ۱۷۷)

ایام رمضان میں جماع کا حلف اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تدبیر

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ رمضان کے ایام میں اپنی بیوی سے جماع کرونگا، اب اگر جماع کرتا ہے تو روزہ توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور جرم و سزا اور گناہ اس پر مستزاد اور اگر ان ایام میں قربت اختیار نہیں

کرتا تو حانث ہوتا ہے بہت سوں کے پاس یہ مسئلہ لایا گیا مگر جواب کہیں سے بھی نہیں ملا، جب امام اعظم ابوحنیفہ کے سامنے صورت مسئلہ رکھی گئی تو آپ نے ایک ہی چٹکی سے مسئلہ حل کر دیا ارشاد فرمایا "یسافر بھا فیطوء ھا نھاراً فی رمضان" مرد سفر پر روانہ ہو عورت کو ہمراہ لے لے، رخصت سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ نہ رکھے اور اپنا مقصد پورا کرے۔ (ایضاً، ۱۷۰)

ایک دینار کا مستحق معلوم ہوا تو کل ترکہ اور جمیع ورثاء کی تعین کر دی

وکیع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مجلس ابوحنیفہ میں ایک عورت حاضر ہوئی ہم بھی وہاں موجود تھے، عورت نے عرض کیا کہ۔

میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے اس نے چھ سو دینار کا ترکہ چھوڑا ہے جب وراثت تقسیم ہوئی تو مجھے چھ سو دینار میں صرف ایک دینار دیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میرے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہوگی کہ مجھے میت کی بہن ہونے کے ناطے سے زیادہ وراثت کا حق دار ہونا چاہیے اور یہاں صرف ایک دینار میرے حصے کا دیا گیا ہے۔

امام اعظم نے اس سے دریافت کیا کہ یہ تقسیم کس نے کی ہے؟ کہنے لگی داؤد طائی نے، امام صاحب نے فرمایا تجھے ایک دینار کا حقدار ہونا چاہیے اور وہ تجھے مل چکا ہے کہنے لگی وہ کیسے؟ امام صاحب نے فرمایا۔

کیا تیرے بھائی نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں نہیں چھوڑیں؟ کہنے لگی ہاں اسکی دو بیٹیاں ہیں۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اور اس کی ماں بھی زندہ ہے کہنے لگی درست ہے امام صاحب نے فرمایا اور ان کے علاوہ اس کے ۱۲ بھائی اور ایک بہن بھی بقید حیات ہے کہنے لگی بالکل درست ہے، تو امام صاحب نے عورت کو میراث کی تفصیل سمجھاتے ہوئے فرمایا:

کہ میت کی دونوں بیٹیوں کو ترکہ میں ثلثین (۲) تہائیوں کا استحقاق حاصل ہے، لہٰذا چار سو درہم تو ان کا حق ہے۔

میت کی ماں کے لیے ترکہ میں چھٹا حصہ بنتا ہے لہٰذا سو درہم تو اسکو ملے باقی رہی میت کی بیوی تو اس کا استحقاق وراثت ثمن (آٹھواں) ہے لہٰذا پچھتر ۷۵ دینار تو وہ لے لے گی۔ اب کل ترکہ میں ۲۵ دینار رہ جائیں گے۔ جو باقی ورثاء میت میں ۱۲ بھائی اور ایک بہن (سائلہ) میں تقسیم کرنے ہوں گے۔

لہٰذا ۲۴ دینار بارہ (۱۲) بھائیوں کو ملیں گے۔ اس طرح کہ ہر بھائی کے لیے دو دینار کا استحقاق ہو گا۔ باقی رہا ایک دینار تو وہ تمہارا حق ہے جو داؤد طائی نے تمہیں دلوا دیا ہے۔ (عقود الجمان: ۲۶۱، ایضاً ۲۰۴)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جنازہ پڑھوا دیا تو میاں بیوی قسم سے بری ہو گئے

قاضی شریک کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ بنو ہاشم کے سرداروں میں سے کسی سردار کے بیٹے کے جنازہ میں سفیان ثوری اور ابن شبرمہ، قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابوالاحوص مندل حبان اور امام اعظم ابوحنیفہ اکٹھے

ہو گئے۔ ان کے علاوہ جنازہ میں دیگر اکابر علماء، فقہاء اور رؤساء شہر بھی شریک تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا اور لوگ آپس میں جنازہ کی رکنے کی وجہ پوچھنے لگے، چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں اور پھر تحقیقی طور پر یہ معلوم ہوا کہ لڑکے (میت) کی ماں بھی جنازہ کے ساتھ بے چین ہو کر از خود رفتگی کے عالم میں نکل آئی ہے۔ اپنا دوپٹہ جنازہ پر ڈال دیا ہے بے حجابی تو ہو ہی گئی اور سر سے ننگا ہونا اس پر مستزاد۔ اور یہ عورت بھی کوئی معمولی عورت نہ تھی، ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والی شریف زادی تھی جب لڑکے (میت) کے باپ یعنی خاوند کو علم ہوا کہ میری بیوی سر سے ننگی ہو کر جنازہ کے ساتھ چل رہی ہے جس سے خاندان کی فضیحت اور رسوائی ہو گی تو فوراً باآواز اپنی بیوی کو پکار کر کہا۔

واپس لوٹ جاؤ مگر عورت نے واپس آنے سے انکار کر دیا تو اس نے حلف اٹھایا کہ اگر تو یہیں سے واپس نہ لوٹی تو تجھ پر طلاق ہے (یہاں یاد رہے کہ جنازہ ابھی تک جنازہ گاہ کو نہیں پہنچا تھا نماز جنازہ تو جنازہ گاہ ہی میں پڑھنا تھا بہت سے لوگ جنازہ گاہ میں پہلے سے پہنچے ہوئے تھے مگر یہ قضیہ تو راستے کا ہے)۔
بیوی نے جواباً حلف اٹھالیا کہ:

''میں اس وقت تک واپس نہ لوٹوں گی جب تک کہ اس پر نماز جنازہ نہ ہو جائے ورنہ میرے جتنے بھی غلام ہیں سب آزاد ہوں''۔

مسئلہ پیچیدہ تھا لوگوں میں چہ مگوئیاں اور سرگوشیاں شروع ہو گئیں بڑے بڑے علماء اور فقہاء موجود تھے مگر کسی سے بات نہیں سلجھ رہی تھی کہ میت کے باپ کی نظر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور عرض کیا کہ حضرت! خدارا ہماری مدد کیجیے۔

امام صاحب آگے بڑھے اور لڑکے کی ماں سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح حلف اٹھایا ہے عورت نے ساری بات دہرا دی پھر اس کے خاوند سے پوچھا کہ تیرا حلف کیا تھا اس نے حلف کے الفاظ سنا دیے۔

امام اعظم نے صورت مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی بغیر کسی کے تامل کے فرمایا۔ جنازہ کی چارپائی رکھ دو لوگوں نے تعمیل کی تو فرمایا نماز جنازہ کے لیے صفیں درست کر دو اور جنازہ گاہ کے بجائے یہیں نماز جنازہ پڑھ لو، میت کے باپ سے کہا، جناب! آگے بڑھئے، اور نماز پڑھا دیجیے چنانچہ وہ آگے بڑھے نماز جنازہ کی صفیں درست ہوئیں جو لوگ پہلے سے جنازہ گاہ میں پہنچ چکے تھے انہیں بھی یہیں بلایا گیا جب نماز ہو چکی تو امام صاحب نے فرمایا، لیجیے، اب میت کو تدفین کے لیے قبرستان لے چلیے۔

عورت سے کہا، اب یہیں سے واپس لوٹ جا کہ تو قسم میں بری ہو چکی کہ نماز جنازہ ہو چکا ہے اور اس کے بعد تیری واپسی ہو رہی ہے۔

لڑکے کے باپ سے کہا لیجیے تو بھی بری ہو چکا ہے کہ عورت تیرے حکم پر واپس لوٹ رہی ہے، ابن شبرمہ نے امام صاحب کی ذہانت اور سریع الفہمی دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے تیرے جیسا ذہین اور سریع الفہم بچہ جننے سے عورت عاجز آ گئی ہے خدا بھلا کرے تیرے لیے علمی مشکلات کے حل میں کوئی کلفت

نہیں۔ (فتوح البلدان ۲۵۲، ایضاً ۲۰۵)

رشتوں کے متعلق شریعت کا معیار

رشتوں کے متعلق شریعت کا معیار ہے کہ دین اور تقویٰ کو پیش نظر رکھا جائے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص نے آکر کہا "میری ایک بیٹی ہے، مجھے اس سے بہت محبت ہے مختلف لوگوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے، آپ بتائیں میں اس کے لیے کیسے آدمی کا انتخاب کروں؟" حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا "اس کی شادی ایسے آدمی سے کرائیے جو اللہ سے ڈرتا ہو، متقی ہو، کیونکہ اس طرح کے آدمی کو اگر آپ کی بیٹی سے محبت ہوئی تو اس کی عزت کرے گا نفرت ہوئی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ (ارشاد الساری شرح بخاری: ۳۶۵/۱۱)

عظیم باپ، عظیم بیٹا

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے والد غلام تھے اپنے مالک کے باغ میں کام کرتے تھے ایک مرتبہ مالک باغ میں آیا اور کہا "میٹھا انار لائیے" مبارک ایک درخت سے انار کا دانہ توڑ کر لائے، مالک نے چکھا تو کھٹا تھا اسکی تیوری پر بل آ گئے، کہا "میں میٹھا انار مانگ رہا ہوں تم کھٹا لائے ہو" مبارک جا کر دوسرے درخت سے انار لایا، مالک نے کھا کر دیکھا تو وہ بھی کھٹا تھا، غصہ ہوئے، کہنے لگے "میں نے تم سے میٹھا انار مانگا ہے اور تم جا کر کھٹا لے آتے ہو" مبارک گئے اور تیسرے درخت سے انار لیکر آئے اتفاقاً وہ بھی کھٹا تھا، مالک کو غصہ بھی آیا اور تعجب بھی ہوا، تمہیں ابھی تک میٹھے کھٹے کی تمیز اور پہچان نہیں" مبارک نے جواب میں فرمایا "میٹھے کھٹے کی پہچان کھا کر ہی ہو سکتی ہے اور میں نے اس باغ کے کسی درخت سے کبھی کوئی انار نہیں کھایا" مالک نے پوچھا کیوں؟ اس لیے کہ آپ نے باغ سے کھانے کی اجازت نہیں دی ہے اور آپ کی اجازت کے بغیر میرے لیے کسی انار کا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے، یہ بات مالک کے دل میں گھر کر گئی اور تھی بھی یہ گھر کرنے والی بات! تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعتاً مبارک نے کبھی کسی درخت سے کوئی انار نہیں کھایا۔ مالک اپنے غلام مبارک کی اس عظیم دیانت داری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کرایا، اسی بیٹی سے حضرت عبداللہ ابن مبارک پیدا ہوئے حضرت عبداللہ ابن مبارک کو اللہ عزوجل نے علمائے اسلام میں جو مقام عطا فرمایا ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ (کتابوں کی درسگاہ میں: ۱۹۰، بحوالہ وفیات الاعیان: ۲۲/۳)

تین مواقع جہاں نفل کا ثواب فرائض سے زیادہ ہے

۱) سلام کرنا ۲) قرض معاف کرنا ۳) قبل از وقت وضو کرنا۔

مسئلہ خنثیٰ

﴿وما خلق الذکر والانثی﴾ میں خنثیٰ مشکل کا ذکر نہیں۔ تو واضح رہے کہ وہ خنثیٰ مشکل ہمارے نزدیک ہے، ورنہ اللہ کے علم میں تو اس کا مذکر ہونا یا مونث ہونا طے ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ وہ

فلاں دن نہ مذکر سے گفتگو کرے گا اور نہ مؤنث سے، اور وہ شخص پھر خنثیٰ مشکل سے گفتگو کرے تو حانث ہو جائے گا۔

"والخنثی المشکل عندنا ذکر او انثی عند الله تعالی فیحنث بتکلیمه من حلف لا یکلم ذکرا ولا انثی" (تحفہ جات ص ۵۰۱)

تین چیزوں سے خاتمہ بالخیر میں مدد ملتی ہے

۱) نماز باجماعت اور اس پہ مداومت ہو۔ ۲) مسواک کی عادت۔ ۳) والدین کی اطاعت۔

(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات ۵۳)

نکاح کی تین آفات

۱)......کسب حلال سے محرومی: یہ سب سے بڑی آفت ہے حلال رزق ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔

۲)......یاد الٰہی سے دوری: یہ آفت باقی دو آفتوں سے کم عام ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بیوی بچے اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیں اور اس کی تمام تر توجہات کا محور اور جدوجہد کا مرکز دنیا کو بنا دیں۔

۳)......ادائے حقوق میں کوتاہی: نکاح کرنے میں تیسری آفت یہ ہے کہ وہ شخص اپنی بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو۔ ان کی ایذاء اور تند تلخ باتوں پر تحمل نہ کر سکتا ہو۔ یہ آفت پہلی آفتوں سے نسبتاً کم خطرناک ہے۔

۱)...... الاولیٰ وهی العجز عن طلب الحلال فان ذلك لا تیسر لكل واحد.

۲)......والثانیة ان یکون الاهل والد شاغلا عن الله تعالی وجاذبا له الی طلب الدنیا.

۳)......والثالثة القصور عن القیام بحقوقهن والصبر علی اخلاقهن واحتمال الاذیٰ منهن. (احیاء العلوم جلد ۲۔ کتاب آداب النکاح)

آج کا اختلاف

ایک مرتبہ ایک عیسائی رئیس ایک مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان کی خدمت میں کچھ اشرفیاں ہدیہ کے طور پر پیش کیں۔ اور مولانا کے تبحر علمی اور دینی خدمات کی تعریف کی، اس کے بعد کہنے لگا: حضرت ایک اہم مسئلہ ہے جس کو آج تک کوئی عالم دین حل نہیں کر سکا! میرا خیال ہے کہ آپ اس مسئلے کو حل کر سکیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کیسا تھا؟

اس عالم نے کہا سفید تھا۔ عیسائی رئیس نے خوب داد دی، کہ حضرت آپ نے تو ایسا مسئلہ حل کر دیا جو آج تک بڑے سے بڑا عالم بھی حل نہیں کر سکا۔ پھر ان سے گذارش کی کہ حضرت بہت سارے مسلمان اس مسئلے سے ناواقف ہیں، از راہ کرم اگلے جمعے کو یہ مسئلہ ذرا کھول کر بیان فرما دیں۔ حضرت نے فوراً وعدہ کر لیا اور کہا کہ ہمارا کام ہی حق بات کو بیان کرنا ہے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے مشہور عالم کی خدمت میں حاضر

ہوا، ان کو بھی ہدیہ پیش کیا اور ان کی وسعت علمی اور دینی خدمات کی تعریف کی۔ پھر ان سے بھی معذرت دریافت کیا، حضرت! اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کیسا تھا؟ انہوں نے کہہ دیا کہ اس کا رنگ کالا تھا۔ عیسائی رئیس نے ان سے بھی مؤدبانہ گذارش کی کہ جمعہ کے بیان میں اس اہم مسئلہ کی وضاحت فرما دیں، تاکہ جاہلوں کے علم میں اضافہ ہو۔ عالم صاحب نے اس کو تسلی دی کہ جناب آپ مطمئن رہیں۔ میں اپنے خطبات جمعہ میں اس مسئلے کو واضح کروں گا۔ چنانچہ اپنے اپنے خطبات جمعہ میں دونوں علمائے کرام نے اس فضول مسئلے کو اپنے من گھڑت دلائل سے خوب واضح کیا، نماز جمعہ کے بعد دونوں علامہ صاحبان کے مقتدی جب ایک چوک میں اکٹھے ہوئے تو ایک گروہ نے کہا: ہمارے حضرت نے آج ایک ایسا مسئلہ حل کر دیا، جسے اتنی صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی عالم حل نہیں کر سکا تھا۔ وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا رنگ کالا تھا۔ دوسرا گروہ کہنے لگا: نہیں اس کا رنگ تو سفید تھا۔

بات بڑھتے بڑھتے گالم گلوچ تک جا پہنچی، پھر مناظرے ہونے لگے، دونوں فریقوں نے ایک دوسرے پر فتوے لگانے شروع کر دیے۔ کہ جو شخص اصحاب کہف کے کتے کو کالا کہے گا۔ اسکے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ ادھر سے جواب آیا کہ جو کتے کو گورا کہے گا۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ ﴿فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ (ندائے منبر ومحراب: ۱/۱۰۸)

نکاح شرعی کی تین قسمیں

۱) سنت موکدہ ۲) واجب ۳) مکروہ

۱) مہر، نفقہ اور وطی پر قدرت ہونے کی صورت میں نکاح سنت موکدہ ہے۔ ۲) عورتوں کی طرف شدتِ اشتیاق کے وقت واجب ہے۔ ۳) اور جس وقت ظلم کا غالب گمان ہو اور فرائض وسنن کے ترک کا، تو ایسی صورت میں نکاح مکروہ ہے۔ (اشرف الہدایہ: ۴/۵)

سینے پر ہاتھ گھر جا کر باندھنا

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد نے حضرت مولانا اوکاڑوی رحمہ اللہ سے کہا کہ قرآن میں ہے۔ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور سینے پر ہاتھ باندھو۔ جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ: 534/1 فتاویٰ علماء حدیث: 955/4 پر ہے۔ حضرت نے تحقیقی جواب کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں "وانحر" کی تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے مگر تمہارا معنی شیعوں والا ہے۔ غیر مقلد نے کہا کہ ہم دونوں معنی لیتے ہیں سینے پر ہاتھ باندھنا بھی اور قربانی کرنا بھی۔ حضرت نے فرمایا۔ قربانی آپ نماز کے بعد گھر جا کر کرتے ہیں تو ہاتھ بھی گھر جا کر باندھ لیا کرو۔

بہشتی زیور کی چیکنگ

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد عالم نے کہا کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں حضرت

رحمہ اللہ بہشتی زیور لے کر خود اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں بالترتیب وضو کے مسائل شروع کر کے ایک ایک مسئلہ پڑھتا ہوں، آپ ہر مسئلہ کے خلاف ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھوادیں، پھر اس غلط مسئلے کے بالمقابل جو صحیح مسئلہ ہو وہ لکھوا کر اس کے موافق ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھوادیں۔ غیر مقلد مولوی بہت پریشان ہوا۔ اور کہنے لگا کہ فقہ حنفی کے سارے مسائل تو حدیث کے خلاف نہیں بلکہ بعض حدیث کے مطابق بھی ہیں اور بعض مخالف بھی ہیں حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میں بالترتیب ایک ایک مسئلہ پڑھتا جاتا ہوں ان میں سے جو مسئلہ حدیث کے مطابق ہو اس کے مطابق ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھوادیں اور جو مسئلہ حدیث کے خلاف ہو اس کے خلاف ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھوادیں۔ یہ سن کر وہ بھاگ گیا اور ایسے بھاگا جیسے وہ اذان سے بھاگتا ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے:۱۵)

فرشتوں کی آمین

ایک دفعہ ایک بزرگ کی عشاء کی نماز رہ گئی تو انہیں بڑا صدمہ ہوا، انہوں نے سوچا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ستائیس (۲۷) نمازوں کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک ہی نماز ستائیس مرتبہ پڑھ ڈالی اور مطمئن ہو کر سو گئے۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ تم نے نماز تو ستائیس مرتبہ پڑھ لی مگر فرشتوں کی آمین کہاں سے لاؤ گے؟

ف: جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے تو امام جب ''ولا الضالین'' کہے تو مقتدی ''آمین'' کہتا ہے۔ مقتدی کے ''آمین'' کہنے کے ساتھ ساتھ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اس امت پر بڑا احسان ہے۔ (مؤلف)

چار مصلے

ایک صاحب نے حضرت رحمہ اللہ سے اپنا تعارف یوں کرایا، کہ میں ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات ہوں، وکالت کرتا ہوں ساتھ ہی ساتھ میں دین میں بھی کافی ریسرچ کی ہے۔ اور مسلکاً میں اہل الحدیث ہوں۔ اس نے بہت سے سوالات کیے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ سلاطین اسلام پر فخر کرتے ہیں کہ وہ حنفی تھے یہ وہی تو ہے جنہوں نے حرم مکہ میں ساڑھے پانچ سو سال تک اپنی حکومت میں چار مصلے بچھا رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ بھلا کرے سعودی حکومت کا، جس نے سوائے ایک کے سب لپیٹ دیئے اور اب ایک ہی مصلیٰ ہے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: جب چار مصلے تھے تمہارا اس وقت بھی کوئی مصلیٰ نہیں تھا اور اب ایک ہے تو تمہارا اب بھی نہیں ہے، ہاں اس سے اتنا پتہ چلا کہ اہل سنت کے مذاہب چار ہی ہیں اور آپ لوگوں کا اہل سنت میں کبھی شمار نہیں ہوا۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے:۱۷)

’’بے بے‘‘ سے نماز سیکھنا

ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین عورتوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں، ایک جگہ غیر مقلدین کا وجود نہیں تھا، کوئی غیر مقلد وہاں نماز پڑھنے لگا تو لوگ یہ نیا طریقہ دیکھ کر وہ شخص آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ عجیب آدمی ہے کہ خدا نے اسکو مرد بنایا ہے مگر یہ عورتوں کی طرح نماز پڑھتا ہے، تو دوسرے نے کہا کہ اس نے نماز اپنی ’’بے بے‘‘ سے سیکھی ہوگی اس لیے ویسی ہی نماز پڑھتا ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۷)

مکمل یہودی کون؟

ایک موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارشاد فرمایا ہے، کہ جو شخص آمین بالجہر نہیں کہتا، وہ یہودی ہے۔ یہودی آمین بالجہر سے جلتے حسد کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ سنن کبریٰ بیہقی 56/2 میں ’’ربنا لك الحمد‘‘ اور سلام کا بھی آمین کے ساتھ ذکر ہے بلکہ مجمع الزوائد: 148/2 پر قبلہ کا بھی ذکر ہے جو غیر مقلدین سلام اور ’’ربنا لك الحمد‘‘ بلند آواز سے نہیں کہتے وہ کم از کم 2/3 یہودی تو ضرور ہوں گے اور اگر اکیلے پڑھیں تو آمین بالجہر آہستہ کہتے ہیں اس صورت میں تو مکمل یہودی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۸)

حق بحق دار رسید

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ لامذہب کو شکایت ہے کہ فقہاء نے یہ کیوں تحریر فرمایا؟ کہ بہتر امام وہ ہے جس کی بیوی خوبصورت ہو، ارشاد فرمایا کہ اس کا غلط ہونا لامذہب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کر کہ امام اس کو بنانا چاہیے کہ جس کی بیوی نہایت بدصورت ہو اور بد سیرت بھی ہو، لامذہب اس مسئلہ کو بہت اچھالتے ہیں۔ اگر واقعی یہ مسئلہ غلط ہے تو انکا پہلا فرض ہے کہ جس لامذہب امام کے نکاح میں خوبصورت بیوی ہو، وہ فوراً اسے طلاق دے دے، کیونکہ یہ احناف کا حق ہے اس سے فقہ کا بغض بھی ثابت ہو جائے گا اور حق بحق دار رسید پر عمل بھی ہو جائے گا، لامذہب پہلے اپنے گھر کی خبر لیں، کہ لغات الحدیث صفحہ 56 پر کیا لکھا ہے؟ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۲۰)

بدھ کے دن جمعہ

جمع بین الصلوٰتین پر لامذہب کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ بیشک نماز مومنوں پر وقت مقررہ کا فرض ہے، جب وقت سے پہلے فرض ہی نہیں تو ادا کیسے ہوگی جیسے حج ذوالحجہ سے پہلے شوال میں ادا کرنا، روزہ رمضان سے پہلے شعبان میں رکھنا، جمعہ بدھ کو پڑھ لینا، موت سے پہلے جنازہ پڑھ دینا اور نکاح سے قبل اولاد حلالی کا ہونا غلط ہے، اسی طرح وقت سے پہلے نماز پڑھنا بھی غلط ہے۔ جہاں جمع کا ذکر ہے وہ صرف صوری جمع ہے مولوی ثناء اللہ

امرتسری نے عبدالحفیظ نامی ایک ملازم کو اجازت دے دی تھی کہ وہ عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ لیا کرے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ۱/۶۱۵)

حدیث میں ائمہ کے نام نہیں

ایک بار مسئلہ تقلید پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا نام حدیث میں نہیں ہے۔ اچھا ذرا صحاح ستہ والوں کے نام اور انکی تصنیفات کے نام تو حدیث سے دکھلا دیں یا پھر انکو بھی چھوڑ دیں۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۲۲)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام

ایک غیر مقلد نے اعتراض کیا کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی کتاب نہیں ہے اگر ہے تو دکھلاؤ اس کے جواب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کتاب لکھی ہے، ذرا اس کا نام تو بتاؤ! بلکہ خود آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب لکھی ہے اسکی زیارت تو کراؤ۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۲۲)

فقہ سے خالی محدثیت

حضرت نے فرمایا کہ ابن جوزیؒ نے ''تلبیس ابلیس'' میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک محدث نے یہ حدیث یاد کرلی تھی۔ ''نھی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحلق قبل الصلوۃ یوم الجمعۃ'' یہ سمجھتا تھا کہ نماز جمعہ سے پہلے حلق کرانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ سے وہ چالیس سال تک جمعہ سے پہلے حجامت کرنے سے محروم رہا اور اسے ناجائز سمجھتا رہا۔ یہ غلطی اسے فقہ سے محرومی کی وجہ سے لگی امام خطابی نے اسے سمجھایا کہ حَلَق نہیں حِلَق ہے جو حلقہ کی جمع ہے مطلب یہ کہ جمعہ سے پہلے گپ شپ لگانے کے لیے حلقے بنا کر نہ بیٹھوں دیکھو! اتری محدثیت جو فقہ سے خالی ہے ایسی غلطیوں کو جنم دیتی ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۳۰)

بدبودار چاند

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ فقہ کے مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہے فرمایا، کہ ایک عورت نے بچے کو پاخانہ کرایا جیسے پاؤں پہ بٹھا کر کراتی ہیں، تو کچھ گندگی اس کی انگلی کو لگ گئی جس کا اسے پتہ نہ چلا، چاند رات تھی سب عورتیں چاند دیکھنے لگی، تو اس نے بھی وہ گندگی سے آلودہ انگلی ناک پر رکھ لی اسکو بدبو آئی تو کہنے لگی چاند تو نکلا ہے پر بدبودار ہے انصاف سے بتاؤ! کہ یہ بدبو چاند کی تھی یا اس کی انگلی پر لگے پاخانے کی، اسی طرح غیر مقلدین کی فہم وفراست تو اپنی خراب ہوتی ہے نام فقہ کا لے دیتے ہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۳۱)

کچھ ہی نہیں بہت کچھ

مسئلہ حلالہ پر ایک غیر مقلد نے کہا کہ ہم طلاق ثلاثہ کے بعد کچھ نہ کچھ تو کرتے ہی ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا: کچھ نہ پوچھو یوں بہت کچھ ہوتا ہے اگر طلاق دہندہ اسے ویسے ہی رکھ لے تو اس کا ضمیر اسے ملامت کرے گا وہ شرمسار ہو گا اور اپنے آپ کو گناہ گار سمجھے گا تم جو اسے حلت کا فتویٰ دے کر عورت واپس اسے حوالے کر دیتے ہو، اب وہ اسے حلال سمجھ کر اور نیکی جان کر رکھے گا تو گناہ کو نیکی سمجھنا تو کفر ہے تو کچھ ہی نہیں بہت کچھ ہوتا ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۳۱)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا دلچسپ مناظرہ

اسد بن عمر راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ بصری رحمہ اللہ کوفہ تشریف لائے تو ابو بردہ کے گھر قیام پذیر ہوئے، ان کی تشریف آوری کی خبر شہر میں پھیل گئی لوگ جوق در جوق آنے لگے ایک روز جب وہ گھر سے باہر نکلے تو اعلان کر دیا کہ مسائل فقہ میں جو شخص بھی کوئی مسئلہ پوچھنا چاہے تو آزادانہ پوچھ سکتا ہے، میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔ اتفاق سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی اس مجلس میں موجود تھے، فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

اے ابوالخطاب (قتادہ بصری کی کنیت ہے) ایسے شخص کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے؟ جو کئی سال گھر سے باہر رہا پھر اس کی موت کی خبر آ گئی تو بیوی نے یقین کر لیا، کہ واقعۃً اس کا خاوند وفات پا چکا ہے، اس نے دوسری شادی کر لی جس سے اس کی اولاد ہوئی کچھ مدت بعد وہ پہلا شخص آ گیا اور اس کے مر جانے کی خبر جھوٹی ثابت ہوئی پہلا شخص اولاد کے بارے میں انکار کرتا ہے، کہ یہ میری اولاد نہیں دوسرے خاوند کا دعویٰ ہے کہ یہ میری اولاد ہے اس مسئلہ میں دریافت طلب امر یہ ہیں کہ آیا یہ دونوں اس عورت پر زنا کی تہمت لگا رہے ہیں یا صرف وہ شخص جس نے ولد کا انکار کر دیا ہے اس میں آپ کی رائے گرامی کیا ہے؟

امام صاحب رحمہ اللہ کا خیال تھا کہ اگر قتادہ اس مسئلہ میں اپنی رائے سے کوئی بات کریں گے تو خطا ہو جائیں گے اور اگر کوئی حدیث پیش کریں گے تو وہ موضوع ہوگی مگر قتادہ نے بجائے مسئلہ حل کرنے کے جان چھڑانی ہی مناسب سمجھی اور امام صاحب سے دریافت کرنے لگے، کیا کبھی ایسی صورت پیش آئی بھی ہے بتایا گیا کہ فی الحال تو پیش نہیں آئی۔

فرمانے لگے تو پھر ایسی بات کے متعلق مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو، جو ابھی تک وقوع پذیر بھی نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا:

"ان العلماء یستعدون للبلاء ویتحرزون منه قبل نزوله فاذا نزل عرفوه وعرفوا الدخول فیه والخروج منه"

علماء کو مسئلہ کے پیش آنے سے پہلے اس کے حل و ازالہ اور شرعی وضاحت و تعیین کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔ جب تک واقع نہ ہو تو تحقیق کرتے ہیں اور جب پیش آئے تو اسے پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی پہلے سے جانتے ہوں کہ اسے اختیار کرنے یا چھوڑ دینے کی شکل کیا ہو سکتی ہے۔ (امام اعظم رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات ۲۱۳)

عورت اس کو مل گئی جس کی بیوی تھی

ایک مرتبہ لولوی قبیلہ کی جماعت کا کوفہ آنا ہوا، ان میں ایک شخص کی بیوی حسن و جمال اور زیب و زینت میں فائق تھی، کسی کوفی کا اس سے معاشقہ ہو گیا، اور اس نے دعویٰ کر دیا یہ عورت میری بیوی ہے۔ جب عورت سے پوچھا گیا تو اس نے بھی کوفی کی بیوی ہونے کا اقرار کر لیا، لولوی بے چارہ جو اس کا اصل خاوند تھا پریشان ہو گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے۔ مگر گواہ موجود نہ تھے۔

جب یہ قصہ امام صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو امام ابوحنیفہ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ و دیگر قضاۃ وفقہاء اور عورتوں کی ایک جماعت ہمراہ لے کر لولوی قبیلہ کے پڑاؤ (قیام گاہ) پہنچے اور عورتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ لولوی کے خیمہ میں داخل ہوں۔ جب عورت کے اپنی منکوحہ ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ چنانچہ جب کوئی عورتیں علیحدہ علیحدہ کر کے اور اجتماعی طور پر اس کے خیمہ کے قریب ہوئیں۔ تو ان پر لولوی کا کتا بھونکنے لگا اور انہیں خیمہ میں داخل ہونے سے رکاوٹ بن گیا، اس کے بعد امام صاحب نے متنازعہ عورت کو حکم دیا کہ وہ لولوی مرد کے خیمہ میں داخل ہو، چنانچہ جب وہ عورت خیمہ کے قریب ہوئی تو کتا اس کی خوشامد کرنے لگا اور بھونکنا ترک کر دیا۔ اور آگے پیچھے قدم لینے۔

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: لیجیے مسئلہ حل ہو گیا۔ جو حق تھا وہ ظاہر ہو گیا، جب متنازعہ عورت سے صحیح صورت حال دریافت کی گئی تو اس نے بھی اعتراف کر لیا کہ واقعۃً وہ لولوی کی بیوی ہے۔ مگر شیطان کے ورغلانے سے وہ کوفی کی منکوحہ ہونے کا اقرار کر رہی تھی۔

گمشدہ مال کی تلاش اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک عمدہ قیاس

امام ابو یوسف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آ کر امام اعظم کی خدمت میں عرض کیا، حضرت! میں نے گھر کے کونے میں کچھ سامان دفن کر دیا تھا، مگر اب ذہن پر دباؤ ڈالنے کے باوجود بھی یاد نہیں آ رہا کہ وہ کہاں گاڑا تھا۔ خدارا میری مدد فرمائیے۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا جب تجھے یاد نہیں کہ تو نے کہاں گاڑا ہے مجھے بطریق اولی کچھ یاد نہیں ہونا چاہیے۔

یہ جواب سن کر وہ شخص زار و قطار رونے لگا امام اعظم کو رحم آیا۔ تلامذہ کی ایک جماعت ساتھ لی اور اس شخص کے ساتھ اسکے گھر تشریف لے گئے تلامذہ کو گھر کا نقشہ دکھایا اور ان سے پوچھا کہ اگر یہ گھر تمہارا ہوتا تو تم حفاظت کے لیے اپنا کوئی سامان گاڑتے تو کہاں گاڑتے۔

ایک نے عرض کیا، جی میں یہاں گاڑتا، دوسرے نے اپنی جگہ بتائی اور تیسرے نے اپنے قیاس سے کسی جگہ کا تعین کیا، جب پانچوں نے اپنے اپنے قیاس سے مختلف مواقع کی نشاندہی کی تو امام اعظم نے فرمایا کہ انہیں چار پانچ جگہوں میں کسی جگہ گاڑا ہوگا، امام صاحب نے ان کے کھودنے کا حکم دیا، ابھی تیسری جگہ کھودی جا رہی تھی کہ خدا کے فضل سے سارا سامان مل گیا۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دیکھا تو مسرت سے چہرہ

حلقہ میں انہیں اور ارشاد فرمایا۔

خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے تجھ پر تیری گم شدہ چیز واپس کر دی۔ (حقوق الایمان ۲۶۷، ایضاً ۲۲۱)

قاضی ابن شبرمہ نے وصیت تسلیم کر لی

ایک شخص نے مرتے وقت امام ابوحنیفہ ؒ کے حق میں وصیت کی۔ آپ اس وقت میں موجود نہ تھے۔ قاضی ابن شبرمہ کی عدالت میں یہ دعویٰ پیش ہوا۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے مرتے وقت ان کے لیے وصیت کی تھی۔

ابن شبرمہ بولے۔ اے ابوحنیفہ! کیا آپ حلف اٹھائیں گے کہ آپ کے گواہ سچ کہہ رہے ہیں؟ امام صاحب نے کہا مجھ پر قسم وارد نہیں ہوتی کیونکہ میں اس وقت موجود نہ تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا، آپ کے قیاسات کسی کام نہ آئے۔ امام صاحب نے فرمایا اچھا بتایئے کسی اندھے شخص کا سر پھوڑ دیا جائے اور دو گواہ شہادت دیں تو کیا اندھا شخص حلف اٹھا کر کہے گا کہ میرے گواہ سچے ہیں۔ حالانکہ اس نے انہیں دیکھا نہیں ابن شبرمہ نے کوئی جواب نہ دیا اور وصیت تسلیم کر لی۔ (امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات ۲۲۲)

عطاء من عند اللہ

ایک روز گورنر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کی خدمت میں ایک انگوٹھی پیش کی، جسکے نگینہ پر "عطاء بن عبداللہ" لکھا ہوا تھا، اور کہا یہ انگوٹھی تو بڑی قیمتی ہے مگر اس سے مہر لگانا میں پسند نہیں کرتا کہ غیر کا نام درج ہے اور اسکے ثبت کرنے سے حکم بھی مؤکد نہیں ہو سکتا۔ امام صاحب نے فرمایا لفظ "بن" کے (با) کو گول کر کے میم بنا دو۔ اور عبد کے نیچے نقطہ کاٹ کر اوپر لگا دو تو یہ "عطاء من عند اللہ" ہو جائیگا۔

گورنر ابوحنیفہ کی اس سرعت انتقال ذہنی سے بے حد متاثر ہوا اور باہمی تعلقات قائم رکھنے اور مزید استوار کرنے کی درخواست اور اس پر اصرار کرتا رہا۔ (ایضاً:۱۷۹)

دلِ دشمناں سلامت، دلِ دوستاں نشانہ

سفیان بن حسین نامی ایک شخص قاضی ایاس بن معاویہ کی مجلس میں بیٹھ کر کسی آدمی کی غیبت کرنے لگا، قاضی نے اس سے کہا "آپ نے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا؟" کہنے لگا "نہیں" پوچھا "سندھ اور ہند کے جہاد میں شریک ہوئے ہو؟" کہا "نہیں" فرمانے لگے "روم، سندھ اور ہند کے کفار تو آپ سے محفوظ رہے لیکن بے چارہ اپنا ایک مسلمان بھائی آپ سے نہ بچ سکا اور زبان کی تلوار اس پر چلا دی" سفیان پر ان کے اس جملے کا اس قدر اثر ہوا کہ زندگی بھر پھر کسی کی غیبت نہیں کی۔ (البدایہ والنہایہ ۹/۳۳۴ ترجمہ ایاس)

غیبت سے بچاؤ کا نسخہ

امام ابن وہب دوسری صدی ہجری کے مشہور محدث اور فقیہ ہیں فرماتے ہیں میں نے غیبت سے

بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس دن کسی کی غیبت کر دیتا، اگلے دن نفس کو سزا دینے کے لیے روزہ رکھ لیتا، لیکن بات بنی نہیں روزہ رکھنا عادت سی بن گئی اور سزا کی تلخی کے بجائے اس میں لطف محسوس ہونے لگا، ظاہر ہے جو چیز پر لطف ہو سزا کیسے ہو سکتی ہے۔ اس لیے میں نے روزہ کی بجائے ہر غیبت کے عوض ایک درہم صدقہ کرنا شروع کیا۔ یہ سزا نفس کو شاق معلوم ہوئی اور یوں غیبت کے روگ سے نجات ملی۔ (کتابوں کی درسگاہ میں: ۴۶)

ایک طرف موت خونخوار شیر کی شکل میں، دوسری طرف۔

بنان حمال چوتھی صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ہیں، اصل بغداد کے تھے لیکن مصر میں رہنے لگے تھے، عوام وخواص دونوں میں ان کی بڑی مقبولیت تھی، اللہ والوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے، وہ دلوں کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں۔ حمال نے بادشاہ مصر ابن طولون کو ایک مرتبہ نصیحت فرمائی۔ ابن طولون تاب سخن نہ لا سکا اور ناراض ہو کر اس نے حکم دیا کہ انہیں خونخوار شیر کے سامنے ڈال دیا جائے، انسان اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے لیے سزا کے بھی عجیب طریقے ایجاد کرتا ہے۔ سزا کا جو طریقہ جس قدر سخت ہوگا اس کے جذبۂ انتقام کو اسی قدر ٹھنڈک پہنچے گی۔

بنان حمال کو خونخوار شیر کے سامنے ڈال دیا گیا۔ شیر لپکا پھر رک کر انکے جسم کو سونگھنے لگا۔ دیکھنے والے ان کے جسم کے چیر پھاڑ کا نظارہ کرنا چاہتے تھے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شد! جب دیکھا کہ شیر انہیں کچھ نہیں کہہ رہا، تب انہیں اس کے سامنے سے اٹھا دیا اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوئی کہ جب ان سے پوچھا گیا ''شیر کے سونگھتے وقت آپ کے دل پر کیا گزر رہی تھی؟'' فرمانے لگے ''میں اس وقت درندے کے جوٹھے کے متعلق علماء کے اختلاف کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کا جوٹھا پاک ہے یا ناپاک''

موت آدمی کے سامنے ہو اور وہ بھی اس ہیبت ناک منظر کے ساتھ لیکن ذہن، فقہ کے ایک اختلافی مسئلہ میں مگن رہے، ایسے اعلام اور یگانہ روزگار شخصیات سے انسان کیا، درندے کیوں محبت نہیں کریں گے۔ یقیناً اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی، جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۰/۳۲۴)

حق پسند

عبیداللہ بن حسن عنبری دوسری صدی ہجری کے اکابر علماء میں سے ہیں، وہ بصرہ کے قاضی بھی رہے۔ شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس کا جواب درست نہیں دیا۔ شاگرد نے کہا ''حضرت! شاید آپ سے غلطی ہو گئی صحیح جواب یہ ہونا چاہیے۔ بڑے علماء اپنی غلطی کی اصلاح سے نہیں شرماتے اور وہ بڑے ہوتے بھی اسی لیے ہوتے ہیں۔ بڑا ہونا یہ نہیں کہ غلطی معلوم ہونے کے بعد بھی اسی پر ڈٹا رہا جائے۔ یہ بڑائی نہیں، ہٹ دھرمی کہلاتی ہے۔ عبیداللہ نے اپنے شاگرد کے صحیح جواب سننے کے بعد بہت ہی کارآمد جملہ ارشاد فرمایا: آپ چھوٹے ہیں لیکن بات آپ ہی کی درست ہے۔

میں بھی آپ ہی کے جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں اس لیے کہ باطل میں "سر" اور "رئیس" بننے سے مجھے حق میں "دم" اور "تابع" بننا زیادہ محبوب ہے۔ (کتابوں کی درسگاہ میں ۵۱ بحوالہ حلیۃ الاولیاء ۶/۹)

ایک قلم کے لیے

حضرت عبداللہ بن مبارک کے نام سے کون ناواقف ہوگا اپنے دور میں امام المسلمین تھے۔ انکے زہد وتقویٰ اور دعوت وجہاد کے ولولہ انگیز اور ایمان افروز واقعات پڑھ کر آج بھی آدمی کے ایمان میں تازگی، روح میں بالیدگی اور جذبات میں زندگی کی موجیں مچلنے لگتی ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے شام میں کسی سے قلم مستعار لیا۔ واپس کرنا بھول گئے اور ایران کے شہر "مرو" آنے تو وہ قلم یاد آیا۔ وہاں سے دوبارہ شام کا سفر کیا اور جا کر قلم اس کے مالک کو لوٹایا۔ (تاریخ بغداد: ۱۰/۱۶۷)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

امام ابویوسف رحمہ اللہ ہارون الرشید کے زمانے میں پورے عالم اسلام کے قاضی القضاۃ تھے، ایک بار ان کے پاس خلیفہ ہارون الرشید اور ایک نصرانی کا مقدمہ آیا، امام نے فیصلہ نصرانی کے حق میں کیا، اس طرح کے درخشاں واقعات تاریخ اسلام کے ورق ورق پر بکھرے پڑے ہیں۔ لوگ اس کو "دور ملوکیت" کہتے ہیں وہ کس قدر مبارک "دور ملوکیت" تھا کہ ایک طاقتور بادشاہ اور خلیفہ اپنی رعایا میں سے ایک غیر مسلم کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں فریق بن کر حاضر ہیں۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا، تو فرمانے لگے اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے زمانہ قضا میں مقدمات کے فیصلے میں کسی بھی فریق کی جانب داری نہیں کی حتی کہ دل میں کسی ایک فریق کی طرف میلان بھی نہیں ہوا، سوائے نصرانی اور ہارون الرشید کے مقدمے کے کہ اس میں دل کا رجحان اور تمنا یہ تھی کہ حق ہارون الرشید کے ساتھ ہو اور فیصلہ حق کے مطابق اسی کے حق میں ہو لیکن فیصلہ دلائل سننے کے بعد ہارون الرشید کے خلاف کیا۔

یہ فرما کر امام ابویوسف رحمہ اللہ رونے لگے اور اس قدر روئے کہ دل بھر بھر آیا۔ اس سے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے تقویٰ کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مقدمہ میں دل کا رجحان طبعی طور پر ایک فریق کی طرف تھا اور فیصلہ بھی اس کے خلاف ہوا لیکن اس طبعی رجحان پر بھی انہیں خوف رہا کہ کہیں پکڑ نہ ہو جائے، اللہ اکبر! زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے..... (الدرالمختار: ۴/۳۱۳)

گام گام احتیاط

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تجارت میں اپنے ایک شریک کے پاس کپڑا بھیجا اور بتایا کہ کپڑے میں یہ عیب ہے، خریدار کو عیب سے آگاہ کر دینا۔ اس نے وہ کپڑا فروخت کیا لیکن خریدار کو عیب بتلانا بھول گیا۔ امام اعظم رحمہ اللہ کو جب معلوم ہوا تو اس سے حاصل ہونے والی ساری قیمت صدقہ کر دی، جس کی رقم تیس ہزار درہم تھی۔ (الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان ۴۳)

افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ ''آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے؟'' فرمایا کہ ہاں ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا ایک حاملہ عورت مرگئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کررہا ہے۔ کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے ان سے کہا ''عورت کا شکم چاک کر کے بچہ نکالدیا جائے'' لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا۔ کیونکہ بچے کے زندہ نکلنے کا تو مجھے علم نہیں، تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتویٰ پر مجھے افسوس رہا۔ پوچھنے والے عالم نے کہا'' یہ اجتہاد تو قابل افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ کا فضل شامل رہا کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کے برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ کو پہنچنے والا وہ بچہ میں ہی ہوں۔'' (کتابوں کی درسگاہ میں: ۷۲)

فراست

قاضی ایاس کی فراست وبصیرت ضرب المثل ہے۔ ایک بار قاضی ایاس چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا۔ تین عورتیں بھی اس جگہ موجود تھی۔ قاضی ایاس نے کہا'' ان تین عورتوں میں سے ایک حاملہ، ایک مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور ایک باکرہ (کنواری) ہے''۔ تحقیق کرنے پر ان عورتوں کے متعلق قاضی ایاس کی بات درست نکلی۔ جب ایاس سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا؟ فرمانے لگے'' حادثے کے وقت ان عورتوں میں ایک نے ہاتھ پیٹ پر رکھا۔ میں نے سمجھا حاملہ ہے، دوسری نے پستان پر رکھا، میں نے نتیجہ نکالا کہ یہ مرضعہ ہے، تیسری نے اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا میں نے اس سے اس کے باکرہ ہونے پر استدلال کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خوف اور خطرے کے وقت انسان کو فطری طور پر اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کی فکر ہوتی ہے اور اسی پر ہاتھ رکھتا ہے۔ (شرح مقامات للشریشی: ۱/۱۸۳)

ذرا بتائیں چاند کہاں ہے؟

علامہ ابن خلکان نے قاضی ایاس کی فراست کا ایک اور دلچسپ واقعہ بھی لکھا ہے۔ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر سو سال کے قریب ہوگئی تھی، بھوؤں کے بال سفید ہو چکے تھے، لوگ کھڑے رمضان کا چاند دیکھ رہے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' وہ سامنے چاند نظر آگیا، لوگوں نے دیکھا، کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے'' وہ سامنے مجھے نظر آرہا ہے'' قاضی ایاس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا حقیقت سمجھ گئے ان کی بھوؤں کا ایک بال آنکھ کی جانب جھک گیا تھا۔ قاضی ایاس نے وہ بال درست کرتے ہوئے پوچھا'' ابوحمزہ! ذرا بتائیں چاند کہاں ہے؟'' حضرت انس رضی اللہ عنہ افق کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے اب تو نظر نہیں آرہا''۔

(کتابوں کی درسگاہ میں ہے بحوالہ وفیات الاعیان ج: ۴/۳۷۴)

بدعت کا ارتکاب ڈاکو بھی نہیں کرتا

مشہور مالکی عالم ابن ماجشون کے پاس ان کا ایک ساتھی آ کر کہنے لگا اے ابو مروان! آج ایک عجیب قصہ پیش آیا، میں جنگل میں واقع اپنے باغ کی طرف جانے کے لیے نکلا کہ اچانک ایک شخص میرے سامنے آ دھمکا اور کہنے لگا "اپنے کپڑے اتار دو" میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا "اس لیے کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں"۔ میں نے کہا یہ کیسے بھائی چارگی ہے؟ کہنے لگا "تم ایک مدت تک ان کپڑوں کو پہن چکے ہو، اب میری باری ہے" میں نے کہا "کیا تم مجھے برہنہ کرنا چاہتے ہو؟" کہنے لگا "ہمیں امام مالک سے ایک روایت پہنچی ہے کہ برہنہ حالت میں غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں اور آپ غسل کرنے جا رہے ہیں"۔ میں نے کہا تم مجھے لوگوں کے سامنے برہنہ کرنا چاہتے ہو کہنے لگا اگر یہاں کسی کے آنے کا امکان ہوتا تو میں اس طرح تمہارے گلے نہ پڑتا" میں نے کہا اچھا مجھے باغ میں جانے دو میں تمہارے لیے کپڑے بھجواتا ہوں، اس نے کہا ہرگز نہیں، کیا تم اپنے غلاموں کو بھیج کر مجھے گرفتار کروانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا میں قسم کھاتا ہوں، وہ کہنے لگا تمہاری قسم کسی ڈاکو کے لیے باعث اطمینان نہیں بن سکتی۔ میں نے قسم کھا کر کہا میں ضرور بھیجوں گا اور اپنی خوشی سے بھیجوں گا وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا میں نے عہد رسالت سے لے کر آج تک کے ڈاکوؤں کے بارے میں بڑی سوچ بچار کی مگر مجھے ایسا کوئی ڈاکو نہیں ملا جس نے ادھار کا معاملہ کیا ہو۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میں اس بدعت کا ارتکاب کروں۔ اس کی یہ دلیل سن کر بادل نخواستہ میں نے کپڑے اتار کر اس کے حوالے کر دیئے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۵۲۱/۱۱)

بھولی بھالی (مہر کی ادائیگی کس کا فرض ہے)

شروع شروع میں میری اہلیہ دنیا کے رسم و رواج اور آئین و ضوابط سے صرف اتنی بہرہ مند تھی کہ ایک دفعہ نہ جانے کس بات پر میں نے تنبیہ کی مگر اسکی حاضر جوابی پر اس قدر غصہ آیا کہ میرے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا "میرے ساتھ تمہارا نباہ مشکل ہوگا، میرا پیچھا چھوڑ دو اور اپنی راہ لو" اس نے میری برہمی سے بے پرواہ ہو کر لمحہ بھر کے توقف سے جواب دیا، اچھا میں ابھی اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں گی۔ خدا رکھے میری ماں اور میرے بھائی موجود ہیں، آپ میرا مہر معاف کرا دیں۔" میرا یہ سننا تھا کہ غم و غصہ فرو ہو گیا، مسکراتا ہوا باہر نکل آیا اور خدا کا شکر [illegible] کہ اس دور میں مجھے خدا نے کیسی شریک حیات عطا فرمائی ہے جو یہ بھی نہیں جانتی کہ مہر کی ادائیگی کس کا [illegible] ہے اور اس کی طلبی و معافی بیوی کی طرف سے ہوتی ہے یا شوہر کی طرف سے۔ (جہان دانش: ۳۸۵)

مسلمانوں کے طریقے پر زکوۃ ادا کرنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی "آپ بیتی" میں لکھتے ہیں، میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں "بہٹ" سے آگے

انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اوران کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آکر اپنے کاروبار کودیکھ جاتے تھے، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں، ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جاکر واقعہ سنایا کہ حضور! سب کی کوٹھیاں جل گئیں آپ کی بھی جل گئی۔

وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا نہایت اطمینان سے لکھتا رہا! اس نے التفات بھی نہیں کیا ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور سب جل گیا، اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا۔ ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا، کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کے اس لاپرواہی سے جواب سن کر واپس آگیا، آکر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔ (آپ بیتی: ۸۸/۱)

ظرافت اور بذلہ سنجی

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم اور سنجیدگی کی وجہ سے کوئی ناملائم یا غیر مہذب الفاظ اپنی زبان پر نہیں لاتے تھے، کبھی کبھی مزاح کے جملے کہہ دیا کرتے تھے، کوئی مسجد گر کر خراب ہوگئی تھی تو لوگوں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں فتویٰ پوچھا، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا وہ مسجد ہے اور اب گر جانے کے بعد بھی مسجد کے حکم میں ہے۔ ایک روز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ادھر سے گذر ہوا، مسجد پر ان کی نظر پڑی، کوڑے کرکٹ سے اٹی پڑی ہے، دیکھ کر انہوں نے مزاحاً فرمایا: "**ھذا مسجد ابی یوسف** رحمۃ اللہ علیہ" یہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد ہے۔ (مناقب کردری: ۴۳۲)

مسئلہ کے غور نے عالم نزع کا احساس نہ ہونے دیا

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی دوسری بہت سی نعمتوں کیساتھ ایک نعمت علمی انہماک، لسان حق ترجمان کے ساتھ ساتھ بارگاہِ الٰہی سے انہیں قلم کی نعمت بھی عطا ہوئی تھی۔ انہوں نے فقہ واصول پر حدیث ومسائل فقہ پر بہت سی کتابیں لکھیں۔ مختصر بھی اور طویل بھی۔ ان کتابوں میں خواہ مختصر ہوں یا طویل۔ اپنا مدعا اور منشاء اس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا غرقِ حیرت ہو کر ان کا مطالعہ کرتا ہے، پڑھتا جاتا ہے اور حیران ہوتا جاتا ہے کہ یہ شخص کس پایہ کا آدمی تھا اس کی قلم میں کتنی جامعیت اسکی تحریر میں کتنا اثر اور اس کے انداز انشاء میں کتنی کشش خدا نے بھر دی ہے۔ یہ نازک مسائل کو ضبط تحریر میں لاتے ہیں جب تک وہ اس کی تحریر کی روشنی میں نہ دیکھے جائیں، سخت نازک اور پیچیدہ نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کی کتاب میں وہ اتنے سہل نظر آتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی طرح کا اشکال تھا ہی نہیں یہ صرف ہمارا وہم تھا کہ انہیں دشوار، نازک اور پیچیدہ سمجھ رہے

تھے یہ فکری اور مطالعاتی ذوق، یہ اجتہاد واستنباط مسائل کی طبعی جودت اور یہ ہر قسم کے ہموم وغموم کے علمی دائروں میں دائر کر کے رکھ دینے اور اپنا سب کچھ علم کے حوالے کر دینے کی برکتیں ہیں۔ کہ وفات کے بعد ایک مخلص نے امام محمد رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، جناب! نزع کی شدت کے وقت کیسے حال ہوا؟ روح کے نکلنے کی حالت کیسے گذری؟ امام محمد رحمہ اللہ نے خواب میں فرمایا: نزع روح کے وقت بھی میں مکاتب کے مسائل میں ایک مسئلہ میں تامل کر رہا تھا، اسی فکر وتامل اور غور وتدبر میں انہماک کی وجہ سے مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ میری روح کیسے نکلی؟ روح نکل گئی مگر مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ (حدائق الحنفیہ ۱۵۳)

قاضی ابن ابی لیلیٰ کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو گیا

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کوفہ کے بہت بڑے قاضی اور مشہور فقیہ تھے، تینتیس سال تک منصب قضاء پر فائز رہے۔

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک پڑوسی ان کی عدالت میں حاضر ہوا، اور کسی شخص کے باغ کے متعلق گواہی دینا چاہی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بتلاؤ کہ جس باغ کے متعلق تم گواہی دے رہے ہو اس میں کل درختوں کی تعداد کتنی ہے؟ جب گواہ یہ نہ بتلا سکے تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان کی گواہی (شہادت) کو روک دیا، چونکہ مردود شدہ گواہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پڑوسی تھے۔ عند الملاقات اس نے تمام واقعہ سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بھی آگاہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس شخص کو واپس قاضی صاحب موصوف کی عدالت میں بھیجا اور اسے کہا کہ جاؤ اور قاضی صاحب موصوف سے یہ دریافت کر کے لاؤ کہ آپ بیس سال سے کوفہ کی جس جامع مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں، اس کے ستونوں کی کتنی تعداد ہے؟ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پڑوسی کی اس گفتگو پر قاضی ابن ابی لیلیٰ کو حیرت اور اپنے کیے پر ندامت ہوئی اور اسکی شہادت قبول کر لی۔ (موفق)

وقوع طلاق ثلاثہ کا ایک پیچیدہ مسئلہ

ایک مرتبہ امام صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ ایک شخص نے تین قسمیں کھائی ہیں نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بستا گھر اجڑ جائے گا۔

آپ نے فرمایا کیسی قسمیں؟

سائل نے عرض کیا کہ صاحب واقعہ شخص نے اولاً قسم کھائی کہ

۱..... اگر آج میں کسی بھی وقت کی نماز نہ پڑھوں تو میری بیوی پر تین طلاق۔

۲۔ پھر قسم کھائی کہ اگر آج میں اپنی بیوی سے وطی (جماع) نہ کروں تو اس پر تین طلاق۔

۳۔ پھر قسم کھائی کہ اگر آج میں غسل جنابت کروں تو اس پر تین طلاق۔

عجیب مخمصہ تھا جو کہیں بھی حل نہیں ہو رہا تھا۔ علماء عاجز آ گئے تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی باریک بینی اور دوررس کی داد دیجیے۔ سر اٹھایا اور ایک چٹکی میں مسئلہ کا حل سامنے رکھ دیا، فرمایا:

۱..... صاحب واقعہ آج عصر کی نماز پڑھ لے۔

۲..... نماز عصر سے فراغت کے بعد بیوی سے وطی (جماع) کر لے۔

۳..... جب سورج چھپ جائے تو یہ شخص غسل کر لے۔ پھر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ لے۔ طلاق واقع نہیں ہو گی اور تینوں قسمیں بھی پوری ہو جائیں گی۔ (عقود الجمان: ۲۷۷، الموفق)

دیت کس پر؟

مجلس قائم تھی، دقیق فقہی مسائل زیر بحث تھے، سفیان ثوری قاضی ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر ہمعصر علماء بڑے بڑے فقہاء اور جلیل القدر تلامذہ زیر بحث مسائل پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نے سوال کیا کہ:

کچھ لوگ مجلس بنائے بیٹھے تھے، اچانک ایک سوراخ سے سانپ نکلا اور حاضرین مجلس میں سے کسی ایک پر چڑھ آیا، اس نے دیکھا تو ہیبت واضطراب میں سانپ کو دوسرے شریک مجلس پر جھٹک دیا، دوسرے نے تیسرے پر اور تیسرے نے چوتھے پر جھٹک دیا اور چوتھے نے پانچویں پر جھٹکا، بدقسمتی سے پانچویں کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ اس کے ڈسنے سے مر گیا اب مسئلہ عدالت میں مر جانے والے کے ورثاء نے دیت کا مطالبہ کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ شرعاً دیت کون ادا کرے گا اور کس پر واجب ہو گی؟ فقہاء اکابر علماء اور ائمہ مجتہدین، قرآن وحدیث اور اپنی فقہی صلاحیتوں کے پیش نظر مختلف جوابات دیتے رہے، کسی نے کہا سب پر آئے گی۔ ایک نے کہا پہلے پر آئے گی دوسرے نے کہا آخری پر آئے گی۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب کی سنتے اور مسکراتے رہے، جب سب نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کر دیے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی رائے کے خواہاں ہوئے تو آپ نے فرمایا:

جب پہلے شخص نے سانپ کو دوسرے پر جھٹک دیا اور دوسرے آدمی اس کے ڈسنے سے محفوظ رہا۔ تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا اسی طرح تیسرا بھی، مگر جب چوتھے نے پانچویں پر سانپ پھینک دیا اور وہ اس کے فوراً ڈسنے سے مر گیا تو دیت بھی اس شخص پر آئے گی۔ البتہ اگر چوتھے کے جھٹکنے کے بعد سانپ نے ڈسنے میں کچھ وقفہ کیا اور وقفہ کے بعد ڈسا تو چوتھا آدمی بھی بری الذمہ ہو گا کہ اصل میں مرنے والے نے سانپ سے اپنی حفاظت میں خود کوتاہی کی کہ جلدی سے کام نہ لیا۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حسن فقہ کی تعریف کی۔ (دفاع امام ابوحنیفہ: ۱۴۳ بحوالہ عقود الجمان: ۱۶۹)

قرأت خلف الامام

مدینہ منورہ سے کچھ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان سے وجہ آمد

دریافت کی، تو انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے قرأت خلف الامام پر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم سب بیک وقت میرے ساتھ کیسے مناظرہ کروگے؟

ایک فرد ہوتا تو بات سنی جاسکتی تھی، یہ پوری جماعت ہے کس کس کی بات کو سمجھا جائے گا کس کس کی بات کا جواب دیا جائے گا۔ آپ سب اہل علم و فضل ہیں، بہتر ہوگا کہ اپنے میں ایک بڑے عالم کو منتخب کرلو، اور وہ مجھ سے بات کرے، چنانچہ انہوں نے ایک عالم کو منتخب کرلیا اور کہا یہ ہم سب میں بہت بڑا عالم ہے، یہ آپ سے قرأت خلف الامام پر مناظرہ کرے گا اور باقی ہم سب خاموش رہیں گے اور سنیں گے۔

امام صاحب نے ان سے کہا: اگر واقعۃً اس پر اس کا اعتماد ہے، تو پھر کیا اس کی ہار کو اپنی ہار سمجھو گے انہوں نے کہا ہاں!

تب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بس مناظرہ ختم ہوا اور فیصلہ ہوگیا، اس لیے کہ ہم نماز میں بھی امام کو اسی لیے تو منتخب کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"من کان لہ امام فقراء ۃ الامام قراء ۃ لہ"

جن کا امام موجود ہو تو امام کی قرأت ان کی قرأت ہوتی ہے۔ (دفاع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۴۵)

فقیہ

فن تعبیر میں "تعبیر الرؤیا" مشہور کتاب ہے، جسمیں لکھا ہے کہ فقیہ، علم فقہ کا عالم حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ فقیہ اور فاضل ہوا ہے اور اسکی بات خلقت کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہوئی ہے، دلیل ہے کہ شرافت اور بزرگی پائے گا اور اس کا نام ملک میں نیکی کیساتھ مشہور ہوگا۔

حضرت جابر مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر ان پڑھ آدمی اپنے آپکو خواب میں فقیہ دیکھے، دلیل ہے کہ وہ سخت گیر سپاہی ہوگا اور اگر اپنے آپ کو پورا عالم دیکھے، دلیل ہے کہ قاضی ہوگا۔ (تعبیر الرؤیا)

عالم

اگر جاہل شخص دیکھے کہ عالم یا فقیہ ہوا ہے، دلیل ہے کہ لوگ اس پر طعنہ کریں گے اور اسکا مذاق اڑائیں گے، اگر عالم یا فقیہ دیکھے، دلیل ہے کہ اسکا علم اور زیادہ ہوگا اگر دیکھے کہ قاضی یا حکیم یا خطیب یا عالم زندہ یا مردہ کسی خوفناک اور ترسناک جگہ سے گزر گیا ہے، دلیل ہے کہ وہاں لوگ امن میں ہونگے اور ان کا بادشاہ عادل ہوگا۔

حضرت ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر دیکھے کہ لوگوں کو علم سکھاتا ہے، حالانکہ اہل علم سے نہیں ہے دلیل ہے، کہ اس سے بھاگے گا اور اگر عالم ہے تو عزت اور مرتبے پر دلیل ہے اگر دیکھے کہ کچھ لے کر علم پڑھاتا ہے، دلیل ہے کہ رشوت لے گا۔

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں عالم چار وجہ پر ہے۔

۱)دولت ۲)قاضی ۳)حکیم ۴)خطیب (تعبیر الرؤیا)

فائدہ عجیبہ

فقہ مالکیہ کی مشہور کتاب ''فیض الرحمٰن'' میں بحوالہ ''حیوۃ الحیوان'' مذکور ہے کہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس پر مداومت کرے کہ جب جوتا پہنے تو پہلے دایاں اور پھر بایاں پہنے اور جب نکالے تو پہلے بایاں اور پھر داہنا نکالے، وہ تلی کے درد سے مامون رہے گا۔ (ثمرات الاوراق)

فائدہ فقہیہ

لہو ولعب اور گانے بجانے وغیرہ کی ایسی چیزیں جن کا استعمال شرعاً ناجائز ہے انکو گھر میں رکھنا بھی گناہ اور مکروہ ہے، اگرچہ انکا استعمال نہ کیا جاوے۔

لمافي خلاصة الفتاوى: ٤ /٣٣٨ "ولو امسك في بيته شيئا من المعازف والملاهي كره ويأثمه وان كان لايستعملها لان بامساك هذه الاشياء يكون اللهو عادةً" انتهى

ف: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں ایسی چیزیں رکھنا بھی مناسب نہیں جن سے گھر والوں کے اخلاق واعمال یا عقائد وغیرہ پر برا اثر پڑے اور اسی لیے فقہاء کرامؒ نے اہل باطل کی کتابوں کو اپنے گھر میں رکھنے سے منع کیا، یہ جزئیہ کتب فتاویٰ میں کہیں نظر سے گزرا ہے مگر اس وقت حوالہ یاد نہیں اور تتبع کی فرصت نہیں۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول)

امام طریقت حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

امام طریقت حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اسکو حکمت نصیب نہیں ہوتی۔ (ایضاً)

حضرت ابوبکر دقاق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر دقاق قدس سرہ، جو حضرت جنید کے اقران میں سے تھے، فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ میں اس میدان میں سے گزر رہا تھا جہاں چالیس سال تک بنی اسرائیل قدرتی طور پر محصور تھے اور نکل نہ سکتے تھے جس کو وادی تیہ کہا جاتا ہے، اس وقت میرے دل میں خطرہ گذرا کہ علم حقیقت، علم شریعت سے مخالف ہے، اچانک غیب سے آواز آئی۔ "**كل حقيقة لاتتبع بالشريعة فهي كفرٌ**"

ترجمہ: جس حقیقت کی موافقت شریعت نہ کرے وہ کفر ہے۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول)

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مبسوط''

حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ امت کے ان ائمہ میں سے ہیں جن کے علمی احسانات تمام عالم اسلام

پر حاوی ہیں۔ آپ کے نام نامی اور جلالت قدر سے کوئی پڑھا لکھا مسلمان ناواقف نہ ہونا چاہیئے آپ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خاص شاگرد اور خود امام مجتہد ہیں۔ آپ کی عظیم الشان اور کثیر التعداد تصانیف ہمیشہ مسلمانوں کے لئے مایہ ناز سمجھی جاتی ہیں اور فقہ حنفی کا تو مدار ہی تقریباً آپ کی تصانیف پر ہے۔ ان میں سے ایک مشہور ومعروف تصنیف ''مبسوط'' ہے جو ہزار ہزار صفحے کی چھ جلدوں میں تمام ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ علوم اسلامیہ کا یہ عظیم الشان ذخیرہ اب تک طبع نہیں ہوا۔ اور نوادر عالم میں سے سمجھا جاتا ہے۔

حال میں مخدومی واستاذی شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمہ اللہ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کتاب کے متعلق ایک عجیب واقعہ ذھابیل سے تحریر فرما کر ''المفتی'' میں شائع کرنے کے لئے عطا فرمایا ہے، جو ھدیہ ناظرین کیا جاتا ہے، وھو ھذا۔

حال ہی میں ایک وسیع النظر بدیع الفکر عالم شیخ محمد زاھد بن الحسن الکوثری کا رسالہ بلوغ الامانی فی سیرت الامام محمد بن حسن الشیبانی مطبوعہ مصر ایک دوست نے ھدیہ بھیجا تھا۔ کل اس کا مطالعہ کرتے وقت نظر سے گذرا، بے ساختہ دل میں آیا کہ ''المفتی'' میں شائع کر دیا جائے۔ لمبی چوڑی چیز نہیں ہے مگر بے حد موثر اور کیف آور ہے، امید ہے کہ آپ بھی محظوظ ہوں گے، مبسوط امام محمد کے تذکرہ میں حرف ڈیڑھ سطر کی عبارت ہے۔

"واسلم حكيم من اهل الكتاب بسبب مطالعة المبسوط هذا قائلا هذا الكتاب لمحمد كم الاصغر فكيف كتاب محمد كم الاكبر"

یعنی علماء اہل کتاب میں سے ایک بڑے عالم اور حکیم نے امام محمد کی کتاب ''مبسوط'' کا مطالعہ کیا تو اس کتاب کے مطالعہ نے اس کے قلب میں حقانیت اسلام کا یقین پیدا کر دیا اور کہہ کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا کہ جب تمہارے محمد اصغر (محمد بن حسن) کی کتاب کا یہ حال ہے جو میرے مشاہدہ میں آئی تو محمد اکبر (رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی کتاب کا کیا حال ہوگا۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول: ۱۰۰)

اختلافاتِ فقہاء میں حق ایک ہے یا متعدد؟

یہ ایک مشہور علمی مسئلہ ہے کہ جن مسائل میں ائمہ مجتہدین مختلف ہیں، ایک چیز کو ایک امام حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا حرام، اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ دونوں امام اہلِ حق ہیں اور ہر ایک مقلد کو اپنے اپنے امام کے قول پر عمل کرنا جائز بلکہ واجب ہے، تو بحث یہ کی جاتی ہے کہ کیا عند اللہ اس چیز کا حلال ہونا بھی حق ہے اور حرام ہونا بھی، یا حق ایک ہی ہے۔ اسی مسئلہ پر علماء وصول کی مفصل بحثیں ہیں۔ اور ایک مدتِ مدید تقریباً بیس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ سیدی وسندی شیخ التفسیر مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس موضوع پر ایک رسالہ ''ہدیہ سنیہ'' کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع بھی ہو گیا تھا۔

حال ہی میں اس مسئلہ پر ایک فیصلہ کن تحریر امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی رسالہ ''بلوغ الامانی'' سے حضرت ممدوح نے لکھ کر از راہِ شفقت عنایت فرمائی، یہ عبارت چونکہ اس اہم مسئلہ کا نہایت مکمل اور بہترین حل ہے اس لیے احقر نے مناسب سمجھا کہ ''ہدیہ سنیہ'' کی دوسری طباعت اور اس میں اضافے کا انتظار نہ

کروں بلکہ المفتی میں اس ترجمہ کو شائع کردوں تاکہ ایک چیز وجود میں آجائے اور دوبارہ جب ہدیہ سنیہ طبع ہو تو اس وقت اس کا بطور ضمیمہ ملحق کردینا آسان ہو جائے، نیز تنہا عبارت بھی اس مسئلہ کے لیے کافی ہے اس لیے ناظرین محترمین اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

''ابن ابی العوام نے طحاوی سے اور انہوں نے سلیمان بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نقل فرمایا کہ امام محمد بن حسن نے ہمیں املاء لکھایا جس میں فرمایا کہ جب لوگ کسی مسئلہ میں مختلف ہوں ایک فقیہ ایک شئے کو حلال قرار دے او دوسرا حرام قرار دے اور دونوں کو اجتہاد کا حق حاصل ہو تو صواب (حق) اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دونوں میں سے ایک ہی ہے اور ائمہ کے نزدیک ایک ہی شے حلال اور حرام دونوں نہیں ہو سکتی بلکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی ہے اور مجتہد اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد کو اس میں خرچ کرے، تاکہ وہ اس حقیقت پر پہنچ جائے جو اللہ کے نزدیک حق ہے پس اگر اپنی رائے اور اجتہاد میں اس حق کو پہنچ جائے جو اللہ کے نزدیک حق ہے تو اس پر اس کو عمل کرنے کی بھی اجازت ہے اور وہ جس کام کا مکلف تھا اس نے وہ بھی ادا کردیا لیکن جو اللہ کے نزدیک متعین حق ہے، اس پر نہیں پہنچا تو جس چیز کا مکلف تھا وہ تو ادا کردیا اور مستحق ثواب ہو گیا۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ایک امام نے ایک عورت کو حلال قرار دیا اور دوسرے نے حرام، اور اللہ کے نزدیک دونوں درست اور حق ہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ایک ہی ہے البتہ قوم فقہاء اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گئی کیونکہ وہ اپنے مقدور بھر اجتہاد کر چکی اس لیے ان کو اس پر عمل کرنا جائز ہوگا اگرچہ ان دونوں میں سے ایک نے ضرور حق مطلوب میں خطاء کی ہے مگر چونکہ وہ اپنی کوشش کو خرچ کر چکا ہے تو اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا، اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے اس نے خطاء کی کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک تمام اشیاء میں حق ایک ہی ہے اور یہ سب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول:۱۰۱)

اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم رحمت ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ صحابہ کرام میں مسائل فرعیہ کا اختلاف نہ ہوتا کیونکہ اگر ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے یہ حضرات مقتداء اور پیشوا ہیں، جو شخص ان میں سے کسی کے مذہب کا عامل ہو، اس کے لیے گنجائش ہے۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول:۱۹۲)

اہل حق اور اہل باطل میں ایک خاص فرق

حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور جلیل القدر امام ہیں، فرماتے ہیں: کہ مصنفین اہل حق اور اہل باطل میں یہ فرق ہے کہ اہل حق جس باب میں تحریر کرتے ہیں اس باب کے متعلقہ سب روایات لکھتے ہیں خواہ وہ ان کے موافق ہوں یا کہ مخالف۔ اور اہل باطل صرف ان چیزوں کا انتخاب کرتے ہیں جو ان کے مذہب ورائے کے مطابق ہوں۔ (سنن دار قطنی)

فقیہ کون ہے؟

مطر وراق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے بتلا دیا۔ مطر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فقہاء اس مسئلہ میں آپ کے خلاف کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے مطر! تم نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا بھی ہے اور تم جانتے ہو کہ فقیہ کس کو کہتے ہیں۔ فقیہ وہ شخص ہے جو متقی اور زاہد اور دوسروں سے بڑھنے کی فکر نہ کرے اور اپنے چھوٹوں سے تمسخر نہ کرے۔ (ثمرات الاوراق: ۲۳۵ بحوالہ طبقات)

خوش آواز قاری سے قرآن مجید سننے کا استحباب

امام حدیث حضرت علقمہ بن قیس جو اجلہ تابعین میں اور عبداللہ بن عباس کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ نے تلاوت قرآن میں خاص خوش آوازی عطا فرمائی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود مجھ سے قرآن مجید پڑھوایا کرتے تھے اور فرماتے تھے "اقرا فداك ابي و امي" یعنی میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں، قرآن مجید سناؤ! اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ "حسن الصوت تزین" خوش آوازی قرآن کی زینت بڑھا دیتی ہے۔ (ثمرات الاوراق یعنی کشکول: ۲۴۰)

خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شیخ عزالدین بن سلام کا فتویٰ

عزیزی نے السراج المنیر شرح الجامع الصغیر میں حدیث العجماء جبار کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ عزالدین بن سلام کے زمانہ میں ایک شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ فلاں جگہ جاؤ اور زمین کھودو اس میں خزانہ ہے، وہ تم لے لو، اور اس میں سے پانچواں حصہ (جو حسب قاعدہ شرعیہ گڑے ہوئے خزانہ کا زکوۃ ہے) بھی تمہارے ذمہ نہیں۔

صبح ہوئی تو یہ شخص اس مقام پر پہنچا زمین کھودی تو حسب ارشاد خزانہ نکلا اب اس شخص نے اس زمانے کے علماء سے استفتاء کیا کہ شرعی قاعدہ کے موافق مجھے اس میں سے پانچواں حصہ صدقہ کرنا چاہیے۔ لیکن خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ حصہ بھی معاف کر دیا ہے، اب میں کیا کروں؟

عموماً علماء نے فتویٰ دیا کہ تم اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے ہو تمہارے ذمہ خمس نہیں لیکن شیخ عزالدین بن سلام نے فرمایا کہ نہیں اس کے ذمہ واجب ہے کہ پانچواں حصہ نکالے کیونکہ خواب میں جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کا درجہ اس حدیث کے برابر ہوگا جو اسنادِ صحیح کے ساتھ روایت کی گئی ہو، لیکن یہاں اس سے زیادہ اصح روایت اس کی معارض ہے، کیونکہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی حدیث میں ہے "فی الرکاز خمس" اور یہ حدیث یقیناً اس خواب کی حدیث سے اصح ہے اور جب صحیح و اصح میں تعارض ہو تو عمل اصح پر کیا جائے گا۔ (السراج المنیر)

فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" اہل یورپ کی نظر میں

مسٹر عبداللہ بن یوسف علی ایم اے ایل ایل ایم نے اپنی کتاب "انگریزی عہد میں ہندوستان کے

تمدن کی تاریخ'' شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے صفحہ 63 میں لکھا ہے کہ مشہور سحر بیان مقرر اور مقنن اور اڈمنڈ برک نے فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب ''ہدایہ'' کے ایک خلاصہ کے فارسی ترجمہ کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر جو الفاظ اس کتاب پر لکھے وہ یہ ہے کہ:

''اس کتاب میں دماغ کی بڑی طاقت نظر آتی ہے اور ایسا فلسفہ قانون ہے کہ جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں۔''

یہ کتاب آج بھی برک کی اس تحریر کے ساتھ آکسفورڈ کی مشہور بوڈلین لائبریری کی زینت بنی ہوئی ہے۔ برک کو اصل ہدایہ پڑھنے کی تو کیا نوبت آتی، انگریزی ترجمہ بھی اصل کتاب کا دیکھنا نصیب نہ ہوا ۔کسی نے فارسی زبان میں ہدایہ کا خلاصہ تیار کیا اس خلاصہ فارسی کا انگریزی ترجمہ دیکھ کر برک نے یہ رائے قائم کی، اگر یہ برطانوی مفکر اور مقنن اصل کتاب ہدایہ کو دیکھ پاتا تو خدا جانے ''صاحب ہدایہ'' اور ''ہدایہ'' کی کتنی عظمت اسکے دل میں قائم ہوتی۔ (ثمرات الاوراق کشکول: ۱۷۵)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو ان کی تقلید کرتا

ایک مولوی صاحب نے مولانا کی تقریر سن کر جوش میں آکر فرمایا کہ آپ کے پاس آکر تو حدیث بھی حنفی ہو جاتی ہے، مطلب یہ تھا کہ آپ تو ہر حدیث سے حنفیہ کی تائید فرما دیتے ہیں اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو اسکا جواب نہیں دے سکتے تھے، اس پر مولانا سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ کیا کہا، اگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے تو کیا میں ان کے سامنے بولتا بھی؟ اور بولتا تو کیا؟ میں تو ان کی تقلید کرتا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو چھوڑ دیتا کیونکہ مجتہد حق کے ہوتے مناسب نہیں ہے کہ مجتہد غیر حق کی تقلید کی جائے اور فرمایا توبہ توبہ! حضرت امام اگر تشریف فرما ہوتے تو میرا یہ طالب علمانہ شبہ ہوتا اور حضرت امام اس کا جواب دیتے۔ اب اس وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں سے کوئی بھی موجود نہیں۔ ان کے اقوال ہم لوگوں کے سامنے ہیں اور اپنے علم کے موافق ترجیح دے لیتے ہیں۔ (علمائے دیوبند کا تقویٰ: ۱۷)

مصافحہ کے وقت ہاتھ چومنا یا سینے پر رکھنا

بوقت مصافحہ اپنا ہاتھ چومنے یا سینہ پر رکھنے کی کوئی اصل اور کوئی حقیقت نہیں بلکہ جہالت اور اسلامی آداب سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

''وکذا ما یفعله الجهال من تقبیل ید نفسه اذا لقی غیره فهو مکروه ای تحریما'' (فتاویٰ عالمگیری: ۳۲۷/۵)

باپ کو جوتے مارنا جائز نہیں

ایک دفعہ مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک مجلس کی سنت کے خلاف ہیں اس لیے واقع ہی نہیں ہوتیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ باپ کو جوتے مارنے ناجائز ہیں لیکن اگر کوئی بد بخت مارے تو جوتے لگ جائیں گے یا نہیں؟ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے ۳۱)

مسائل بہشتی زیور کے، دعویٰ بخاری کا

حضرت رحمہ اللہ تقریر کے لیے ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے، تقریر ہوگئی، تو غیر مقلدین کتابیں لے کر آگئے اور کہنے لگے: جانا نہیں ہم بات کریں گے۔ حضرت نے فرمایا: بات کرو بات کرنا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور ہمارے امام نے بھی ساری عمر بات ہی کی ہے۔ غیر مقلدین کہنے لگے کہ بات تو کرنی ہے مگر تجھ سے نہیں کیونکہ تو تو ماسٹر ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر آپ قرآن میں دکھلا دیں کہ ماسٹر سے بات کرنا ناجائز ہے تو میں بات نہیں کروں گا، یا صحاح ستہ سے دکھا دیں تب بھی میں بات نہیں کروں گا۔ لیکن تمہاری طرف سے بھی عالم ہونا چاہیے جو بات کرے۔ اس نے کہا میں شیخ الحدیث ہوں۔ حضرت نے فرمایا ذرا نماز ظہر کی رکعات تو بتلا دیں کہ کتنی ہیں اور کیا کیا ہیں؟ لوگ حیران کہ یہ کیا گھٹیا سوال کر دیا ہے؟ اس نے کہا چار سنت، چار فرض، دو سنت، دو نفل، کل بارہ رکعات۔ حضرت نے فرمایا: یہ کہاں سے یاد کی تھیں؟ اس نے کہا: بخاری شریف سے۔ حضرت نے فرمایا: بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ بخاری شریف سے مجھے دکھلا دیں۔ حضرت رحمہ اللہ بخاری شریف اسکے آگے کرتے اور شیخ الحدیث صاحب پیچھے ہٹتے۔ حضرت نے فرمایا: کہ شاید ماسٹر سے بات کرنا تو گناہ ہو، لیکن بخاری شریف کو ہاتھ لگانا گناہ نہیں، اس کے ساتھی بہت پریشان ہوئے کہ یہ کیا راز ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ سولہ احادیث کے خلاف اس نے سنت کہا ہے حالانکہ ان احادیث میں تطوع کا لفظ ہے۔ یہ تو مجتہدین نے ہمیں بتلایا ہے کہ فرض کے علاوہ جس عمل پر حضور ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو، وہ سنت ہوتا ہے اور جس پر مواظبت نہیں وہ نفل ہے شیخ الحدیث نے کہا: واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے، رکعات یوں ہیں: چار نفل، چار فرض، دو نفل۔ ان کے ساتھی کھڑے ہو گئے کہ مولانا آپ سنتوں کا انکار کر رہے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ تمہارے گھر کی بات ہے۔ گھر جا کے کر لینا کیونکہ ابھی علم کا اتنا زور ہے کہ پہلے ہی سوال سے بوکھلا کر اس نے سنتوں سے انکار کر دیا ہے۔ اگر میں دوسرا سوال کر دوں تو حضرت کو فرائض بھی نظر نہیں آئیں گے۔ حضرت رحمہ اللہ نے سوال کیا: شیخ الحدیث صاحب: مسجد میں بیٹھے ہیں، سچ بتلانا کہ یہ رکعتیں کہاں سے یاد کی ہیں؟ فرمانے لگے: بہشتی زیور سے (جس کو دن رات گالیاں نکالتے ہیں)۔ ان کا ایک آدمی غصے میں کھڑا ہو گیا کہ بہشتی زیور بالکل غلط کتاب ہے اور خود رکعتیں بھی اسی سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: بھائی! لڑائی گھر جا کے کرنا لیکن اتنی بات ہے کہ آئندہ سچ بتلا دیا کریں کہ رکعتیں بہشتی زیور سے یاد کی ہیں بخاری شریف کا نام نہ لینا، کیوں بھائی یہ کوئی گالی تو نہیں؟ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے ۳۵)

تقلید کے سترہ ہزار دلائل

ایک پرچی آئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقط قرآن وحدیث پر عمل کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معاذ اللہ یہ جھوٹ ہے، یہ "لیتفقہوا فی الدین" کے خلاف ہے مصنف عبدالرزاق حدیث کی ایک کتاب ہے، اسمیں سترہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ موجود ہیں، نہ فتویٰ دینے والے نے دلیل نقل کی ہے نہ فتویٰ لینے والوں نے دلیل طلب کی۔ گویا ایک حدیث کی کتاب میں تقلید کے سترہ ہزار دلائل موجود ہیں۔ یہ اتنا بڑا جھوٹ اور بے دینی ہے کہ اس نے اتنے فتاویٰ جات کا انکار کر دیا۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۴۶)

حنفیت کا ثبوت قرآن سے

ایک مرتبہ سوال ہوا، کیا حنفیت قرآن سے ثابت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فطری طور پر ہر آدمی حنفی ہے ﴿اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ اور مسلم شریف میں ہے "كُلُّهُمْ حُنَفَاءُ" امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حنفیت مرتب کی ہے اور ہم نے حنفیت میں ان کی اتباع کی ہے۔ (ایضاً: ۴۷)

بیوی کبھی دیگر ضرورت مندوں کو بھی دے دیا کریں

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ایک غیر مقلد مولوی نے تقریر میں کہا: سنو! جو فرض اور سنت میں فرق نہ کریں وہ بے ایمان ہے، ایک آدمی نے کہا، حضرت! ہمیں فرق سمجھا دیں مولوی صاحب نے کہا فرض وہ ہے جس پر ساری عمر عمل کیا جائے اور سنت وہ ہے جس پر کبھی عمل کیا جائے اور کبھی چھوڑ دیا جائے۔ اگر کسی نے سنت پر ہمیشہ عمل کیا تو اس نے سنت کو فرض بنا دیا، لہٰذا وہ بے ایمان ہے۔ ایک نے سوال کیا کہ یہ فرق کس حدیث میں ہے؟ ایک نے پرچی لکھی کہ داڑھی سنت ہے یا فرض؟ اس نے کہا: یہ تو سنت۔ تو پرچی والے صاحب نے کہا آپ نے جب سے داڑھی رکھی ہے رکھ ہی چھوڑی ہے اس طرح سنت کو فرض کے برابر کر کے کیوں بے ایمان بن رہے ہیں؟ تیسرے نے کہا نکاح سنت ہے یا فرض؟ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "النکاح من سنتی" مولوی صاحب نے کہا: یہ بھی سنت ہے۔ اس آدمی نے کہا آپ نے جب نکاح کیا ہے بیوی اپنے پاس ہی رکھی ہوئی ہے اسکو بھی کبھی کبھی چھوڑ کر دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیا کرو ورنہ یہ بھی فرض بن جائے گا اور تم بے ایمان ہو جاؤ گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ان بے چاروں کو تو فرض اور سنت کا فرق بھی معلوم نہیں۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۴۷)

ایک غیر مقلد کی حق تلفی

ایک تقریر میں کسی نے پرچی بھیجی کہ تم کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تو وہ اپنی بیوی کے حقوق کس وقت پورے کرتے تھے؟ حضرت نے فرمایا: کہ شریعت نے حقوق زوجیت کے لیے دن اور رات کی کوئی پابندی نہیں لگائی، دوسری بات یہ ہے کہ حقوق کی عدم ادائیگی کی

شکایت تو ان کی بیوی کو ہونی چاہیے تھی اور اس نے شکایت کی نہیں، آپ کو کیوں شکایت ہے؟ کیا اس سے آپ کی حق تلفی ہوئی ہے، کہ ہم آپ کی شکایت دور کرنے کی کوشش کریں۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۵۴)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فہم وفراست

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں چوری ہوئی، اتفاق سے گھر والے کی آنکھ کھل گئی، اس نے چور پہچان لیے کہ یہ محلے کے آدمی ہیں۔ چور پریشان ہو کر کہنے لگے کہ اس نے پہچان لیا ہے، اس لیے یہ صبح ہمیں پکڑوا کر ہمارے ہاتھ کٹوا دے گا، صرف ایک صورت ہے کہ اسکو پکڑ کر اس کا گلا گھونٹ دو، جب اس کے گلے پر انہوں نے انگوٹھا رکھا تو وہ منتیں خوشامدیں کرنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو میں کسی کو بھی نہیں بتلاؤں گا، ایک نے کہا کہ تم قسم یوں کھا کر کہو میں تمہارے نام نہیں بتلاؤں گا ہم چھوڑ دیں گے، دوسرے نے کہا کہ نہیں یہ قسم کھالے گا پھر نام بتلا کر قسم کا کفارہ دے دے گا، لہذا یہ قسم یوں کھا کر کہے کہ اگر میں نے نام بتلائے تو میرے بیوی پر تین طلاقیں۔ گویا اس زمانے میں چوروں کو بھی پتہ تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں ورنہ کوئی دوسرا چور کہہ دیتا کہ فلاں جامعہ محمدیہ میں تین طلاق کے بجائے ایک طلاق کا فتویٰ مل سکتا ہے یہ وہاں چلا جائے گا۔ خیر وہ چور اس سے طلاق کی قسم اٹھوا کر مال لے کر چلے گئے صبح وہ آدمی جس مفتی کے پاس جاتا ہے وہ کہتا ہے یا بیوی رکھو یا سامان؟ ایک تو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ وہ آدمی بہت پریشان تھا، ایک آدمی نے مشورہ دیا کہ تم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلے جاؤ، وہاں تمہاری مشکل حل ہو جائے گی اس نے امام صاحب کے پاس جا کر پورا واقعہ سنایا، امام صاحب سن کر کہنے لگے: فکر نہ کرو، سامان بھی مل جائے گا اور بیوی بھی آپ کی ہی رہے گی اور چوروں کے ہاتھ بھی کٹ جائیں گے سائل نے پوچھا یہ کیسے ہوگا؟ امام صاحب نے فرمایا یہ میری ذمہ داری ہے امام صاحب نے تھانے دار کو بلا کر ساری واردات سنائی اور فرمایا چور محلہ کے ہیں آپ محلے کے تمام بدمعاشوں اور مشتبہ لوگوں کو جمع کر لو پھر تفتیش کے لیے ایک ایک کو الگ الگ بلاؤ اس آدمی سے کہو جو اس کا چور نہ ہو یہ زور سے بولے کہ یہ چور نہیں ہے پھر جب اصل چور آ جائے تو پوچھنے پر ہاں یا ناں کچھ نہ کہے تو پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ چور یہی ہے اس نے ایسے ہی کیا تو چور پکڑے گئے مال بھی برآمد ہو گیا اور بیوی پر طلاق بھی نہ پڑی اور چوروں کے ہاتھ بھی کٹ گئے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۵۶)

بہشتی زیور اور غیر مقلد

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو سمجھایا کہ لامذہب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے آپ فقہ کی کوئی کتاب لے کر ایک ایک مسئلہ پر حدیث پوچھتے جائیں اوکاڑہ میں ایک آدمی بہشتی زیور لے کر غیر مقلد مولوی کے پاس چلا گیا اور کہا حضرت یہ کتاب صحیح ہے یا غلط؟ اس نے کہا ساری غلط ہے اس آدمی نے کہا کسی مسئلہ کو غلط نہ تم کہہ سکتے ہو نہ میں کسی مسئلے کو اگر غلط کرے گا تو قرآن کرے گا یا حدیث

رسول ﷺ، اس لیے اس کے مسئلہ پر ایک آیت یا حدیث سنا دیں اور یہ سو روپیہ آپ کی فیس ہے آپ پیشگی لے لیں اس نے پہلا مسئلہ پڑھا اور کہا یہ حدیث کے خلاف ہے یا نہیں؟ لامذہب نے کہا کہ نہیں۔ اس آدمی نے کہا حضرت! پھر اس کے مطابق حدیث سنا دیں مولوی صاحب ناراض ہو گئے اور کہنے لگے چلے جاؤ یہاں سے۔ اس آدمی نے کہا حضرت آپ سو روپیہ لے لیں اور حدیث سنا دیں اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن اجر عطاء فرمائیں گے اس نے کہا میں نہیں سناتا اس آدمی نے کہا اگر آپ فارغ نہیں تو میں کل عصر کے بعد آ جاؤں گا۔ لامذہب نے کہا خبردار اگر تو دوبارہ آیا دوسرے دن وہ آدمی عصر کے بعد پھر چلا گیا مولوی صاحب نے اسے دیکھ کر دروازہ بند کر لیا۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۶۱)

تین ماہ میں سنت موکدہ کی تعریف یاد نہ ہو سکی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کئی سال گزرے حضرت اقدس صاحب سیف مولانا بشیر احمد پسروری خلیفۂ اعظم حضرت سلطان العارفین شیخ التفسیر قطب الارشاد حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ حیات تھے کہ مولوی محمد رفیق پسروری سے مناظرہ طے ہوا اس نے اپنا دعویٰ یوں لکھا کہ ماہ رمضان میں آٹھ رکعت تراویح باجماعت سنت موکدہ ہے۔ میں نے کہا کہ آپ تراویح یا سنت موکدہ کی تعریف فرما دیں لیکن صرف کتاب و سنت سے ہو، امتیوں کے اصول سے یا فقہ سے چوری نہ کریں ورنہ چوری کی سزا آپ کو معلوم ہے، آپ کا ایک ہاتھ تو پہلے ہی نہیں ہے دوسرا بھی کٹ جائے گا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جو جو کام حضور ﷺ نے ہمیشہ کیے وہ سنت موکدہ ہے، میں نے کہا کہ یہ تعریف نہ جامع ہے نہ مانع ہے اور نہ ہی اسکا حوالہ قرآن و حدیث میں ہے۔ میں نے سب لوگوں سے پوچھا کہ بھائی آپ سب جانتے ہیں کہ پنجگانہ نماز کے لیے آذان بالاتفاق سنت موکدہ ہے جبکہ حضور ﷺ نے زندگی پھر ایک دفعہ بھی آذان خود نہیں پڑھی اس تعریف کے مطابق تو آذان سنت رہی نہ اقامت دوسری بات ہے کہ حضور ﷺ فرائض ہمیشہ ادا کرتے تھے یا نہیں؟ سب کہنے لگے کہ کرتے تھے میں نے کہا کہ پھر اس تعریف کے مطابق تو فرائض بھی سنت بن گئے بات چونکہ عام فہم تھی اس لیے لوگ سمجھ گئے کہ مولوی صاحب کو تو سنت و فرض کی تعریف بھی نہیں آتی اس پر مولوی صاحب نے تین ماہ کی مہلت مانگی تین ماہ تک وہ سنت موکدہ کی تعریف نہ یاد کر سکے اس لیے مجبوراً پولیس کو کہہ کر مناظرہ بند کرا دیا۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۱۴)

چار رکعات چار امام

ایک غیر مقلد نے حضرت سے پوچھا کہ تم ایک کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ حضرت نے فرمایا: کہ جب تم عصر کی نماز پڑھو گے تو چاروں رکعت ایک ہی امام کے پیچھے پڑھو گے یا ایک رکعت کسی ایک کے پیچھے، دوسری رکعت کسی دوسرے کے پیچھے تیسری رکعت کسی تیسرے کے پیچھے اور چوتھی کسی چوتھے کے پیچھے او راسی طرح پہلے امام کو گالیاں دے کر دوسرے کے پیچھے لگ جاؤ گے، پھر دوسرے کو برا بھلا کہہ کر تیسرے

کے پیچھے لگ جاؤ گے اور پھر تیسرے کو صلوٰتیں سنا کر چوتھے کی اقتداء کرو گے۔ اگر ایک ہی کے پیچھے چاروں رکعات نماز ہو جاتی ہے تو ایک امام کی تقلید میں بھی کوئی حرج نہیں، اگر امام نہ ہو تو جماعت ہی نہیں اس لیے ہمارا نام "اہل السنۃ والجماعۃ" ہے جو" **علیکم بسنتی وعلیکم بالجماعۃ** "کے عین مطابق ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۱۷)

ائمہ اربعہ میں اختلاف کی وجہ

ایک مرتبہ کسی نے حضرت رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ائمہ اربعہ میں اختلاف کیوں ہے؟ فرمایا: انبیاء میں اختلاف کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ وہاں شریعتوں کا اختلاف ہے فرمایا: یہاں زمانوں کا اور علاقوں کا اختلاف ہے۔ اس نے کہا کہ وہاں ناسخ منسوخ کا اختلاف ہے، فرمایا: یہاں راجح مرجوح کا اختلاف ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۳۳)

چار امام اور سات قاری

ایک غیر مقلد کہنے لگے مولوی صاحب میں بہت پریشان ہوں، حضرت نے پوچھا کیا پریشانی ہے؟ کہنے لگا چار امام ہو گئے چار چار۔ حضرت نے فرمایا: سات قاری ہو گئے سات سات۔ سات کا اختلاف بڑا ہے یا چار کا؟ جہاں سات ہیں وہاں تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں یہاں صرف چار ہیں، تو پریشانی کیوں؟ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے ۱۳۴)

چار امام

ایک غیر مقلد کہنے لگا مولوی صاحب! چار امام ہو گئے چار، ہم کدھر جائیں، حضرت نے فرمایا: کہ پریشان تو انکو ہونا چاہیے جہاں چار ہوں یہاں تو ہے ہی ایک، یہاں پریشانی کا کیا سوال؟ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے: ۱۳۴)

ایک دلچسپ مکالمہ

ایک غیر مقلد صاحب جو اپنے کسی مدرسہ کے صدر مدرس تھے، ایک موقع پر ان سے بات چیت کے دوران میں نے دریافت کیا کہ جب آپ لوگ فقہ اور اصول فقہ کو مانتے ہی نہیں ہیں تو اپنے مدرسوں میں پڑھاتے کیوں ہیں؟ انہوں نے نہایت صفائی سے کہا کہ اصول فقہ کے بغیر قرآن وحدیث کے مطالب کا سمجھنا تو بڑی بات ہے صحیح ترجمہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور فقہ اس لیے ہم پڑھاتے ہیں کہ وہ اصول فقہ کے کارخانے کے ڈھلے ہوئے مال ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد صحیح اندازہ لگتا ہے کہ مال کس طرح ڈھالا جاتا ہے، میں نے کہا سچ سچ بتایئے کیا آج علماء اس سے بہتر مال ڈھال سکتے ہیں؟...... تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے اعتراف کیا کہ بہتر تو کیا اس کے برابر بھی نہیں ڈھال سکتے، میں نے کہا کہ جب بہتر بھی نہیں ڈھال سکتے اور اس کے برابر بھی نہیں ڈھال سکتے تو پہلے کے ڈھلے ہوئے مال کے قبول نہ کرنے کی

وجہ سوا اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ حضرات اپنے عوام سے امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بجائے اپنی تقلید کرانا چاہتے ہیں۔ پیشوائی کی ہوس میں آپ حضرات اپنی قرار واقعی حیثیت تک بھول گئے۔ آپ حضرات نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ امام بخاری رحمہ اللہ جیسے نقاد، بالغ نظر اور مجتہد فی الحدیث امام جنہیں اسانید و رجال کی پوری تفصیلات کے ساتھ لاکھوں حدیثیں یاد تھیں، وہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں سمجھ سکے اور آپ حضرات، بخاری شریف کو صرف الماریوں میں رکھ کر مجتہد بن گئے؟ (عجائب الفقہ ۲۵)

انسانی غیرت کا حیرت انگیز واقعہ

امام بیہقی رحمہ اللہ (م:458ھ) نے اپنی سند سے موسیٰ بن اسحاق قاضی کے زمانے کا ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ غیرت انسانی کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ جی چاہا کہ نذر قارئین کیا جائے، ہوسکتا ہے اس سے ہماری غیرت جاگ اٹھے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ موسیٰ بن اسحاق قاضی کی عدالت میں ایک برقع پوش خاتون نے اپنے شوہر پر پانچ سو اشرفی مہر کا دعویٰ کیا، شوہر مہر کی اس مقدار کا منکر تھا، عورت کے وکیل نے دعویٰ کے ثبوت پر دو گواہ پیش کیئے۔ دونوں گواہوں میں سے ایک نے مطالبہ کیا کہ میں عورت کا چہرہ دیکھ کر گواہی دوں گا، چنانچہ گواہ چہرہ دیکھنے کے لیے کھڑے ہوگئے یہ دیکھ کر شوہر کی غیرت کو جوش آگیا اور اس نے کہا کہ آخر کس وجہ سے میری بیوی پر اجنبی مرد کی نظر ڈلوائی جارہی ہے؟ میں قاضی کے سامنے خود گواہی دیتا ہوں کہ میرے ذمے میری بیوی کے مہر کے پانچ سو دینار خالص سونے کے واجب ہیں، مگر میری بیوی اپنا چہرہ ہرگز نہ دکھائے گی، اس غیرت وحمیت کا عورت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت وہ سارا مہر معاف کر دیا، یہ عجیب واقعہ دیکھ کر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس واقعہ کو مکارم اخلاق کے یادگار واقعات میں درج کیا جائے۔" (ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات:۸۳)

یا اللہ! میری توبہ

میں مسلمان ہوکر آئندہ کبھی بھی تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں پر اور ٹخنوں سے نیچے نہیں کروں گا۔ کیونکہ

۱) ....تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، ان ناجائز کاموں میں سے ہے جو انگریز کے منحوس قدم ہمارے درمیان پہنچنے سے پہلے مذہبی نشان اور قومی روایات کے خلاف سمجھے جاتے تھے، اور اب انکی طرف ترقی اور فیشن سمجھ کر تمام لوگ قدم بڑھا رہے ہیں۔

۲) ....تہبند، ساڑھی، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا ایسا ناجائز فعل ہے جس کی ممانعت کے متعلق تقریباً بخاری شریف میں آٹھ، مسلم شریف میں گیارہ، ابوداؤد شریف میں سات، نسائی شریف میں گیارہ

،ترمذی شریف میں تین،ابن ماجہ شریف میں سات،موطا امام مالک میں چار،الترغیب والترہیب میں پانچ حدیثیں آئی ہیں۔حدیث شریف کی باقی کتب میں اس کے علاوہ حدیثیں موجود ہیں۔

۳)...... تہبند،شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنے کی برائی کے متعلق بموجب فرمان امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (جامع ترمذی کے صفحہ 303 جلد اول میں) آٹھ صحابہ (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ،حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ،حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا،حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا،حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ،حضرت وہیب بن مغفل رضی اللہ عنہ سے احادیث مروی ہیں۔

۴)...... تہبند،شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا تکبر اور خود پسندی کی وجہ سے ہوتا ہے۔تکبر اور خود پسندی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ابوداؤد 207 جلد دوئم فتح الباری 315 جلد دہم،اسلیے میں تہبند،شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرکے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کروں گا۔

۵)...... کپڑا،تہبند،شلوار (وغیرہ) نیچے کرکے چلنے والوں کی طرف اللہ تعالیٰ (رحمت سے) نظر نہیں کریگا۔(یعنی) اسکے اوپر رحمت نہیں کریگا،بخاری شریف 260 جلد دوم۔اگر مجھ پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت نہ کرے تو پھر میرے لیے کیا رہا۔

۶)...... تہبند (شلوار وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں (پیر یا ٹخنوں) سے نیچے ہوگا وہ (پاؤں کا حصہ) آگ میں ہوگا۔بخاری 216 جلد دوم،یا اللہ میری توبہ،جب کہ میں دنیا کے اندر گرمی کے موسم میں دھوپ میں ننگے پاؤں گھوم نہیں سکتا تو پھر دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرسکوں گا۔

۷)...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک آدمی تہبند ٹخنوں سے نیچے کرکے گھوم رہا تھا تو اسکو زمین میں دھنسایا گیا اور وہ تا قیامت زمین سے نیچے رہے گا۔بخاری شریف 861 جلد دوم،مسلم شریف 195/2،یا اللہ میری توبہ،میں پھر ایسا کام نہیں کروں گا،جس کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب میں گرفتار ہوجاؤں۔

۸)...... تہبند،شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا ایسا غلط کام ہے جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ (1) ایسے آدمی سے اللہ تعالیٰ قیامت میں (رحمت سے) بات نہیں کریگا (2) نہ رحمت سے نظر کرے گا (3) نہ گناہوں سے پاک کریگا (4) اسکے لیے دردناک عذاب ہے۔مسلم 71/1۔اگر میں اب بھی تہبند،شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اوپر نہ کروں پھر تو میں بڑے نقصان اور خسارے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔

۹)...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری تہبند تھوڑی سی نیچے تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! اپنی تہبند اوپر کر۔میں نے اوپر کی،پھر آپ نے فرمایا اور بھی اوپر کر۔لہذا اس دن کے بعد تہبند کا نیچے ہونے سے (خاص) خیال کرتا ہوں اور آدھی پنڈلی پر باندھتا ہوں۔مسلم شریف 195/2،میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمانبردار ہوں۔نافرمان نہیں،اس لیے آئندہ شلوار وغیرہ پنڈلیوں سے نیچے نہیں کروں گا۔

۱۰)..... حضور اکرم ﷺ نے حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: کہ اپنی تہبند آدھی پنڈلی تک اوپر کر، اگر نہیں مانتا تو پھر ٹخنوں سے اوپر تک رکھ، البتہ ٹخنوں سے نیچے کرنے سے بچ۔ کیونکہ تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا خود پسندی اور تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اللہ میاں کو تکبر اور خود پسندی محبوب نہیں لگتی۔ ابوداؤد 208/2، اگر میں نے اب بھی تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اوپر نہیں کی تو پھر میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کا غصہ اختیار کر کے کیسے مسلمان کہلواؤں گا؟

۱۱)..... تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا ایسا بد فعل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسے آدمی سے دوبارہ وضو دہرایا تھا، آپ ﷺ سے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آدمی تہبند ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ٹخنوں سے تہبند نیچے کر کے نماز پڑھنا قبول نہیں فرماتا۔ (ابوداؤد: ۲۰۹/۲)

۱۲)..... تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا ایسا بدترین گناہ ہے جو آدمی کو جنت کی خوشبو سے بھی محروم کر دے گا۔ حالانکہ بہشت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(طبرانی فی الاوسط بحوالہ الترغیب والترہیب: ۹۱/۳)

۱۳)..... تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا ایسا حرام کام ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو تہبند ٹخنوں سے نیچے دیکھ کر شرماتے ہوئے فرمایا کہ ''کیا تو حیض والا ہے'' اس پر وہ بولنے لگا۔ کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنا عورتوں کا کام ہے اس سے معلوم ہوا کہ تو بھی عورت ہے۔

۱۴)..... تہبند، اور شلوار وغیرہ ٹخنو سے نیچے کرنا ایسا گناہ کا کام ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوپر قاتلانہ حملہ (صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے) ہوا تھا اور وہ شدید زخمی ہو گئے تھے، شدید زخمی حالت میں ایک آدمی کا تہبند ٹخنوں سے نیچے دیکھ کر "نھی عن المنکر" (برائی کے روکنے) کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کو فرمایا: اے بھتیجا! (دینی لحاظ سے) اپنا کپڑا (ٹخنوں سے) اوپر کر۔ (بخاری شریف: ۵۲۳)

۱۵)..... تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اوپر کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ٹخنوں سے کپڑے اوپر کرنے سے کپڑا زیادہ پاک رہتا ہے، زیادہ دیر تک چلتا ہے اور اس میں تقویٰ زیادہ ہے۔ (بخاری شریف: ۸۴۴)

بہر حال میں اپنا کپڑا خواہ مخواہ نجاست میں آلودہ نہیں کروں گا اور نہ تو اپنا کپڑا پیروں میں گھسیٹ کر جلدی میں ختم کر دوں گا۔ اور نہ تقویٰ کے خلاف کرنا چاہتا ہوں۔

۱۶)..... سنن دارمی شریف صفحہ نمبر 16 میں نبی کریم ﷺ کی امت کی نشانی اور وصف بیان شدہ ہے کہ آپ کی امتی تہبند اور شلوار آدھی پنڈلیوں پر باندھیں گے۔

ابھی بھی اگر تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کروں تو پھر اگلی کتابوں میں بیان شدہ نشانیوں کے موافق میں نبی کریم ﷺ کا امتی کیسے ہو سکوں گا۔

۱۷) شب برات کی رات کو عام معافی خداوندی کے باوجود تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنے والے کی بخششیں نہیں ہوتیں۔ تو پھر میں کتنا بڑا بدبخت کہلاؤں گا کہ باوجود عام معافی والی رات کے میری معافی نہ ہو۔

۱۸) نماز میں اکڑ اور اپنے آپ کو سمجھنے کی وجہ سے تہبند ٹخنوں سے نیچے کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ حل میں ہے (یعنی نہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے، نہ بہشت میں داخل کیا جاوے گا، اور نہ حلال اچھے کاموں میں ہوگا، نہ حرام میں ہے (یعنی نہ غلط کاموں سے محفوظ رکھا جائے، نہ اس پر جہنم حرام کیا جائے گا، نہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں اس کی عزت ہوگی۔ (ابوداؤد شریف: ۱/ ۹۳)

۱۹)..... نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ: مومن کا تہبند باندھنا دونوں پنڈلیوں کے آدھ تک ہے۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ۲/ ۳۷۴)

میں تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کر کے کس منہ سے اپنے آپ کو مومن اور مسلمان کہلانے کا مستحق ہو سکوں گا۔

۲۰)..... تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نبی کریم ﷺ کے اتنے سارے فرمودات کی مخالفت کی وجہ سے فسق ہے۔ اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا ضروری ہے۔ اس لیے تہبند، ساڑھی، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا دہرانا لازم اور واجب ہے۔

۲۱)..... اس کی اپنی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۲۲)..... اس کا امام ہونا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

۲۳)..... اس کا اذان اور تکبیر کہنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

چوری کرنا، قتل کرنا، ڈاکہ ڈالنا، زنا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، سود کھانا سب گناہ ہیں، جب تک آدمی ان کاموں کا مرتکب ہے پھر بس۔

لیکن تہبند، ساڑھی شلوار وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کرنے والا اگر سویا ہوا ہے، تب بھی اس گناہ میں ہے، اور بیدار ہے تب بھی اس گناہ میں ہے، اور جہاد جیسا افضل ترین عمل کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور علم پڑھنے کے لیے گھر سے نکلا ہے، لیکن فرمان نبوی ﷺ کے موافق اس گناہ میں ہے اور " خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" کا عمل کر رہا ہے (یعنی دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے یا تعلیم دے رہا ہے) تب بھی اس گناہ میں ہے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور مسجد میں ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور ذکر کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور خانہ کعبہ جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے وہاں نماز پڑھ رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے، قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور مسجد میں ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور ذکر کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور منیٰ میں قربانی کر رہا ہے تب بھی اس

گناہ میں ہے اور صفا اور مروہ پر دوڑ رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور شیطانوں کو پتھریاں مار رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور مزدلفہ میں وقوف کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے نفل پڑھ رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور ملتزم سے چپٹا ہوا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور حجر اسود کو بوسہ دے رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور عرفات میں رو رو کر گناہوں کی مغفرت طلب کر رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں ایک نماز کا ثواب ۵۰ ہزار نمازوں کا ثواب ہے اور نماز پڑھ رہا ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور ہوش کی حالت میں ہے تب بھی اس گناہ میں ہے اور بے ہوشی کی حالت میں ہے تب بھی اس گناہ میں ہے۔

یا اللہ! میں توبہ کرتا ہوں، معافی مانگتا ہوں کہ آئندہ پھر کبھی بھی تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں پر اور ٹخنوں سے نیچے نہیں کروں گا۔

نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے
نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

(ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات: ۴۱)

احکام اسلام عقل کی نظر میں

چونکہ دین اسلام کا مدار اور معیار اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور عقل پر اسلام کا دارومدار نہیں ہے، نیز حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایسے عقل پرستوں کے سوالوں کا جواب بھی بہت کم دیا کرتے تھے اور ایسے علماء کو بھی کوستے رہتے تھے جو عقل پرستوں کے سوالات کا جواب دیں اسی بناء پر ایک مرتبہ فرمایا۔

علماء کے اخلاق نے عوام کے اخلاق کو بگاڑ دیا اگر کسی نے حکمتیں پوچھنی شروع کر دیں تو بس انہوں نے بھی حکمتیں بیان کرنا شروع کر دیں، اس کے بعد کہیں اس میں شبہ، اگر کسی قانونی مولوی سے کوئی حکمتیں پوچھے تو وہاں صاف جواب ملے گا کہ حکم پوچھو، حکمت نہ پوچھو ایک شخص نے مجھے لکھا کہ فلاں حکم شرعی میں کیا حکمت ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کے حکمت کے سوال کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تم خدا تعالیٰ کے فعل کی ہم سے حکمت پوچھتے ہو، ہم تمہارے ہی فعل کی حکمت تم سے پوچھتے ہیں اور ہم نہیں بتلاتے کہ کیا حکمت ہے۔

کیرانہ کا قصہ ہے کہ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ نماز پانچ وقت کیوں مقرر ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تمہاری ناک آگے کیوں لگی؟ یہ سن کر بڑے دنگ ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ میاں نے ایسی ہی بنا دی، میں نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ نماز بھی میرے اباجان کی بنائی ہوئی نہیں ہے، یہ بھی اللہ میاں کی بنائی ہوئی ہے اگر اسرار جاننے کا شوق ہے تو خدا کے ہو جاؤ پھر یہ حالت ہوگی کہ

بینی اندر خود علوم انبیاء

بے کتاب و بے معید وادستا

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت، عظیم حکیم الامت تھے اور ہر بات کی حکمت ان کے ذہن میں ضرور ہوگی لیکن اس واقعہ میں سائل کا جواب نہ دیا اس وجہ سے کہ اگر ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو پھر قرآن وحدیث کی وقعت نہیں رہے گی اور عقلیات میں لوگ پڑ جائیں گے۔ لوگوں کا اس بات سے بچنے کے لیے اس سائل کا جواب نہیں دیا اور علماء کرام کو بھی اس جھنجھال سے بچنے کی ترغیب دی پھر ایسے عقل کے پجاریوں کو تو الزامی جواب دینا چاہیے جیسے کہ حکیم الامت رحمہ اللہ نے حکیمانہ جواب دیا۔

حکیم الامت رحمہ اللہ صاحب نے مزید یہ بھی فرمایا کہ ایک مجذوب صاحب کا قول مجھے پسند آیا، ان سے کسی واقعہ کی نسبت پوچھا گیا، کب ہوگا؟ اس نے کہا ہم اللہ میاں کے بھتیجے نہیں کہ چچا جان نے یہ کہا کہ آؤ بھتیجے سے بھی مشورہ کر لیں۔

ریاکاروں کا امتحان

فرمایا کہ جو بار بار جھک کر سلام کرتا ہو، ہر شخص سے ''آپ'' اور ''جناب'' سے بات کرتا ہو کہ میں نالائق ہوں، اس کا ایک امتحان بتاتا ہوں کہ جس وقت وہ یہ کہے کہ میں نالائق ہوں اس وقت آپ ذرا کہہ دیجیے، ہاں صاحب! واقعی آپ تو نالائق ہیں پھر دیکھیے وہ کتنا ناچتے ہیں امید ہے کہ ساری عمر کے لیے دشمن ہو جائیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی حکمت کا مظاہرہ کیجیے کہ کیسے عجیب انداز سے ریاکاروں کا امتحان بتلایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسا آدمی پھر ایسی بات نہیں کہے گا۔

علمائے عظام سے سنا تھا کہ کسی آدمی کے سامنے اس کی تعریف کرنا اس طرح ہے گویا اس کے منہ کو آپ مٹی سے بھر رہے ہو، اس سے پتہ چلا کہ کسی کی تعریف اس کے سامنے نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جب ایک شخص کی اس طرح عادت ہو جائے کہ وہ منہ پر تعریف کرتا ہے اس کا علاج حکیم صاحب یہ بتلاتے ہیں۔

فرمایا: کہ اگر منہ پر تعریف کرے تو اس تعریف سے نہ انکار کرو، نہ اس کو منع کرو کیونکہ اس سے وہ زیادہ تعریف کرے گا اور دوسرے بھی تمہارے معتقد ہو جائیں گے بلکہ (علاج یہ ہے) خاموش رہو، وہ اپنا سا منہ لے کر خاموش ہو جائے گا۔

فرمایا: ایک دلیل وجود صانع کی میری چھوٹے ماموں صاحب نے ایک دہری اسکول انسپکٹر سے بیان کی، وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا منکر تھا، اس نے طلبہ سے خدا تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا۔ انسپکٹر صاحب سے چھوٹے ماموں نے کہا کہ یہ مضمون بچوں کے کورس میں نہیں ہے اگر ایسا ہی شوق ہے تو مجھ سے پوچھیے اس نے غصہ سے کہا کہ اچھا آپ بتلائیے ماموں صاحب نے فرمایا خدا وہ ہے جس نے آپ کو معدوم سے موجود کیا، کہنے لگا ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے بنایا ہے۔ اس منطقی دلیل کو ہم نہیں مانتے، ہم تو سیدھی بات جانتے ہیں کہ اگر خدا کوئی چیز ہے ہماری ایک آنکھ اندھی ہوگئی ہے اس کو درست کر دے یہ انسپکٹر

یک چشم تھا ماموں نے مذاقاً فرمایا: "کان من الکافرین" (یعنی کانا تھا کافروں میں) ماموں صاحب بڑے ظریف بھی تھے۔

فرمایا: اچھا میں ابھی خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر لبوں کو حرکت دی پھر کان آسمان کی طرف کیا۔ پھر فرمانے لگے میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو اس کی دو آنکھیں بنائی تھیں مگر اس نے کفر اختیار کیا اور ہمارے وجود کا انکار کیا اس لیے ہم نے غصے میں آکر ایک آنکھ پھوڑ دی اب میں ہرگز نہ بناؤں گا، اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو انہی ماں باپ سے بنوالے جنہوں نے اس سارے کو بنایا ہے، واقعی۔

یہ جواب سن کر وہ انسپکٹر جھلا ہی تو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

لفظ ''قرنی'' کا نکتہ

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالب علم کا یہ واقعہ ذکر فرمایا کہ ایک طالب علم نے لفظ ''قرنی'' میں بیان کیا کہ اس لفظ میں خلفاء اربعہ کی ترتیب خلافت کی طرف اشارہ ہے، اس طرح کہ لفظ ''قرنی'' میں ہر خلیفہ کے نام کا اخیر حرف موجود ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ''ق'' ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ''ر'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ''ن'' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ''ی'' اور اسی قسم کا ایک لطیفہ شعر کے انداز میں ذکر فرمایا۔

ابوبکر ایک سو علی ایک جانب — خلافت کو گھیرے ہیں باصد صفائی
الف اور یاء کی طرح ان کو جانو — کہ محصور ہے جن میں ساری خدائی
یہ تشبیہ ہے واقعی تو نایاب بھی — الف اور یاء نے یہ ترتیب پائی
وہ اول خلیفہ کے اول میں آیا — یہ آخر خلیفہ کے آخر میں آئی

آدمی کی قسمیں

ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوے کی کتنی قسمیں ہیں؟ تو فرمایا مجھ کو معلوم نہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کردوں اور یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کونسی قسم میں داخل ہیں یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بول کر نہیں دیا۔

فرمایا: آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہے کہ اس میں عقل بھی ہے اور ہمت بھی ہے اور ایک وہ ہے جس میں ہمت اور عقل نہ ہو۔ اور ایک وہ ہے جس میں عقل ہو اور ہمت نہ ہو، اور ایک وہ ہے، جس میں ہمت ہو اور عقل نہ ہو۔

حدیث شریف میں اچھے سوال کو نصف علم کہا گیا ہے لیکن جو لغو سوالات کرے اور بے مقصد سوالات کرے تو اس کا علاج حکیم الامت نے بتلا دیا جیسا کہ ابھی گزرا اور ایسا لغو سوال کرنے والا مذکورہ اقسام میں سے آخری قسم میں داخل ہے۔

آدمی چار قسم کے ہیں

خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آدمی چار قسم کے ہیں:

۱) ایک وہ جو خوب جانتا ہے اور جانتا ہے کہ کم جانتا ہے، یہ عالم ہے اس سے پوچھو، اسکی پیروی کرو۔

۲) دوسرا وہ ہے جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ نہیں جانتا۔ یہ جاہل ہے اسے سکھاؤ۔

۳) تیسرا وہ ہے جو جانتا ہے مگر نہیں جانتا کہ جانتا ہے یہ غافل ہے، اسے ہوشیار کرو۔

٤) چوتھا وہ ہے جو نہیں جانتا مگر بد قسمتی سے نہیں جانتا کہ نہیں جانتا یہ غبی، احمق ہے اس سے بچو، دور بھاگو۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''جو خدا سے ڈرتا ہے وہی فقیہ ہے''۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۵۰)

لفظ ''اعیاھما'' کی تجویز

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو چونکہ حکیم الامت کا لقب ملا ہے، اس لیے انہوں نے معراج شریف کے واقعہ میں آسمانوں پر انبیاءؑ کی ترتیب، عجیب انداز سے بیان کی اور اس ترتیب کو لفظ ''اعیاھما'' میں جمع کر دیا ہے۔

فرمایا میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ذریعہ، کہ پہلے آسمان پر کون ہے اور دوسرے پر کون؟ سہولت کے لئے ''اعیاھما'' کا لفظ تجویز کیا۔ الف سے حضرت آدم علیہ السلام پہلے آسمان پر، عین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر اور چونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام انکے بھائی ہیں وہ بھی انکے ہمراہ ہیں، اس واسطے انکو بھی انکے ساتھ ملا دیا۔ ی سے حضرت یوسف علیہ السلام تیسرے آسمان پر، الف سے حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر ھا سے حضرت ھارون علیہ السلام پانچویں آسمان پر، م سے حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر اور الف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر جو سب سے اوپر ہیں۔ اس ترتیب سے ایک تو حضرت کی حکمت ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے بیان کرنے کے لئے آسانی ہوتی ہے۔

تصنیفات کی دنیا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیفات میں جو کردار ادا کیا ہے۔ وہ کسی پر مخفی نہیں ہے ایک قول کے مطابق حضرت کی تصنیفات کی تعداد نوسو (900) سے اوپر ہے اسکو شاعر نے اپنے شعر میں جمع کر دیا ہے۔

میدان صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب پر
کہ نوسو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر

دوسرے قول کے مطابق آپ کی تالیفات ایک ہزار سے زائد ہیں، اس تعداد پر ایک دلچسپ لطیفہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک صاحب نے حضرت کی تصانیف کا ذکر کیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی تصنیفات فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: ہاں چند کتابیں دیکھی جن کے نام یہ ہیں۔

حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، ان کتابوں

نے مجھے دوسری سب کتابوں سے بے نیاز بنادیا۔شاید ایسے ہی حضرات کے متعلق کسی کا شعر ہے۔

وانــت الــکتاب الـمبین ☆ الـذی باحرفه یظهر المضمر

تو ہی وہ واضح کتاب ہے جس کے حروف سے مخفی مضامین ظاہر ہوتے ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے بارے میں کسی نے یہ شعر بھی کہا ہے:

مرقع ہے حدیثوں کا الٰہیات کا دفتر

ہمارے واسطے چھوڑا ہے کیا پاکیزہ لٹریچر

آخر میں عرض ہے کہ کیا لکھیں گے اور کہاں تک لکھیں گے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکیمانہ اقوال پر تو دفتر کے دفتر بھرے جاسکتے ہیں، لیکن اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرکے عرض کرتا ہوں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے ☆ سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات:۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ عام الفیل میں ہوئی تھی۔اس بات پر سب ہی حضرات مؤرخین متفق ہیں جیسا کہ مشہور مؤرخ ومحدث حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔(البدایۃ والنہایۃ:۳۲۱/۲)

کون سے ماہ میں پیدائش ہوئی تھی،اس سلسلہ میں کل چھ اقوال ہیں۔(۱) محرم (۲) صفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الآخر (۵) رجب (۶) رمضان (شرح الزرقانی علی المواھب:۱۳۰/۱)

البتہ جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی ہے۔(البدایہ لابن کثیر:۳۱۹/۲) مشہور محقق علامہ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کے علاوہ کسی مہینہ کا قول یہ علمائے ناقدین کے نزدیک سبقت قلم کے قبیل سے ہے۔(مقالات الکوثری:۴۰۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت دوشنبہ (پیر) کے دن ہوئی تھی۔حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن دوشنبہ ہونا بالکل غیر متنازع فیہ اور متفق علیہ بات ہے۔(البدایہ:۳۱۹/۲) صحیح مسلم میں ہے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوشنبہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن میں میری ولادت ہوئی تھی اور اس دن میں مجھ پر (سب سے پہلی) وحی نازل ہوئی تھی۔

ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی؟ بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس بارے میں کسی تاریخ کا تعین نہیں ہوسکا ہے جبکہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ تاریخ معین ہے پھر وہ معین تاریخ کون سی ہے؟ شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں کل سات اقوال ذکر فرمائے ہیں۔(۱) دوم ربیع الاول (۲) آٹھویں ربیع الاول (۳) دسویں (۴) بارھویں (۵) سترھویں (۶) اٹھارھویں (۷) بائیسویں

(المواھب مع شرح الزرقانی ۱/۱۳۱)

علامہ کوثری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ آٹھویں تاریخ کے ختم ہونے کے بعد یعنی نویں تاریخ، دسویں تاریخ اور بارھویں تاریخ کے علاوہ دیگر چار اقوال قابل التفات اور قوی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے کسی شمار میں نہیں ہیں۔ تو اب کل بحث کا محور ان تین روایات و اقوال میں سے راجح کی ترجیح ہے۔ اس بارے میں غور و فکر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ دسویں تاریخ کی روایت کو ابن سعد نے طبقات میں محمد باقر رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس کی سند میں تین راوی متکلم فیہ ہیں۔ اس لیے اس کی روایت قابل ترجیح نہیں ہے جبکہ بارھویں تاریخ کے قول کو محمد بن اسحٰق نے نقل کیا ہے لیکن اس کی سند بیان نہیں ہوئی ہے جیسا کہ مستدرک حاکم میں واقع ہوا ہے لہٰذا اس روایت کا حال ان روایات کی طرح (نا قابلِ اعتبار) ہے جن کی اسناد نہ ہوں البتہ نقلی اعتبار سے آٹھویں تاریخ کے ختم ہونے پر یعنی نویں تاریخ میں پیدائش ہونے کو ترجیح حاصل ہے، اور عقلی اعتبار سے بھی یہی تاریخ متعین ہے جیسا کہ فن ریاضی کے بہت بڑے عالم علامہ محمود پاشا فلکی مصری کی کتاب "تقویم العرب قبل الاسلام" میں مشرق و مغرب کے کئی ایک فلکی ماہرین کے اقوال کو مدنظر رکھ کر کی گئی تحقیق سے واضح ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں ۱۰ھ ماہِ شوال کی آخری تاریخ کو سورج گہن ہوا تھا (اسی دن آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا) اس حساب سے اگر پیچھے شمار کیا جائے تو آپ ﷺ کی پیدائش ربیع الاول کی نویں تاریخ کو ہونا ثابت ہوگا۔ اس لیے کہ پیر کا دن یوم پیدائش ہونا تو متفق علیہ ہے اور وہ عام الفیل کی ماہ ربیع الاول کی نویں تاریخ ہی کو آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نقلاً و عقلاً آپ ﷺ کی ولادت کی معتمد تاریخ نو (۹) ربیع الاول ہے۔ (مقالات الکوثری ص ۴۰۵) بقول علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ، جمہور محدثین و مؤرخین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (المواہب مع الزرقانی: ۱/۱۳۱)

مؤرخین نے آٹھویں تاریخ کا ذکر کیا ہے، علامہ کوثری رحمہ اللہ کی تحقیق کے اعتبار سے اس کا مطلب آٹھویں کا ختم ہونا یعنی نویں تاریخ کا ہونا ہے جبکہ بقول مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ آٹھ اور نو کا اختلاف حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مہینے کے انتیس یا تیس دن ہونے پر مبنی ہے اور جب حساب سے نویں تاریخ ہونا ثابت ہو گیا ہے تو آٹھویں تاریخ کی سب روایات نویں تاریخ کی تائید و تقویت کے لیے پیش کی جاسکتی ہیں۔ (قصص القرآن: ۴/۱۹۰)

محبوب ﷺ کی خاطر

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرائیل! تجھے کتنی مرتبہ مشقت کے ساتھ بڑی جلدی سے آسمان سے زمین کی طرف اُترنا پڑا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں یا رسول اللہ (ﷺ) چار مرتبہ ایسا ہوا۔ ایک مرتبہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ دوسری مرتبہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی۔ تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں

پھینکا گیا۔ چوتھی مرتبہ جب آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے پائے۔ یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے جبرائیل! اگر میرے محبوب کا خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین پر نہ کوئی سبزی اُگے گی اور نہ کوئی درخت۔ چنانچہ میں بڑی تیزی سے زمین پر پہنچا اور آپ ﷺ کے خون کو ہاتھوں میں لے لیا۔

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات

علماء اور مؤرخین ان دو امور میں تقریباً متفق ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی تھی اور پھر پیر کے دن ہوئی تھی۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۷۵/۵)

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی؟ اس سلسلہ میں تین اقوال مشہور ہیں۔

۱)...... سب سے زیادہ مشہور قول جس کو اکثر مؤرخین و مؤلفین نے اختیار کیا ہے وہ بارہ ربیع الاول کا ہے۔ اس قول کو ابن اسحٰق، ابن سعد، ابن حبان، ابن عبدالبر، ابن الصلاح، نووی، ذہبی اور ابن الجوزی وغیرہ حضرات علماء رحمھم اللہ نے اختیار کیا ہے۔ (حاشیہ اللامع الدراری: ۴۸۵/۸)

اس قول پر ایک قوی اشکال ہوتا ہے جس کو علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ بارہ ربیع الاول سے تقریباً تین ماہ قبل ذوالحجہ ۱۰ھ کی نویں تاریخ کو جمعہ کا دن ہونے پر سب روایات متفق ہیں اور یکم ذوالحجہ کو جمعرات کا دن تھا۔ اب ذوالحجہ، محرم اور صفر، ان تینوں مہینوں کو تیس، تیس دن کے فرض کیے جائیں، خواہ انتیس، انتیس دن کے اور خواہ بعض کو انتیس دن کے بعض کو تیس دن کے فرض کیے جائیں، کسی بھی صورت میں بارہ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں آتا ہے۔ حالانکہ سب روایات پیر کے دن کے یوم وفات ہونے پر متفق ہیں۔ (الروض الانف: ۵۷۹/۷)

امام مازری نے اور پھر حافظ ابن کثیر نے اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ اس بات کا احتمال ہے کہ تینوں مہینے تیس دن کے ہوئے ہوں اور اختلاف مطالع کی وجہ سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کی ذوالحجہ کے چاند کی رؤیت ومشاہدہ میں اختلاف ہو، اہل مکہ نے جمعرات کے روز کی رات کو دیکھا ہو، اور اہل مدینہ نے جمعہ کی رات دیکھا ہو اور مناسک حج کی ادائیگی اہل مکہ کی رؤیت کے اعتبار سے ہوئی ہو۔ حج سے فراغت پر رسول اللہ ﷺ جب دوبارہ مدینہ زادھا اللہ شرفاً تشریف لے گئے تو اہل مدینہ کی تاریخ کے اعتبار سے تاریخوں کا حساب برقرار رہا۔ اس اعتبار سے وہاں ذوالحجہ کی پہلی تاریخ جمعہ کو، اور اس کی آخری تاریخ سنیچر کے دن ہوگی۔ یکم محرم الحرام اتوار کے دن اور اس کی آخری تاریخ پیر کے دن ہوگی۔ یکم صفر منگل کو اور اس کی آخری تاریخ بدھ کو ہوگی اور یکم ربیع الاول جمعرات کو، تو بارہویں تاریخ پیر کے دن ہوگی۔

(البدایہ والنہایہ: ۲۷۷/۵۔ فتح الباری: ۷۳۶/۷۔ مجموعۃ الفتاوی: ۱۶۷/۳۔ البدائع للتھانوی: ۱۰۷/۷)

شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے اس جواب کو بعید قرار دیا ہے اس لیے کہ اس صورت میں ذوالقعدہ سے ماہِ صفر تک متواتر چار مہینوں کو تیس دن کا ماننا پڑے گا۔ (فتح: ۷۳۶/۷)

۲) دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ۲ ربیع الاول کو ہوا تھا۔ اس قول کو کلبی، ابومخنف اور سلیمان تیمی رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ کا میلان بھی اسی قول کی طرف ہے۔ (فتح الباری: ۷/۷۳۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اصل جملہ تاریخ وفات کے سلسلہ میں یوں ہو: "مات فی ثانی شهر ربیع الاول" (یعنی ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو وفات پائی) اور تصحیف و تغییر ہو کر جملہ یوں ہو گیا ہو: "مات فی ثانی عشر ربیع الاول" (یعنی ربیع الاول کی بارہویں کو وفات ہوئی) بجائے شہر، یعنی ماہ کے "عشر" کا لفظ ہو گیا ہو (اور ثانی عشر کا معنی بارہ ہیں) پھر یہ وہم چل پڑا ہو، اور بلا سوچے سمجھے ایک دوسرے کا اتباع کرنے لگے ہوں۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری: ۷/۷۳۶)

امام سہیلی فرماتے ہیں کہ تاریخ وفات دوم ربیع الاول ماننے کی صورت میں ذوالحجہ، محرم اور صفر، تینوں مہینوں کو انتیس، انتیس دن کے فرض کرنا ہوگا، تو ہی ۲ ربیع الاول کو پیر کا دن ہو سکتا ہے (الروض الانف: ۷/۵۷۹) اور مسلسل تین مہینے انتیس دن کے ہو سکتے ہیں اگرچہ اس کا وقوع کم ہی ہے لیکن وقوع ضرور ہے۔

۳) تیسرا قول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی رحلت یکم ربیع الاول کو ہوئی۔ اس قول کو موسیٰ بن عقبہ، لیث، خوارزمی اور ابن زبیر رحمہم اللہ نے اختیار کیا ہے اور علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے اس کو اقرب واقیس قرار دیا ہے۔ (فتح الباری: ۷/۷۳۶۔ الروض الانف: ۷/۵۷۹)

یکم ربیع الاول کو تاریخ وفات اس صورت میں ہو سکتی ہے جب ذوالحجہ، محرم اور صفر، ان تین مہینوں میں سے کسی دو مہینے کو انتیس دن کے، اور ایک مہینہ کو تیس کا فرض کیا جائے۔ (حوالہ مذکورہ بالا) اور یہ صورت قلیل الوقوع نہیں ہے۔

اس قول کی تائید اس روایت ابن جریر سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے، کہ یوم عرفہ کے اکیاسی دن کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۳) اور یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ سے یکم ربیع الاول تک کے دنوں (ایام) کو شمار کیا جائے تو اکیاسی دن ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فقہی جواہر مولانا مفتی عمر فاروق صاحب: ۳۴)

سورج گہن اور اسکا تقاضا

گیارہ اگست 1999ء کی آمد آمد ہے اور بیسوی صدی کا آخری مکمل سورج گہن جو برطانیہ کی تاریخ میں 1927ء کے بعد یعنی تقریباً 72 سال کے بعد ہونے والا مکمل سورج گہن ہے۔ اسکو براہ راست یا بذریعہ ٹی وی دیکھنے کا اشتیاق لوگوں میں روز افزوں ہے، جہاں اور اقوام میں یہ اشتیاق جنون کی حد کو پہنچ رہا ہے، وہیں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد میں بھی اسکو دیکھنے کا شوق و تڑپ ناقابل بیان ہے۔ ایسا سماں قائم ہوا ہے کہ جس نے اس صدی کا یہ آخری مکمل سورج گہن نہیں دیکھا، اس نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں دیکھا اور اسکا مآل و حاصل ایک تفریحی مشغلہ سے زائد کچھ نہیں۔ لیکن ہم نے کبھی یہ سوچا کہ آیا سورج گہن

ایک تفریحی مشغلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یا اپنے اندر کوئی درس عبرت رکھتا ہے؟ یہ بھی بتلانے کی ایک چیز ہے، یا یہ اپنے اندر کوئی تقاضا رکھتا ہے؟ سطحی اور سرسری نظر سے دیکھنے والا یقیناً یہی کہے گا، کہ سورج گہن تو طلوع وغروب کی طرح طبعی اسباب کے تحت پائی جانے والی چیز ہے، اور اسکا ایک خاص حساب مقرر ہے۔ اہل ہیئت وتقویم ٹھیک ٹھیک منٹوں اور سیکنڈوں کا حساب لگا کر بتلا دیتے ہیں کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت سورج یا چاند کا گہن ہوگا اور کہاں نظر آئے گا کہاں نظر نہیں آئے گا، وغیرہ، تو پھر اس میں کسی درس عبرت یا کسی تقاضا کا کیا معنیٰ؟ جو انسان اس نظریے کا حامل ہو، وہ درحقیقت دین سے بھی ناواقف ہے اور علم طبعیات سے بھی نابلد ہے، اس لیے کہ واقعہ ایسا نہیں ہے نہ از روئے دینیات نہ از روئے طبعیات۔

اولاً دین وشرع کی رو سے اس کی حیثیت کا جائزہ لیں:

دیکھئے عہد نبوی میں صرف ایک مرتبہ سورج گہن ہوا، ٹھیک اس دن جس دن رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، علوم ریاضی کی مایہ ناز شخصیت محمود پاشا فلکی مصری کی تحقیق کے مطابق یہ ۲۹ شوال ۱۰ھ بمطابق ۲۷ جنوری ۶۳۲ء پیر کا دن تھا اور گہن صبح ساڑھے آٹھ بجے ہوا تھا۔ (فتح الملہم: ۲/۴۵۲)

زمانہ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ روئے زمین میں موت یا ضرر جیسے کسی تغیر کے پائے جانے کی بناء پر گہن لگتا ہے، ادھر رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو لوگوں میں چرچا ہونے لگا کہ آپ کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے سورج گہن ہوا ہے اس لئے آپ نے سورج گہن کی نماز پڑھانے کے بعد جو خطبہ دیا اس میں آپ نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: کہ "بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت کی وجہ سے یا کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کو گہن نہیں لگتا، پس جب تم ان کو گہتے دیکھو، تو اللہ سے دعا مانگو، تکبیر کہو، نماز پڑھو اور خیرات کرو"۔ (صحیح البخاری: ۱/۱۴۲، فتح الباری: ۲/۶۱۳)

اس روایت کے دوسرے طریق میں یہ اضافہ ہے کہ "سورج گہن اور چاند گہن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں"۔ (بخاری شریف: ۱/۶۱۳)

سورج گہن ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ باجماعت، صلوٰۃ الکسوف ادا فرمائی اور امت کو بھی اس جیسے موقع پر نماز ودعاء وغیرہ امور خیر کی طرف متوجہ ہونے کی تعلیم وتلقین فرمائی اور واضح بیان فرمایا کہ سورج گہن اور چاند گہن یہ باری تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے مظہر ہیں کہ سورج جیسے کرہ عظیمہ کا نور سلب کرلیا، بالفاظ دیگر ہماری دنیا کو اس کے نور سے محروم کردیا، جبکہ سورج کا کرہ ہمارے زمین کے کرہ سے کئی گنا بڑا اور کئی میل دور ہے، اس لیے اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کے لیے نماز کو مشروع کیا گیا اور پھر یہ گہن اس وقت کی ایک ادنیٰ جھلک دکھلا دیتے ہیں، جب تمام اجرام فلکیہ بے نور ہو جائیں گے، اس اعتبار سے گہن کے واقعات مذکر آخرت ہیں اور ایسے مواقع پر انابت الی اللہ اور رجوع الی اللہ کی

ضرورت واہمیت سے کون سلیم الطبع وصحیح العقل انسان انکار کرسکتا ہے؟

نیز اللہ کے بندوں کے لیے دعوت فکر ہے کہ سورج کی حرارت وروشنی اور چاند کے نور کی عظیم الشان نعمت جو مخلوق کے فائدہ کے لیے لاکھوں کروڑوں میل کے فاصلے سے پہنچائی جاتی ہے، وہ کتنی قابل قدر اور اسکا خالق ہمارا کتنا بڑا محسن اور مستحق ہزاراں ہزار شکر و سپاس ہے اس لئے حکم ہوا کہ جب تک اس عظیم نشانی کا مظاہرہ ہو تم نماز و دعا وغیرہ میں مشغول رہو، اسی طرح غافل، فاسد العقیدہ اور بدکار لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی اس نشانی میں یہ سبق ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے غضب وعتاب سے ڈریں اور اصلاح حال کی فکر کریں، کہ جب اللہ، شمس وقمر جیسے عظیم کرہ کو اس طرح بے نور کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و پکڑ کے سامنے ہماری کیا حیثیت اور ہماری کیا بساط؟۔

یہ تو ہوئی شرعی حیثیت سے گفتگو، علم طبعیات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بھی اس میں آیت اللہ (اللہ کی نشانی) ہونے کا پہلو مخفی نہیں ہے اسلیے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے امم سابقہ پر جتنے عذاب آئے، ان کی شکل یہ ہوئی کہ بعض معمولی امور جو روزمرہ اسباب طبعیہ کے ماتحت ظاہر ہوتے رہتے ہیں اپنی معروف حد سے آگے بڑھ گئے، تو عذاب کی شکل اختیار کر گئے مثلاً قوم نوح پر بارش، قوم عاد پر آندھی وغیرہ، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب تیز ہوائیں چلتیں تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اس ڈر سے کہ کہیں یہ ہوائیں بڑھکر عذاب الٰہی کی صورت نہ اختیار کرلیں، چنانچہ ایسے مواقع پر آپ بطور خاص دعا واستغفار میں مشغول ہو جاتے۔ (فتح الباری: ۲/۶۰۴)

اس طرح یہ سورج گہن اور چاند گہن بھی اگرچہ طبعی اسباب کے تحت رونما ہوتے ہیں لیکن یہ اگر اپنی معروف حد سے بڑھ جائیں تو عذاب بن سکتے ہیں، خاص طور سے جدید سائنس کی تحقیق کے مطابق گہن کے لمحات انتہائی نازک ہوتے ہیں۔ کیونکہ سورج گہن کے وقت چاند، سورج اور زمین کے درمیان حائل ہو جاتا ہے تو سورج اور زمین دونوں اپنی کشش ثقل سے، اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں، ان لمحات میں خدانخواستہ اگر کسی ایک جانب کی کشش غالب آجائے تو اجرام فلکیہ کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہذا ایسے نازک وقت میں رجوع الی اللہ کے سوا چارہ نہیں۔ (معارف السنن: ۵/۳۵)

اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اسکو تفریحی واقعہ قرار دینے کے بجائے سورج گہن کی نماز ادا کرنا چاہیے۔ جمہور کے نزدیک سورج گہن کی نماز سنت موکدہ ہے۔ مردوں کے لیے حکم یہ ہے کہ اس نماز کو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کریں، بشرطیکہ امام وہ ہو جو جمعہ اور عیدین کا امام ہو، یا وہ ہو جس کو اس نے امامت کی اجازت دی ہو، ورنہ تنہا پڑھیں، عورتیں بہرصورت اپنے گھروں میں یہ نماز علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ اس نماز میں جس قدر چاہے قرات پڑھے یہ قرات سراً ہوگی لیکن لوگوں کی اکتاہٹ، کے اندیشہ کے وقت جہر بھی کیا جاسکتا ہے، دونوں رکعتوں میں طویل قرات کرنا افضل ہوگا۔ نیز رکوع وسجود کو بھی طول دے اور نماز کے بعد آفتاب کے صاف ہو جانے اور کھل جانے تک ذکر و دعاء وغیرہ میں مشغول رہیں، اس نماز کی کم از کم

دو رکعت ہیں اور چار رکعت پڑھنا افضل ہے، اس سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کو توفیق عطا فرمائے آمین۔ (فقہی جواہر: ۳۸)

عقیقہ کی شرعی حیثیت اور احکام

ہمارے معاشرے میں عقیقہ کی شرعی حیثیت اور اسکے احکام کے بارے میں کچھ غلط فہمیاں عام ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ کی شرعی حیثیت اور اسکے احکام کے بارے میں قدرے تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے۔

''عقیقہ'' یہ عربی لفظ ہے اور عربی زبان میں عقیقہ ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو بچہ کی پیدائش کے وقت اسکے سر پر ہوتے ہیں پھر اس کا استعمال اس بکری یا اس بکرے کے لیے ہونے لگا جو بچہ کی ولادت کے موقع پر ذبح کیا جائے اسلیے کہ اس وقت سر کے بال منڈوائے جاتے ہیں۔ (اعلاء السنن ۱۷/۱۲۰) پھر اس کا استعمال مذکورہ بکرے یا بکری میں محدود نہ رہتے ہوئے دنبہ وغیرہ ہر اس جانور کے لیے ہونے لگا جو نومولود کی طرف سے ذبح کیا جائے۔ (سبل السلام ۴/۹۷)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہل عرب اپنی اولاد کے لیے عقیقہ کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے منقول ہے (مشکوۃ المصابیح ۲/۳۶۳) اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اسکی ترغیب دی اور ترمذی، ابوداود وغیرہ سنن کی وہ روایات جن میں رسول اللہ ﷺ کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقیقہ کرنا ثابت ہوتا ہے ان کے ظاہر کو مدنظر رکھتے ہوئے بقول اکثر محدثین یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ترغیب قولی پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے خود بھی اس پر عمل فرمایا ہے۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی فرض یا واجب چیز ہے۔ چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ واجب تو نہیں ہے، تاہم سنت یا مستحب ہونے سے انکار بھی نہیں ہوسکتا ہے، بقول علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ حضرات حنفیہ کا عمل قول استحباب پر ہے۔ (اعلاء السنن ۱۷/۱۰۸) اسی سے عقیقہ کی شرعی حیثیت واضح ہوگئی۔

بعض لوگ عقیقہ کو اس درجہ کی اہمیت دیتے ہیں جو افراط کو مستلزم ہے۔ انکا خیال یہ ہے کہ جس آدمی کا عقیقہ نہ ہوا ہو، اسکی قربانی درست نہیں ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ بالکل غلط ہے، جو آدمی ایام قربانی میں صاحب نصاب ہو، تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، خواہ اسکا عقیقہ ہوا ہو، یا نہ ہوا ہو، افراط کے مذکورہ نظریہ کے برعکس کچھ لوگ تفریط میں مبتلاء ہیں، صاحب حیثیت ہونے کے باوجود اپنے کسی بھی بچہ کی پیدائش پر عقیقہ کرنے کا دل میں خیال نہیں گزرتا۔ حالانکہ یہ ایک محبوب اور مرغوب عمل ہے اور یہ اپنے اندر کئی ایک اسرار و حکم اور فوائد و مصالح کو لیے ہوئے ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں۔

۱)......من جملہ ان مصلحتوں کے ایک یہ ہے کہ عقیقہ میں اولاد کے نسب کی تشہیر و اشاعت ہوتی ہے۔

۲)......اس میں سخاوت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

۳) نصاریٰ میں جب کسی کا بچہ پیدا ہوتا تھا، اسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے، اور وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح کرنے سے بچہ نصرانی ہو جاتا ہے۔ پس مناسب معلوم ہوا کہ ملت حنیفیہ یعنی دین محمدی میں بھی ان کے اس فعل کے مقابلے میں کوئی ایسا فعل پایا جائے جس فعل سے اس فرزند کا حنیفی ہونا اور ملت ابراہیمی واسماعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو۔ سو جس قدر افعال حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مختص تھے اور انکی اولاد میں چلے آتے تھے ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر اللہ تعالیٰ کا اس کے فدیہ میں ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور ان دونوں کے شرائع میں سے زیادہ مشہور حج ہے، جس کے اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے، پس ان باتوں میں انکے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنفی پر آگاہ کرنا ہے اور اس بات کی اطلاع دینا ہوتا ہے کہ اس فرزند کے ساتھ اس ملت کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں بتغییر یسیر)

۴)..... اللہ تعالیٰ نے بچہ کی صورت میں ایک نعمت دی، تو عقیقہ کے ذریعے اسکی شکر گزاری ہوتی ہے اور بچہ کی سلامتی چاہی جاتی ہے (مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۱۵۷/۸) یہ بھی فائدہ ہے کہ عقیقہ کی وجہ سے دنیا میں اس بچہ پر آنے والے بلائیں دفع ہوتی ہیں، اسلیے اکثر علماء فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے عقیقہ نہیں ہو سکتا، اسکی وجہ یہی ہے کہ عقیقہ دنیا کی بلائیں دور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ (جس کی اب میت کو ضرورت نہیں)۔ (احسن الفتاویٰ: ۵۳۶/۷)

۵)..... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث شریف کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "جو آدمی چاہتا ہے کہ اسکی اولاد بڑی ہو کر اسکی نافرمان نہ بنے تو اسکو بچوں کی پیدائش پر عقیقہ کرنا چاہیے۔" (مرقاۃ: ۱۵۹/۸)

مذکورہ بالا مصالح وفوائد کا تقاضا یہی ہے کہ بچہ کی پیدائش پر بجائے شیرینی تقسیم کرنے کے صاحب حیثیت کو عقیقہ کے حکم پر عمل کرنا چاہیے۔

یہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ شریعت مقدسہ نے لڑکا لڑکی دونوں کی طرف سے عقیقہ کرنے کا حکم دیا ہے بعض لوگ صرف لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرتے ہیں، لڑکی کی طرف سے نہیں کرتے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے، یہ یہود کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ فتح الباری: ۵۰۶/۹ میں نقل کیا گیا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کہ لڑکے کی طرف سے دو، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا، یا بکری ذبح کی جائے (ترمذی شریف: ۱۸۳/۱) جڑواں یا زیادہ بچے پیدا ہونے کی صورت میں ہر لڑکے کی طرف سے دو، اور ہر لڑکی کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا چاہیے۔ (فتح الباری: ۵۰۶/۹)

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو، اور لڑکی کی طرف سے ایک جانور مقرر کرنے میں راز یہ ہے کہ یہود کی مخالفت ہو، اس لیے کہ یہود لڑکے کی طرف سے ایک جانور ذبح کرتے تھے تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ لڑکے کی طرف سے دو جانور ذبح کریں اور یہود لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرتے ہی نہ تھے تو ان کی مخالفت کے لیے لڑکی کی طرف سے ایک جانور کے ذبح کا حکم دیا گیا (اعلاء السنن: ۱۲۲/۱۷) یہاں یہ بات یاد

رہے کہ لڑکے کے لیے دو جانور ہونا بہتر ہے، لیکن اگر کوئی آدمی لڑکے کے لیے ایک ہی جانور ذبح کرے تو بھی کافی ہو جائے گا۔ (فتح الباری ۵۰۶/۹، احسن الفتاوی ۵۳۵/۷)

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لڑکے کے لیے مذکر اور لڑکی کے لیے مؤنث جانور کا عقیقہ کرنا چاہیے، لیکن اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ترمذی وغیرہ سنن کی روایات میں ہے کہ خواہ مذکر ہو، خواہ مؤنث ہو کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ۱۸۳/۱)

عقیقہ میں کون سے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، جانور کی عمر کیا ہونا چاہیے؟ کون سے عیوب سے اس کا سالم ہونا ضروری ہے؟ ان سب احکام کو معلوم کرنے کے لیے ایک شرعی حکم کو یاد رکھا جائے کہ جس جانور کی قربانی جائز ہے اس کا عقیقہ میں ذبح کرنا بھی جائز ہے، اس اعتبار سے بڑے جانور میں ایک یا دو حصے بھی بطور عقیقہ ٹھہرائے جاسکتے ہیں (فتح الباری ۵۰۷/۹)

بیہقی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت "**بسم اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰھم لك والیك ھذہ عقیقة فلان**" (بجائے فلاں کے بچے کا نام لیا جائے) کہنا چاہیے۔ (اعلاء السنن: ۱۳۰/۱۷)

عقیقہ سے متعلق ایک متنازع فیہ امر یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑی جاسکتی ہیں، یا یہ کہ صرف جوڑوں ہی سے الگ کرنا پڑے گا؟ تو جاننا چاہیے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں بیچ میں سے نہ توڑنے اور جوڑوں ہی سے الگ کرنے میں حنفی اور مالکی مسلک کے اعتبار سے کوئی فضیلت نہیں ہے۔ عام لوگوں نے ہڈیاں نہ توڑنے کو واجب کا درجہ دے دیا ہے اور ہڈیاں توڑنے کو ناجائز اور ممنوع سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ عقیدہ اور خیال غلط اور قابل اصلاح ہے، اسی لیے علماء اس کی تردید کرتے ہیں۔ (احسن الفتاوی: ۵۳۷/۷)

عقیقہ کا گوشت کچا بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے اور پکا کر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے، نیز پکا کر دعوت بھی کی جاسکتی ہے (رد المحتار: ۲۱۳/۵) لیکن عقیقہ کا گوشت پکا کر دعوت کرنے میں یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس کھانے کی قیمت یا کوئی عوض نہ لیا جائے۔ ہمارے زمانہ میں عام طور پر نکاح، شادی وغیرہ کی دعوتوں میں ہدیہ کے نام سے کچھ لینے دینے کا رواج ہے، اس لئے شادی کی ایسی دعوتوں میں عقیقہ کا گوشت شامل نہ کیا جائے اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں اگر کچھ روپے کی کوپن دے کر کھلانے کا نظم ہو تو اس میں بھی عقیقہ کا گوشت شامل نہ کیا جائے اور اگر کبھی اس قسم کی دعوتوں میں عقیقہ کا گوشت شامل کر لیا گیا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے عوض میں تخمیناً جتنے روپے حاصل ہوئے ہوں، اتنے روپے فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا جائے۔

صاحب فتاوی رحیمیہ حضرت مفتی لاجپوری صاحب دامت برکاتہم، تو جن دعوتوں میں عوض نہ لیا جاتا ہو، ان میں بھی عقیقہ کا گوشت شامل نہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، اس لیے کہ اس کا رواج ہو جانے میں مستحب طریقہ کے ترک کا اندیشہ ہے۔

عقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن کیا جائے اور گوشت کے تین حصے کیے

جائیں، ایک حصہ گھر والوں کے لیے، ایک حصہ رشتہ داروں کے لیے اور ایک حصہ فقراء ومساکین کو دیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۳۱۹/۲)

عقیقہ کا گوشت نومولود کے والدین، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ اصول بلا کسی حرج ومضائقہ کے تناول کر سکتے ہیں بہت سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مذکورہ افراد عقیقہ کا گوشت نہیں کھا سکتے یہ بات بے بنیاد ہے۔ (اعلاء السنن ۱۱۸/۱۷)

مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق بچہ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے، اگر اس دن نہ کر سکے، تو چودھویں دن ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے۔ (جامع ترمذی: ۱۸۳/۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اکیس دن کے ذکر کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ آگے اسی پر قیاس کر لیا جائے (شرح سفرالسعادۃ ص ۳۸۳) یعنی اکیس دن کے بعد کیا جائے تو بھی بچے کے پیدائش کے دن سے ساتویں دن کا خیال رکھا جائے مثلاً جمعہ کے دن ولادت ہوئی تھی تو جب عقیقہ کرے، جمعرات کے دن کرے، بدھ کے پیدائش ہوئی تھی، منگل کے دن کرے، بہت سے علماء نے ساتویں دن کا لحاظ کر کے بالغ ہونے تک کا وقت ذکر کیا ہے کہ بالغ ہونے تک اس کی طرف سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے، بالغ ہونے کے بعد اس کی طرف سے عقیقہ کرنے کا حکم ختم ہو جائے گا، ہمارے بزرگوں میں محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری قدس سرہ اور صاحب احسن الفتاویٰ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ جیسے حضرات اکابر نے بالغ ہونے کے بعد بھی انتقال تک عقیقہ کے درست ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

اگر کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو علماء کی ایک جماعت انکار کرتی ہے جبکہ امام رافعی رحمہ اللہ جیسے علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ فیض الباری شرح بخاری شریف سے بھی جواز معلوم ہوتا ہے۔ (فقہی جواہر: ۱۱)

اکابر کے فوٹو حقیقت کے آئینہ میں

شریعت اسلامیہ نے جن امور کو ممنوع ٹھہرایا ہے، ان میں سے جاندار چیزوں کی تصویر سازی (تصویر بنانا) اور تصویرداری (تصویر رکھنا) بھی ہے۔ جاندار چیزوں کی تصویر سازی تو مطلقاً حرام ہے، خواہ چھوٹی تصویر بنائی جائے خواہ بڑی خواہ ہاتھ سے بنائے جائے، خواہ کیمرہ وغیرہ آلات جدیدہ سے، اور تصویر داری کا حکم یہ ہے کہ پاسپورٹ وغیرہ حاجت شدیدہ کی وجہ سے ہو تو ضرورۃً جائز ہے، ورنہ ممنوع وناجائز ہے، جبکہ وہ تصویر بڑی ہو یا چھوٹی ہو لیکن مستبین الاعضاء (نمایاں اعضاء والی) ہو، پھر اگر اس تصویر رکھنے میں تعظیم کا شبہ ہو، تو ممانعت میں اور بھی شدت آجاتی ہے۔

آج کل لوگوں میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تبلیغی جماعت کے حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس اللہ اسرارہم جیسے

ہمارے اکابر اور بزرگوں کی طرف منسوب تصاویر، فوٹو تعظیم یا برکت کے لیے رکھنے اور جمع کرنے کا شوق واہتمام روز بروز زیادہ ہورہا ہے۔ عوام تو عوام، خواص بھی اب اس مرض میں مبتلا ہورہے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس طرح کے فوٹو ممنوع ہوتے تو یہ اکابر ہرگز اپنا فوٹو نہ بنواتے اور ہم تک نہ پہنچتے نیز یہ خیال کرتے ہیں کہ تصویر داری کی ممانعت اسلیے ہے کہ کہیں رفتہ رفتہ شرک کا سلسلہ شروع نہ ہوجائے اور ہم شرک میں مبتلا ہونے والے نہیں ہیں، اسلیے ہمارے لیے اس کی اجازت ہے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا جائے، ہوسکتا ہے، اللہ کے کسی بندہ کو یہ تحریر پڑھ کر اپنی غلطی کا احساس ہوجائے اور وہ تائب ہوجائے۔" وما ذالك علي الله بعزيز وهو ولي التوفيق ولا حول ولا قوة الا به"

دیکھئے یہاں چند باتیں قابل لحاظ اور غور طلب ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ بزرگوں میں سے بعض نے اگر بلا حاجت شدیدہ معتبرہ عندالشرع فوٹو رکھے ہوں، تو ان کے اس فعل سے تصویر داری کے جواز پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ مسائل شرعیہ کا ثبوت ادلۂ اربعہ سے ہوتا ہے اور یہ کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان تصاویر میں سے بعض تصاویر کی اکابر کی طرف نسبت مخدوش ہے، ایسی صورت میں تصویر کا اس بزرگ کی طرف منسوب کرنا بہتان ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے ہمارے اکابر میں سے بعض نے جس زمانہ میں کیمرہ کی ایجاد ہوئی، اس وقت اسکے ذریعے فوٹو لینے اور ہاتھ کے ذریعے تصویر سازی میں فرق کیا ہو (کہ ہاتھ کے ذریعے تصویر سازی کے ممنوع ہونے اور کیمرہ سے تصویر کشی کے غیر ممنوع ہونے کے قائل ہوئے ہوں) لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فرق کسی قوی بنیاد پر مبنی نہیں ہے، اسلیے کہ شرعاً یہ بات طے شدہ ہے کہ جو چیز اصل میں حرام یا غیر مشروع ہو، تو آلہ کے بدلنے سے کا حکم نہیں بدلے گا، خمر (شراب) حرام ہے۔ اب چاہے وہ ہاتھ سے تیار کیا گیا ہو، چاہے جدید مشینوں سے۔ اسی طرح قتل حرام ہے چاہے آدمی چھری سے قتل کرے چاہے گولی سے۔ ٹھیک اسی طرح تصویر کے بنانے اور تصویر کے رکھنے سے شرع نے منع کیا ہے۔ تو اب چاہیے وہ نقاش کے برش سے بنائی گئی ہو، اور چاہے فوٹو گرافی کے آلات سے تیار کی گئی ہو۔"والواقع ان التفريق بين الصور المرسومة والصور الشمسية" الخ (تکملۃ فتح الملہم ۴/ ۱۶۳)

چوتھی بات یہ ہے کہ ہمارے اکابر میں سے جو اس وقت جواز کے قائل ہوئے ہوں، ممکن ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کرلیا ہو چنانچہ علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی قدس سرہ اپنے اجل مسترشد محقق العصر مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب دامت برکاتھم العالیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

" جیسا کہ علماء حق کا ہمیشہ سے یہ شیوہ اور طرز عمل رہا ہے کہ جونہی اپنی فروگزاشت پر نظر پڑی، فوراً رجوع کرلیا، اور اسکو عار یا اپنی سبکی نہیں سمجھا، بلکہ اپنے آپ کو دارین کے مواخذہ سے محفوظ رکھنے پر توجہ فرمائی۔ چنانچہ ان ہر دو اکابر (حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نور اللہ قبورھما) نے

پہلے تو تصویر کے جواز پر فتویٰ دیا مگر بعد میں بفضل خداوندی اس سے رجوع فرمایا۔ 1919ء میں حضرت مولانا سیلمان ندوی صاحب نے تصویر کے جواز کے بارے میں مضمون لکھا تھا، لیکن جنوری 1943ء کے معارف میں حق پسندی کی جرات کے ساتھ رجوع واعتراف کے زیر عنوان انہوں نے اپنے مسلک سے رجوع کا اعلان شائع فرمایا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا دلیرانہ اعلان بھی ملاحظہ ہو: "تصویر کا کھینچوانا، رکھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھینچوائی تھی اور "الھلال" کو باتصویر نکالا تھا۔ اب اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں میری پچھلی غلطیوں کو چھپانا چاہیے نہ کہ ازسرنو تشہیر کرنا چاہیے۔" (تذکرہ ابوالکلام آزاد ۸۔ کشکول معرفت ۱۲۵/۲)

پانچویں بات یہ ہے کہ کسی عالم دین اور بزرگ کا فوٹو شائع ہونے سے یہ خیال کر لینا کہ جس کا فوٹو ہے اس نے اپنے علم واختیار سے دیا ہوگا، یا اس کے نزدیک فوٹو کی تصویر (کیمرہ کی تصویر) جائز ہے، یہ ثابت نہیں ہوتا، چنانچہ مدراس انڈیا سے شائع ہونے والے "بدرالاسلام" نامی اخبار میں جب مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور سابق ناظم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نوراللہ قبورھما کی طرف منسوب فوٹو شائع ہوئے، تو حضرت مفتی صاحب سے اس بارے میں سوال کیا گیا، حضرت مفتی صاحب نے فوٹو کی ممانعت کے شرعی حکم کو واضح کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

"اما اشاعة بعض الجرائد تمثال فوتو غراف بصورنا فنحن لاندري من اخذها واين اخذها ومتى اخذها ولا يخفى ان اخذ رسم الفوتو غراف لايحتاج الى علم صاحب الصورة فان الا حد يتمكن من اخذها مع غفلة صاحب الصورة وكذالك اخذ مثالنا من اخذها"

"یعنی بعض رسائل نے جو ہمارا فوٹو شائع کیا ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارا فوٹو کس نے لیا؟ کہاں لیا؟ اور کب لیا؟ اور ظاہر ہے کہ فوٹو لینے کے لیے صاحب تصویر کا علم ضروری نہیں ہے، کسی آدمی کا فوٹو اسکی بےخبری میں لیا جا سکتا ہے اور ہمارا فوٹو بھی جس نے لیا ہے ہماری بےخبری ہی میں لیا ہے"۔ (کفایت المفتی ۲۳۷/۹)

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضرت موصوف تحریر فرماتے ہیں کسی کا فوٹو شائع ہو جانے سے یہ خیال کر لینا کہ جس کا فوٹو ہے اس نے اپنے علم واختیار سے دیا ہوگا، یا اس کے نزدیک فوٹو کی تصویر جائز ہے ناواقفیت یا تعصب کا نتیجہ ہے۔ (کفایت المفتی ۲۴۵/۹)

چھٹی بات یہ ہے کہ ممکن ہے وہ اکابر بلا حاجت شدیدہ تصویر کی ممانعت کے قائل ہوں، پھر کسی حاجت شدیدہ معتبرہ عندالشرع کی وجہ سے انہوں نے اپنا فوٹو بنوایا ہو، اور وہ فوٹو کسی طرح کسی کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

ساتویں بات یہ ہے کہ جن اکابر کے فوٹو رکھنے اور جمع کرنے کو اپنی سعادت سمجھا جاتا ہے (جو کہ درحقیقت شقاوت ہے) خود ان سے قولاً یا فعلاً فوٹو کی ممانعت وشناعت منقول ہے اور انہوں نے اس سے براءت کا اظہار کیا ہے، چنانچہ حضرت مفتی کفایت اللہ قدس سرہ کی تحریر آپ کی نظروں سے گزر چکی۔

حضرت تھانوی قدس سرہ ارقام فرماتے ہیں: ''ان حدیثوں سے (جو حضرت والا نے اس سے قبل تحریر فرمائی ہیں ان سے) تصویر بنانا تصویر رکھنا سب کا حرام ہونا ثابت ہوگیا۔(اسلامی امور منزل فصل ۳۶)

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ، مولانا احمد حسین لاہرپوری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''والا نامہ مع کٹنگ فوٹو پہنچا یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں نے خود اپنے علم وارادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھینچوایا۔ میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اسکو جائز سمجھتا ہوں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اسکے ذمہ دار ہیں''۔(مکتوبات شیخ الاسلام: ۴/ ۲۱۴)

مشہور محدث حضرت مولانا حبیب الرحمان اعظمی صاحب نور اللہ مرقدہ ونفعطراز ہیں'' جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس سورت میں نئے تعلیم یافتہ چند نوجوانوں نے سٹیج کا (جس پر حضرت مدنی قدس سرہ اور دوسرے علماء تشریف فرما تھے) فوٹو لینے کی کوشش کی تو حضرت مدنی قدس سرہ نے نہایت گرجدار آواز میں انکو ڈانٹا اور فوٹو نہیں لینے دیا''۔ (روزنامہ الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ۴۱)

آٹھویں بات یہ ہے کہ یہ سوچا جائے کہ بزعم خود جن اکابر کی تعظیم ومحبت میں ان کے فوٹو جمع کر رہے ہیں اگر وہ اکابر بقید حیات ہوتے اور انکو ہماری اس حرکت کا علم ہوتا تو کیا وہ ہماری اس حرکت سے جو کہ سراسر خلاف شرع ہے خوش ہوتے؟ اور اسے اپنی تعظیم سمجھتے؟ ظاہر ہے کہ وہ ہرگز خوش نہ ہوتے اور اپنی محبت کے خلاف سمجھتے، اسلیے کہ ہمارے اکابر اتباع شرع سے خوش ہوتے تھے اور احکام شرع کی خلاف ورزی سے انکو قلبی اذیت وکوفت ہوتی تھی، تو یہ بھی خوب محبت وتعظیم ہے کہ محبوب ومعظم شخصیت کے لیے جو امر دل آزاری کا باعث ہے وہ ہمارے لیے مایہ افتخار بنا ہوا ہے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں بزرگوں کے فوٹو ہیں۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

نویں بات یہ ہے کہ بعض لوگ اکابرین کے فوٹو رکھنے اور جمع کرنے کو باعث برکت سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ فعل باعث برکت نہیں ہے بلکہ یہ تو باعث نحوست ہے، کیونکہ اس سے بنص حدیث صحیح ''**لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة**'' ملائکہ رحمت کا آنا موقوف ہو جاتا ہے۔

دسویں بات یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تصویر سازی اور تصویر داری کی ممانعت کا حکم محدود وقت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ قیامت تک کے لیے ہے (حاجات شدیدہ اپنی جگہ مستثنیٰ ہیں جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا ہے) اور یہ حکم ممانعت عوام وخواص دونوں کے لیے ہے۔

بعض خواص یہ سمجھتے ہیں کہ جاندار کی تصویر داری کی حرمت اسلیے ہے کہ کہیں شرک کا سلسلہ شروع نہ ہو جائے اور ہم تو ایسا کرنیوالے نہیں ہیں، اس لیے بزرگوں کے فوٹو جمع کرنے کا ہمارا عمل ممانعت کے ذیل میں نہیں آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ خیال فاسد ہے، اولاً تو اسلیے کہ ہمارے پاس شرک سے مامون ومحفوظ رہنے کی کوئی ضمانت اور گارنٹی نہیں ہے۔ ''**الایمان بین الخوف والرجاء**'' ہر آن پیش نظر رہے۔ ثانیاً: اسلیے کہ ہوسکتا ہے ہم ان تصویر سے شرک میں مبتلا نہ ہوں، لیکن ہماری نسل کے بارے میں احتمال ہے

کہ ہماری چھوڑی ہوئی تصویر ان میں سے کسی کے لیے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن جائے" والدال علی الشر کفاعلہ" ثالثاً اسے یہ ممانعت نے علت شرک کا ہی ایک سبب مان لیا، حالانکہ اسکی کئی ایک اسباب ہیں (ملاحظہ ہو احکام القرآن تھانوی 517/3) جن میں سے ملائکہ رحمت کا اسے ناپسند کرنا ہے وہ سبب تو اب بھی پایا جارہا ہے، پھر کیسے ہمارا عمل ممانعت کے ذیل میں نہیں آئے گا؟ بالفاظ دیگر کہا جاسکتا ہے کہ

سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جاست

سطور بالا سے بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ بزرگوں کے فوٹو محبت و تعظیم کے لیے یا برکت کے لیے رکھنے اور جمع کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تو اب جو لوگ تائب ہوکر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ پھر ان تصاویر کے ساتھ جو ہمارے پاس ہیں، ہم کیا سلوک کریں؟ تو ان کے لیے "الافاضات الیومیہ ج ۷ کا ملفوظ نمبر ۲۴۴ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے وہ اپنے سوال کا حل بآسانی نکال سکیں گے۔

ایک صاحب نے (حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے) عرض کیا کہ حضرت! ایک صاحب کے پاس حضور ﷺ کے نامزد حضور کی تصویر ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ (حضرت حکیم الامت قدس سرہ) نے فرمایا کہ حضرت مولانا (شاہ اسماعیل) شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی ایسی ہی بات پیش آئی تھی، ایک شخص نے آخر حضرت شہید صاحب سے سوال کیا کہ میرے پاس ایک تصویر ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ نامزد ہے، میں اس کے ساتھ کیا معاملہ اور کیا برتاؤ کروں؟ فرمایا: معاملہ کیا ہوتا؟ حضور کے نامزد ہونے سے حکم شرعی نہیں بدلتا، پھر یہ شخص حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے پاس پہنچا اور یہی عرض کیا حضرت شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ جاندار ہے یا بے جان؟ عرض کیا کہ بے جان۔ فرمایا کہ جب صاحب تصویر بے جان ہوگئے تھے، کیا معاملہ کیا گیا تھا؟ عرض کیا کہ غسل و کفن دے کر دفن کردیا گیا تھا، فرمایا: تم بھی ایسا ہی کرو، کیوڑے اور گلاب سے غسل دو، اور بہت قیمتی کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کردو، جہاں کسی کا پاؤں نہ آئے، بات ایک ہی ہے کہ محو کردی جائے مگر عنوان کا فرق ہے، دوسرے طریق کا اختیار کرنا سہل ہوگیا پھر بتدریج اول طریقہ گوارا ہوجائے گا۔ یہ حکایت سن کر پھر سائل نے (حضرت حکیم الامت سے) عرض کیا کہ جن کے پاس وہ تصویر ہے وہ صاحب یہ کہتے تھے کہ اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور حضرت کے سپرد کر کے چلا آؤں گا، حضرت جو معاملہ چاہیں اسکے ساتھ فرمائیں، فرمایا: کہ ہیں بڑے ہوشیار، اپنے نزدیک وہ باادب رہنا چاہتے ہیں، خیر کوئی حرج نہیں میں ہی اس میں کیا کروں گا جو شریعت کا حکم ہے وہی کروں گا، یہاں ایک طرف تو ہے ھذا امتثال رسول اللہ ﷺ اور ایک طرف ہے ھذا صنم رسول اللہ ﷺ دیکھ لو، کون مقدم ہے؟ اور ایک اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کے سامنے اگر یہ پیش کی جاتی تو حضور ﷺ کیا معاملہ فرماتے؟ ظاہر ہے کہ اتنا بھی نہ فرماتے جتنا حضرت شاہ صاحب نے فرمایا بلکہ مولانا

شہید ہی جیسا فتوی اور عمل فرماتے پھر فرمایا (حکیم الامت قدس سرہ) نے کہ حضرت مولانا شہید اور حضرت شاہ صاحب کی تجویزوں میں یہ فرق ہے کہ ایک کا نفع عام ہے اور ایک کا نفع تام، حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز کا نفع عام ہے اور حضرت شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نفع تام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نفع عام سے نفع تام افضل ہے، گو نفع عام اسہل ہے۔ (الافاضات الیومیہ ۷/ ۲۵۴)

ایک اور ملفوظ کا مفہوم ملاحظہ ہو: ''حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے ایک مرتبہ عتولی (ایک بستی کا نام ہے) میں رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نامزد تصاویر جو حیدر آباد سے آئی تھیں، کے احترام کے بارے میں پوچھ گیا تو حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ وہ احترام کے قابل نہیں ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ سے نکالی جانے والی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر کے ساتھ اور تصاویر کی طرح معاملہ کیا تھا (یعنی انکا ازالہ فرمایا تھا) ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ طبیعت احترام کرنے کو چاہتی ہے، لیکن حکم شرعی کے مقابلہ میں طبیعت کو ترجیح و دخل نہیں دینا چاہیے حکم کو ماننے ہی میں احترام ہے'' واللہ الموفق للصواب۔ (فقہی جواہر:۵۳)

فقہاء کا مقام اور ان کی مقبولیت

سچ تو یہ ہے کہ فقہاء کا مقام سب سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کے خواص کو پہچانتے ہیں بخلاف حکماء کے، ان کی نظر صرف اجسام کے خواص پر محصور ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ دو فرقے دین کے محافظ ہیں۔ (۱) فقہاء، (۲) صوفیاء اور فقہاء کا وجود تو مسلمانوں کے حق میں بہت بڑی نعمت تھی۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کو خبر نہیں کہ میرے ساتھ خدا کو کیا منظور ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" جس کے ساتھ خدا کو بھلائی کا ارادہ ہوتا ہے اس کو دین کی سمجھ یعنی فقہ عطا کرتے ہیں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: مجھ کو حق تعالی کے سامنے پیش کیا گیا تو حق تعالی نے فرمایا: اے محمد! مانگو، کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میری مغفرت کر دی جائے، جواب ملا، کہ اگر ہم تم کو بخشنا نہ چاہتے تو فقہ عطا نہ کرتے۔ ہم نے تم کو فقہ اسی لیے عطا کیا تھا کہ تم کو بخشنا منظور تھا۔ لیکن اس سے مامون العاقبۃ ہونا لازم نہیں آتا۔ یعنی یہ نہ سمجھا جائے کہ فقہاء پر سوء خاتمہ کا اندیشہ بالکل نہیں۔ اس لیے مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں کیونکہ اگر حق تعالی فقیہ کو عذاب دینا چاہیں گے تو فقہ کو اس سے سلب کر لیں گے۔ (تحفۃ العلماء:۲/ ۵۸۴)

ہماری اور فقہاء کی مثال

فقہاء بھی اپنی تحقیق پر ضابطہ کے دلائل بیان کرتے ہیں مگر ان دلائل کی مثال ایسی ہے جیسے آنکھوں والا عصا لے کر چلے تو اس کا چلنا عصا پر موقوف نہیں۔ فقہاء کو حق تعالی نے آنکھیں عطا فرمائی تھیں۔ جس کو

ذوق اجتہادی کہتے ہیں، ان کو ضرورت ان عصاؤں کی نہ تھی مگر ہم کو ضرورت ہے۔

ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا، اس کے سہارے کا مدار ہی عصا پر ہے۔ اگر وہ عصا کے بغیر چلے تو وہ خندق میں گر جائے۔

بعض باتیں وجدانی اور ذوقی ہوتی ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا۔ ذوق صحیح کس طرح پیدا ہو؟ فرمایا: اہل ذوق کی خدمت سے پیدا ہوتا ہے۔ (حوالہ بالا)

ایک علمی مناظرہ

یاقوت حموی، معجم الادباء میں ابن حزم علی بن احمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہتے ہیں کہ ایک دن ابن حزم کی ملاقات فقیہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی، صاحب تصانیف کثیرہ سے ہوگئی، اتفاق سے دونوں میں کسی مسئلہ پر بحث ومباحثہ ہوا، اور اس نے مناظرہ کی شکل اختیار کر لی، جب وہ ختم ہوا تو فقیہ ابوالولید باجی نے ابن حزم سے کہا: (اس تیزی کا کلام اور بحث ومناظرہ پر) مجھے معذور سمجھیے، اس لیے کہ میرا اکثر مطالعہ پہرہ دار کے چراغ کی روشنی میں ہوا ہے۔

ابن حزم نے کہا: مجھے بھی معذور سمجھیے، اس لیے کہ میرا اکثر مطالعہ سیم وزر کے بنے چراغوں کی روشنی میں ہوا ہے۔

یاقوت حموی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: درحقیقت ابن حزم کا اشارہ اس طرف تھا کہ تونگری وخوشحالی، حصول علم سے روکنے اور اسے کھونے والی چیز ہے۔ (صبر واستقامت کے پیکر)

دو نمازوں کو جمع کرنا

دو نمازوں کو جمع کرنا، یعنی ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھنا، پھر اس کے ختم پر وقت عصر آگیا تو اس کو پڑھنا، اور اسی طرح مغرب وعشاء میں کرنا، مریض ومسافر کو ضرورۃً جائز ہے، اسے جمع صوری اور جمع فعلی کہتے ہیں، لیکن جمع وقتی اور حقیقی جیسے کہ عرفات میں ظہر کے وقت عصر پڑھی جاتی ہے۔ اور مزدلفہ میں عشاء کے وقت مغرب پڑھی جاتی ہے، اس طرح کسی اور صورت میں جائز نہیں۔ (قدوری باب صلاۃ المسافر:۳۸)

اذان کا جواب

نماز کی چند اذانیں سنے تو پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے، باقی اذانوں کا جواب ضروری نہیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے۔ (ردالمحتار ۲۶۸/۱)

احترام اذان

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ایک زمانے میں دارالعلوم کی مسجد کے مؤذن جان محمد مرحوم ترکی تھے جب وہ اذان کہتے تھے تو لاؤڈ اسپیکر نہ ہونے کے باوجود بلاتکلف ان کی اذان اسٹیشن سے سنی جاتی تھی ان کی آواز اتنی تیز تھی کہ کافی دور تک جاتی تھی جب ان کی اذان شروع ہوتی تھی تو بہت

سے جنہوں ادب سے بیٹھ جایا کرتے تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کا نام لیا جا رہا ہے۔ (جواہر حکمت)

رونے سے ایک کی نماز فاسد اور ایک کی صحیح

ایک شخص وہ جو درد و مصیبت کی وجہ سے رویا، اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور دوسرا جنت یا جہنم کے ذکر سے رویا، اس لیے اس کی نماز نہیں فاسد ہوئی۔ (فتاویٰ عالمگیری ۱/۹۴)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے کثرتِ علم کا سبب

ابن مدینی کہتے ہیں: امام شعبی سے کسی نے پوچھا: آپ کو اتنا بہت سا علم کہاں سے آگیا؟ انہوں نے کہا: چار باتوں کی وجہ سے۔ (۱) کسی (کاپی یا کتاب کے) بھروسہ پر نہ رہنا۔ (۲) طلب علم کے لیے شہروں میں گھومنا۔ (۳) جمادات کی طرح صبر سے کام لینا (۴) کوے کی مانند صبح سویرے اٹھنا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۸۱)

طلب علم کے لیے سفر کو ترجیح دینا

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ایک شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے، آیا وہ اس کے لیے مختلف مقامات کا سفر کرے یا کسی ایک ہی زبردست عالم سے وابستہ رہے؟

انہوں نے فرمایا: سفر کرے، اور مختلف شہروں کے علماء کے پاس جا کر ان کے علوم قلمبند کرے اور لوگوں کو سونگھ سونگھ کر ان سے علم حاصل کرے۔ (فتح الباری: ۱/۱۵۹)

عقل وفہم اور تفقہ فی الدین پیدا کرنے کا طریقہ

کھلی ہوئی بات ہے، جب چاہو تجربہ کر لو۔ ملنا جلنا کم کر دو، ادھر ادھر فضول دیکھنا بھالنا بند کر دو، معاصی سے اجتناب کرو، اس سے خود بخود فہم اور عقل میں نورانیت پیدا ہوگی۔ جو لوگ بک بک بہت کرتے ہیں۔ ان کا فہم اور ان کی عقل برباد ہو جاتی ہے، ادھر ادھر دیکھنے بھالنے سے اور معاصی سے حواس منتشر ہو جاتے ہیں، عقل خراب ہو جاتی ہے، مشاہدہ کی بات ہے۔ (حسن العزیز: ۱/۴۰۳)

اردو کی شرعی حیثیت

اس وقت اردو زبان کی حفاظت، دین کی حفاظت ہے، اس بناء پر یہ حفاظت حسب استطاعت واجب ہوگی۔ اور باوجود قدرت کے اس میں غفلت اور سستی کرنا معصیت اور موجب مواخذہ آخرت ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (تحفۃ العلماء: ۱/۲۵۴ بحوالہ البدائع)

تفقہ فی الدین کی حقیقت

تفقہ فی الدین تو اور چیز ہے اگر وہ صرف الفاظ کا سمجھنا ہوتا تو کفار بھی تو الفاظ سمجھتے تھے، وہ بھی فقیہ ہوتے اور اہل خیر ہوتے۔ تفقہ فی الدین یہ ہے کہ الفاظ کے ساتھ دین کی حقیقت کی پوری معرفت ہو۔ سو ایسے لوگ حنفیہ میں بکثرت ہیں۔ (حسن العزیز: ۴/۳۲۹)

''دابۃ'' کا فقہی مسئلہ

اگر کسی آدمی نے کسی کے لیے ''دابۃ'' کی وصیت کی تو اس سے مراد گھوڑا، گدھا اور خچر ہوں گے۔ اس سلیے کہ ''دابۃ'' ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو زمین پر چلتی ہے لیکن عرفِ عام میں یہ لفظ صرف چوپاؤں کے لیے مستعمل ہے، اس لیے عرف کے اعتبار سے ہی وصیت پر عمل کیا جائے گا، اور اگر ایک شہر میں عرف ثابت ہو گیا تو یہی عرف دوسرے شہروں میں قابلِ قبول ہوگا۔ جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ ''دابۃ'' پر سواری نہیں کرے گا پس اگر وہ شخص کسی کافر پر سوار ہو گیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کافر کے لیے بھی ''دابۃ'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے قسم اٹھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا، لیکن اس نے چاول کی روٹی کھالی تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ابن سریج نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اہلِ مصر کے عرف پر محمول کیا ہے کہ اگر سواری سے ان کی مراد تمام جانور ہیں تو لفظ ''دابۃ'' سے بھی وہی مراد ہوگا۔ لیکن اگر عرفِ عام میں ''دابۃ'' سے مراد گھوڑا ہو، تو پھر جس کے لیے وصیت کی گئی ہے اسے گھوڑا ہی دیا جائے گا، جیسا کہ اہلِ عراق کا طریقہ ہے، لفظ ''دابۃ'' کے مفہوم میں چھوٹا، بڑا، مذکر و مؤنث، عمدہ و خراب ہر قسم کا جانور شامل ہوگا۔

متولی کا قول ہے کہ وصیت میں ہر وہ جانور دیا جائے گا جس پر سواری ممکن ہو۔ (حیوۃ الحیوان: ۲/۴۹)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک قصہ

مناقب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے آپ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کس لیے پیدا فرمایا ہے؟ پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ بادشاہوں کو ذلیل کرنے کے لیے۔ پس مامون ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ مکھی میرے جسم پر بیٹھی ہے۔ پس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی ہاں! جب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا، لیکن جب میں نے دیکھا کہ مکھی آپ کے جسم کے اس حصہ پر بیٹھی ہے جہاں کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آپ کے سوال کا جواب منکشف فرما دیا۔ پس خلیفہ مامون الرشید نے کہا، کہ اللہ کی قسم! آپ نے بہت عمدہ جواب دیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۲/۱۰۵)

ف: شفاء الصدور اور تاریخ ابن نجار میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک اور لباس مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ (ایضاً)

مرغی کے متعلق فقہی مسائل

۱)..... فتاویٰ قاضی حسین میں مرقوم ہے کہ اگر آدمی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ اگر تو نے یہ مرغیاں فروخت نہ کیں تو تجھے طلاق ہے۔ پس اگر عورت نے ان مرغیوں میں سے ایک مرغی ذبح کر دی تو اس پر

طلاق پڑ جائے گی۔ اور اگر اس عورت نے مرغی کو زخمی کیا، پھر فروخت کر دیا تو پھر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ پس اگر اس عورت نے مرغی کو شدید زخمی کر دیا کہ اسے ذبح کرنے کی گنجائش نہ رہے تو پھر بیع صحیح نہیں ہوگی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

۲) ایسی مرغی جس کے پیٹ میں انڈے ہوں تو اس کو انڈوں کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ایسی بکری کو جس کے تھنوں میں دودھ ہو، دودھ کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۳) وہ انڈہ جو مردہ پرندے کے پیٹ میں ہو، اس کے متعلق فقہاء کرام کے تین مذاہب ہیں۔ پہلا مذہب جس کو الماوردی، رویانی اور ابوالقطان، ابوالفیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، یہ ہے۔ اگر وہ انڈہ سخت ہو تو پاک ہے، ورنہ نجس ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ وہ انڈہ مطلقاً پاک ہے، کیونکہ وہ پیٹ سے جدا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ وہ انڈہ مطلقاً نجس ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ پرندے کے پیٹ سے خارج ہونے سے پہلے انڈہ ایک جزو کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۶۵/۲)

بکری کے بچہ کی پرورش کتیا کے دودھ سے

اگر بکری کے بچہ کی پرورش کتیا کے دودھ سے ہوئی ہو، تو وہ شرعی اعتبار سے ''جلالہ'' جانوروں کی طرح ہے۔ اسکا گوشت کھانا مکروہ ہے، لیکن اس کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ صاحب ''الشرح الکبیر'' اور ''الروضۃ'' اور ''المنہاج'' کے مصنف نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے۔ نیز الرویانی اور اہل عراق کا بھی اس پر عمل ہے۔ ابواسحٰق مروزی نے کہا ہے کہ (بکری کا وہ بچہ جس کی پرورش کتیا کے دودھ سے ہوئی ہو) اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جلالہ'' جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جن کی غذا نجاست وغیرہ ہو، اور وہ گندگی وغیرہ کے ڈھیر پر پھرتے رہتے ہوں، چاہے وہ اونٹ ہو، بیل ہو، گائے ہو یا بکری ہو یا مرغی وغیرہ ہو، تحقیق جلالہ جانوروں کا شرعی حکم (حیوۃ الحیوان) باب الدال میں الدجاج کے تحت بیان ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو اسے چند ایام روک کر اس کی حفاظت فرماتے۔ پھر اس کے بعد اس کا گوشت استعمال فرماتے۔ (حیوۃ الحیوان: ۱۷۲/۲)

سب کا تیمم ٹوٹ جائے گا

پانی کے مالک نے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے جو شخص چاہے اس پانی سے وضو کرے، تو اگرچہ وہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں، اس صورت میں سب لوگوں کا تیمم ٹوٹ جائیگا۔

''ان قال صاحب الماء لجماعة من المتيممين ليتوضأ بهذا الماء ايكم شاء على الانفراد والماء يكفي لكل واحد منفرد اينتقض تيمم كل واحد'' (شرح وقایہ: ۹۶/۱)

مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی

اگر مجوسی، مچھلی کا شکار کرے تو وہ مچھلی پاک ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا، کہ وہ مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی کو کھالیا کرتے تھے۔ اور انکے دل میں کوئی چیز نہیں کھٹکتی تھی۔ اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ٹڈی کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۱۹۵/۲)

مچھلی کو ذبح کرنا مکروہ ہے

مچھلی کو ذبح کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ بہت بڑی ہو تو اس کو ذبح کر لینا مستحب ہے تاکہ اس کی آلائش خون کی شکل میں جاری ہو جائے۔ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ چھوٹی مچھلی کو بغیر اس کی آلائش صاف کیے ہوئے پکالیا گیا ہو اور اس کی آلائش اس کے بطن سے نہ نکلی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ رویانی نے کہا ہے کہ میرے نزدیک ایسی مچھلی طاہر ہے اور قفال کا بھی یہی قول ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۱۵۹/۲)

قسم کھا کر حانث نہ ہو جانا

اگر انسان قسم اٹھائے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو وہ مچھلی کا گوشت کھانے پر حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ عرف عام میں مچھلی پر لحم (گوشت) کا اطلاق نہیں ہوتا، اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں 'لحما طریا' فرما کر مچھلی پر گوشت کا اطلاق کیا ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی سورج کی روشنی میں بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا جو یہ قسم اٹھائے کہ وہ چراغ کی روشنی میں نہیں بیٹھے گا، اگرچہ سورج کو اللہ تعالیٰ نے چراغ کا نام دیا ہے۔

اسی طرح وہ شخص بھی زمین پر بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا، جو یہ قسم اٹھائے کہ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش سے تعبیر کیا ہے لیکن عرف عام میں فرش کا اطلاق زمین پر نہیں ہوتا۔ (ایضاً)

انڈے چھین کر اپنی مرغی کے نیچے رکھنا

جب کوئی آدمی کسی سے انڈے چھین کر اپنی مرغی کے ذریعے ان انڈوں سے بچے نکلوالے، تو ان بچوں کا مالک وہ شخص ہوگا جو انڈوں کا مالک ہے اور یہ بچے "عین المغصوب" ہیں۔ جن کا واپس کرنا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غاصب انڈوں کی قیمت کا ضامن ہوگا، بچوں کو نہیں لوٹائے گا، کیونکہ بچے انڈوں کے علاوہ ایک دوسری مخلوق ہیں۔ انڈے تو ضائع ہو گئے ہیں۔ اب ان کا ضمان واجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مومنون میں فرمایا ﴿ثُمَّ اَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ﴾۔ (حیوۃ الحیوان: ۵۰۴/۲)

مینڈک کے متعلق فقہی مسائل

اگر پانی میں مینڈک کی موت واقع ہو جائے تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے، جیسے دوسرے غیر ماکول

جانوروں کی ہلاکت سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔ ''الکفایۃ'' میں ماوردی کے حوالہ سے ایک قول یہ نقل کیا گیا ہے، کہ پانی میں مینڈک کی موت سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس حوالہ کو غلط قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ''الحاوی'' اور دیگر کتب میں اس قول کا ذکر نہیں ملتا۔ جب مینڈک ماقلیل (تھوڑے پانی) میں مرجائے تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مینڈک کو غیر ماکول تسلیم کرتے ہیں تو بغیر کسی اختلاف کے پانی مینڈک کی موت سے نجس ہوجائے گا اور الماوردی نے اسکے متعلق دو قول نقل کیے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ دیگر نجاستوں کی طرح مینڈک کی موت سے بھی پانی نجس ہوجائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پسو کے خون کی طرح مینڈک کا پانی میں مرجانا معاف ہوگا۔ اس سے پانی نجس نہیں ہوگا۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (حیوۃ الحیوان:۲/۵۰۴)

مینڈکوں کے شور سے حفاظت کی ترکیب

(جب مینڈک کے فقہی مسائل کا ذکر ہوا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلچسپ بات بھی ذکر کی جائے) قزوینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں موصل میں تھا۔ اور ہمارے دوست نے اپنے باغ میں حوض کے قریب ایک قیام گاہ بنوائی تھی، اور میں بھی اپنے دوست کیساتھ اسکے باغ میں بیٹھا تھا۔ پس اس حوض میں مینڈک پیدا ہوگئے۔ جن کی ٹرٹراہٹ (ٹریں ٹریں کی آوازیں) گھر والوں کے لئے باعث اذیت تھی۔ پس وہ مینڈکوں کے شور کو ختم کرنے سے عاجز آگئے، یہاں تک کہ ایک آدمی آگیا تو اس نے کہا کہ ایک طشت اوندھا کر کے حوض کے پانی پر رکھ دو۔ پس گھر والوں نے ایسا ہی کیا، پس اسکے بعد پھر مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آواز سنائی نہیں دی۔

محمد بن زکریا رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب پانی میں مینڈکوں کی کثرت ہوجائے، تو اس پانی پر طشت میں چراغ جلا کر رکھ دیا جائے، تو مینڈک خاموش ہوجائیں گے اور پھر انکی آواز کبھی بھی سنائی نہیں دے گی۔ (حوالہ بالا)

انزال منی سے وجوب غسل اور پیشاب وغیرہ سے عدم وجوب غسل

اس کی عقلی وجہیں تین ہیں۔

۱)......انزال منی کیساتھ قضاء شہوت میں ایسی لذت کا حصول ہوتا ہے کہ جس سے پورا بدن نفع مند ہوتا ہے، اس لیے اس نعمت کے شکریہ میں پورے بدن کے غسل کا حکم ہوا، اسی سبب سے وجوب غسل کے لیے خروج منی ''علی وجہ الدفق والشہوۃ'' کی قید ہے کہ بغیر انکے لذت کا حصول نہیں ہوتا، اسی لیے اس صورت میں وضو واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل۔

۲)......جنابت پورے بدن کی قوت سے حاصل ہوتی ہے، اس لیے اسکی زیادتی کا اثر پورے جسم سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا جنابت سے پورا بدن ظاہر و باطن بقدر امکان دھونے کا حکم ہوا۔ اور یہ باتیں

پیشاب وغیرہ میں نہیں پائی جاتی ہیں۔

(۳) نماز یعنی بارگاہ الٰہی میں حاضری کے لئے کمال نظافت چاہیے اور کمال نظافت پورے بدن کے غسل ہی سے حاصل ہوگا، مگر پیشاب وغیرہ جسکا وقوع کثیر ہے، اس میں خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بندوں کی آسانی کے لئے وضو کو غسل کے قائم مقام کردیا اور جنابت کا وقوع چونکہ کم ہے اس لئے اس میں پورے بدن کا دھونا لازم قرار دیا۔ (عجائب الفقہ بحوالہ بدائع الصنائع ۳۶/۱)

وہ خون جو اپنے لیے پاک، دوسرے کے لئے ناپاک

شہید کا خون جو خود اس کے لئے پاک ہے اور دوسرے کے لئے ناپاک ہے "دم الشهيد طاهر في حق نفسه نجس في حق غيره" (الاشباہ والنظائر: ۸۶)

ف: لہذا شہید کا خون کسی کو لگ گیا اور خون کی مقدار درہم سے زیادہ ہوئی تو اس کو دھونا ضروری ہوگا۔ (مؤلف)

دس خون پاک ہوتے ہیں

(۱) شہید کا خون (۲) وہ خون جو ذبح کے بعد گوشت میں رہ گیا (۳) وہ خون جو ذبح کے بعد رگوں میں باقی رہ گیا (۴) جگر اور تلی کا خون (۵) دل کا خون (۶) وہ خون جو انسان کے بدن سے بہا نہیں (۷) کھٹمل کا خون (۸) پسو کا خون (۹) کلنی کا خون (۱۰) مچھلی کا خون۔ (الاشباہ والنظائر: ۱۶۷)

طلباء کو کتابیں دینا

لوگ قرآن کے وقف کرنے کو بہت ثواب سمجھتے ہیں۔ فقہ کی کتاب "ھدایہ" وقف کرنے کو کوئی ثواب نہیں سمجھتا اگرچہ لینے والا قرآن کو پڑھے بھی نہ۔ کیونکہ قرآن اس قدر طبع ہوگئے ہیں کہ کوئی ان کو پڑھتا بھی نہیں۔ ہر عمل اپنے آثار اور غایت کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے۔ ہر عمل کی غایت دیکھنا چاہیے لیکن عوام الناس اسکو نہیں سمجھتے۔ (دعوات عبدیت: ۵۶/۹)

مدرس کی شرعی وفقہی حیثیت

مدرسی عقد اجارہ ہے۔ یہ (مدرس) اجیر خاص ہے، تسلیم نفس سے استحقاق اجر ہوجائے گا، پس اگر یہ اس وقت میں حاضر رہا تو مستحق ہے ورنہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ: ۳۴/۶)

مہتمم ومدرس کی تنخواہ کی فقہی حیثیت

ہر تنخواہ اجرت نہیں بلکہ بعض تنخواہ حق احتباس بھی ہوتی ہے، جیسے بیوی کا نفقہ اور رزق القاضی وغیرہ۔ ہاں! اجرت اور نفقہ میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ نفقہ میں تعین نہیں ہوتا بلکہ اس میں قدر ضرورت کا استحقاق ہوتا ہے، زیادہ کا استحقاق نہیں ہوتا، مگر کبھی نفقہ زوجہ میں بھی فرض (تعین) جائز ہے، تاکہ نزاع نہ

ہو اور جانبین کے مصالح محفوظ رہیں، اس تعین سے وہ نفقہ ہونے سے نہیں نکل جاتا۔ چنانچہ نفقہ زوجہ فرض قاضی کے بعد نفقہ ہی رہتا ہے، اسی طرح اگر مدرسین کی تنخواہ معین ہو تو محض تعیین سے وہ تنخواہ اجرت تعلیم نہ ہوگی بلکہ حق احتباس اور نفقہ میں داخل رہے گی، مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ کس کی تنخواہ تو اجرت ہے اور کس کی تنخواہ نفقہ ہے؟ اگر تنخواہ اجرت ہے تو گناہ اسمیں بھی نہیں کیونکہ متاخرین کا فتویٰ جواز پر ہو چکا ہے مگر اسکو تعلیم و تدریس میں ثواب بھی کچھ نہیں کیونکہ اسکا مقصود معنی تنخواہ ہے اس حالت میں یہ تعلیم طاعت نہیں غایت مافی الباب ایک عمل مباح ہے جس پر اجرت لینا متاخرین کے فتویٰ میں جائز ہے۔ فی نفسہ تعلیم دین طاعت تھی مگر چونکہ اسکی نیت تعلیم دین کی نہیں بلکہ مقصود اجرت ہے اسلیے "لکل امرئ مانوی" کے قاعدہ سے یہ ثواب کا مستحق نہیں"۔ (تحفۃ العلماء ۱/۸۲)

ایک احتیاط

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تین موقعوں پر آواز اونچی کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے: (۱) جنازے کیساتھ (۲) جنگ کے وقت (۳) اللہ کا ذکر کرتے وقت (سیر کبیر ۱/۸۹)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی (یعنی آواز پست کرنے) کو پسند کرتے ہیں": (۱) ذکر و تلاوت کے وقت (۲) جنگ کے وقت (۳) جنازے کے وقت۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۱۹)

علامہ ابن نجیم حنفی عالم ہیں لکھتے ہیں:

جنازے کے ساتھ آواز بلند کرنا، ذکر کے ساتھ ہو یا تلاوت قرآن کے ساتھ یا کسی اور کلمے کے ساتھ، یہ سب مکروہ ہے، اور مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص جنازے کیساتھ آہستہ آواز سے اللہ کا ذکر کرتا رہے تو اس میں حرج نہیں، اسکی اجازت ہے۔ (البحر الرائق ۲/۱۹۹) نوٹ: آجکل جنازوں میں آوازیں بلند کیجاتی ہیں یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے

اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک حاملہ عورت کو جس نے زنا کیا تھا، رجم کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حاملہ عورت کا رجم اسکے وضع حمل کے بعد ہوتا ہے، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ "لولا علی لهلك عمر" (اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود تھے، اسلیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہلاکت سے بچ گئے)۔ (النحو الیسیر: ۱۴۰)

ایک مسئلہ میں دو غلطیاں

عیسیٰ بن ابان ایک مشہور محدث ہیں، زیادہ تر درس حدیث میں مشغول و منہمک رہا کرتے تھے، استنباط

ادبیات وادب کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ ایک دفعہ بغرض حج مکہ مکرمہ، ذی الحجہ کے اول عشرہ میں پہنچے اور ایک ماہ اقامت کی نیت کر کے نماز قصر کی بجائے اتمام کرنے لگے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے انکو متنبہ کیا کہ ابھی تو آپ مسافر ہیں، اقامت کی نیت آپ کی صحیح نہیں کیونکہ ابھی تو آپ کو منیٰ عرفات جانا ہے، چنانچہ اب قصر کرنے لگے لیکن جب منیٰ سے واپس لوٹے تو بھی قصر کرتے رہے، حالانکہ مکہ مکرمہ میں اب پندرہ یوم سے زائد ٹھہرنا تھا اس قصر پر پھر ٹوکا گیا تو بہت احساس ہوا، اور فرمانے لگے کہ ایک مسئلہ میں مجھ سے دو غلطیاں ہوئیں۔ اس احساس کے بعد حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درس اور مجلس میں شرکت کرنے لگے یہاں تک کہ فقیہ کہلانے لگے۔ (ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات:۱۴۰)

ف: تو ہمیں بھی چاہئے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں شرم محسوس نہ کریں۔ (مؤلف)

عدالت جھک گئی

ایک عالی مرتبہ بزرگ خاتون کو عدالت میں ایک مرد اور ایک عورت کے ہمراہ گواہی دینے کے لئے جانا پڑا، قاضی نے دونوں عورتوں کے بیانات جدا جدا لینے چاہے۔ بزرگ خاتون نے الگ گواہی دینے سے قرآن کی آیت ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرہ:۲۸۲) کی بناء پر انکار کر دیا اور عدالت سے کہا کہ خدا نے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر اس غرض سے قرار دی ہے کہ اگر ایک کوئی بات بھول جائے تو دوسری یاد دلائے، ظاہر ہے کہ جدا جدا گواہی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

قاضی نے اس قرآنی استدلال کو قبول کر لیا اور دونوں خواتین کی گواہی ایک ہی ساتھ لی۔ یہ بزرگ خاتون حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ (حوالہ بالا)

ف: اللہ تعالیٰ آج کی عورتوں کو بھی قرآن فہمی کا ایسا ذوق نصیب فرمائیں۔ (مؤلف)

ایسی سنت جو فرض سے افضل ہے

مسافر کا ماہ رمضان میں روزہ رکھنا، ایسی سنت ہے جو مقیم کے فرض روزے سے افضل ہے۔ اسی طرح جمعہ کی نماز کے لیے اذان سے پہلے جانا، ایسی سنت ہے جو اذان کے بعد جانے کے فرض سے افضل ہے، جیسا کہ شامی:۱/۸۵ میں ہے۔

"صوم المسافر فی رمضان فانه اشق من صوم المقیم فهو افضل مع انه سنة و کالتبکیر الی صلاة الجمعة فانه افضل من الذهاب بعد النداء مع انه سنة و الثانی فرض"

سنت ولیمہ

10 دسمبر 32ء قبل عصر، احقر نے دریافت کیا، کہ کیا ولیمہ تیسرے دن مسنون ہے؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے کہا کہ آج نکاح ہو، تو پرسو ولیمہ ہو؟ فرمایا: ہاں! پھر فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت توسیع

کی ہے، وہ سات دن بھی کہتے ہیں مسلسل۔ میں نے کہا کہ برابر سات دن تک کھلاتا رہے یہ تو نہیں کہ ساتویں روز کھلائے؟ فرمایا: کہ جی ہاں! (ملفوظات محدث کشمیری ص ۱۴۱)

تکفیر کا اصول

بخاری ص ۱۰۲۲ (کتاب استتابۃ المرتدین) کے تحت فرمایا:

بعض جاہل مولوی فقہ کی عبارت سے کہ ۹۹ وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی تو تکفیر نہ کریں گے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی میں ۹۹ کفر ہوں اور ایک اسلام کی چیز تو تکفیر نہ کرو، حالانکہ اس کا حکم یہاں موجود ہے کہ ایک وجہ ہی کفر کی ہو تو کافر ہی ہے۔ اگر چہ ۹۹ وجہ اسلام کی بھی موجود ہوں اور مطلب عبارت فقہ کا یہ ہے کہ کوئی کلمہ کسی ایک کا نقل ہوتا ہوا پہنچا۔ جس میں ۹۹ وجہیں اور احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا بھی ہو تو تکفیر کا حق نہیں ہے۔ پس وہاں ایک کلمہ ہے نہ کہ خود کفر ہوں۔ ۹۹ اس لیے کہ کفر کی تو ایک ہی چیز ہزار اسلام کی چیزوں پر غالب ہوگئی۔ میں نے بہاولپور میں کہا کہ اگر کوئی شخص بیس سال تک عبادت کرے، پھر صرف ایک سجدہ کرے، بت کو، اور مر جائے تو اس کو کافر کہو گے یا مسلمان؟ ایسی واضح چیزوں میں سمجھ کھو بیٹھے ہیں جاہل مولوی۔ ایک بڑے عالم مجھ سے کہنے لگے کہ تاویل کے ساتھ کلمۂ کفر کہے تو کافر نہیں ہوتا، میں نے کہا کہ کس کتاب میں ہے۔ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے، میں سمجھا تھا کہ کسی کتاب کا حوالہ دیں گے تو جواب دوں گا پھر میں نے کہا کہ خیالی درس کی کتاب ہے، اس کے آخری صفحہ پر ہے کہ تاویل ضروریات دین میں غیر معتبر ہے اور مؤول بھی کافر ہے (پوری تفصیل اکفار الملحدین میں کر دی ہے)

فقہ سب سے زیادہ مشکل فن ہے

فرمایا علوم اسلامیہ میں سے فقہ سب سے زیادہ مشکل ہے۔ اور میں (علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ) ہر علم میں اپنی رائے رکھتا ہوں سواء فقہ کے، کہ اس کے اجتہادی مسائل میں تفقہ کرنا میری استطاعت وقدرت سے باہر ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور علامہ شامی مبصر ہیں، لیکن تفقہ میں شاہ صاحب بڑھے ہوئے ہیں اور جزئیات پر حاوی، شامی زیادہ ہیں اور نقل کا سامان بھی ان کے پاس زیادہ ہے۔

شہادت باللہ یا بالطلاق؟

فرمایا: شہادت میں پیش ہونا تو ضروری ہے مگر صرف ''اشہد'' سے شہادت دینا کافی ہے اور حلف طلاق کے لیے تو مجبور کیا ہی نہیں جا سکتا، البتہ حلف باللہ کے لیے کہا جائے گا مگر مجبور اس پر بھی حاکم نہیں کر سکتا ہے۔

فوٹو اور تصویر میں فرق

احقر نے فوٹو کے متعلق دریافت کیا کہ مصری علماء فوٹو اور تصویر میں فرق کرتے ہیں اور اول کو عند الشرع جائز، اور دوم کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ ان کا مسئلہ غلط ہے۔ اور فوٹو اور تصویر کا حکم واحد ہے، باقی ضرورت کے مواقع کا استثناء دوسری چیز ہے (اسی طرح حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا)۔

واجب کا درجہ

فرمایا: فخر الاسلام بزدوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ واجب کے معنی ایسے ہیں کہ مثلاً کوئی شخص کام کو جا رہا ہو، اور دوسرا شخص اس کو اپنا بوجھ دیدے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا، تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ یہ چیز سر پڑ گئی۔ اسی طرح واجبات ہیں کہ فرض تو تھے ہی یہ بھی سر پڑ گئے حالانکہ دلیل ظنی سے ثابت ہوتے ہیں۔
(ملفوظات محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ)

داڑھی کی مقدار

احقر نے داڑھی کی تحدید یک مشت کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحدید نہیں بلکہ عرف پر ہے پھر 27 اکتوبر 31ء کو احقر نے موجودگی مولانا حفظ الرحمن صاحب وغیرہ یہ دریافت کیا کہ یک مشت سے داڑھی کم رکھنے یعنی کٹوانے میں اور منڈوانے میں گناہ برابر ہے یا تشکیک ہے؟ فرمایا کہ منڈوانے میں کترانے سے زیادہ گناہ ہے البتہ اگر جڑ سے کتروائے تو منڈوانے کے ہی برابر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مالکی حج کرنے آتے ہیں جن کی داڑھیاں خس خسی یا منڈی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مغرب کے شافعی حجاج آتے ہیں، جن کی داڑھی منڈی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس قدر عمل شریعت و دین پر رہ گیا۔ حنفیہ حجاج کی عموماً داڑھیاں ہوتی ہیں۔ (ملفوظات محدث کشمیریؒ)

ف: یہ علامہ کشمیریؒ کے زمانہ کی بات ہے، آج کی صورتحال کا خود ہی اندازہ لگالیں۔ (مؤلف)

غیبت سے بچنے کا ایک واقعہ

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م 1014ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ایک بزرگ نے کہا کہ میرا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہے۔ آپ سے سوال ہوا کہ کیوں طلاق دینا چاہتے ہیں؟ فرمایا: میں اپنی بیوی کے عیب کیسے ذکر کروں، جب انہوں نے بیوی کو طلاق دیدی تو سوال ہوا کہ کیوں دی؟ فرمایا: اجنبیہ عورت کے عیب کیوں ذکر کروں؟ (سچے واقعات: ۵۴)

ایسی سنت جو واجب سے افضل ہے

ابتداء بہ سلام ایسی سنت ہے جو واجب یعنی سلام کے جواب سے افضل ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''الابتداء بالسلام سنة افضل من رده الجواب'' (الأشباہ والنظائر)

ماہ صفر

نہ اس مہینہ کی کوئی فضیلت منقول ہے، نہ اس میں کوئی حکم خداوندی ہے، نہ کوئی عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت

ہے البتہ ایک فرمان ضرور آپ ﷺ سے مروی ہے۔

عرب کے کافر، اسلام سے قبل اس ماہ کو منحوس سمجھتے تھے، تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ''ولا صفر'' یعنی نحوست فلاں چیز میں بھی نہیں ہے فلاں چیز میں بھی نہیں اسی طرح صفر کے مہینہ میں بھی نہیں ہے۔ (مسلم)

انتباہ: افسوس صد افسوس! کہ جو مسلمان مرد و عورت اسی کو منحوس جانتے ہیں۔ وہ کفار عرب کی پیروی اور پیارے نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس ماہ کے آخری چہارشنبہ میں کسی برکت یا فضیلت کا قائل ہونا بھی غلط ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ (ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات)

نماز کا اس قدر اہتمام

ذوالحجہ کے اواخر، سن 23 ہجری کو نماز فجر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر ایک مجوسی غلام نے قاتلانہ حملہ کر کے کاری زخم لگائے، وہ اس مذموم مقصد کے لیے پہلے سے محراب میں بیٹھا ہوا تھا، جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز کی نیت باندھ کر سورۃ فاتحہ کی قرأت شروع کی، اس نے محراب سے نکل کر فوراً آپ کو زخمی کر کے گرا دیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے فوراً آگے بڑھ کر مختصر نماز پڑھائی۔ قاتل ابولولؤ فیروز نے بھاگنے کی کوشش میں کئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو زخمی کیا، اور آخر جب دیکھا کہ گرفتار ہو گیا ہے تو خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر لایا گیا، ہوش میں آئے، تو سب سے پہلی بات یہ کی کہ نماز کا وقت باقی ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں! فرمایا: مجھے قبلہ رو کر دو۔ اسی حالت میں نماز ادا کی۔ (حوالہ بالا)

عید کی نماز کا طریقہ

اول نیت کرے، کہ میں دو رکعت نماز واجب عید الفطر مع چھ تکبیرات زائدہ کے پڑھتا ہوں۔ پھر تکبیر اولیٰ کہہ کر ہاتھ باندھ کر پوری ''سبحانك اللهم'' پڑھ کر پھر دو مرتبہ ''الله اكبر'' (تکبیر) کہے اور ہاتھ کانوں تک لے جائے اور چھوڑ دے پھر تیسری مرتبہ تکبیر ''الله اكبر'' کہہ کر ہاتھ باندھ لے، اور خاموش ہو کر قرأت سنے، پھر دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین مرتبہ ''الله اكبر'' کہہ کر ہاتھ کانوں تک تینوں مرتبہ لے جائے اور چھوڑ دے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے، دعا نماز عید کے بعد مانگنی چاہیے، خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔

صدقہ فطر کے ضروری مسائل

صدقہ فطر دو قسم کے لوگوں پر واجب ہوتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جن پر زکوۃ فرض ہے ان پر صدقہ فطر بھی واجب ہے، مگر صدقہ فطر میں سال گزرنا شرط نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکوۃ واجب نہیں، لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال و اسباب ہے جتنی قیمت پر زکوۃ واجب ہو۔ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بازاری نرخ سے، تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے، مثلاً کسی

کے دو گھر ہیں۔ ایک میں خود رہتا ہے اور ایک پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا ہے، تو دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے، اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقۃ فطر واجب ہے البتہ اگر اسی پر اس کا گزر بسر ہو تو یہ مکان ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقۃ فطر واجب نہ ہوگا۔

اختلافی مسائل میں علمائے دیوبند کا مسلک

ہمارے مشائخ کا مسلک، اختلافی مسائل کے اندر یہ تھا کہ نصوص سے جو چیز مستنبط ہوئی، اس کو انہوں نے بیان کر دیا اور بس۔ اب اگر کوئی اس سے اختلاف کرتا ہے تو اس کی تردید کے درپے نہیں ہوتے تھے، اس لیے کہ اس کا سلسلہ لمبا ہو جاتا ہے، سوال چلتا ہے پھر اس کا جواب چلتا ہے پھر جواب الجواب چلتا ہے پھر اور آگے چلتا ہے اور آگے چلتا ہے اور یہ شقاق تک مفضی ہو جاتا ہے۔ (اہل علم کے لیے جواہر پارے: ۳۲)

استنجاء کے فوائد

ذرا اسلام میں دیکھ لیجیے! مٹی کے ڈھیلے سے اور حجر (پتھر) کے ذریعے سے استنجاء کیا جاتا ہے، اور اس کا معمول ہونا چاہیے، یہ بہترین چیز ہے۔ پہلا فائدہ یہ ہے کہ اس سے طہارت بھی حاصل ہوتی ہے اور نظافت بھی حاصل ہوتی ہے، اس لیے کہ مٹی جاذب ہے، پیشاب کے قطرات کو جذب کر لیتی ہے۔ دوسرا یہ کہ مٹی جراثیم کش ہے، اگر پیشاب کے قطروں کے ساتھ کچھ جراثیم ہوں، تو ان کو مار دیتی ہے۔ تیسرا یہ کہ مٹی کے استعمال سے بدبو، زائل ہو جاتی ہے، صابن سے بدبو، زائل نہیں ہوتی ہے بلکہ صابن کی خوشبو میں نیچے آ کر وہ بدبو دب جاتی ہے، بدبو مغلوب ہو جاتی ہے لیکن یہ مٹی بدبو کو بالکل ختم کر دینے والی ہے، جس کاغذ سے لوگ استنجاء کرتے ہیں۔ اس میں یہ اثر نہیں ہوتا۔ (امثال عبرت للتھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

ارشاد فرمایا: عورتوں کو بڑے استنجاء میں ڈھیلا لینا اچھا ہے کیونکہ اس میں تقلیل نجاست ہے اور چھوٹے استنجاء میں بھی جائز ہے مگر اس میں ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ مردوں کے مبال (پیشاب گاہ) تو چھوٹا ہے اور عورتوں کی زیادہ جگہ ہے اس میں اندیشہ ہے کہ کوئی حصہ اس چیز کا اندر چلا جائے اور ڈھیلا سخت بھی ہوتا ہے اس لئے اگر اس کا کوئی حصہ اندر چلا جائے تو تکلیف ہوگی۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۵/۱۵)

ف: ایک ڈاکٹر نے مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء پاک کرنے کے متعلق کہا ہے کہ مٹی بہت سے زخموں کا علاج ہے تو پیشاب میں جو مادہ تیزاب کا ہے اس کی مضرت روکنے کے لئے مٹی کا استعمال مصلحت ہے۔

دورِ نبوت کے مفتیانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب (۳) عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان (۴) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب (۵) عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن عوف (۶) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۷) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۸) معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل (۹) عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر (۱۰) حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۱) زید رضی اللہ عنہ (۱۲) سلمان رضی اللہ عنہ (۱۳) ابودرداء رضی اللہ عنہ (۱۴) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ (گلہائے رنگارنگ: ۲۲)

مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء کرام رضی اللہ عنہم

(۱) سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ بن عبدالرحمن بن الحرث (۳) قاسم رضی اللہ عنہ (۴) عبیداللہ رضی اللہ عنہ (۵) عروہ رضی اللہ عنہ (۶) سلیمان رضی اللہ عنہ (۷) خارجہ رضی اللہ عنہ۔ (گلہائے رنگارنگ: ۲۳)

ائمہ مذاہب اربعہ

۱)......امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ انتقال ۱۵۰ھ بغداد میں ہوا عمر ستر ۷۰ سال کی ہوئی۔

۲)......امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ۹۳ھ (مشہور قول کے مطابق) میں پیدا ہوئے اور مدینہ ۱۷۹ھ میں انتقال ہوا۔

۳)......امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، مصر میں اواخر رجب ۲۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

۴)......امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کنیت ابوعبداللہ تھی، بغداد میں ۲۴۱ھ ربیع الثانی میں انتقال ہوا۔
(گلہائے رنگارنگ: ۲۴)

بکرے کی حلت اور سوٴر کی حرمت پر پنڈت سے گفتگو

ارشاد فرمایا: کہ ایک مرتبہ ایک پنڈت میرے پاس آیا، کبھی کبھی آیا کرتا تھا، کہنے لگا: مولوی صاحب! آپ کے مذھب میں ایک مسئلہ بڑا عجیب ہے میں نے کہا ہم سارے ہی عجیب ہیں، آپ نے دیکھا ہی کیا ہے بتلایئے؟ دو جانور ایک صورت و شکل کے، ایک کو آپ حلال کہتے ہیں اور دوسرے کو حرام۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا پنڈت جی! جواب ذرا کڑوا ہے ناگوار نہ گزرے اس نے کہا ہوگا ہی نہیں جواب۔ میں نے کہا جواب تو ایسا ہے کہ اگر سمجھ میں آ گیا تو ناک کے بال بھی جل جائینگے، منہ سے حلق تک سب چھل جائیگا اور زندگی بھر یہ سوال کبھی زبان پر نہیں لاؤ گے لیکن چونکہ آپ سے تعلق ہے، اسلیے زیادہ کڑوے اجزاء نکال کر ہلکی کڑواہٹ کے ساتھ پیش کرتا ہوں، سنیئے! کون اندھا ہے جو بکرے اور سور کو ایک جیسا کہے گا (میں نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا)

بکرے کی داڑھی ہے، سوٴر کی داڑھی نہیں۔

بکرا گھاس پات کھاتا ہے، سوٴر پاخانہ اور دوسری غلاظتیں کھاتا ہے۔

بکری کے تھن دو ہوتے ہیں اور سوٴرنی کے زیادہ، بکری کے تھن دونوں رانوں کے بیچ ہوتے ہیں اور سوٴرنی کے سینے پر ہوتے ہیں۔

بکرے کے سینگ ہوتے ہیں اور سوٴر کے سینگ نہیں ہوتے۔

غرض، صورت اور اعضاء کی خلقت دونوں کی الگ الگ ہے، لیکن ہم نے مانا کہ دنیا میں اندھے بھی رہتے ہیں، ان کی رعایت بھی ضرور کرنی ہے (جن کو یہ فرق نظر نہیں آتا)

اچھا، آپ بتائیے کہ آپکی والدہ زندہ ہیں۔

اس نے کہا ہاں! زندہ ہے۔

میں نے پوچھا، بہن ہے کوئی؟

اس نے کہا ہاں ہے۔

میں نے کہا! بیوی ہے؟ کہا ہاں،

میں نے پوچھا، بچے بھی ہیں؟ اس نے بتایا دو بچے ہیں۔

میں نے کہا، کس سے؟

اس نے کہا، کس سے کیا مطلب؟

میں نے کہا، بھئی آپ کے گھر میں تین عورتیں ہیں، ایک آپ کی والدہ، آپ کی بہن، تیسری آپ کی بیوی، وہ دو بچے آپکے کس عورت سے ہیں؟

اس پر غصہ میں جواب دیا، بیوی سے ہیں اور کس سے ہوتے۔

میں نے کہا، آپ کی بیوی، والدہ، بہن تینوں عورتیں ہیں، شکل وصورت بھی ایک ہی ہے دونوں ایک جیسی ہیں، دو آنکھیں ان (بیوی) کی۔ دو آنکھیں ان (والدہ) کی، دو کان، دو ہاتھ، دو پیر، بیوی کے بھی والدہ کے بھی شکل بھی ایک، اعضاء بھی ایک، خلقت بھی ایک لیکن کیا وجہ ہے آپ اپنے لیے بیوی کو حلال سمجھتے ہیں اور والدہ کو حرام؟ (انکی پیشانی پر تغیر آیا) پھر بیوی اور ماں میں تو عمر کا فرق بھی ہے۔ بیوی اور بہن میں کوئی خاص فرق نہ ہوگا، عمر بھی ایک جیسی ہوگی کیا وجہ ہے کہ آپ بہن کو اپنے لیے حرام سمجھتے ہیں اور بیوی کو حلال سمجھتے ہیں۔

پنڈت جی غصہ میں آکر کہنے لگے، دیکھئے یہ ہیں مسلمان، یہ ہیں انکے اخلاق، یہ ہے ان کی تمیز، پہنچ گئے ماں بہن پر۔

میں نے کہا: پنڈت جی! آپ غلط سمجھ گئے، میں آپ کی ماں بہن پر نہیں پہنچ رہا ہوں، آپ ایسا سمجھے تو واقعی غصہ کی بات ہے کسی شریف آدمی کی ماں بہن کے پاس کوئی غیر آدمی پہنچ جائے تو غصہ آہی جاتا ہے۔ آپ کا غصہ بالکل صحیح ہے لیکن سمجھے آپ غلط (آپ ہی نے سوال کیا تھا کہ ایک ہی شکل وصورت دو جانور ہیں۔ اسلام عجیب ہے کہ ایک کو حلال اور ایک کو حرام کہہ دیا اسی کا جواب سمجھا رہا ہوں) بس اب اول فول بکنا شروع کیا۔

میں نے کہا دیکھئے میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ جواب بہت زیادہ کڑوا ہے تاہم اس میں سے بہت کڑوے اجزاء میں نے نکال لیے تھے کہنے لگے کہہ دو، وہ بھی کہہ دو، میں نے کہا کہہ دوں؟ اس نے کہا ہاں میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اب کچھ تحمل کا مادہ پیدا ہوگیا ہے تو سنئے مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق تو نہیں، کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کو خود کے لیے حلال سمجھتے ہیں اور میرے لیے حرام، مجھے اجازت دو اور دو بچے مجھ

سے بھی جنوا دو، اسی طرح مجھ اور آپ کے بہنوئی میں کوئی فرق نہیں کیا وجہ ہے کہ اپنی بہن کو اپنے بہنوئی کے لئے آپ جائز سمجھتے ہیں اور میرے لئے ناجائز، اسی طرح کیا وجہ ہے کہ اپنی والدہ کو اپنے والد کے لیے حلال سمجھتے ہیں اور میرے لیے حرام کہتے ہو حالانکہ بظاہر مجھ میں اور آپ کے والد میں کوئی فرق نہیں بلکہ پرانے وضع قطع کے ہوں تو شاید ان کی بھی داڑھی ہو، غرض ہم دونوں ایک سے ہیں کیا وجہ ہے کہ ان کے لیے آپ کی والدہ حلال اور میرے لیے حرام؟ پنڈت جی بہت بہت شرمندہ ہوئے اور جتنے الفاظ انکی ڈکشنری میں تھے غصہ میں سارے ہی کہہ دیئے میں نے کہا پنڈت جی اب بہت ہوگیا اب ذرا سنبھل کر بیٹھو آپ کا غصہ اور ناراض ہونا حماقت اور جہالت ہے آپ اپنے مذہب سے واقف نہیں جو ناراض ہو رہے ہیں آپ کی کتاب ستیارتھ پرکاش ص ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ جو شخص روپیہ حاصل کرنے کے لئے یا علم حاصل کرنے کے لئے باہر پردیس میں گیا ہو، اور اسکے پیچھے اسکی بیوی کو اولاد حاصل کرنے کی خواہش ہو تو اسکے واسطے جائز ہے کہ اپنے پڑوسی سے حاصل کرلے۔ میں نے کتاب کھول کر دکھادی اسکے بعد میں نے کہا اب بتایئے میں نے کیسے خلاف کیا اگر کوئی آپ کے پڑوس میں رہتا ہو اور آپ کہیں باہر گئے ہوں اور آپکی بیوی کو اولاد حاصل کرنے کی خواہش ہو تو آپ کی کتاب کی رو سے بالکل جائز ہے کہ غیر سے اولاد حاصل کرلے۔ بس اب اٹھ کر چل دیئے۔ میں نے کہا پنڈت جی معاف کرنا سور کا جواب تو ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا ہاں اب مجھے سور بھی کہدو میں نے کہا کہ میں بہت دیر سے کہہ رہا ہوں کوئی نہ سمجھے تو میں کیا کروں۔ (ملفوظات فقیہ الامت سے ماخوذ)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دہریئے سے گفتگو

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون الرشید کے پاس آیا، اور کہا:

اے امیر المومنین! تیرے عہد کے علماء مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اتفاق کیا کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے، ان میں سے جو عالم و فاضل ہو اسے یہاں ضرور حاضر ہونے کا حکم دیا جائے تاکہ میں تیرے سامنے اسکے ساتھ بحث کروں کہ "دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں"۔

ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا:

اے تمام مسلمانوں کے امام! آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہوا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا کا صانع کوئی نہیں، اور آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ظہر کے بعد جاؤں گا وقت مقررہ پر خلیفہ نے امام صاحب کا استقبال کیا آپ کو ساتھ لایا اور بلند مقام پر جگہ دی۔ امراء اور رؤساء، دربار میں جمع ہوئے ملحد نے کہا:

اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں کردی؟

امام صاحب نے کہا:

مجھے ایک عجیب بات پیش آئی، اس لیے دیر ہوگئی کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے، میں اپنے

گھر سے نکلا اور دجلہ کے کنارے آیا تا کہ اسے عبور کر دوں میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی جس کے تختے بکھر چکے تھے، جونہی میری نگاہ اس پر پڑی، تختوں میں اضطراب پیدا ہوا، پھر انہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہو گئے ایک حصہ دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گیا اور بغیر کسی بڑھئی سالم کشتی تیار ہو گئی، میں اس کشتی پر بیٹھا پانی عبور کیا اور یہاں آ گیا۔

ملحد نے کہا:

اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے، اسے سنو کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات سنی ہے، یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہوا ہے۔

یہ سن کر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مخاطب ہوئے اور فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے میں غلط کہہ رہا ہوں؟

ملحد نے کہا: جی ہاں! کیا غلط نہیں تو یہ صحیح ہے کہ کشتی بغیر بنانے والے کے بن جائے آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

سن اے کافر مطلق! اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں کی جا سکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں آ جائے اور بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے۔ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہو گیا۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

(ماخوذ از مخزن اخلاق)

رومی وزیر کے تین سوالات اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء اور فضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے، اگر وہ ان کے مسکت اور تسلی بخش جواب دے دیں تو ٹھیک ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہو گا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کئے۔ مختلف اصحاب علم نے جواب دیئے، مگر بات قاطع نہ ہو سکی۔ آخر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات دینے کی اجازت حاصل کی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (رومی وزیر سے): تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ: ہاں بات بہت درست ہے (اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ

اطمینان سے بیٹھ گئے۔اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہوگیا)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں، یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: تو پھر جب محض حسابی عدد "ایک" کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کیلئے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جا سکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لیے کوئی خاص رخ کیونکر معین ہو سکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کیساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہوگیا اور اس کا سر جھک گیا خلیفہ منصور اور مجمع علماء حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گئے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔منشی محبوب عالم)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا دلچسپ واقعہ

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے والد ابراہیم ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا۔ یہ جا کر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں بیٹھنے لگے، والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا، اور اس بناء پر کئی روز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے درس میں نہ جا سکے۔ ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاذ کی توجہ طبعی بات ہے۔ جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحب نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے درس کے بعد انہیں بلایا ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے اور فرمایا کہ "اس سے کام چلاؤ اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا" حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے، ہمیشہ جب پیسے ختم ہو جاتے امام صاحب خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے، جیسے انہیں ختم ہونے کا الہام ہو جاتا ہو۔

ان کی والدہ شاید یہ سمجھتی ہوں گی کہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے کوئی مستقل ذریعہ معاش ہونا چاہیے اس لیے ایک مرتبہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے کہا یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے۔ اس لیے آپ انہیں اپنے درس میں شریک ہونے سے روکیے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ''یہ تو پستے کے تیل میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے'' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئیں۔

لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے اسی علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قاضی القضاۃ کے منصب تک پہنچا، اور اسی دوران بکثرت خلیفہ وقت ہارون الرشید کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ایک روز میں ہارون الرشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا اور بتایا کہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لیے بھی کبھی کبھی بنتی ہے میں نے پوچھا: امیر المومنین یہ کیا ہے؟ کہنے لگے یہ پستے کے روغن میں بنا ہوا فالودہ ہے یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ سے ہنسی آ گئی۔ ہارون الرشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا، وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ:

''اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر رحم فرمائے وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا''۔ (تاریخ بغداد للخطیب: ۲۴۵/۱۴)

دودھ خراب ہو گیا تو کتے پئیں گے

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میں نے ایک شخص سے کہا کہ تیری بیٹی اتنی بڑی ہے شادی کر۔ کہنے لگا ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔ بخاری مرحوم نے کہا اگر دودھ خراب ہو گیا تو بندے نہیں پئیں گے پھر کتے پئیں گے۔ سمجھ لینا میں کچھ کہہ گیا ہوں۔ یہ آج کل عام بیماری ہے، اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تمہاری بیٹیاں بتول سے زیادہ پاک دامن ہیں؟ بی بی بتول تقریباً ۱۹ سال کی تھی، بی بی فرماتی ہے میں آٹا گوندھ رہی تھی کہ ابا آ گئے فرمایا: بیٹی آٹے کو چھوڑ دو، اور کپڑے بدل کر ہاتھ دھو کر اندر بیٹھ جاؤ! ابو بکر کی بی بی آئے گی اور تجھے سنوارے گی۔ آج خدیجہ ہوتی تو تیری شادی کا مزا کچھ اور ہوتا، افسوس! کہ میری بیٹی یتیم ہو کر جا رہی ہے۔

آنسو آ گئے خدیجہ یاد آ گئی، بی بی نے کہا، حضرت! تنور تیار ہے، آٹا مل رہی ہوں۔

آپ میرے ہاتھ کی روٹی پسند کرتے ہیں اس کا انتظام میں کر رہی ہوں۔ فرمایا بیٹی: آج! روٹی کھا لوں تو امت سالوں دیر کرے گی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) روٹی اس وقت کھائے گا جب خدا کا حکم ہوگا۔ میں اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کر رہا ہوں جس کی اس ماہ مبارک میں آمد ہوئی۔ (گلہائے رنگا رنگ: ۲۰۶)

میں نماز پڑھ رہا تھا

ایک روز نواب مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ء - ۱۹۰۵ء) نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب ان سے ملنے آئے اور انہیں نماز میں مشغول دیکھ کر لوٹ گئے۔ اس وقت داغ نے سلام پھیرا ملازم نے کہا ''فلاں

صاحب آنے تھے اور چلے گئے' فرمانے لگے' دوڑ کر جا، ابھی راستے میں ہوں گے' وہ بھاگا بھاگا گیا اور ان صاحب کو بلا کر لایا۔ داغ نے ان سے پوچھا کہ '' آپ آکر چلے کیوں گئے؟ وہ کہنے لگے'' آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لیے میں چلا گیا' داغ نے فورا کہا: ''حضرت! میں نماز پڑھ رہا تھا،'' **لا حول ولا قوۃ**'' تو نہیں پڑھ رہا تھا جو آپ بھاگے''۔

ناقص العقل کی قابل داد عقل و بلاغت

ابوالاسود، زیاد بن ربیعہ والی عراق کی اولاد کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن ابوالاسود کی اہلیہ نے زیاد کے یہاں اپنے لڑکے کی تولیت کا دعویٰ کر دیا۔ ابوالاسود کی اہلیہ نے امیر کے سامنے بیان دیا کہ یہ میرا لڑکا مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں، حالانکہ میرا شکم اس کا ظرف، میری چھاتی اس کی سقایہ اور میری آغوش اس کی سواری رہی ہے۔

ابوالاسود نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا تو اس طریقہ سے مجھ کو دبانا چاہتی ہے حالانکہ میں نے اس لڑکے کو تیرے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے پہلے میں نے اس کو (بحالت نطفہ) وضع کیا تھا۔ عورت نے کہا کہ تیری اور میری اس سلسلہ میں برابری نہیں ہو سکتی، اسلیے کہ جس وقت یہ تیرے شکم میں تھا، تو بہت ہلکا تھا اور جب تجھ سے منتقل ہو کر میرے شکم میں آیا تو بوجھل ہو کر رہا، تیرے شکم سے وہ شہوت کے ساتھ خارج ہوا، لیکن جب میرے شکم سے برآمد ہوا تو سخت تکلیف کے ساتھ نکلا۔

امیر زیاد نے عورت کا بیان سن کر ابوالاسود سے کہا کہ یہ عورت مجھ کو زیادہ عاقلہ معلوم ہوتی ہے، لہٰذا آپ اس کا لڑکا اس کو دے دیں۔ یہ اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرے گی۔ (گلہائے رنگارنگ: ۳۰۱)

شادی سادی ہونی چاہیے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ طواف کر رہے تھے۔ میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا، تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا، میں نے کہا کہ اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے واپس پہنچ گئے، میں بعد میں مدینہ آیا، چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کی، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا: کب آئے ہو؟ میں نے کہا ابھی پہنچا ہوں، انہوں نے فرمایا ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے اس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا، حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے میں نے کہا ایسا ہونا مقدر تھا، اس لیے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

میں نے کہا اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلاکر میری شادی کردی۔ (حیاۃ الصحابہ ۳/۳۵۴)

ایک تاریخی شادی

ایک باپ جب اپنی لڑکی کو کسی کے حوالے کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے نازک ترین وقت ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ شاید وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود اس تجربے سے گزرے ہوں۔ بڑے بڑے لوگوں کے قدم اس مقام پر آکر پھسل جاتے ہیں۔

ان حالات میں بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایک باپ اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے امیر کبیر شہزادے کے بجائے ایک غریب طالب علم کو پسند کرے۔ موجودہ زمانے میں تو اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا مگر تاریخ کا ایک دور ایسا گذرا ہے جب یہ ناممکن چیز نہ تھی بلکہ وقوع پذیر آئی تھی۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ ایک جلیل القدر تابعی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ کے ایک صحابی کے گھر میں پیدا ہوئے، اور 75 سال کی عمر میں 94ھ کو انتقال فرمایا۔

سعید بن مسیب کو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، مشہور حافظ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے خسر تھے اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ استفادہ کا موقع ملا، چنانچہ سعید بن مسیب کی روایات کا بڑا حصہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث پر مشتمل ہے۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ میمون بن مہران رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں جب مدینہ گیا اور وہاں کے سب سے بڑے فقیہ کا پوچھا تو لوگوں نے مجھے سعید بن مسیب کے گھر پہنچا دیا۔ ابن حبان کے الفاظ ہیں، وہ تمام اہل مدینہ کے سردار تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جیسے بزرگ کو جب کوئی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو وہ ان کے پاس لکھ بھیجتے تھے۔

زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے بارے میں فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ نماز باجماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ چالیس سال تک ایک وقت کی نماز بھی باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔ مدینہ کے تاریخ میں حرہ کا واقعہ نہایت مشہور ہے۔ یہ واقعہ یزید اور عبداللہ بن زبیر کے اختلاف کے زمانے میں پیش آیا اہل مدینہ نے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر یزید کی بیعت توڑ دی، اس وقت یزید کی فوجیں تین دن تک مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی رہیں اور اس کو لوٹتی رہیں۔ اس پر آشوب زمانہ میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی سعید بن مسیب مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر کہتے ذرا اس بوڑھے مجنوں کو دیکھو، کہ اس حالت میں بھی مسجد نہیں چھوڑتا۔

اموی حکومت کا بانی مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا گیا تھا، مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور آیا، اس نے عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج

کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہا، لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے رک گیا عبدالملک کی خوش قسمتی سے جلد ہی عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔

اب عبدالملک کے لیے میدان صاف تھا، اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت کے لیے صوبیداروں کے نام فرمان جاری کر دیے۔ ہشام بن اسماعیل جو مدینہ کا والی تھا، اس نے اہل مدینہ سے بیعت کے لیے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا، انہوں نے جواب دیا میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا۔

یہ ایک بہت سنگین معاملہ تھا، کیونکہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک بھی ہاتھ بیعت کے لیے نہ بڑھے۔ چنانچہ ہشام نے سعید بن مسیب کو کوڑے سے پٹوایا، اور ان کو سخت سزائیں دیں، اس کے بعد ابوبکر بن عبدالرحمان کو ان سے گفتگو کے لیے بھیجا گیا۔ واپسی کے بعد ہشام نے پوچھا، کیا سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے؟ ابوبکر نے جواب دیا۔ تمہارے اس سلوک کے بعد خدا کی قسم! وہ پہلے سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں اپنا ہاتھ روک لو۔

عبدالملک نے تدبیر سوچی اور جو شخص کوڑوں کی مار سے راضی نہیں ہوا تھا اس کو دنیا کے لالچ سے رام کرنے کا منصوبہ بنایا، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لڑکی جو خوبصورتی اور سیرت دونوں میں بہت ممتاز تھی اور اسی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم (یافتہ) بھی تھی اس نے سوچا کہ ولی عہد سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی بہو بنا لے، اس طرح باپ خود نرم پڑ جائے گا، اس نے امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل المخذومی (جو سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز بھی تھے) کے ذمہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کرنے کا کام سپرد کیا۔

ہشام کو اپنی ناکامی کی پوری امید تھی، لیکن خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے اس کے بعد کہا۔

جیسا کہ آپ کو علم ہے، عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لیے عوام سے بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے، بیعت لینے سے قبل امیر المومنین یہ بھی چاہتے ہیں کہ ولید کو آپ اپنی دامادی کا شرف بخشیں۔

یہ سنتے ہی سعید بن مسیب کے چہرے کا رنگ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی منظور نہیں۔

اس انکار کے نتیجے میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ مختلف قسم کی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ اور طرح طرح سے ان پر دباؤ ڈالے گئے۔ مگر وہ اپنے انکار پر برابر قائم رہے اور دوسری طرف یہ سوچتے رہے کہ کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے، تو لڑکی کا عقد کر دیا جائے، اس کے بعد قریش کے ایک گمنام اور غریب آدمی ابووداعہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابووداعہ کی زبانی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے نقل کیا ہے، جس کا

ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''میں سعید بن مسیّب ؒ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ مدت تک حاضر نہ ہو سکا، اس کے بعد جب گیا تو انہوں نے پوچھا، اتنے دنوں سے تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، اس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، انہوں نے کہا پھر ہمیں کیوں نہ تم نے باخبر کیا ہم بھی تجہیز وتکفین میں شریک ہوتے، اس کے بعد جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا، تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا؟ میں نے کہا خدا آپ پر رحم فرمائے، کون میرے ساتھ شادی کریگا، جب کہ میں دو چار درہم سے زیادہ کی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں انہوں نے کہا کہ اگر میں کروں تو تم کرنے کے لئے تیار ہو، میں نے کہا بہت خوب اس سے بہتر کیا ہے اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی، اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا (حنفیہ کے نزدیک دس درہم سے کم پر نکاح جائز نہیں)۔ ابووداعہ کہتے ہیں کہ میں اسکے بعد وہاں سے اٹھا اور میری خوشی کا یہ عالم تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنے مکان پر پہنچا اور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب رخصتی وغیرہ کے لئے قرض کہاں سے حاصل کروں؟ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس دن میں، روزہ سے تھا نماز کے بعد چاہا کہ میں کھانا کھاؤں، جو کی روٹی تھی اور زیتون کا تیل اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی، سعید میں نے سعید بن مسیّب ؒ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کو تصور کیا کیونکہ سعید بن مسیّب ؒ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے۔ اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن مسیّب ؒ کھڑے تھے انکو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ شاید انکا خیال بدل گیا ہے اور وہ فسخ نکاح کرانے آئے ہیں۔ میں نے کہا اے ابومحمد (ابن مسیّب ؒ کی کنیت) آپ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے بلا بھیجا ہوتا انہوں نے کہا نہیں اس وقت مجھ ہی کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی، میں نے کہا پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر میں تنہا ہو گے، حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو اور یہ ہے تمہاری بیوی۔ انہوں نے صاحبزادی کو دروازہ کے اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا اور واپس چلے گئے۔

میری بیوی شرم کے مارے گر پڑی، پھر میں نے اندر سے دروازہ بند کیا اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی، وہ لوگ جمع ہوئے اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا سعید بن مسیّب ؒ نے آج اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا اور آج ہی اچانک وہ گھر بھی پہنچا گئے اور یہاں وہ گھر میں موجود ہے لوگوں نے آ کر اسے دیکھا اور میری ماں کو خبر ہوئی تو وہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا اس کو چھونا تمہارے لیے حرام ہے جب تک میں حسبِ دستور تین دن تک اسے بنا سنوار نہ لوں، چنانچہ میں تین دن تک رکا رہا۔ اسکے بعد اسکے پاس گیا میں نے پایا کہ وہ ایک حسین وجمیل خاتون ہے۔ کتاب اللہ کی حافظہ اور سنتِ رسول اللہ کی عالمہ ہے اور حقوق شوہر کو خوب پہنچاننے والی ہے۔ ابووداعہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ایک ماہ تک میں گھر ہی پر رہ

گیا اس دوران میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا نہ کوئی حال معلوم ہوا، اور نہ ان سے ملاقات ہوئی پھر ایک مہینے کے بعد میں انکی صحبت میں حاضر ہوا، اس وقت وہاں مجلس قائم تھی، میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی، یہاں تک کہ جو لوگ مسجد میں تھے، سب چلے گئے۔ اسکے بعد جب میرے سوا کوئی وہاں نہیں رہ گیا تو انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا بہتر حال ہے انہوں نے کہا "ان رابك شي فالعصا" (یعنی وہ کوئی ناپسندیدہ حرکت کرے تو اسے مارو)

پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا، یہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی تھی جس کے لئے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کا پیغام دیا تھا جب اس نے اس کو ولی عہد بنایا تھا تو سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے شہزادہ ولید سے رشتہ کرنے سے انکار کیا جس کی وجہ سے عبدالملک، سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ سخت سردی کے دن انہیں کوڑے سے پیٹا گیا، اور ان پر ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔ (ابن خلکان: ۱/۲۰۷، ماہنامہ رضوان لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۶۶ء: ۸)

قسطوں میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو دکان دار قسطوں میں اشیاء فروخت کرتے ہیں، وہ عام بازاری قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں، مثلاً ایک موٹر سائیکل کی قیمت عام بازار میں تیس ہزار ۳۰۰۰۰ روپے ہے لیکن قسطوں میں فروخت کرنے والے ۳۵۰۰۰ روپے اس کی قیمت لگائیں گے۔ اب اگر اس کی قیمت طے ہو جائے اور قسطیں متعین ہو جائیں کہ کتنی قسطوں میں اس کی ادائیگی کی جائے گی تو یہ صورت جائز ہے، البتہ اگر خریدار نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی تو اس کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جب ایک مرتبہ قیمت متعین ہوگئی تو اس میں اضافہ کرنا بعد میں جائز نہیں ہے۔ (تقریر ترمذی: ۱/۱۰۴)

ف: عموماً قسط کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ ہوتا ہے جو ناجائز ہے۔ (مؤلف)

نماز جنازہ سیکھو، اور پڑھو!

سوال: کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو شریعت میں اس کے اولیاء میں جو قریب ترین ہوتا ہے، اس کو نماز جنازہ پڑھانے کا حق ہے، مثلاً بیٹا ہے یا باپ ہے وغیرہ۔ تو سوال ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں؟

جواب: آپ نے جو سوال کیا ہے، کہ ولی اقرب کو زیادہ حق ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میرے ذہن میں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نماز میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت ہوتی ہے، تو ولی اقرب جس درد و غم سے دعا کرے گا، اتنا کوئی اور نہیں کر سکتا، اور جب کوئی دعا، دل سے کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔ علماء نے اور بھی وجوہات لکھے ہیں لیکن بندہ کے ذہن میں یہ وجہ ہے۔

آج کل بہت سے لوگ نماز جنازہ نہیں جانتے، ان کو نماز جنازہ سیکھنی چاہیے تاکہ وقت آنے پر

مرحوم آپ کی دعائے مغفرت سے محروم نہ رہے۔ (بکھرے موتی ۷۵/۳)

نماز کب گناہ سے روکتی ہے؟

سوال: بعد سلام عرض ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور گناہوں سے بچ نہیں ہوتا، حالانکہ قرآن میں ہے کہ نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے؟

جواب: اس کو ایک مثال سے سمجھیے کہ جس طرح دواؤں کی مختلف تاثیرات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں دوا فلاں بیماری کو روکتی ہے اور واقعۃً ایسا ہوتا ہے لیکن کب؟ جب دو باتوں کا التزام کیا جائے۔

۱) دوا کو پابندی سے اس طریقہ اور شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے جو حکیم یا ڈاکٹر بتلائے۔

۲) پرہیز یعنی ایسی چیزوں سے اجتناب کیا جائے جو اس دوا کے اثرات کو زائل کرنے والی ہوں۔

اسی طرح نماز کے اندر بھی یقیناً اللہ نے ایسی روحانی تاثیر رکھی ہے کہ یہ انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ لیکن اس وقت جب نماز کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان آداب و شرائط کے ساتھ پڑھا جائے جو اس کی صحت وقبولیت کے لیے ضروری ہوں۔ (بکھرے موتی: ۳۱۸/۳)

دین میں زیادہ باریکیاں نکالنا؟

یہاں ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ شبہات میں زیادہ باریکیاں نکالنا اس شخص کے لئے مناسب ہے جس کے اور حالات بھی بلند ہوں۔ اسکے ورع اور تقویٰ کا معیار بھی اچھا ہو، لیکن جو شخص کھلم کھلا محرمات کا ارتکاب کرے اس کے بعد باریکیاں نکال نکال کر متقی بننے کا شوق رکھے، تو اس کے لئے یہ نہ صرف نا موزوں ہی نہیں بلکہ قابل مذمت ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک عراقی نے پوچھا کہ اگر حالت احرام میں مچھر مار دے، تو اسکی کیا جزاء ہونی چاہیے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو، تو شہید کر ڈالا، اب مجھ سے مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلے آئے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا کہ دنیا میں وہ میرے دو پھول ہیں۔

اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی والدہ یہ کہتی ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر چکا ہے اور اس کی فرمانبرداری میں اس معاملہ کے سوا اور کوئی بات باقی نہیں رہی، تو اسے طلاق دے دینی چاہیے، اور اگر ابھی کچھ اور مراحل بھی باقی ہیں تو طلاق نہیں دینی چاہیے۔ (ترجمان السنۃ: ۲۲۲/۲)

ہمارے اکابر کی جامعیت

نماز کے بعد لوگوں میں اسکا چرچا ہوا۔ عربیوں میں تو اس کا چرچا کم ہوا، لیکن ہندیوں میں اس کا چرچا زیادہ ہوا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسکی شکایت ہوئی مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عارف تھے، صاحب

حال پر ملامت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرات عارفین کو لغزش کا انکشاف معلوم ہوتا ہے اسی لیے حضرت ہنستے رہے اور ہنستے رہے کیونکہ نماز تو فاسد ہوئی نہ تھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں اور حرمت اس لیے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے اس لیے حضرت تبسم فرماتے رہے۔ باقی زبان سے اس تفصیل کا اس لیے اظہار نہ فرمایا کہ فتنہ ہوگا (اس موقعہ پر حضرت کی جامعیت پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ جامع۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۹/۳)

اصلاح کے باب میں شدت اور حدت کا فرق

فرمایا: کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ آپ نے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔ خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعید یں آئی ہیں۔ اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے، اس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا، البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب میں تائب ہوتا ہوں، ان شاء اللہ، آئندہ ایسا نہ کروں گا، ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہی معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے، نہایت احترام سے اسکو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے اور بعض میں جو اس شدت کا شبہ ہوتا ہے

جس کی حقیقت غیرت ہے لوگ حدت اور شدت میں فرق نہیں کرتے۔ حدت اور ہے شدت اور ہے۔ حدت لوازم ایمان سے ہے، مومن بہت غیرت مند ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کی بیوی کو چھیڑے تو غصہ آتا ہے اب اگر دیکھنے والا یہ کہے کہ یہ تو بہت تیز مزاج ہیں تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ کمبخت کچھ نہ کہنا تو بے غیرتی ہے، اس لئے دیندار کو خلاف دین پر تحمل نہیں ہوتا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۳/ ۳۳)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے میرے سامنے دریافت کیا کہ حیض کے زمانے میں جو نمازیں قضا ہوتی ہیں ان کی تو قضا نہیں اور جو روزے قضا ہوتے ہیں ان کی قضا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نہ مانو گے، تو سر پر اتنے جوتے لگیں گے، جو بال ہیں وہ بھی نہ رہیں گے۔ اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا جب تک تعلیم سادہ رہی لوگوں کے ایمان بہت قوی رہے اور جب سے یہ نئی روشنی شروع ہوئی، لوگوں کے ایمان ضعیف ہوگئے۔ ہر بات میں لم اور کیف۔ لوگوں کے قلوب سے خدا اور رسول کی عظمت اٹھ گئی، موٹی بات ہے کہ جب ہم نے خدا کو خدا اور رسول کو رسول مان لیا تو انکے احکام میں چون و چرا کیسی؟ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/ ۳۵)

عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے

۱) فرمایا کہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مفقود الخبر کی عورت کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بتلا دیا۔ سائل نے عرض کیا اس میں تو بڑا حرج ہے اور دین میں حرج نہیں، مولانا نے فرمایا کہ جہاد میں تو اس سے بھی زیادہ حرج ہے، اسکا شریعت میں حکم کیوں ہے، بڑے آئے حرج حرج کرنے والے، جاؤ اپنا کام کرو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے مجذوب تھے مگر بات کیسی عمدہ فرمائی۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے۔

۲) فرمایا: کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کو اگر ہذیان بھی ہوتا ہے تو وہ بھی عرفان ہی ہوتا ہے۔ مولوی محمد اسحاق صاحب ایک میرے دوست ہیں، ان کو ایک مرتبہ بہت زور کا بخار چڑھا۔ اس میں ایک مسئلہ بیان کیا کہ حدیث میں آتا ہے "المومن لاینجس" اسکا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ جنابت کی حالت میں آپ سے بچنے لگے، تو آپ نے فرمایا "المومن لاینجس" اور قواعد فقہیہ میں سے ہے "المیت ینجس" (چنانچہ قبل غسل میت کے پاس تلاوت قرآن شریف کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے اور بعد غسل جائز ہے کیونکہ میت ایسا نجس نہیں کہ بعد غسل بھی ناجائز ہی رہے)۔

تو ثابت ہوا "المومن لایموت" بس مقولہ مشہورہ روز روشن کی طرح ثابت ہوگیا "الاان اولیاء اللہ لایموتون" اور گو اس میں کچھ عملی خدشہ ہی ہے مگر ایسی حالت میں ایسا استدلال عجیب ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۴۳)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا کشف

فرمایا: کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف تھے، مگر کشف دائمی نہیں ہوتا، ایک دفعہ انکے پیچھے ایک شخص بالوں کی ٹوپی اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، بعد سلام اسے دیکھ کر فرمایا کہ ارے! ننگے سر نماز مکروہ ہوتی ہے، اس نے عرض کیا حضرت ننگے سر نہیں ہوں بالوں کی ٹوپی اوڑھ رہا ہوں، بس چپ ہو گئے (جامع کہتا ہے) گہے بر طارم اعلیٰ نشیم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۴۳)

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دقیق تصوف

فرمایا: کہ مولوی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دہلی سے بہلی میں سوار ہو کر اپنے وطن کاندھلہ کو تشریف لا رہے تھے بزرگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اسکے مذاق کے موافق گفتگو کرتے ہیں اس بہلی والے سے بہلی ہی کے متعلق کچھ پوچھنے لگے کہ بیلوں کو راتب کتنا دیتے ہو اور کیا بچت ہو جاتی ہے؟ اس سلسلہ میں اس کی زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ یہ بہلی ایک رنڈی کی ہے اور میں نوکر ہوں

بھلا مولانا رنڈی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتے تھے (کسی طالب علم نے کرایہ کرکے لادی ہوگی مولانا کو پتہ نہ تھا) اب مولانا کا دقیق تقوی دیکھئے، فوراً اترے تاکہ اس کی دل شکنی بھی نہ ہو تقوی بھی برتا ہر شخص کو نہیں آتا، ذرا دیر کے بعد بولے کہ بہلی والے بہلی کو روک لینا مجھے پیشاب کی ضرورت ہے، اس نے بہلی روکی آپ نے اتر کر پیشاب کیا اور اسکے ساتھ استنجاء سکھلاتے چلے، کہاں تک چلتے آخر ڈھیلا پھینک دیا، اس نے کہا بیٹھ جائے فرمایا ٹانگیں شل ہو گئیں ہیں ذرا دور پیدل چلوں گا تھوڑی دور چل کر اس نے پھر غرض کیا پھر ٹال دیا پھر کہا پھر ٹال دیا پھر وہ سمجھ گیا اور کہا کہ مولانا میں سمجھ گیا کہ یہ رنڈی کی گاڑی ہے آپ اس میں بیٹھیں گے نہیں پھر لیجانے سے کیا فائدہ؟ حکم دیجئے، لوٹ جاؤں۔ فرمایا ہاں بھائی بیٹھوں گا تو نہیں مگر تم کو کاندھلہ چلنا ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی اسکے پاس کرایہ کو آیا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو تو خواہ مخواہ نقصان ہوگا (یہاں یہ شبہ ہے کہ جب کرایہ دینا ہی تھا تو پھر کاندھلے تک خالی بہلی کیوں لانے تو بات یہ ہے کہ بعض طبیعتیں بلا کارگزاری کے لینا گوارا نہیں کرتیں یا اس کے سوا کوئی وجہ ہو) لہذا آپ کاندھلہ تک ویسے ہی پیدل آئے اور ہر منزل پر بیلوں کو گڑ، گھی اور گھاس دانہ کا ویسا ہی انتظام کیا اور مکان آکر اس کو کرایہ دے کر واپس کیا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۴۹/۱۱)

بعض بدعتیوں کی بدعقلی کی ایک حکایت

فرمایا: کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ بعض بدعتیوں کی حس اور عقل کے متعلق فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے بچپن کے زمانے میں جب کہ اچھی طرح پیشاب کے بعد ڈھیلا لینا بھی نہ جانتا تھا، کسی کے ہمراہ "پیران کلیر" کے میلہ میں گیا اتفاق سے جو غسل کا وقت تھا، اس وقت میں خاص مزار شریف کے پاس کھڑا ہوا تھا، سقہ جو آیا اس نے ایکدم مشک چھوڑ دی اور اسکی مشک چھوٹنے کے ساتھ ہی آدمیوں کا ریلا اندر آ گیا میں چونکہ بچہ تھا، ہجوم کیوجہ سے اس پانی میں گر گیا اور تمام کپڑے شرابور ہو گئے جب میں باہر نکلا تو لوگوں نے میرے تمام کپڑے اتار کر مجھے ننگا کر دیا، اور اس کا پانی نچوڑ کر تبرک سمجھ کر پی گئے اور پائجامہ کا پانی بھی پی گئے، جو یقیناً ناپاک تھا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۵۸/۱۱)

علماء دین کی توہین اور طعن وتشنیع کرنے کا نتیجہ

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے اور یوں بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۸۶/۱۱)

شرعی احکام کو بے چون وچرا ماننا چاہیے

فرمایا: کہ کیرانہ میں ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ نماز پانچ وقت کی کیوں فرض ہوئی، اسکی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ تمہارے ناک جو منہ پر بنی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر گدی پہ ہوتی، تو بری معلوم ہوتی میں نے کہا کہ ہرگز نہیں اگر سب کے گدی پر ہوتی تو بری بھی معلوم نہ ہوتی بس

اسکے بعد پہنچے ہی تو ہوئے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۹۹/۱۱)

ف: آجکل ایک فیشن چل نکلا ہے کہ احکام شرعیہ کی حکمتوں اور مصلحتوں کو پوچھنا اور صرف پوچھنا ہی نہیں بلکہ اپنی اطاعت کو اس حکمت و مصلحت کے تابع بنانا کہ اگر حکمت ہماری سمجھ میں آئے گی تو عمل کریں گے ورنہ نہیں کریں گے مثلاً سود حرام ہے۔ تو آج کہنے والے کہتے ہیں کہ پہلے بتاؤ یہ کیوں حرام ہے؟ اس کا فائدہ کیا ہے؟ حرمت کی مصلحت کیا ہے؟ پھر ہم اس حکم پر عمل کریں گے۔ یہ حماقت کی بات ہے۔

(انعام الباری: ۱/۱۷۲)

بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے

فرمایا: کہ اگر کوئی ہدیہ، دو عدد ایک چھوٹا ایک بڑا لاتا ہے، تو مجھے گھروں میں تقسیم کرنے کے وقت عدل میں بڑی دقت ہوتی ہے مثلاً کوئی ڈلیاں لایا ایک چھوٹی ایک بڑی تو میں اسے کیسے تقسیم کروں۔ بس اسی سے کہتا ہوں کہ بھائی تم میری ملک نہ کرو کیونکہ میرے اوپر عدل واجب ہے اور تمہارے اوپر عدل واجب نہیں۔ تم ہی مقرر کر دو کہ کونسی بڑے گھر اور کون سی چھوٹے گھر بھیجی جائے، ایسے ہی دھوبی کو اپنے دھونے کے کپڑے بھی خانقاہ سے دیتا ہوں، کیونکہ یہ یاد رکھنا دشوار ہے کہ پہلے کس کے یہاں سے گئے تھے اور اب کس کے یہاں سے جانا چاہیے۔ اور کپڑے درزی کو سلوانے کے لیے بھی یہیں سے دیتا ہوں اور ایسے ہی پہلے جب زنانے میں جاتا تھا تو جتنے منٹ ایک مکان میں ٹھہرتا تھا گھڑی کے حساب سے اتنے ہی منٹ دوسرے مکان میں ٹھہرتا تھا، مگر اب اس میں توسع ہو گیا کیونکہ گھر والوں نے خود اس میں رواداری کر دی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۲۶)

تصویر دیکھنے کا شرعی حکم

فرمایا: کہ اگر تصویر قصداً دل خوش کرنے کو دیکھے، تو حرام ہے، اور اگر بلا قصد نظر پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ صنعت کے لحاظ سے دیکھے تو فرمایا: کہ مصور کی صنعت تو کیا چیز ہے، صانع حقیقی کی بعض مصنوعات کو بھی دیکھنا حرام ہے جیسے امارد و نساء کو بنظر صنعت دیکھنے لگے، فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے لکھتے ہیں کہ اگر شراب کی طرف فرحت کے لیے نظر کرے تو حرام ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اچھی چیز کو دیکھ کر رغبت ہوتی ہے (تبسم سے فرمایا) کہ ایک مسخرے نے کہا کہ مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس سہانپور کو میں لاجواب کرونگا، اس نے مولوی صاحب کے پاس آکر سوال کیا کہ لونڈے کو اگر اس نیت سے گھورے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہے تو کیسا ہے؟ فرمایا: جہاں سے تو نکلا اسے دیکھ اس میں اللہ تعالیٰ کی صنعت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی جگہ سے تو اتنا بڑا نکل آیا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۳۳)

ڈاڑھی باعث وجاہت ہے

فرمایا: کہ داڑھی عجیب چیز ہے، اس سے آدمی بہت شکیل و حسین معلوم ہوتا ہے بلکہ ایک شخص تو کہتے تھے، بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ اب تو اس کی بڑی گت بنا رکھی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۳۶)

صوفیاء اور فقہاء، حکمائے امت ہیں

فرمایا: کہ مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مجھے اول درجہ میں تو محدثین سے محبت ہے، پھر فقہاء سے، پھر صوفیاء سے، میں نے لکھا کہ مجھے اس ترتیب سے ہے، اول صوفیاء سے، پھر فقہاء سے، پھر محدثین سے، کیونکہ صوفیاء اور فقہاء حکمائے امت ہیں اور ان کے امت پر بڑے احسان ہیں پھر صوفیاء اہل محبت ہیں۔

ریاء کی حقیقت

فرمایا: کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ اس طرح عبادت کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ لوگ دیکھیں۔ نماز بھی چھپ کے پڑھتا ہوں، تسبیح پڑھنے میں اگر کوئی آجاتا ہے تو اس کو کپڑے میں چھپا لیتا ہوں، تا کہ ریاء نہ ہو۔ میں نے لکھا ہے کہ کبھی اسلام چھپانے کو بھی جی چاہا، کیونکہ دولت اسلام تو بڑی چیز ہے، اس میں بھی تو ریاء ہے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا) محققین کا قول ہے کہ عام آدمی تو اظہار عبادت کو ریاء سمجھتے ہیں اور خواص اخفاء عبادت کو ریاء سمجھتے ہیں کیونکہ اخفاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس کی نظر مخلوق پر ہے اور اصل طریق یہ ہے کہ اپنی طرف سے نہ اظہار کا قصد کرے، نہ اخفاء کا۔ اپنے کام سے کام رکھے (جامع کہتا ہے کہ مخلوق کی ذم و مدح کا امیدوار نہ رہے بس یہ مذاق پیدا کرے)

دل آرامے کہ داری دل درو بند
اگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ریاء، فقط اظہار عبادت سے تھوڑا ہی ہوتی ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنا کہ لوگ میری بزرگی کے معتقد ہو جائیں، باقی رہا نفس اظہار سو وہ کوئی ریاء نہیں اور اگر کسی کے اعتقاد کا بلا اختیار آئے، تو وہ وسوسہ ریاء ہے، ریاء نہیں۔ بس اپنی طرف سے قصداً اظہار نہ کرے، نہ یہ کہ لوگوں میں چھپتا پھرے، دیکھا اس طریق میں کیسے کیسے دھوکے ہیں۔ بلا رہبر اس طریق میں چلنا بہت مشکل ہے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا ☆ دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق ☆ عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
در ارادت باش صادق اے فرید ☆ تا بیابی گنج عرفان را کلید
نفس نتواں کشت الا ظل پیر ☆ دامن آں نفس کش را سخت گیر

شیطان بڑے دور کی سجھاتا ہے، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم کیا اس نے کہا کہ اس میں تو ریاء ہوگی، فرمایا کہ جب ذکر خفی کرو گے اور لوگ دیکھ کر یہ کہیں گے کہ نہ معلوم اس وقت شاہ صاحب عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی۔ تو کیا یہ ریاء نہ ہوگی، بس جاؤ، اپنا کام کرو، ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں اشارہ لطیف تھا، کہ لوگوں پر ظاہر ہو گیا اور ریاء ہوگی چشتی نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں (مطلب یہ کہ جب خفی کی بھی لوگوں کو خبر ہو گئی تو

ذکر سے کیا فائدہ ہوا) اور شہرت سے بچنے کا سبب بھی نفس کا ایک کید بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ذکر جہر کرے گا تو ظاہر ہے پڑوسیوں کو خبر ہوگی اور جس دن نہ اٹھے گا تو سمجھیں گے کہ آج شاہ صاحب نہیں اٹھے اور ذکر خفی میں جس دن چاہے کرے جس دن چاہے نہ کرے، اسی لیے خفی کو اختیار کیا جاتا ہے، یہ ہیں دھوکے جن پر مبصرین ہی کی نظر پہنچتی ہے اس واسطے شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔ حدیث ہے ''فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد'' چونکہ شیطان مدت میں تو ایک کید بناتا ہے اور یہ اس کے کید پر مطلع ہو کر ذرا سی دیر میں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۴۴)

آجکل کے مجتہدین کی مثال

فرمایا: کہ بعض لوگ جمعہ، زوال سے پہلے پڑھ لیتے ہیں۔ خدا جانے یہ کہاں سے سمجھا ہے اور اس باب میں جو شیخین کی حدیث ہے ''ما کنا نقیل لا نتغدی الا بعد الجمعة'' اس سے تو صرف یہ پتا چلتا ہے کہ ہم قیلولہ بعد جمعہ کے کرتے تھے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جمعہ وقت سے پہلے ادا کر لیتے تھے انہوں نے قیلولہ اور کھانے کو تو اپنی جگہ اور وقت سے نہ ہٹایا اور جمعہ کو ہٹا دیا، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جمعہ اپنے وقت پر ہوا اور قیلولہ وقت سے مؤخر ہو جائے۔ مجھے پر یاد آیا کہ ایک عقلمندوں کی بستی میں ایک سوداگر ایک شخص کی دیوار کے سایہ تلے دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ جایا کرتا تھا اور مالک بھی دیکھا کرتا تھا ایک روز اس نے اپنی چٹائی بالکل دیوار کی جڑ سے ملا کر بچھائی دوپہر تک وہ کھسک کر تھوڑی نیچے آ گئی تو آپ نے اس سوداگر سے کہا کہ دیکھو بھائی یہ اچھا نہیں جو تم نے ایک بالشت ہماری دیوار ہٹا دی آج کل کے نئے مجتہدین کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ قیلولہ اور غذا میں فرق نہ آئے، چاہے جمعہ اپنے وقت سے ہٹ جائے۔ ایک ایسے ہی جمعہ پڑھنے والے شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کروں؟ میں نے کہا جو نمازیں پڑھی ہیں وہ دہراؤ اور یہ سب کلام غیر مجتہد مدعی اجتہاد کے ساتھ ہے اور جو واقع میں مجتہد ہو، اس کو حق ہے کہ نص کو اپنے ذوق سے کسی خاص محل پر محمول کرے، ان کے ساتھ یہ کلام نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۴۶)

ننانوے قتل کرنیوالے کی توبہ کے بارے میں چند سوالات

ایک عالم نے سوال کیا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے ننانویں خون کر کے توبہ کی اور ایک عالم کے پاس گیا کہ میں نے ننانویں خون کئے ہیں، میری توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس نے کہا نہیں، تو اس نے اس کو بھی قتل کر دیا کہ اب پورے سو ہی۔ پھر ایک شخص نے دوسری بستی کے ایک عالم کے پاس جانے کا پتہ بتلایا، وہ اس بستی کی طرف چلا اور راستہ میں مر گیا تو طلب یہ امر ہے کہ جب وہ توبہ کر چکا تھا تو پوچھتا کیا پھرتا تھا، ارشاد فرمایا کہ توبہ کر چکا تھا مگر مقبول ہونا معلوم نہ تھا، اس لیے پوچھتا پھرتا تھا۔ سوال: جب توبہ کر چکا تھا تو ملائکہ رحمت و عذاب میں اس کے متعلق منازعت کیوں ہوئی؟ ارشاد: غلبہ اثر معصیت یا توبہ میں اختلاف تھا، اس لیے ملائکہ نے اجتہاد کیا جو فیصلے کے وقت ایک غلط بھی ثابت ہوا اور اجتہاد غلط بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ سوال: کیا ملائکہ کا اجتہاد بھی غلط ہوتا ہے؟ ارشاد: کیوں نہیں

ہوسکتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ کو بعض اوقات قواعد کلیہ بتا دیئے جاتے ہیں کہ جو ایسا ایسا کرے وہ ایسا ہے جب ہی تو ان اجتہاد کی نوبت آئی۔ سوال: باوجود حقوق العباد مغفرت کیسے ہوئی؟ ارشاد: اللہ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ خصم کو راضی کرادیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ اہل حقوق کو میدان قیامت میں محلات دکھلائے جائیں گے وہ دیکھ کر کہیں گے یہ کس کے لیے ہیں؟ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا: جو اپنے حقوق ہمارے بندوں سے معاف کرے سوال: اس سے یہ بھی استدلال ہوسکتا ہے کہ حقوق العباد بھی معاف ہوجائیں گے۔ ارشاد: اس سے استدلال کی کیا ضرورت ہے جبکہ اسکی خود حدیث میں تصریح موجود ہے جیسے ابھی گزرا، حقوق العباد کے مضمون پر ایک بے باک شخص کا قصہ آیا کہ نانوتہ میں ایک شخص کہنے لگا کہ ہمارے حقوق بھی تو لوگوں پر ہیں قیامت میں اپنے حقوق والوں سے کہہ دیں گے کہ ان سے لے لو، اگر یہ تمسخر ہے تو جواب ہی کی ضرورت نہیں اور اگر سچ مچ یہ عقیدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ موازنہ کیسے ہوگا کہ جس قدر دوسرے کے حقوق آپ پر ہیں اتنے ہی دوسرے پر آپ کے حقوق ہیں، پھر یہ نہ معلوم کہ وہاں ایسے عقد ہوسکے گا یا نہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۴۷)

بیس برس بعد کفر کے اقرار سے سابقہ امامت کا حکم

فرمایا: کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا، تو اس موقع پر فقہاء نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی ادا ہوگئیں اور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہوگیا۔ اس وجہ سے اب اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے کہتا ہو۔ اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہ ہو، مسلمان ہو، اور ابھی کافر ہوا ہو۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۵۸)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سود حلال کردو

فرمایا: کہ بعض لوگ کہتے ہیں مولویوں سے کہ ہندوستان میں سود حلال کردو کیونکہ گو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ہے مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ حربی سے سود کا لینا جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول کوئی حجت بھی نہیں۔ میں کہا کرتا ہوں جی ہاں آپ کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام قولوں میں یہی ایک قول پسند آیا ہے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نماز میں، روزہ میں داڑھی میں حجت نہیں ہے۔ بس سود میں حجت ہے جیسے ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ قرآن میں تمام آیتوں میں تم کو کونسی آیت پسند ہے؟ کہا ﴿کلوا واشربوا﴾ کسی نے اسکو ایک شعر میں اس طرح کہا ہے۔

ہم توبہ جب کریں گے شراب وکباب سے
قرآن میں جو آیا ''کلوا واشربوا'' نہ ہو

اس کا ایک شخص نے خوب جواب دیا ہے۔

تسلیم قول آپ کا ہم جب کریں کے جناب
جب آ گئے ''واشربوا'' کے ''ولا تسرفوا'' نہ ہو

پھر اس سے پوچھا دعاؤں میں کونسی دعا پسند ہے کہا ﴿رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ﴾ ۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۱/۱۶۰)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگنا چاہیے

فرمایا: کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا چاہیے حتیٰ کہ دفن کے وقت بھی انتظام شریعت اس میں ملحوظ ہے تا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ مردہ سے حاجت مانگی جاتی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۶۴)

مہمان اور دستر خوان کے چند آداب

فرمایا: کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سائل آ کر سوال کرے، تو مہمان کو دستر خوان سے دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی اگر کوئی کسی برتن میں کھانا بھیجے، تو اس میں کھانا جائز نہیں ہے، بلکہ اپنے برتن میں کر کے کھائے۔ لیکن اگر مزہ یا وضع بدل جانے کا اندیشہ ہو جیسے فرنی وغیرہ تو اسی برتن میں کھانا جائز ہے۔ ایسے ہی اگر چند مجلسیں کھانے کی ہوں تو اپنی مجلس میں اگر کھانے کی کمی پڑ جائے تو اپنے سامنے سے دے سکتا ہے اور اگر دوسری مجلس میں ضرورت پڑے تو دینا جائز نہیں ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۱۶۶)

ناخن ترشوانے کی مدت کی ایک حکمت

فرمایا: کہ ایک طبیب نے ناخن ترشوانے کی ایک مدت لکھی ہے کہ اس کے بعد ناخنوں میں سمیت (زہریلے اثرات) پیدا ہو جاتی ہے۔ (شریعت نے بھی ایک مدت مقرر کر دی ہے، عجب نہیں یہی حکمت ہو۔)

فقہ الفقہ کا اہتمام

فرمایا: کہ لوگ یہاں آ کر مجھ سے فقہ کے مسائل دریافت کرتے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں، کہ بھائی! فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لو گے۔ یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو، جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

سنت پر عمل سنت سمجھ کر ہی کرنا چاہیے

فرمایا: کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں بعض منافع و معالج معاشیہ بھی ہیں، مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہیے، بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہیے۔ میرے گھر آج کدو پکا تھا، میں نے پوچھا، کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا؟ کہا ہر روز نہیں پکاتے، جب موسم آتا ہے، تو سنت سمجھ کر ثواب کے لیے کبھی کبھی ڈال لیتی ہوں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! ہم کو یہ نیت کبھی کبھی نصیب نہ ہوئی۔

آجکل کی سفارش، سفارش نہیں ہوتی

فرمایا کہ آج کل کی سفارش، سفارش نہیں ہوتی، بلکہ جبر کیا جاتا ہے، جو سراسر حرام ہے۔ زیادہ زور

ڈالنے سے مخاطب کو ضرور تکلیف ہوتی ہے، تو یہ کون سی خوبی ہے کہ ایک مسلمان کو تو راحت پہنچائی اور دوسرے کو تکلیف۔ نیز جو سفارش شریعت کے خلاف ہو اس میں برکت بھی نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کسی کو سفارش لکھوانا چاہا۔ میں نے کہا کہ میں ان سے پوچھ لوں کہ تم کو تکلیف تو نہ ہوگی۔ دو لفافے لاؤ۔ چنانچہ وہ لفافے لائے میں نے ان کو لکھا کہ فلاں شخص یہ چاہتے ہیں، اگر تم کہو، تو ان کو سفارش لکھ کر دے دوں۔ وہاں سے پہنچ جواب ہی نہ آیا لیکن ان کا کام ہو گیا اور انہوں نے (جن کو سفارشی خط لکھا تھا) ان کو (جو سفارشی خط لکھانے آئے تھے) بواسطہ خط میں یہ لکھا کہ تم نے ان (یعنی حضرت مولانا مدظلہم) کو کیوں تکلیف دی (ایک صاحب نے مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت کے یہ دو الفاظ سفارش کے دوسروں کے صفحہ کے صفحہ مضمون سے اچھے ہوتے ہیں) فرمایا خیر یہ تو حسن ظن ہے، دیکھیے حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا لونڈی تھیں، ان کا حضرت مغیث سے نکاح ہوا تھا پھر یہ آزاد کر دی گئیں (آزادی کے بعد شریعت کا یہ حکم ہے کہ لونڈی چاہے، اپنا نکاح رکھے چاہے نہ رکھے اس کو اختیار ہے) تو حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا نے نکاح فسخ کر دیا تھا۔ حضرت مغیث کو چونکہ ان سے عشق تھا وہ بازاروں میں روتے تھے، حضور نے ان کی یہ حالت دیکھ کر حضرت بریرۃ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم مغیث سے نکاح کر لو، انہوں نے حضور سے سوال کیا کہ حضور یہ حکم ہے یا مشورہ آپ نے فرمایا: یہ مشورہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں مانتی۔ ہمارے حضرت نے فرمایا: کہ اب تو کوئی مرید اپنے پیر سے ایسی بات کہہ دے، فوراً ہی کہیں گے مجلس سے نکال دو۔ مردود ہو گیا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۹۲/۱۱)

تملیک سے قبل مالک کا انتقال ہو جائے تو اس رقم میں ورثاء کا حق آجاتا ہے

فرمایا: کہ یہاں مدختم میں جب کوئی رقم آتی ہے تو ان کا پورا پتہ لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اگر درمیان میں ان کے انتقال کی خبر آجائے تو بقیہ رقم ان کے وارثوں کے نام منی آرڈر کر دی جائے۔ اس پر ایک پیر جی صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ واپسی کی کیا ضرورت ہے اس وقت سے مغفرت کی دعا شروع کر دیا کرو، میں نے کہا یہ حق وارثوں کا ہے اس کی ملک سے نکل چکا، یہ تو ایسی مثال ہوگی کہ حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ میں کہا کرتا ہوں کہ پیر کے لیے صاحب علم ہونا بھی ضروری ہے (دیگر، حضرت والا نے ایک ارشاد میں اس کی بھی تصریح کر دی ہے کہ دین کی دعا پر اجرت جائز نہیں۔ یہاں دوسرا قاعدہ جاری ہوگا۔ جامع)
(ملفوظات حکیم الامت: ۱۹۵/۱۱)

دوسرا نکاح کرنے کی بعض مناسب شرائط

فرمایا: کہ ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ پوچھا، تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کتنے مکان ہیں۔ اس نے کہا ایک ہے، میں نے کہا تمہارے لیے مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کتنے مکان ہونے چاہئیں؟ میں نے کہا، تین ہونے چاہئیں، انہوں نے پوچھا، تین کس کے لیے؟ میں نے کہا تین اس لیے ہونے چاہئیں کہ دو مکان تو دونوں بیویوں کے رہنے کے لیے ہوں اور تیسرا مکان اس لئے کہ جب ان دونوں سے اختلاف ہو جائے تو آپ اس تیسرے مکان میں دونوں سے الگ رہیں کیونکہ جب تم ان سے

رہ گئے تو کہاں رہو گے؟ وہ یہ سن کر رک گئے پھر جس عورت سے وہ نکاح کرنا چاہتے تھے اس کا دوسری جگہ نکاح بھی ہوگیا مگر پھر انہوں نے کانپور جا کر دوسرا نکاح کیا۔ (ہنس کر فرمایا) کہ یہ یوں سمجھے کہ اسی عورت کی (جس کا نکاح دوسرے سے ہوگیا) ممانعت تھی۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ تعدد ازواج میں تو جہاں مرد تیز مزاج ہو تو سب ٹھیک رہتے ہیں ورنہ جہاں ملا آدمی ہوا سے تو کو بنا لیتی ہیں۔ یہاں ایک شخص کے چار بیویاں ہیں، سب میں خوب اتفاق ہے، وہ کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا۔ بات یہ ہے کہ سب مظلوم ہیں اور مظلوموں میں اتفاق ہو ہی جاتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۲۰۰)۔

دو فریق کے درمیان فیصلہ کرنے کا اصول

فرمایا: کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو یہ کہہ کر بتایا تھا کہ اے علی! جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سن لو، اس وقت تک کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

ایک فریق کے بیان پر کبھی فیصلہ نہیں دینا چاہیے

فرمایا: کہ میں کبھی ایک فریق کے بیان پر فیصلہ نہیں دیا کرتا اس میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے، اور روایات تو اکثر غلط ہوتی ہیں اور نہ کسی کو مقرب بناتا ہوں کیونکہ اس سے لوگ خائف رہتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک قصہ ہے کہ آپ کے پاس دو شخص پہنچے اور جا کر یوں عرض کیا کہ اس کے پاس ننانویں بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک بکری ہے لیکن اس نے اس کو بھی لینا چاہا، تو آپ نے فرمایا کہ اس نے تجھ پر ظلم کیا۔ پھر داؤد علیہ السلام کو تنبیہ ہوا کہ میں نے غلطی کی جو ایک کے بیان پر فیصلہ دے دیا پھر آپ نے استغفار فرمایا اور بظاہر اس میں ایک اشکال ہے کہ آپ نے ایک کے بیان پر فیصلہ کیسے دیا مگر واقع میں اس بیان پر قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا بلکہ معناً وہ قضیہ شرطیہ تھا اس کا مطلب ہی یہ تھا کہ اگر ایسا کیا ہے تو ظلم ہے۔ رہا استغفار تو بات یہ ہے کہ انہوں نے اس کو قضیہ شرطیہ کی صورت میں استعمال نہیں کیا بلکہ قضیہ حملیہ استعمال کیا اگرچہ قضیہ شرطیہ ہی مراد تھا۔ مگر لفظوں میں بھی اس کا استعمال ہونا چاہیے تھا، ایک صاحب نے عرض کیا کہ ﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم بالحق نہ تھا، فرمایا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے یاد رکھنا چاہیے کہ امر و نہی زمانہ مستقبل کے لیے آتا ہے پس یہاں پر ماضی میں حکم بغیر الحق کا اشکال نہیں رہا۔ بعضوں کو ﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا﴾ سے یہی شبہ ہوگیا ہے کہ کیا آپ نے خائن کی طرف داری کی تھی جس کی ممانعت ہوئی، سو یہاں بھی یہی معنی ہیں کہ آپ خائنین کے طرف دار نہ بنیے، جیسا کہ اب تک نہیں بنے یعنی جیسے ماضی میں بھی نہیں رہے۔ جیسے باپ کہتا ہے کہ ایسا کبھی نہ کرنا، جیسا اب تک نہیں کیا۔ پس صیغہ امر میں دلالت مستقبل پر ہوتی ہے امر کی دلالت زمانہ ماضی پر سمجھنا یہی غلطی ہے اور داؤد علیہ السلام کے اس قصہ کو یہود نے اس طرح سے رنگا ہے کہ آپ کی ننانویں بیویاں تھیں اور ایک لشکری کی صرف ایک بیوی تھی آپ کی اس پر نظر پڑ گئی تو آپ فریفتہ ہوگئے پھر

وہ لشکر کی کسی مہم پر گیا اور وہاں جا کر مارا گیا اس کے قتل کے بعد اسے آپ نکاح میں لے لیا، تب نے فرشتوں کو نصیحت کے لیے بھیجا، تھا تو بہ، توبہ! یہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا خیال بالکل غلط اور برا عقیدہ ہے اور تعجب ہے کہ اس کو بعض مفسرین نے بھی لیا ہے۔ دراصل ان کا فرشتہ ہونا ہی ثابت نہیں بلکہ ظاہراً واقع میں وہ انسان ہی تھے اور ان کا بکریوں کے متعلق مقدمہ تھا۔ فافہم! (ملفوظات حکیم الامت ۱۱/۲۱۵)

حقوق واجبہ کو ترک کر کے مستحبات میں مشغول ہونا جائز نہیں

فرمایا: کہ بعض وقت قرآن شریف کا پڑھنا بھی ممنوع ہوسکتا ہے، جیسے کوئی شخص قرآن شریف یاد کرنا چاہتا ہے، جو کہ مستحب ہے مگر بیوی، بچوں کے لیے گذر کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اس کو قرآن کے یاد کرنے میں وقت صرف کرنا حرام ہے، کیونکہ واجب میں خلل پڑتا ہے۔ فافہم! (ملفوظات حکیم الامت ۱۱/۲۲۹)

ایک پیچیدہ مقدمہ اور اس کا فیصلہ

فرمایا: کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور علم کے متعلق ایک واقعہ دیکھا کہ دو شخص سفر کر رہے تھے۔ ایک جگہ کھانے کو بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور ایک کے پاس تین تھیں، ایک راہ گیر بھی ادھر کو آ نکلا، چونکہ عرب کے لوگ کریم ہوتے ہی ہیں انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے کو بٹھالیا جب کھا کر اٹھنے لگا، تو باقتضائے کرم آٹھ درہم پیش کر کے چلا گیا۔ اور ان میں سے تین روٹی والے شخص نے کہا: کہ چار چار درہم تقسیم کرلو۔ دوسرا بولا کہ نہیں میری پانچ روٹی تھیں مجھے پانچ دو اور تمہاری تین تھیں تم تین لو دوسرے کو کچھ ضد چڑھ گئی۔ آخر دونوں یہ جھگڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں لے گئے۔ آپ نے بھی تین والے سے فرمایا کہ اس میں تیرا کیا نقصان ہے، پانچ اور تین کی نسبت پر یہ راضی ہے اسی طرح کرلو اس نے کہا ہم تو انصاف چاہتے ہیں تو فرمایا کہ انصاف ہی چاہتے ہو تو ایک تم لے لو اور سات اس کو دیدو، اس نے اس میں شور وشغب کیا تو آپ نے فرمایا کہ آٹھ روٹی تھیں اور تین کھانے والے تو یوں سمجھو ہر شخص نے ہر روٹی میں سے ایک ایک ثلث کھایا آٹھ روٹیوں کے چوبیس حصے ہوئے اور تینوں کے حصے میں آٹھ آٹھ آئے جس میں سے تین والے نے اپنے نو حصوں میں سے آٹھ کھالیے اور ایک بچا، اور پانچ والے کے پندرہ حصے ہوئے جس میں سے اس نے اپنے آٹھ کھالیے تو سات بچے پس درہم اسی نسبت سے تقسیم ہوں گے۔ (تاریخ الخلفاء:۵۹)

سترہ اونٹوں کی تقسیم کا فیصلہ

ایک واقعہ ہے کہ تین شخصوں کے اونٹ مشترک تھے (نہ معلوم کس وجہ سے اس خاص نسبت سے اشتراک ہوا کہ) ایک تو آدھے کا، اور دوسرا ثلث کا، اور تیسرا نویں حصے کا شریک تھا۔ اور سترہ اونٹ تھے، وہ آپس میں تقسیم نہ ہوتے تھے۔ فیصلے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ نے غلام سے فرمایا کہ ہمارے اصطبل میں سے ایک اونٹ لے آؤ، اور ان سے پوچھا کہ اگر ہم اٹھارہ میں سے اسی نسبت سے

حصے دے دیں، تو راضی ہو، انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر ایک کو زیادہ ملتا تھا مثلاً سترہ میں سے آدھا ساڑھے آٹھ ملتے اور اب نو ملیں گے۔ علیٰ ہذا آپ نے آدھے والے سے کہا، نو لے جاؤ اور ثلث والے سے کہا کہ چھ لے جاؤ اور نویں والے سے کہا کہ دو لے جاؤ، اور غلام سے کہا کہ ہمارا اونٹ اصطبل میں باندھ دو۔ یہ حساب کس کا ہے مگر یہ وہ حضرات تھے نہ کہیں سلیٹ قلم لے کر بیٹھے اور نہ مدرسوں میں پڑھا۔

(ملفوظات حکیم الامت:۱۱/۲۴۰)

کبوتر کے متعلق فقہی مسائل

علامہ دمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کبوتر کی بیٹ، ماکول (جو جانور کھائے جاتے ہیں) وغیر ماکول چوپاؤں (جو جانور نہیں کھائے جاتے) کی لید و گوبر وغیرہ کی خرید و فروخت باطل ہے۔ اور اس سے حاصل ہونے والی قیمت حرام ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ گوبر وغیرہ کی بیع کو جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ہر زمانہ میں ہر جگہ کے لوگ بغیر کسی انکار کے اس کی بیع پر متفق ہیں۔ نیز کبوتر کی بیٹ، ماکول و غیر ماکول جانوروں کی لید و گوبر کی بیع اس لیے بھی جائز ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اس لیے دوسری چیزوں کی طرح اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہونی چاہیے، امام شافعی رحمہ اللہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر کوئی چیز حرام فرماتے ہیں تو اس کی قیمت بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

(رواہ ابوداؤد باسناد صحیح، حیوۃ الحیوان:۱/۶۳۱)

ایک فقہی مسئلہ (سانپ اور سپیرا)

کتاب الاحیاء میں آداب سفر کے باب میں مذکور ہے، جب کوئی شخص سفر یا حضر میں موزہ پہنے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اسکو پہننے سے پہلے جھاڑ لے تاکہ سانپ اور بچھو کے کاٹنے کے ممکنہ خطرہ سے محفوظ رہے، اس مسئلہ کی دلیل ابوامامہ باہلی کی حدیث ہے (جو ہم انشاء اللہ "باب الغین" میں لفظ غراب کے تحت ذکر کریں گے)

فتاویٰ امام نووی میں اس مسئلہ کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اگر کوئی سپیرا سانپ پکڑ لے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور سانپ اس کو ڈس لے جس سے سپیرے کی موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں سپیرا گنہگار ہوگا یا نہیں؟ پس اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر اس سپیرے نے سانپ کو اس نیت سے پکڑا ہے کہ لوگ اس کے فن پر اعتماد کرنے لگیں اور وہ اس فن میں مہارت بھی رکھتا ہو، تو غالب گمان کے مطابق تو وہ سانپ سے محفوظ و مامون رہے گا، البتہ اگر اسکے باوجود سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے تو سپیرا گنہگار نہیں ہوگا اگر سپیرے سے کوئی سانپ فرار ہو کر کسی کو نقصان پہنچا دے تو سپیرے سے کوئی ضمان نہیں لیا جائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے زہد میں لکھا ہے کہ ایک سپیرا جس کے پاس پٹاری اور چند سانپ تھے، یمن میں کسی کے ہاں مہمان ہوا، پس رات کے وقت پٹاری سے سانپ نکلا اور گھر کے کسی فرد کو ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی، پس یمن کے گورنر نے اس واقعہ کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو خط لکھا، پس حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سپیرے پر کوئی ضمان نہیں ہے البتہ سپیروں کو تاکید کی جائے اگر آئندہ وہ کسی کے گھر میں بطور مہمان کے قیام کریں تو اہل خانہ کو اس بات کی بھی اطلاع دے دیں کہ میرے پاس سانپ بھی ہیں۔ (رواہ الامام احمد فی الذھد، حیوۃ الحیوان:۱/۶۸۱)

مغرب کی نماز میں چودہ بار تشہد پڑھنا

ایک مقتدی کی مغرب کی نماز میں چودہ بار تشہد پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ مقتدی نے قعدہ اولیٰ میں امام کو پاکر پہلی بار تشہد پڑھا اور امام پر سجدہ سہو واجب تھا، تو سجدہ سہو کے بعد امام کیساتھ تیسری بار تشہد پڑھا۔ پھر امام کو یاد آیا کہ نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی ہے اور سجدہ نہیں کیا ہے تو سجدہ تلاوت کے بعد پھر چوتھی بار امام کے ساتھ تشہد پڑھا کہ سجدہ تلاوت، قعدۂ اخیرہ کو ختم کر دیتا ہے، پھر امام نے سجدہ سہو دوبارہ کرنے کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، تو مقتدی کو پانچویں بار امام کے ساتھ تشہد پڑھنا پڑا، اس لیے کہ سجدۂ تلاوت کے سبب امام کا پہلا سجدۂ سہو بے کار ہو گیا تھا۔

اب مقتدی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو اپنی دوسری رکعت کے قعدہ میں چھٹی بار تشہد پڑھا، پھر اس نے تیسری رکعت میں ساتویں بار تشہد پڑھا اور اس سے بھی کوئی واجب بھول کر چھوٹ گیا تھا، تو سجدہ سہو کے بعد آٹھویں بار تشہد پڑھا۔ اس کے بعد اسے بھی سجدہ تلاوت یاد آیا، تو سجدۂ تلاوت کے بعد نویں بار تشہد پڑھا۔ اور چونکہ سجدۂ تلاوت کے سبب سجدہ سہو بے کار ہو گیا۔ اس لیے سجدہ سہو کے بعد دسویں بار تشہد پڑھ کر سلام پھیرا۔

اور جب مقتدی امام کے ساتھ پانچویں بار تشہد پڑھ چکا، اگر اسکے بعد امام کو یاد آیا کہ ہم نے نماز کی کسی رکعت کا ایک ہی سجدہ کیا ہے، تو نماز کا چھوٹا ہوا سجدہ کرنے کے بعد امام کے ساتھ مقتدی کو چھٹی بار تشہد پڑھنا پڑا۔ اور نماز کے سجدہ نے چونکہ پھر سجدہ سہو کو باطل کر دیا اس لیے امام نے پھر تیسری بار سجدہ سہو کرنے کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، تو مقتدی کو امام کے ساتھ کل سات بار تشہد پڑھنا پڑا، اور اگر مقتدی کو بھی اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کے پڑھنے میں اسی قسم کا معاملہ پیش آیا یعنی اس سے بھی نماز کا سجدہ بھول کر چھوٹ گیا، تو مقتدی کو تین رکعت کی نماز میں کل چودہ مرتبہ تشہد پڑھنا پڑے گا۔

(عجائب الفقہ بحوالہ درمختار مع شامی:۱/۳۱۳)

ایک دینی پیشوا کی ایک گناہ کی وجہ سے گھر بیٹھے رسوائی

ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی۔ اس کے چار بھائی تھے۔ ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا، وہ اس سے زنا کر بیٹھا، اسے حمل رہ گیا۔ شیطان نے

راہب کے دل میں (یہ بات) ڈال دی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی ۔اس سے بہتر ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کردے۔ تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ پاچھ ہو، تو جھوٹ موٹ کہہ دینا، بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی ایک روز رات کے وقت موقعہ پا کر اس عورت کو مار ڈالا اور کسی اجڑی زمین میں دبا آیا۔

اب شیطان ،اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا ،اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ سنایا، اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا کہ میں نے تو آج کی رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے، ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں، دوسرے نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس (کی بہن) سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کردیا، اور فلاں جگہ لاش دبا آیا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔

چنانچہ انہوں نے جا کر حکومت کو اطلاع دی، اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اسے شاہی دربار میں لے چلے، اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب میرے کئے کو تک (کرتوت) ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کرلے تو جان بچادوں گا اس نے کہا جو تو کہے! کہا مجھے سجدہ کرلے اس نے یہ بھی کردیا۔ بس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے (جو تمام جہانوں کا رب ہے) ڈرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا، اور پادری صاحب کو قتل کیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۴/۵)

صرف بہشتی زیور نا کافی ہے

ایک صاحب لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے، مجھ کو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں۔ گویا ان کے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آ گیا ہے یا انکو ان مسائل کے علاوہ جو اس میں ہیں، کسی اور مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک کافی تعداد مسائل کی موجود ہے لیکن اولاً اس میں زیادہ تر وہ مسائل ہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یا عورتوں اور مردوں میں مشترک ہیں۔

اور اس سے قطع نظر مسائل اس میں اس قدر نہیں ہیں کہ ان کے بعد دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے سارے مسائل مطالعہ سے حل ہی ہو جائیں اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی نہ پیدا ہو۔ ضرورت اس کی ہے کہ سبقاً سبقاً کسی عالم سے پڑھا جائے۔ (دعوات عبدیت: ۸۱/۸)

مشتبہ اور مشکوک سے احتیاط

تجارت میں زیادہ احتیاط برتنا خسارہ میں پڑنا ہے۔ مشہور تابعی ابن سیرینؒ کا پیشہ تجارت تھا۔ ان کا

حال یہ تھا کہ خندہ پیشانی کے ساتھ نقصان اٹھاتے تھے لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے بیع کے طور پر غلہ خریدا۔ اس میں انہیں اسی ۸۰ ہزار کا فائدہ ہوا، لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہوگیا کہ اس منافع میں سود کا شائبہ ہے اس لیے پوری رقم چھوڑ دی حالانکہ اس میں مطلق ربوٰ (سود) نہ تھا۔
(طبقات ابن سعد: ۱۴۵/۷)

پردہ پوشی

حضرت سعید بن مسیب جلیل القدر تابعی اور دنیائے اسلام کے امام اور مقتداء مانے جاتے تھے۔ وہ اگرچہ احکام خداوندی کے باب میں بڑے سخت گیر تھے لیکن کسی کے گناہ کی پردہ دری نہ کرتے تھے اور خود دوسروں کو بھی پردہ پوشی کی تلقین کرتے تھے۔ ابن حرملہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں صبح کو باہر نکلا تو ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا، اس کو زبردستی اپنے گھر گھسیٹ لایا، اس کے بعد سعید سے ملاقات ہوئی ان سے پوچھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو نشہ کی حالت میں پایا اس صورت میں وہ کیا کرے؟ اس کو حاکم کے سپرد کر کے اس پر حد جاری کرائے؟ ابن مسیب نے جواب دیا اگر تم اس کو اپنے کپڑے سے چھپا سکو تو چھپالو، یہ سن کر میں گھر واپس آیا۔ اس وقت وہ شخص ہوش میں آچکا تھا مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر شرمندگی طاری ہوگئی، میں نے اس سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی اگر تم اس حالت میں پکڑے جاتے اور تم پر حد جاری کی جاتی تو لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری کیا آبرو رہ جاتی۔ تم زندگی ہی میں مردہ ہو جاتے، تمہاری شہادت تک قبول نہ کی جاتی۔ یہ نصیحت سن کر اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا۔ اس کی پردہ پوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے تائب ہوگیا۔ (طبقات ابن سعد: ۱۳۱/۵)

خدا کی امان میں

حضرت سالم بن عبداللہ حد درجہ محتاط اور زاہد تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جا کر پوچھا۔ تم مسلمان ہو؟ اس نے کہا ہاں! میں مسلمان ہوں لیکن آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسے پورا کیجیے، آپ نے پوچھا تم نے صبح کی نماز آج پڑھی ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھی ہے یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا: یہ شخص مسلمان ہے آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ و امان میں آگیا۔ حجاج نے کہا: ہم اس کو صبح کی نماز کے لیے تھوڑا ہی قتل کرتے ہیں بلکہ اس لیے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کے معاونوں میں ہے۔ فرمایا: اس کے لیے اور لوگ موجود ہیں جو عثمان کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: سالم نے سمجھداری سے کام لیا۔ (طبقات ابن سعد: ۱۴۵/۵)

کھوٹے سکوں کا مصرف

حضرت عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی اور محتاط بزرگ تھے، ان کا ایک گاہک مجوسی تھا، وہ ان کی دکان پر کپڑے سلواتا اور اجرت میں کھوٹے سکے دیتا، وہ اس سے لے لیا کرتے۔
ایک دفعہ اتفاق ایسا ہوا، کہ وہ اپنی دوکان سے کہیں گئے اور اسی اثناء میں مجوسی آیا، اس نے اپنے کپڑے لیے اور کھوٹے سکے دیئے۔ عبداللہ کے شاگرد نے سکے واپس کئے تو پھر اس نے کھرے سکے حوالے کئے، جب عبداللہ آئے اور شاگرد سے پوچھا کہ اس مجوسی کا کرتہ کہاں ہے؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا تم نے برا کیا ایک عرصے سے میں وہ سکے لیکر صبر کررہا تھا، میں وہ سکے لیتا اور ایک کنوئیں میں ڈال دیتا کہ کہیں پھر کسی کو ان سے دھوکہ نہ دیا جائے۔ (الرسالۃ القشیریہ، باب الخلق)
کھوٹے سکوں کے بارے میں عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کو دھوکہ میں مل گیا تو پھر وہ بھی اس طرح دوسرے کو دھوکے میں دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس طرح دھوکا کھانے والوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے سکوں کو ضائع کر دیا ہے۔ (علم وہدایت کے چراغ: ۲۹۰)
ف: ہمیں بھی اس طرز عمل کو اپنانے کی ضرورت ہے کیونکہ جعلی نوٹ بھی ہمارے سامنے آجاتے ہیں انکو آگے نہیں چلانا چاہئے۔ (مؤلف)

حق کی خاطر

قاضی شریح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ تاریخ اسلام کے مشہور قاضی ہیں، وہ دینداری، فضل وکمال، ذکاوت اور اپنے عدل اور انصاف میں خاص شہرت رکھتے ہیں، ان کے متعلق ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن کی مثالیں مشکل سے ملتی ہیں۔ انکے لڑکے اور بعض دوسرے اشخاص کے درمیان کسی حق کے بارے میں تنازعہ تھا لڑکے نے واقعہ بتایا کر پوچھا کہ اگر میرا حق نکلتا ہو اور مقدمہ میں کامیابی کی امید ہو تو میں دعویٰ کروں ورنہ خاموش رہوں۔ شریح نے مقدمہ کی نوعیت پر غور کر کے دعویٰ کرنیکا مشورہ دیا لیکن جب مقدمہ انکے سامنے پیش ہوا تو لڑکے کے خلاف فیصلہ دیا، فیصلہ دیکر جب گھر آئے تو لڑکے نے کہا اگر میں نے آپ سے پہلے مشورہ نہ کرلیا ہوتا تو مجھے آپ سے کوئی شکایت نہ ہوتی لیکن مشورہ دینے کے بعد آپ نے مجھے ذلیل کیا۔ شریح نے جواب دیا، جانِ پدر! تو مجھے ان لوگوں سے زمین بھر کے آدمیوں میں عزیز ہے، جب تو نے مجھ سے مشورہ کیا تو مجھے ان لوگوں کا حق نظر آیا، اگر میں اسوقت تجھ سے ظاہر کر دیتا تو ان سے صلح کر لیتا اور ان لوگوں کا حق ضائع ہو جاتا۔ (طبقات ابن سعد: ۶/ ۹۳)

سلام میں سبقت

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج تھے، سلام میں ہمیشہ خود سبقت کرتے تھے قاسم کا بیان ہے، کہ کوئی شخص سلام میں شریح پر سبقت نہیں کر سکتا تھا۔ عیسیٰ بن حارث کا بیان ہے کہ "میں ہمیشہ

سبقت کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر کبھی کامیاب نہ ہوا، میرا انکا آمنا سامنا ہوتا تھا میں اس انتظار میں رہتا کہ اب سلام کروں کہ اتنے میں وہ قریب پہنچ کر "السلام علیکم" کہہ دیتے۔" (طبقات ابن سعد:۶/۰۷ ۹)

سلام کی حدیث میں بڑی تاکید آئی ہے اور ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملے تو اسے یہ دعائیہ فقرہ اپنی زبان سے ضرور کہنا چاہیے۔ یہ ایک بندے کی طرف سے دوسرے بندے کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "افشوا السلام" "سلام کو خوب پھیلاؤ" مگر آج ہمارے معاشرے میں سے یہ دعائیہ فقرہ بھی غائب ہوتا جارہا ہے اب تو دیندار طبقہ کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک سلام کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی۔ بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پہلے انہیں کوئی سلام کرے، تو جواب دیں گے حالانکہ یہ نیکی کا کام ہے اور نیکی میں جو سبقت کرے اسکا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ (علم وہدایت کا چراغ:۷۷)

جذام کے فقہی مسائل

کتاب القواعد میں شیخ صلاح الدین عراقی نے ذکر کیا ہے کہ "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مہلک امراض میں مبتلا شخص کسی تندرست آدمی کے ہاں نہ جائے۔ اس حدیث سے یہ بات (اشارۃ النص کے ذریعے) معلوم ہوئی اگر کسی بچے کی ماں برص یا جذام کے مرض میں مبتلا ہو، تو اس (ماں) کے ذمے سے پرورش کا حق ساقط ہوجاتا ہے، اس لیے کہ ماں کے ساتھ رہنے اور اسکا دودھ پینے کی وجہ سے بچے کو برص، جذام ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے۔"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شیخ صلاح الدین عراقی نے لکھا ہے وہ بالکل واضح ہے کیونکہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسکی تائید کی ہے اور مالکیہ سے بھی یہی منقول ہے کہ اگر کوئی (برص یا جذام کا) مریض تندرست وصحت مند لوگوں کے ساتھ مسافر خانے یا ہوٹل وغیرہ میں رہنا چاہتا ہو تو اس پر پابندی لگادی جائے گی یہاں تک مسافر خانے یا سرائے میں رہنے والے مریض کو ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی مجذوم پہلے ہی سرائے خانے میں رہتا ہو، بعد میں اس سرائے میں تندرست لوگ قیام کرنے کے لئے آجائیں تو اس مجذومی کو خوف زدہ کرکے سرائے سے نکال دیا جائے گا، بشرطیکہ تندرست وصحت مند آدمیوں کی یہی خواہش ہو۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ اہل علم نے اس کی تصریح کی ہے اگر کوئی ایسی لونڈی ہو، جس کا مالک جذام کے مرض میں مبتلا ہو تو باندی کے لیے مناسب ہیکہ وہ اپنے آقا کو جو کہ جذام کے مرض میں مبتلا ہے ہم بستری (صحبت) کا موقع دے۔

ایک صورت یہ ہے کہ اگر کسی ایسے آدمی جو جذام کے مرض میں مبتلا ہو، اپنی بیوی کو ہم بستری کے معاملے میں پابند نہ کیا ہو، تو ان دونوں (میاں بیوی) میں تفریق کرائی جاسکتی ہے بیوی خود مختار ہے اور اسکی خود مختاری کو اس معاملے میں شریعت اسلامیہ نے تسلیم کیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان:۱/۹۰)

امتیاز سے نفرت

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد اور متقی بزرگ تھے۔ انکی ذات علم وعمل کی جامع تھی۔ وہ ہر ایسے امتیاز سے جس سے لوگوں کی توجہ انکی طرف ہو، بچتے تھے۔ اکثر نماز میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو آگے بڑھا دیتے۔

ابن عون کا بیان ہے کہ ابن ہبیرہ کے خروج کے زمانہ میں بھی ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ نکلا نماز کا وقت آیا، تو انہوں نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا میں نے اسکی تعمیل تو کی لیکن نماز پڑھانے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ تو فرمایا کرتے تھے کہ نماز اسی شخص کو پڑھانا چاہیے جسکو قرآن زیادہ یاد ہو، فرمایا "مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھوں اور لوگ یہ کہیں کہ "محمد" لوگوں کی امامت کرتے ہیں۔" (طبقات ابن سعد: ۱۴۸/۷)

سفارش کے معاوضہ میں ہدیہ

حضرت مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ، علمائے تابعین میں سے تھے۔ وہ اصل علم، خوف خدا کو سمجھتے تھے اور اسکے مقابلے میں غرور علم، کو جہل تصور کرتے تھے۔ بے حد محتاط اور متقی تھے۔ انکا حال یہ تھا کہ ادنی ادنی باتوں میں احتیاط ملحوظ رکھتے تھے، جسکا کوئی کام ان سے نکلتا تھا اس سے ہدیہ تک قبول نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی معاملے میں ایک شخص کی سفارش کی، اس نے شکریہ میں ایک لونڈی لاکر پیش کی، یہ دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا اگر مجھے پہلے تمہارے اس خیال کا علم ہوتا تو میں کبھی تمہاری سفارش نہ کرتا جتنی سفارش کر چکا، وہ کر چکا اب جتنی ضرورت اور باقی رہ گئی ہے اسکے بارے میں میں کچھ نہ کہوں گا۔ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ "جو شخص کسی کا حق دلانے یا ظلم کے انسداد کے لئے کسی کی سفارش کرے اور اسکے معاوضہ میں اسکو ہدیہ دیا جائے اور سفارش کرنیوالا اس سے قبول کرے۔ وہ ہدیہ اس پر حرام ہے"۔

(طبقات ابن سعد: ۵۴/۶)

انوکھی وضع کی تجارت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے تفقہ، شان اجتہاد واستنباط اور ملکہ تخریج وتفریع اور قیاس ورائے میں سب سے یگانہ اور ممتاز تھے۔ اور مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت، فقہی مسائل میں انہی کی مقلد ہے۔ انکی فقہ اپنے اصول، گیرائی لچک وسعت اور رخصت، سہولت کے اعتبار سے "الدین یسر" کی صحیح تعبیر ہے اور یہ انکا اتنا بڑا فکری اور علمی کارنامہ ہے جسے دنیائے اسلام کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ امام صاحب کا آبائی پیشہ تجارت تھا لیکن انکی تجارت بھی بالکل انوکھی اور نرالے طرز کی تھی، وہ ان خوش اوصاف اور دیانت دار تاجروں میں تھے جو تجارت پیشہ لوگوں کیلئے بھی کامل نمونہ تھے، خرید وفروخت میں کبھی بھی دیانت داری کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت فروخت کے لئے ریشمی کپڑا امام صاحب

رحمہ اللہ کے پاس لائی، امام صاحب نے قیمت دریافت کی تو اس نے سو(100) کی رقم بتائی، امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ مال تو زیادہ قیمت کا ہے اس نے سو(100) اور بڑھا دیئے۔ اسطرح وہ ایک ایک سو بڑھاتی گئی حتی کہ چار سو تک پہنچ گئی امام صاحب نے فرمایا: یہ چار سو سے بھی زیادہ کا ہے، وہ کہنے لگی آپ میرا مذاق اڑاتے ہیں؟ امام صاحب نے فرمایا کسی دکاندار کو بلاؤ جو اسکی قیمت لگائے، چنانچہ وہ ایک شخص کو لے آئی اور اس نے وہ پارچہ پانچ سو میں خرید لیا۔(الخیرات الحسان:۲۴)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ خریدار ہونیکی صورت میں بھی بائع کے نفع نقصان کا خیال رکھتے تھے اور موقع پا کر اسے لوٹنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا، اسکی خیرخواہی و رہنمائی کرتے تھے۔(علم و ہدایت کے چراغ:۶۲)

خریدار کی رعایت

امام صاحب رحمہ اللہ ایک مالدار تاجر ہونے کے باوجود استغناء کی شان رکھتے تھے۔ حرص و طمع بالکل نہ تھی۔ بے انتہا امانت دار تھے، اور دیانت داری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے نفس پر ہر طرح کی سختی روا رکھتے تھے، اگر خریدار نادار ہوتا تو بے تامل اپنا نفع چھوڑ دیتے یا نفع میں سے کچھ بطور کمیشن کے دے دیتے، چنانچہ ایک دفعہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نادار ہوں یہ کپڑا جتنے میں آپکو پڑا ہے اتنے میں دیدیجئے۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اچھا چار درہم دیدو، وہ کہنے لگی، میں بڑھیا ہوں میرا مذاق نہ اڑایئے، امام صاحب نے ارشاد فرمایا "بڑی بی دو کپڑے میں نے خریدے تھے، ایک کپڑا اصل لاگت سے چار درہم کم پر بیچ ڈالا، اس لیے یہ کپڑا چار درہم میں پڑا ہے۔

اسی طرح ایک دوست کو خاص قسم رنگ کے ریشم کی ضرورت پیش آئی وہ امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس یہ غرض لےکر آیا امام صاحب فرمانے لگے: "ذرا صبر کرو کوئی اس قسم کا کپڑا آ گیا تو تمہارے لیے خرید لوں گا۔"

چنانچہ ایک ہفتہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ کپڑا آ گیا وہی دوست دوبارہ آیا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: "میاں تمہاری ضرورت پوری ہوگی ہے۔" اور کپڑا نکال کر دے دیا۔ اس دوست نے پوچھا، کتنے کا ہے؟ کہنے لگے صرف ایک درہم کا وہ دوست کہنے لگا مجھے آپکے بارے میں یہ گمان نہ تھا کہ آپ میرا مذاق اڑائیں گے۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے مذاق نہیں اڑایا، اصل بات یہ ہے کہ میں نے بیس اشرفی اور ایک درہم میں دو کپڑے خریدے تھے۔ ان میں سے ایک کپڑا بیس اشرفی میں بیچ ڈالا، اس لیے یہ ایک درہم میں رہ گیا۔(تاریخ بغداد:۱۳/۳۶۲)

تجارت میں احتیاط اور تقویٰ

امام صاحب رحمہ اللہ کی تجارت نہایت وسیع تھی لاکھوں کا لین دین تھا، اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا ایسے بڑے کارخانے کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اسقدر

خیال رہتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبہ (دانہ) بھی انکے خزانے میں نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ اس احتیاط میں کبھی کبھی نقصان بھی اٹھانا پڑتا تھا۔ مگر انکو پرواہ نہیں ہوتی تھی۔

ایک دفعہ اپنے شریک کاروبار حفص بن عبدالرحمن کے پاس خز (ریشم) کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں عیب ہے خریدار کو بتا دینا۔ حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا۔ تھان بیچ ڈالے اور خریداروں کو عیب کی اطلاع نہ دی۔ امام صاحب رحمہ اللہ کو معلوم ہوا تو نہایت افسوس کیا تھانوں کی قیمت جو تمیں ہزار درہم تھی سب خیرات کر دی۔ (تاریخ بغداد: ۳۸۵/۳)

بلا غرض حق گوئی

خلیفہ منصور اور حرہ خاتون (منصور کی بیوی) میں کچھ رنجش ہو گئی تھی۔ خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہیں کرتا۔ منصور نے کہا کہ کسی کو منصف قرار دو، اس نے امام صاحب کا نام لیا، اسی وقت طلبی کا فرمان گیا۔ خاتون پردہ کیے قریب بیٹھی کہ امام صاحب رحمہ اللہ جو فیصلہ کریں خود اپنے کانوں سے سنے۔ منصور نے پوچھا: شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے؟ امام صاحب نے کہا چار، منصور خاتون کی طرف مخاطب ہوا کہ سنتی ہو! پردہ سے آواز آئی کہ ہاں سنا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے منصور کیطرف خطاب کر کے کہا "مگر یہ اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو۔ ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں" خدا خود فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ امام صاحب گھر آئے تو ایک خادم پچاس توڑے لیے ہوئے حاضر ہوئے کہ خاتون نے نذر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ آپ کی کنیز آپکو سلام کہتی ہے۔ اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے۔ امام صاحب نے روپے واپس کر دئیے اور خادم سے فرمایا کہ جا کر خاتون سے کہنا کہ میں نے جو کچھ کہا کسی غرض سے نہیں کہا بلکہ میرا فرض منصبی تھا۔" (سیرت النعمان)

حق پرستی

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ایک زمانے میں حاکم کوفہ نے حکم دے دیا تھا کہ فتویٰ نہ دیا کریں۔ چنانچہ انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ ایک دن امام ممدوح گھر میں تشریف رکھتے تھے بی بی اور بچے پاس تھے صاحبزادی نے روزہ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا! یہ مسئلہ اپنے حماد سے پوچھ لو۔ مجھ کو حاکم کی طرف سے فتویٰ دینے کی ممانعت ہے اسلیے میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ (ابن خلکان: ۴۵۲/۱)

اس سے بڑھ کر حق پرستی اور کیا ہو سکتی ہے عہدۂ قضا قبول نہ کرنا اپنے نفس کا حق تھا جسکو انہوں نے حاکم اور خلیفہ کے مقابلے میں برسر دربار نہیں چھوڑا۔ اور فتویٰ نہ دینا حاکم کا حق تھا جسکو انہوں نے خلوت اور گھر کی چار دیواری کے اندر بھی ملحوظ رکھا۔ (علم وہدایت کے چراغ: ۶۷)

ظالم حکمرانوں کے مقابلے میں اعلان حق

حضرت امام مالک رحمہ اللہ مدینہ میں پیدا ہوئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کو دیکھا، ان سے علم حاصل کیا

آپ کی آنکھیں نورانی زندگی میں کھلیں۔ مدینہ کی عظمت اور شان میں پرورش پائی، مدینہ منورہ اس وقت علم کا گہوارہ، نور کا مخزن اور معرفت کا سرچشمہ تھا، مدینہ کی عظمت کا نقش دل پر جم گیا اس شان اور تقدس کا اثر آپ کے افکار آپ کی فقہ اور آپ کی زندگی میں نمایاں ہے۔ تقریباً پچاس سال تشنگان علم آپ کے فیض تعلیم وتربیت سے سیراب ہوئے۔ اسلامی شریعت کے اصول مرتب کر کے ایک مکتبۂ خیال کے جاری کرنے والے اور بانی ہیں۔ جابر امراء اور ظالم حکومتوں کے مقابلے میں اعلان حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایمان کامل اور خدا پر پورا بھروسہ رکھتے ہوں۔ امام دار الہجرۃ حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ اپنے گوناگوں اوصاف کے ساتھ اس امر میں بھی امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ایام حج میں خلافت عباسیہ کی طرف سے عام منادی کرادی گئی تھی کہ امام مالک اور ابن ابی الذوئیب کے سوا اور کوئی شخص فتویٰ نہ دے۔ چھ چھ مہینے کی مسافت طے کر کے لوگ حضرت امام صاحب سے فتویٰ پوچھنے آتے۔ امام صاحب بڑی آزادی سے فتویٰ دیتے تھے۔ چنانچہ امام صاحب نے ایک فتویٰ دیا کہ کوئی شخص کسی جبر سے بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق نہیں پڑتی۔ والی مدینہ نے یہ حکم دیا کہ آئندہ سے یہ فتویٰ نہ دو۔ بلکہ یہ فتویٰ دو کہ طلاق پڑ جائے گی۔ مگر چونکہ یہ بات امام صاحب کے نزدیک صحیح نہ تھی اس لیے والی مدینہ کی سطوت کا امام صاحب پر جادو نہ چل سکا ہمیشہ یہی فتویٰ دیتے رہے کہ جبراً طلاق نہیں پڑتی۔

والی مدینہ نے آپ کو غصہ میں طلب کیا اور اس نے ہدایت کی کہ ہاتھ میں ہتھکڑیاں پیچھے سے ڈالی جائیں۔ اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کر کے مالک کو میرے سامنے لایا جائے۔ چنانچہ اس انداز سے امام صاحبؒ لائے گئے۔ مگر اونٹ پر بھی بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے اور جو نہیں جانتا تو جان لے کہ میں مالک، انس کا بیٹا اور اسی مسئلہ کا اعلان کرتا ہوں کہ جس کے اعلان سے مجھ کو جبر رو کا جا رہا ہے کہ "طلاق المکرہ لیس بشئی" یعنی جبریہ طلاق کوئی چیز نہیں!

ظالم سپاہیوں نے کس کر ہتھکڑی ایسی ڈالی تھی کہ کندھا اتر گیا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ والی نے امام صاحب کو ستر کوڑے اور لگوائے۔ مگر امام صاحب نے صبر واستقلال سے تکلیف کو برداشت کیا اور جو رائے تھی اس پر قائم رہے۔ یہ تھی امام صاحبؒ کی جلالت شان۔ (حیات مالک، از علامہ سید سلیمان ندوی)

مرتبہ کے مطابق برتاؤ

خلیفہ ہارون الرشید مجلس درس میں آیا تو مسند سے نیچے اتر کر اس کو بیٹھنا پڑا لیکن ایک بار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تشریف لائے تو آپ نے اس قدر تعظیم کی کہ ان کے لیے اپنی چادر فرش پر بچھائی وہ اٹھ گئے تو طلبہ سے کہا کہ "یہ عراق کے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہیں جو اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں" اس کے بعد کوفہ کے محدث سفیان آئے تو ان کی بھی تعظیم کی لیکن اس سے کم، ان کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ لوگوں کی علی قدر مراتب عزت کرنی چاہیے۔ (حیات مالک، از علامہ سید سلیمان ندوی)

طلب علم مہد سے لحد تک

طلب علم کی راہ میں امام احمد رحمہ اللہ کی بادیہ پیمائی (صحرا نوردی) برابر جاری رہی۔ تمام ممالک اسلامیہ کا چکر لگایا نہ وہ محنت سے گھبراتے نہ مشقت سے جی چراتے اور نہ زیادہ حاصل کر کے بھی سیری ہوتی۔ کتابوں کا بوجھ پیٹھ پر لدا ہوتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی جاننے پہچاننے آدمی نے اس طرح حالت سفر میں دیکھ لیا۔ اور احادیث کی روایت اور کتابت کی کثرت دیکھ کر اعتراضاً کہا "اتنا کچھ حفظ کر ڈالا، اتنا کچھ لکھ ڈالا، اور اتنی روایت کر ڈالی پھر بھی عالم یہ ہے کہ آج کوفہ جا رہے ہیں تو کل بصرہ، آخر کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟ حتیٰ کہ جب درجہ امامت پر متمکن ہو گئے۔ تو آپ کے ایک ہم عصر نے دیکھا کہ قلم دوات ہاتھ میں ہے اور برابر لکھتے جا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا، ابو عبداللہ! آپ اس رتبہ بلند تک پہنچ چکے ہیں اور یہ عزت پائی ہے کہ امام المسلمین کہلائے جاتے ہیں پھر بھی آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ امام احمد نے فرمایا" جب تک قبر کا منہ نہ دیکھ لوں گا قلم دوات کا ساتھ بھلا کیسے چھوٹ سکتا ہے؟ آپ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے اس وقت تک برابر تحصیل علم کرتا رہوں گا تاوقتیکہ قبر میں نہ چلا جاؤں۔" (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مصنفہ ابو زہرہ)

انتہائی احتیاط پسندی

ایک بار ایک قرض کی ادائیگی کے پیش نظر آپ نے سونے کی ایک شئے رہن رکھ دی اور جب آپ کے پاس روپے کا انتظام ہو گیا تو وہ دائن کے پاس گئے تاکہ رقم دے کر اپنی شئے واپس لے لیں۔ چنانچہ دائن رہن شدہ شئے جب واپس دینے لگا تو اسے شبہ ہو گیا۔ کیونکہ اس کے پاس بالکل ویسی ہی ایک اور شئے بھی رہن رکھی تھی۔ اس نے دونوں چیزیں امام موصوف کو دے دیں اور عرض کیا ان میں سے جو آپ کی ہو وہ پہچان کر لیجیے۔ لیکن امام احمد رحمہ اللہ کی انتہائی احتیاط پسندی کی یہ کیفیت تھی کہ آپ نے دونوں چیزیں واپس کر دی اور کوئی بھی نہ لی۔ گویا کہ آپ اپنے ہی مال سے دستبردار ہو گئے اور شک کے سبب نقصان اٹھانا گوارا کر لیا۔ (علم و ہدایت کا چراغ: ۸۱)

تزکیۂ نفس کے خلاف

ایک مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ بیمار ہو گئے۔ تو آپ کے صاحبزادے آپ کی عبادت کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا: "میرے پاس کچھ رقم ہے جو متوکل (خلیفہ) نے ہدیے کے طور پر دی تھی۔ کیا اس کے ذریعے میں حج کر سکتا ہوں؟" آپ نے فرمایا: "ہاں کر سکتے ہو" بیٹے نے عرض کیا "اگر ایسی رقم آپ کے پاس ہوتی تو کیا آپ بھی اس کو اپنے صرف میں لے آتے؟" یہ سنا تو ارشاد فرمایا: بیٹے! میں خلیفہ کے عطایا کو حرام نہیں سمجھتا لیکن ان کا لینا تزکیۂ نفس کے خلاف سمجھتا ہوں۔ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مصنفہ ابو زہرہ)

مرضی کے خلاف فتویٰ

ایک روز امام محمد رحمہ اللہ دوسرے علماء کے ساتھ ہارون رشید کے محل میں بیٹھے ہوتے تھے، اتفاق سے

اسی وقت ہارون رشید بھی آ گیا۔ تمام حاضرین اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ تھوڑی دیر بعد ہارون نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو تخلیہ میں بلایا، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اندر گئے تو ہارون نے ان سے کہا کہ بنو تغلب (نصاریٰ) کو نقض عہد کر کے میں قتل کرانا چاہتا ہوں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں امان دی تھی۔ اس لیے نقض عہد کی گنجائش نہیں ہے، ہارون نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے بچوں کا بپتسمہ (عیسائی بنانا) نہ کریں لیکن انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے بپتسمہ کے باوجود انہیں امان دی تھی۔ اس پر ہارون نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے جنگ کرنا چاہیے تھا۔ حالانکہ ان لوگوں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بلا شرط صلح کی تھی۔ اس پر ہارون بہت خفا ہوا، اور ان کو محل سے نکلوا دیا۔ (مناقب کردری: ۲/ ۱۶۳)

حاضر جوابی

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نہایت ذکی اور ذہین تھے۔ اسی لیے جب کوئی بات یا مسئلہ سامنے آتا تو وہ فوراً جواب دیتے۔ ایک بار ہارون کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے، ظہر یا عصر کے وقت انہوں نے امامت کی۔ چونکہ یہ مسافر تھے اس لیے قصر کیا، یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر نمازیوں سے کہا کہ ''اپنی نماز پوری کر لو، میں مسافر ہوں'' اہلِ مکہ میں سے ایک شخص نے نماز ہی میں کہا، ہم لوگ یہ مسئلہ تم سے اور جس نے تم کو سکھایا ہے اس سے بہتر جانتے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ تو ٹھیک ہے۔

لیکن یہ مسئلہ اگر تم کو معلوم ہوتا تو نماز میں بات چیت نہ شروع کر دیتے۔ اس جواب پر ہارون بہت خوش ہوا اور اس نے کہا کہ اگر نصف سلطنت کے بدلے مجھے یہ جواب مل جاتا تو بھی میں پسند کرتا۔ (مفتاح السعادۃ: ۱۰۴)

اہلِ علم کے لیے کام کی بات

حضرت ابن مہدی اہلِ علم کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے سے زیادہ صاحب فضل و کمال سے ملے تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ اگر اپنے برابر سے ملے تو اس سے استفادہ اور مذاکرہ کی کوشش کرے۔ اور اگر اپنے سے کم تر آدمی سے ملے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور اس کو اپنے علم و فضل سے فائدہ پہنچائے۔ (علم و ہدایت کے چراغ: ۹۸ بحوالہ صفوۃ الصفوۃ)

اتباعِ سنت کا حکیمانہ طریقہ

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ادب اور حسن معاشرت کا نمونہ تھے۔

حدیث کی مجلس میں ان کا ادب دیکھنے والا ہوتا تھا۔ یوں تو عام مجلسوں میں بھی وہ خلافِ اسلام کوئی فعل نہیں دیکھ سکتے تھے۔

ایک بار مجلس میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ اس نے ''الحمد للہ'' نہیں کہا۔ آپ تھوڑی دیر منتظر رہے پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھائی! جب چھینک آئے تو کیا کہنا چاہیے؟ اس نے کہا ''الحمد للہ'' آپ نے جواب میں ''یرحمك الله'' کہا اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور دوسروں کو اتباع سنت کی ترغیب ہو۔ (تاریخ بغداد جلد ۱۱)

علماء کا بگاڑ

امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم کو منفعت کا نہیں خلق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنایا، اور وہ اس ذمہ داری سے ہر وقت گراں بار رہتے تھے، فرماتے ہیں: کہ جب علماء میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو ان کی اصلاح کون کر سکتا ہے؟ ان کا بگاڑ دنیا کی طرف ان کا میلان ہے۔ وہ دین کے طبیب ہیں اور روپیہ، پیسہ مرض ہے تو جب طبیب خود ہی مرض پال لینے پر تل جائے تو اس کا علاج کون کر سکتا ہے؟

فرماتے ہیں کہ! ''اگر میں جانتا کہ لوگ علم رضائے الٰہی کے لیے طلب کرتے ہیں تو خود ان کے گھر جا کر تعلیم دیتا، لیکن لوگ اس لیے علم حاصل کرتے ہیں کہ ان کو لوگوں میں مقبولیت حاصل ہو اور ''حدثنا سفیان'' کہہ کر اپنی مجلس میں رونق پیدا کریں۔ فرمایا کہ: جب کوئی خدا سے تقویٰ اختیار کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے تو اس جذبہ ہی کی وجہ سے دوسروں پر اس کو فضیلت ہوتی ہے۔

علماء تین طرح کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ عالم جو اللہ کو پہچانتا ہو اور اس کے احکام اور اوامر کو بھی، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا ہے اور اس کے اوامر اور حدود کا لحاظ کرتا رہے۔

دوسرا وہ عالم جو اللہ کو پہچانتا ہے مگر اس کے اوامر سے ناواقف ہے اس کی علامت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتا تو ہو مگر اس کے اوامر کی اچھی طرح پرواہ نہ کرتا ہو۔

تیسرا وہ عالم جو اوامر ہی سے واقف ہو مگر خدا کا علم اسے نہ ہو۔ اس کی پہچان یہ جبکہ وہ نہ خدا سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے اوامر کی پرواہ کرتا ہے۔ (صفوۃ الصفوۃ)

اعتراف خطا بھی کمال ہے

۱)......علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ علماء شافعیہ میں درجہ امامت رکھتے تھے۔ ان کے علم وفضل کا شہرہ پانچویں صدی ہجری میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا زہد وتقویٰ میں بھی اپنے ہمعصروں میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ علماء کا بہت بڑا طبقہ ان سے فیض یاب ہوا۔ ان کی ایک خوبی اور بھی اپنے ہم عصروں میں سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ ان کے سامنے اپنی تحقیق اور اجتہادی غلطی جب واضح ہو جاتی تو اس کے اعتراف میں پس وپیش نہ کرتے۔ انصاف پسندی کے ساتھ فروتنی کے وصف نے لوگوں کے دل میں ان کی وقعت بہت بڑھا دی تھی۔ مشہور ہے کہ ایک بار لوگوں نے ایک استفتاء ان کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اسوقت جو خیال

میں آیا لکھ دیا۔ اتفاقاً وہ استفتاء مع جواب کے امام ابونصر بن صباغ کی نظر سے گذرا۔ انکو علامہ ممدوح کی ہمسری کا دعویٰ تھا۔ اور واقعی تھے بھی وہ اسی پائے کے بزرگ۔ اسے ابن صباغ نے دیکھتے ہی صاحب فتوی سے کہا کہ اس کاغذ کو ابواسحاق کے پاس پھر لے جاؤ اور کہو کہ اس پر نظر ثانی کیجیے۔

علامہ ابواسحاق نے دیکھا تو حقیقت میں وہ فتویٰ غلط تھا۔ اپنے فتوے کو درست کیا اور اس کے نیچے یہ جملہ لکھ دیا۔

"الحق ما قاله الشيخ ابن صباغ و ابو اسحق يخطى" یعنی جو ابن صباغ نے لکھا وہی صحیح ہے اور ابواسحٰق غلطی پر ہے۔ (سیر علماء از عبدالحلیم شرر)

۴)۔ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ عالم قرآن کی تفسیر بیان کیا کرتے تھے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے حلقے میں کبھی کبھی جا بیٹھتے تھے ایک دن شیخ نے کسی مقام پر ایک فقہی مسئلہ میں غلطی کی اس وقت تو شاہ صاحب خاموش رہتے جب درس ختم ہو چکا تو اس وقت پاس جا کر چپکے سے متنبہ کیا کہ یہ مسئلہ مجھ کو اس طرح یاد ہے ان بزرگ نے فوراً تمام طلباء کو پکار کر واپس بلایا، سب جمع ہو گئے تو کہا: "قد غلطنا في هذه المسئلة و نبهنا عليه هذا الشيخ، و الصحيح هكذا" "یعنی ہم نے اس مسئلہ میں غلطی کی جس پر ہم کو اس شیخ (ہندی یعنی شاہ صاحب) نے متنبہ کیا، اور صحیح تقریر اس کی یوں ہے پھر شاہ صاحب کی بیان کردہ تقریر کا اعادہ کیا۔

ف : دیکھئے! علماء یہ حضرات ہیں، کہ ان کو یہ کہتے ہوئے ذرا بھی رکاوٹ نہ ہوئی کہ ہم سے یہاں غلطی ہوگئی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ یوں بھی کہہ دیا کہ اس شیخ نے ہم کو متنبہ کیا حالانکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خفیہ اسی لیے متنبہ کیا تھا کہ اگلے دن یہ اس مقام کی صحیح تقریر اپنی طرف سے کر دیں گے مگر انکو اتنا صبر کہاں تھا، اسی وقت سب کو بلا کر صاف اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اپنے محسن کو بھی ظاہر کر دیا جس نے غلطی پر متنبہ کیا تھا اگر ہم جیسے ہوتے تو اول تو اپنی غلطی ہی کو تسلیم نہ کرتے، اسی میں بحث شروع کر دیتے اور جو تسلیم بھی کرتے تو اس طرح صاف صاف اقرار نہ کرتے اور جو کرتے بھی تو یہ ظاہر نہ کرتے کہ اس غلطی پر ہم کو کسی دوسرے نے متنبہ کیا ہے بلکہ اگلے دن اس طرح تقریر کرتے کہ طلباء پر یہ ظاہر ہوتا کہ شیخ کو خود ہی تنبیہ ہوئی ہے آخر یہ تکبر اور تصنع نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات: ۱۰۹)

سجدہ کی آیتیں

سجدہ کی آیتیں، عیدین وجمعۃ المبارک اور ہر وہ نماز کہ جن میں قراءت آہستہ کی جاتی ہے امام کو پڑھنا مکروہ ہے۔ يكره للامام ان يقرا اية السجدة في صلاة يخافت فيها و كذافي نحو الجمعة و العيد..... الى آخره. (غنیۃ: ۴۷۳)

تین مسجدوں کے مقتدیوں کی فرض نماز ایک ہی امام کے پیچھے

اس کی صورت یہ ہے کہ دیہات کے ایک امام نے گاؤں کی مسجد میں لوگوں کو ظہر نماز کی ادا فرض

پڑھائی، پھر وہ شہر میں جمعہ کی نماز پڑھنے کی نیت سے چلا تو اس کی فرض نماز ظہر کی باطل ہوگئی۔ راستہ میں کسی نے اسکو بتایا کہ شہر میں جمعہ کی نماز ہوگئی تو اس نے گاؤں کی دوسری مسجد میں لوگوں کو پھر ظہر نماز کی ادا فرض پڑھائی، اور جب شہر میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابھی جمعہ کی نماز نہیں ہوئی ہے تو وہ جمعہ پڑھنے کے لئے چلا تو پھر اسکی فرض نماز ظہر کی باطل ہوگئی اور جب جمعہ پڑھنے کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوا تو جمعہ کے امام کا پہلی رکعت میں وضو ٹوٹ گیا، تو اس نے اسی دیہات کے رہنے والے امام کو خلیفہ بنایا، اس نے سب کو نماز جمعہ پڑھائی۔ اس طرح تینوں مسجدوں کے مقتدیوں کی فرض نماز ایک ہی امام کے پیچھے ہوگئی۔ (غنیۃ: ۵۷۶)

دورانِ نماز، قرات میں جواب دینا

کسی نے پوچھا: تیرے پاس کیا کیا مال ہیں؟ تو نماز پڑھنے والے نے جواب میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی۔ ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ﴾ یعنی گھوڑے، خچر اور گدھے (پ ۱۴ ع ۷) یا کسی نے پوچھا: آپ کہاں سے آئے؟ تو جواب میں اس نے یہ آیت کریمہ پڑھی ﴿وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيدٍ﴾ یعنی بہت سے کوئیں جو بیکار پڑے ہیں اور بہت سے محل جو گچ کئے ہوئے ہیں۔ (پ ۱۷، ع ۱۴)

ف: تو اس طرح ان آیات کے پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ (در مختار مع شامی: ۱/۴۱۷)

فضول احتمال لائق توجہ نہیں

فرمایا: کہ ان ہی مولانا سے ایک طالب علم نے درس میں پوچھا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ غروب وطلوع شمس کے وقت نماز ممنوع ہے کیونکہ طلوع وغروب، شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے۔ سو غروب کے وقت تو یہ امر معقول ہے کہ سجدہ سینگوں کے سامنے ہوگا لیکن طلوع کے وقت تو پیچھے ہوگا، اس میں کیا حرج ہے؟ فرمایا: کہ اس وقت یہ ڈر ہے کہ کہیں پیچھے سے سینگ نہ اڑا دے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۲۴۲)

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا: کہ امام نخعیؒ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے، راستہ میں کوئی چیز گر گئی، گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معلوم ہوا، تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اتر کر وہ چیز اٹھا کر لائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ کسی نے عرض کیا کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اس کو اٹھا لیتے فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں نہ ٹھہری تھی اس لیے ایسا کرنا جائز نہیں تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا: کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے، تو اس بہکے جائز کرنے کے لئے ہزار بہانے نکال لیتے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۱/۵۶۰)

ایک ظریف شخص کی حکایت

فرمایا کہ ایک شخص سے کسی نے پوچھا: روزہ رکھو گے؟ کہا ہمت نہیں، پھر افطار کے وقت کہا کہ افطاری کھاؤ گے؟ کہا کہ اگر فرض ادا نہ ہو سکتے تو کیا سنت بھی ادا نہ کریں، ایسے کیا بالکل کافر ہی ہو جائیں؟

(ملفوظات حکیم الامت ۱۱/۲۶۰)

بعیر (اونٹ) کے چند فقہی مسائل

۱)..... اگر کسی نے مرنے کے بعد بعیر کی وصیت کی تو اس وصیت میں اونٹنی بھی شامل ہوگی لیکن اگر کسی نے بکری کی وصیت کی تو اس میں بکرا شامل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی نے اونٹنی کی وصیت کی یا بکرے کی وصیت کی تو ان دونوں صورتوں میں بکرا اور اونٹ شامل نہیں ہوں گے۔ ظاہری عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن عرف کے کلام عرب کے خلاف ''بعیر'' کو جمل کا درجہ دے دیا ہے۔ امام رافعی فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی کلام عرب میں نص کو اتار دینے کی وجہ سے ایک واسطہ معلوم ہوگا مثلاً جب عرف عام میں ''بعیر'' جمل کے معنوں میں کثرت سے استعمال ہونے لگے لیکن اگر عرف عام میں کثرت سے استعمال نہ ہوا ہو تو پھر لغت کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ ان جیسے مسائل میں نص کے خلاف تصحیح کرنا بعید ہے اس لیے کہ امام شافعیؒ لغت کو زیادہ جانتے تھے اس لیے کوئی بھی مسئلہ سوائے عرف عام میں مشہور ہونے کی وجہ سے اپنی اصل سے خارج نہیں ہوگا اس لیے اگر کوئی مسئلہ صحیح ہوگا تو وہ عرف عام میں مشہور ہوگا بخلاف امام شافعی کے قول کے کہ لغت کی اتباع کرو ورنہ عرف عام کی اتباع ہی اولیٰ ہے۔

۲)..... اگر کسی کنویں میں دو اونٹ گر جائیں اور وہ اونٹ دونوں ایک دوسرے کے اوپر ہوں تو اگر اوپر والے کو نیزہ مارا گیا اور نیچے والا اونٹ اوپر والے اونٹ کے بوجھ تلے دب کر مر گیا ہو تو یہ حرام ہو جائے گا اس لیے کہ اسے نیزہ نہیں لگا ہے لیکن اگر نیزہ دونوں اونٹوں کے لگ گیا ہو تو دونوں اونٹ حلال ہوں گے نیز اگر اس بات کا شک ہو کہ نیچے والا اونٹ اوپر والے کے بوجھ سے مرا ہے یا نیزہ کی وجہ سے مرا ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کے نیزہ جان نکلنے سے پہلے لگا ہے یا بعد میں لگا ہے، امام بغویؒ کے فتویٰ کے مطابق حلال اور حرام دونوں صورتوں کا احتمال ہے جیسے کہ اگر کوئی غلام غائب ہو جائے تو کیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں۔

۳)..... اگر کسی نے غیر مقدور (قابو سے باہر) جانور پر تیر چلایا پھر وہ مقدور ہو کر غیر ذبح میں پہنچ گیا، وہ حرام ہوگا اور اگر غیر مقدور جانور کو تیر مارا پھر وہ غیر مقدور ہو گیا تو وہ مذبح میں پہنچنے کی صورت میں حلال ہوگا اور غیر مذبح میں پہنچنے کی صورت میں اس کی حرمت کا فتویٰ دیا جائے گا۔ (حیوۃ الحیوان: ۱/۳۵۴)

سلام پھیرنے کے باوجود خارج نماز نہ ہونا

کسی شخص پر سجدہ سہو واجب ہو، مگر سہو ہونا یاد نہ ہو، تو اس صورت میں سلام پھیرنے کے باوجود نماز سے باہر نہیں ہوتا، بشرطیکہ سجدۂ سہو کرے، لہٰذا جب تک کہ کوئی فعل منافی نماز نہ کیا ہو، اسے حکم ہے کہ سجدۂ سہو کرے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر نماز پوری کر لے۔ (درمختار مع شامی: ۱/۵۰۳)

یوم جمعہ مؤخر نہیں ہوسکتا

علی بن ہشام کہتے ہیں: حجاج نے ایک شامی شخص کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔ اس کو ابو حمیر کہا جاتا تھا۔ جمعہ کا دن تھا، وہ جمعہ پڑھنے جا رہا تھا، راستہ میں ایک عراقی سے ملاقات ہوئی عراقی نے پوچھا: ابو حمیر! کہاں جا

رہے ہو؟ کہا، جمعہ پڑھنے۔ عراقی نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے جمعہ (کا دن) مؤخر کر دیا۔
یہ سن کر وہ گھر واپس لوٹا، جب دوسرے دن حجاج سے ملاقات ہوئی تو حجاج نے پوچھا ابو حمیر! آپ کہاں تھے؟ ہمارے ساتھ جمعہ میں شریک نہیں ہوئے، تو کہنے لگا مجھے ایک عراقی ملا، اس نے کہا، امیر المومنین نے جمعہ مؤخر کر دیا ہے، تو میں واپس لوٹ گیا، یہ سن کر حجاج ہنسا اور کہنے لگا، اے ابو حمیر! آپ کو معلوم نہیں کہ جمعہ کا دن مؤخر نہیں ہو سکتا۔ (احمقوں کی دنیا اردو اخبار الحمقی والمغفلین: ۱۶۸)

بیوقوف گواہ

ابوالفضل احمد ہمدانی کہتے ہیں، ایک عورت قاضی کے پاس آکر کہنے لگی، میرے شوہر نے مجھے طلاق دی ہے۔ قاضی نے عورت سے پوچھا آپ کے پاس گواہ ہے؟ عورت نے کہا: جی ہاں ''میرا پڑوسی'' میرا گواہ ہے۔ اور عورت نے پڑوسی کو حاضر کیا، قاضی نے اس سے پوچھا بھائی آپ نے اس کے شوہر کو طلاق دیتے ہوئے سنا ہے؟ کہنے لگا میرے سردار! میں بازار گیا، وہاں گوشت، روٹی، شیرہ اور زعفران خریدا، قاضی نے کہا، میں نے آپ سے یہ نہیں پوچھا۔ صرف یہ بتاؤ! کیا آپ نے اس عورت کی طلاق سنی ہے یا نہیں؟ پڑوسی نے کہا پھر میں یہ سامان گھر پر رکھ کر پھر بازار گیا، لکڑی اور سرکہ خریدا، قاضی نے کہا: یہ باتیں چھوڑ دو، اس نے کہا، کہ بات تو ابتداء سے ہی کرنی چاہیے۔ یہ بہت اچھی لگتی ہے، پھر کہنے لگا، اس کے بعد میں گھر میں ٹہل رہا تھا میں نے اسکے گھر میں چیخ و پکار کی آوازیں سنیں۔ اور میں نے طلاق کی آوازیں سنیں، پھر آگے کا مجھے پتہ نہیں کہ اس عورت نے اس کو طلاق دی یا شوہر نے اس کو طلاق دی ہے۔ (ایضاً: ۲۵۳)

وضو کہاں سے کروں؟

ابوسیار کہتے ہیں: میرے اور میرے پڑوسی کے درمیان ایک کنواں مشترک تھا۔ اس میں ایک چوہا گرا۔ میں وضو کی وجہ سے پریشان ہو گیا کہ وضو کہاں سے کروں؟ پڑوسی نے مجھ سے کہا، آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آؤ! ہمارے ہاں سے پانی بھر کر وضو کرلو۔ (یہ نہیں سوچا کہ یہ ایک ہی کنواں ہے)۔

بے نمازی کی حکایت

بعض لوگ نماز شروع کر کے پھر چھوڑ دیتے ہیں، کیونکہ نمازی مشہور ہو گئے ہیں۔ استیلاء شہرت حاصل ہو چکا ہے۔ اب وہ عید ہی کی نمازی ہوں گے کیونکہ نمازی کی ایک قسم یہ بھی ہے۔
چنانچہ ایک واعظ ایک گاؤں میں پہنچے اور وعظ میں کہا ''بے نمازی سؤر ہیں'' یہ سن کر گاؤں کے لوگ بگڑ گئے اور لاٹھیاں لے کر چڑھ آئے، مولوی صاحب نے کہا، کیوں آئے؟ خیر تو ہے، کہا، تم نے ہم کو سؤر کہا تھا۔ کہنے لگا میں نے تم کو تھوڑی کہا تھا تم تو نمازی ہو کیا تم کبھی عید کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے۔ گاؤں والوں نے کہا، ہاں! عید کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ کہا پھر تم بے نمازی کدھر ہوئے میں نے تم کو سؤر نہیں کہا اس پر سب راضی ہو گئے۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات)

نمازیوں کی قسمیں

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ فرمایا کرتے تھے۔
کہ نمازی چار قسم کے ہیں۔
(۱) ٹھاٹھ کے (۲) آٹھ کے (۳) کھاٹ کے (۴) اور تین سو ساٹھ کے

۱) ٹھاٹھ کے وہ جو پنجگانہ پڑھتے ہیں۔
۲) آٹھ کے وہ جو آٹھویں دن صرف جمعہ پڑھتے ہیں۔
۳) کھاٹ کے وہ جو مجبوراً نماز جنازہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔
۴) اور تین سو ساٹھ کے وہ جو صرف عید کے دن شامل نماز ہوتے ہیں۔

عالم نما جاہل کی حکایت

ایک عامل بالحدیث کی حکایت ہے کہ امامت کے وقت نماز میں ہلا کرتے تھے اور تنہا نماز پڑھتے ہوئے نہیں ہلتے تھے۔ کسی نے پوچھا، امامت کے وقت تم کو کیا ہو جاتا ہے جو اس قدر ہلتے ہو؟ کہا، حدیث میں آیا ہے کہ امام کو ہلنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا، ذرا ہم بھی دیکھیں، تو آپ حدیث کی مترجم کتاب اٹھالائے، اس میں حدیث "من ام منکم فلیخفف" کا ترجمہ یہ لکھا تھا کہ "جو شخص امام بنے ہلکی نماز پڑھائے یعنی طویل نہ کرے۔" آپ نے ہلکی کو "ہل کے" پڑھا، کیسے ترجمہ کا ناس کیا۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

ایجاب وقبول

ایک طالب علم تھے دل لگی باز، ان کے ایک دوست نے پوچھا، آج کل کس شغل میں ہو، کہا کہ شہزادی سے نکاح کی فکر میں ہوں، کہا، مبارک ہو، بڑا کام مارا، کیا اس کی کوئی صورت ہوگئی ہے؟ کہا جی ہاں! ایجاب ہوگیا ہے، قبول باقی ہے یعنی آدھا کام تو ہوگیا ہے، آدھا باقی ہے۔ پوچھا، کیوں کر؟ کہا، ہم تو راضی ہیں مگر وہ راضی نہیں تو آدھا کام (ایجاب) ہوگیا اور آدھا کام (قبول) باقی ہے۔

اس میں اختلاف ہے

ایک طالب علم تھا۔ کتابیں پڑھ کر اپنے گھر چلا۔ تو استاد سے پوچھا کہ حضرت یہ تو آپ جانتے ہیں کہ مجھے آتا جاتا کچھ بھی نہیں مگر وہاں عالم سمجھ کر مسائل پوچھیں گے، تو کیا کروں گا؟ استاد تھے بڑے ذہین۔ انہوں نے کہا کہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کرنا کہ "اس میں اختلاف ہے" اور واقع میں کوئی مسئلہ مشکل سے ایسا ہوگا جس میں اختلاف نہ ہو، سوائے عقائد توحید ورسالت وغیرہ کے۔ تو ہر بات کا یہی جواب دینا کہ اس میں اختلاف ہے۔ انہوں نے ہر سوال کے جواب کے لیے یہ یاد کرلیا کہ اس میں اختلاف ہے۔ تھوڑے دنوں میں لوگوں میں ان کی ہیبت بیٹھ گئی۔ کہ بڑا عالم متبحر ہے، بڑا وسیع النظر ہے مگر ﴿فوق کل ذی علم علیم﴾ کوئی صاحب پڑھ گئے کہ اس نے سب کا الو بنا رکھا ہے۔ آ کر

کہا، مولانا! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے، انہوں نے کہا، فرمائیے! کہا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس میں آپ کی تحقیق کیا ہے؟ کہنے لگے۔ اسمیں اختلاف ہے، بس آپ کی قلعی کھل گئی۔

اسی طرح تھیٹر میں ایک شخص نے اشتہار دیا کہ آج نیا تماشہ ہوگا کہ حاضرین کسی بھی علم اور کسی بھی فن کا سوال کریں ہم اس کا جواب دیں گے۔ بس جناب لوگ بڑے مشکل سوال چھانٹ کے تھیٹر پہنچے، کوئی انگریزی میں، کوئی عربی میں، کوئی اردو، فارسی میں غرض ہر زبان میں ہر فن کے سوالات لے کر پہنچے۔ وہ حضرت پلیٹ فارم پر تشریف لانے اور سب کے سوالات باری باری سننا شروع کیے۔ ساری رات ان سوالات میں ختم ہوگئی۔ (اور پھر چھٹی ہوگئی)۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

ٹال دینے کی ترکیب

کسی نے معقولی (منطقی) طالب علم سے مسئلہ پوچھا گلہری کنویں میں گر پڑی ہے پاک کرنے کے لیے کتنے ڈول نکالیں جاویں؟ یہ بے چارے نری منطق جانتے تھے۔ فقہ کی خبر نہ تھی۔ اب آپ نے اپنا جہل چھپانے کے لئے اس سے پوچھا: گلہری جو گری ہے دو حال سے خالی نہیں یا خود گری یا کسی نے گرادی ہے، پھر اگر خود گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں، دوڑ کر گری یا آہستہ گری۔ اور اگر کسی نے گرائی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا آدمی نے گرائی یا جانور نے۔ اور ہر ایک کا حکم جدا ہے، تو اب بتلاؤ! کیا صورت ہوئی؟ سائل نے پریشان ہو کر کہا کہ صاحب اسکی تو خبر نہیں۔ کہنے لگے، پھر کیا جواب دیں؟ وہ بے چارہ گھبرا کر چلا آیا ان کی منطق کا کیا جواب؟ یہ محض ترکیبیں ہیں۔ اور یہ بھی بعضوں کو آتی ہیں اور بعضوں کو نہیں آتی جسے نہیں آتی وہ کیا کریگا؟ کہ غلط سلط مسئلہ بتادے گا۔ یہ خرابی ہوگی جاہل کے داعی عامہ یعنی واعظ بننے میں۔ اسلیے فرمایا کہ ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ﴾ کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے۔

(حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات)

روپیہ مسجد میں لگایا

ایک شخص مسجد کے لیے چندہ جمع کرتا تھا، جہاں جب تھوڑا بہت جمع ہوگیا، اسے بیٹھ کر کھا پی لیا۔ چندہ مانگنے لگا، جب کوئی اس سے پوچھتا، پہلا روپیہ کہا گیا؟ تو قسم کھا کر کہہ دیتا، مسجد میں لگا دیا۔ اسکے ایک پڑوسی نے کہا کہ ظالم! تو جھوٹی قسم نہ کھایا کر، مسجد میں تو کہاں لگاتا ہے تو آپ نے اس سے کہا، کہ آؤ میرے ساتھ چلو، دکھلاؤ! پھر مسجد میں جا کر روپیہ کو دیوار سے لگا دیا اور کہا کہ میں اس پر قسم کھایا کرتا ہوں کہ مسجد میں لگا دیا۔ بس دیوار سے روپیہ کو لگا دیتا ہوں۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

ایک عجیب واقعہ

ہمارے ملنے والوں میں سے ایک صاحب حافظ اکبر تھے، سمجھدار پڑھے لکھے۔ ایک دفعہ وہ بھی اور دو شخص اور، امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ امام کو نماز میں حدث ہوا تو انہوں نے ان ہی حافظ اکبر کو پیچھے

سے آگے کھڑا کر کے خلیفہ بنا دیا اور خود وضو کرنے چلے گئے، مقتدی دو شخص رہ گئے، ان میں سے ایک بولا یہ کیا ہوا؟ یعنی کیا قصہ ہے کہ امام چلا گیا اور مقتدی امام بن گئے، دوسرا بولا چپ رہ یوں بھی ہوا کرتا ہے۔ خیر یہ دونوں جاہل تھے مزا یہ کہ حافظ اکبر صاحب جو امام بنے ہوئے تھے آگے کھڑے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب میں کس کو نماز پڑھاؤں؟ ظالموں نے سب ہی کی نماز غارت کر دی۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

چندہ کرنے کا ڈھنگ

مولوی عبدالرب صاحب نے سہارنپور کی جامع مسجد کے متعلق ایک زنانہ وعظ میں فرمایا تھا: وعظ میں اول تعمیر مسجد کے فضائل بیان فرمائے، پھر کہا افسوس ہماری بہنیں اس فضیلت سے محروم رہ گئیں چونکہ مسجد مکمل ہو چکی ہے سارا کام قریب الختم ہے پھر کہا خوب یاد، ایک کام تو ابھی باقی ہے اور اصل کام وہی ہے، اور وہ فرش کا کام ہے۔ کیوں کہ مسجد میں نماز تو فرش ہی پر پڑھتے ہیں۔ بس ہماری بہنوں کو مسجد کا فرش بنوا دینا چاہیے۔ اس میں یہ لطف ہوگا کہ جب فرشتے نمازیوں کی نمازوں کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کریں گے، تو یوں عرض کریں گے لیجیے حضور! ''بندوں کی نماز میں بندیوں کی جانمازیں''۔ (ایضاً)

حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ

ایک حافظ صاحب کی حکایت ہے، گو فحش ہے مگر توضیح کے لیے کافی مثال ہے۔ وہ یہ کہ شاگردوں نے کہا: کہ حافظ جی نکاح میں بڑا مزا ہے۔ حافظ نے کوشش کر کے ایک عورت سے نکاح کر لیا، شب کو حافظ جی پہنچے اور روٹی لگا لگا کر کھاتے رہے۔ بھلا کیا خاک مزا آتا، صبح کو خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسر کہتے تھے کہ نکاح میں بڑا مزا ہے۔ ہمیں تو کچھ بھی مزا نہیں آیا۔ لڑکے بڑے شرارتی ہوتے ہیں کہنے لگے جی حافظ جی یوں مزا نہیں آیا کرتا، مارا کرتے ہیں، تب مزا آتا ہے۔ اگلے دن حافظ جی نے بے چاری کو خوب ہی زدوکوب کی مارے جوتوں کے بے چاری کا برا حال کر دیا غل مچنے پر اہل محلہ نے حافظ جی کو بہت برا بھلا کہا بڑی رسوائی ہوئی صبح کو پہلے دن سے زیادہ خفا ہوتے ہوئے آئے اور شاگردوں سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا حافظ جی مارنے کے یہ معنی نہیں جو بتایا اس کے موافق عمل کیا جب حافظ جی کو معلوم ہوا، واقعی اس میں تو مزا ہی مزا ہے، حقیقت سے بے خبری کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔

مذاق بھی سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے

ایک شخص اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ تو بہت نماز پڑھتی ہے نماز پڑھنے سے تجھے کیا ملے گا؟ وہ کہتی، جنت ملے گی اس پر کہتا اچھا وہاں بھی ملانوں، موذنوں اور غریبوں ہی کے ساتھ رہے گی، دیکھ ہم دوزخ میں جائیں گے بڑے بڑے لوگ ہونگے شداد، نمرود، فرعون، قارون۔ ہم ان کے ساتھ ہونگے۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

نا اہل واعظ نہیں ہو سکتا

کانپور میں ایک شخص نے ایسے بکرے کی قربانی کی جس کا کوئی عضو عیب سے خالی نہیں تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اس کی قربانی جائز نہیں۔ وہ کہتا ہے واہ ہماری بیوی صاحبہ نے فتوی دیا ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے پھر اس نے بیوی سے جا کر کہا کہ لوگ تمہارے فتوی میں غلطی نکالتے ہیں۔ اس نے "شرح وقایہ" کا اردو ترجمہ پڑھا تھا اس میں مسئلہ کا موقع نکال کر باہر بھیج دیا کہ دیکھو اس میں لکھا ہے کہ تہائی عضو سے کم کٹا ہو تو قربانی جائز ہے اور اس بکرے کا کوئی بھی عضو تہائی سے زیادہ نہیں کٹا، بلکہ کم ہی ہے گو مجموعہ مل کر بہت زیادہ تھا۔ (ایضاً)

نامحرم عورت کا ٹیلیفون میں سلام کرنے کا حکم

اگر نامحرم عورت نامحرم مرد کو کسی ضرورت کے تحت فون کر رہی تو سلام نہ کرے۔ اگر سلام کرلیا، یا کسی غیر محرم مرد نے ٹیلیفون پر سلام کیا، تو خوفِ فتنہ کی وجہ سے سلام کا جواب واجب نہیں، البتہ دوسرے کو سنائے بغیر آہستہ سے جواب دیا جائے تو بہتر ہے۔ (ردالمحتار: ۳۶۹/۶ الحظر والاباحۃ)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کا حکم

اگر لوگ مسجد میں نماز اور ذکر واذکار و وظائف میں مشغول ہوں، تو ان کو سلام نہ کیا جائے، کیونکہ سلام تو ملاقات کرنے والوں کے اکرام و تعظیم کے لیے ہوتا ہے، مسجد میں بیٹھنے والوں کا مقصد زیارت و ملاقات نہیں، اس لیے مسجد میں داخل ہونے یا مسجد سے نکلتے وقت نمازیوں کو سلام کرنے سے احتراز کیا جائے۔ (فتاوی عالمگیریہ: ۳۲۵/۵)

دونوں نے بیک وقت سلام کیا تو....؟

دو آدمیوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کیا تو دونوں پر سلام کا جواب واجب ہوگا "فان سلما معاً یرد کل واحد"۔ (ردالمحتار: ۴۱۶/۶)

ایک سبق آموز واقعہ

ایک شخص کسی زمانہ میں بہت فقیر نادار تھا۔ کوئی اس کو سلام بھی نہیں کرتا تھا۔ اگر وہ کسی کو سلام کرتا تو لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور سلام کا جواب بھی نہیں دیتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد حالت بدل گئی، وہ بڑا مالدار بن گیا۔ اب لوگ اس کو بکثرت سلام کرنے لگے، لیکن وہ کسی کے سلام کا جواب نہیں دیتا، بلکہ یوں کہتا تھا کہ پہنچا دوں گا۔ ایک دفعہ راستے میں لوگوں نے پکڑ کر پوچھا: کہ آپ سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو اس صاحب نے کہا کہ دیکھیے! میں اسی محلہ کا باسی ہوں، جب میں غریب تھا تو کوئی مجھے سلام نہیں کرتا تھا اگر میں کسی کو سلام کرتا تو اکثر جواب سے محروم رہتا۔ آج اللہ تعالیٰ نے میری حالت بدل دی، اب

ہر طرف سے سلام کی بارش ہونے لگی ہے، تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ سلام مجھے نہیں بلکہ میری تجوری کو کیا جا رہا ہے۔ بس میں آپ لوگوں کا سلام سن لیتا ہوں اور شام کو تجوری کے پاس جا کر کہہ دیتا ہوں کہ فلاں فلاں نے تجھے سلام کیا ہے۔

ف: واقعی حدیث شریف کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کیا جائے، امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، کالا ہو یا گورا، دنیا کے کسی خطے کا رہنے والا، بس مسلمان ہونا شرط ہے۔ اور سلام کا مقصد اپنے مسلمان بھائی کی تعظیم ہے، اس کے لیے سلامتی کی دعا کرنا اور اپنے لیے سلامتی کی دعا حاصل کرنا ہو۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (سلام کے فضائل و مسائل: ۸۹)

خدا حافظ (فی امان اللہ) کہنے کا حکم

کسی کو رخصت کرتے وقت سنت یہی ہے کہ ''السلام علیکم'' ہی کہا جائے لیکن آج کے دور میں بہت سے مسلمانوں نے اس سنت کو چھوڑ کر لفظ ''خدا حافظ'' یا ''فی امان اللہ'' کہنا شروع کر دیا ہے۔ فی نفسہ تو یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے لیکن اصل سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا گناہ ہے اور ناجائز ہے۔ ہاں البتہ اگر ''السلام علیکم'' کہا جائے اور اس کے ساتھ کبھی ''خدا حافظ'' یا ''فی امان اللہ'' کبھی کوئی اور دعائیہ کلمہ کہہ دیا جائے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن سلام کے ساتھ لفظ ''خدا حافظ'' یا ''فی امان اللہ'' کو التزاماً کہنا کہ بس اسی لفظ کو سلام کا جزء بنا لیا جائے تو یہ بدعت ہو جائے گی اس سے اجتناب کیا جائے۔

باندی سے پوشیدہ طور پر ہمبستری کے بعد حیلہ کے ذریعے غسل کرنا

ضمرہ شوذب سے نقل کرتے ہیں: کہ ایک شخص کی ایک باندی تھی۔ اس نے اس (باندی) سے پوشیدہ طور پر ہمبستری کی پھر (جب خود غسل کرنا اور اس کنیز کو نہلانا چاہا) اپنی بیوی سے کہا: کہ حضرت مریم اس رات میں غسل کیا کرتی تھی، تم سب غسل کر لو۔ تو (اس حیلہ سے) خود بھی غسل کر لیا اور بیوی اور کنیز نے بھی غسل کر لیا۔ (لطائف علمیہ: ۱۷۷)

ایک فقیہ کی اپنے ہی خط کو دیکھ کر شرمندگی

مجھ سے ابوبکر خطاط نے بیان کیا، کہا: ایک فقیہ شخص تھا۔ جس کا خط بہت بھدا تھا، دوسرے فقہاء اس پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمہارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہو سکتا۔ وہ ان کے اس اعتراض سے جھلایا کرتا تھا، ایک دن بازار میں اس کی ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی اس کا خط اس کے خط سے بھی بدتر تھا تو اس نے کشادہ دلی سے اس کی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا اور اس کتاب کو لیکر آیا کہ فقہاء پر اپنی حجت قائم کرے، تاکہ وہ اس کو پڑھیں۔ جب یہ انکے پاس آیا تو پھر انہوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا، اس نے کہا (تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ برا کوئی خط نہیں ہو سکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے، اور میں نے

اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے، تاکہ تمہارے اعتراضات سے چھٹکارا ملے، اور وہ کتاب ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے اس کے صفحات الٹانا شروع کر دیے، جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان ہی حضرت کا نام لکھا ہوا تھا۔ جنہوں نے اس کتاب کو بھی جوانی میں لکھا تھا ان کو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔ (لطائف علمیہ:۱۸۹)

مسائل ضروریہ میں علماء کا اختلاف نہیں ہے

مولویوں کا جن چیزوں میں اختلاف ہے وہ ان مسائل ضروریہ میں نہیں ہے جو روزانہ پیش آتے ہیں، جو لوگ حنفی مذہب کے پابند ہیں وہ اگر حنفی مسلک کے کسی عالم ومفتی سے مسئلہ پوچھیں گے اور وہ واقعی عالم ہے اور فقہ حنفی پر عبور رکھتا ہے تو وہ فقہ حنفی ہی کے مطابق بتائے گا اور اسکے علاوہ دوسرا کوئی عالم جو فقہ حنفی کا ماہر ہو، وہ بھی وہی بتائے گا جو پہلے شخص نے بتایا ہے۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان لوگوں سے مسائل پوچھ لیتے ہیں جنھیں مسائل کا علم نہیں، اور انہوں نے جو مسئلہ غیر ذمہ دارانہ طور پر غلط بتایا اسے علماء کا اختلاف بنا کر اچھالتے ہیں اور خود کو عمل سے بری کر لیتے ہیں۔ (حیلے اور بہانے:۲۷)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

سنا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی نے غیبت کی، حضرت امام صاحب کو جب معلوم ہوا تو اس کے پاس ہدیہ لے کر گئے، اس نے کہا کہ آپ نے یہ زحمت کیوں گوارا فرمائی؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ آپ ہمارے محسن ہیں اس لیے ہدیہ پیش کر رہا ہوں، اس شخص نے عرض کیا میں نے تو کبھی آپ کے ساتھ احسان نہیں کیا، فرمایا: کہ سنا ہے آپ نے ہماری غیبت کی ہے، یہ آپ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ میدان آخرت میں آپ ہمارے گناہ اپنے سر لیں گے اور اپنی نیکیاں ہمارے حساب کے پلڑہ میں ڈال دیں گے! آخرت کے محسن سے بڑھ کر کون محسن ہوگا؟

غیبت کرنے سے نفس کو جو تھوڑا سا مزا آتا ہے، اس مزے کے لیے آخرت کی بربادی کرنا کتنی بڑی بے وقوفی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نقصان کے کام سے بچائے، آمین۔ (حیلے اور بہانے:۸۹)

مہر نہ دینا اور رسمی طور پر معاف کرالینا

اکثر بیویوں کا مہر ادا نہیں کرتے ہیں اور رسمی طور پر معاف کرا لیتے ہیں۔ بیوی یہ سمجھتی ہے کہ شوہر کے ساتھ بدمزگی پیدا ہو جائے، تو اس سے زندگی دوبھر ہو جائے گی اور مہر بہر حال ملنا ہے نہیں، لہذا معافی کے الفاظ ہی کہہ دوں۔ لہذا وہ رسمی طور پر دل کے اوپر سے معاف کر دیتی ہے۔ ایسی رسمی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا﴾

''سو اگر تمہاری بیویاں نفس کی خوشی سے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دیں تو اس کو مرغوب اور خوشگوار سمجھ کر کھالو۔''

دیکھو اللہ جل شانہ نے یوں ارشاد فرمایا: کہ جو نفس کی خوشی سے چھوڑ دے اس کو کھالو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کے اوپر سے رسمی طور پر معاف کر دینے سے حلال نہیں ہوتا، اگر ان کے نفس کی خوشی معلوم کرنا ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مہر اس کے ہاتھ میں دے دو، اور خوب صاف واضح الفاظ میں بتاؤ، کہ یہ تیرا مال ہے جو چاہے کر..... تجھے پورا اختیار ہے پھر بھی وہ اپنی خوشی سے دے دے، تو قبول کر لو اوپر کی جھوٹی معافی کو حیلہ بنا کر ان کا مال نہ دباؤ۔ (حیلے اور بہانے: ۹۸)

ایک غلط فہمی کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی

بہت سے لوگ میاں بیوی کے جھگڑے میں طلاق دے ڈالتے ہیں، جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو باوجودیکہ کبھی طلاق بائن یا مغلظہ ہو جاتی ہے۔ پھر بھی بیوی بنا کر رکھے رہتے ہیں، ''ان کا نفس اور بے پڑھے جاہل مفتی فتویٰ دے دیتے ہیں کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی۔'' یہ غصہ والا حیلہ بالکل غلط ہے۔ شریعت کے رو سے طلاق غصہ میں بھی ہو جاتی ہے۔ حد یہ ہے کہ نشہ پی کر نشہ میں طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہو جاتی ہے، جاہلوں کے فتویٰ پر عمل کر کے زندگی بھر گناہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ غصہ والا حصہ بالکل بناوٹی اور خود ساختہ ہے۔ (حیلے اور بہانے: ۲۰۵)

تین طلاق کے بعد چاروں اماموں کے نزدیک رجوع درست نہیں

بعض لوگ تین طلاق دے دیتے ہیں اور پھر بھی سابقہ بیوی کو بیوی بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ جب ان کو توجہ دلائی جاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے شافعیؒ مذہب پر عمل کر لیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ جن کے بعد رجوع جائز نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کا نام جھوٹ لیتے ہیں، اور اس جھوٹ کو حیلہ بنا کر زندگی بھر، زنا..... کرتے رہتے ہیں۔ چاروں مذہبوں میں تین طلاقوں کے بعد رجوع کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، خواہ الگ الگ کر کے دی ہوں یا ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہوں خوب سمجھ لیں۔ (حیلے اور بہانے: ۱۰۵)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے درجات

ابن ابی رجاء نے محمد بیہؒ سے (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کی ہے کہ میں نے وفات کے بعد ایک مرتبہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا اے ابوعبداللہ! خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور خدا تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو علم کا خزانہ نہ بناتا اگر تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا'' میں نے پوچھا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا گزری؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''فوقی'' یعنی وہ مجھ سے ایک درجہ اونچے ہیں جنت میں، میں نے

پھر سوال کیا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا سنائیے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا "فوقہ بطبقات" یعنی وہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی بہت طبقے اوپر اعلی علیین میں ہیں" (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات:۱۲۱/۲)

فقہی ریاست کا بے تاج بادشاہ

امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

"انتھت الیہ ریاسۃ الفقہ بالعراق بعد ابی یوسف"

ترجمہ: عراق میں امام محمد رحمہ اللہ پر فقہ کی ریاست اور سرداری ختم ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں جو ان کا مدِ مقابل قرار دیا جائے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مزید لکھا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ وقت اور اعاظم رجال ان کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئے ہیں اور اپنے فن پر انہوں نے یادگار تصانیف چھوڑی ہیں کہ وہ اپنے وقت کے سب سے زیادہ ذکی اور ذہین فرد تھے۔

اسی طرح خطیبؒ نے بھی اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن صالحؒ سے روایت نقل کی ہے کہ مجھ سے ابن اکثمؒ نے کہا کہ تم امام مالکؒ سے ملے ہو؟ انکے حلقہ درس میں بیٹھے ہو؟ ان سے سماعت کی ہے؟ اور اس کے ساتھ ساتھ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کی رفاقت اور معیت بھی تمہیں حاصل رہی ہے، ذرا یہ تو بتاؤ کہ ان دونوں بزرگوں میں زیادہ بلند مرتبت فقیہ کون تھا؟ میں نے جواب دیا: "امام محمد بن حسنؒ" (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات:۱۷۳/۲)

امام محمد رحمہ اللہ کے اصحاب وتلامذہ کے اسماء گرامی

محقق العصر علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع سوانح عربی زبان میں بڑی تحقیق اور تدقیق کیساتھ "بلوغ الامانی فی سیرۃ محمد ابن الحسن الشیبانی" کے نام سے لکھی ہے ان کی تحقیق اور وسعت نظر پر اعتماد کرتے ہوئے ہم ذیل میں امام محمد رحمہ اللہ کے تلامذہ کے ناموں کی دی ہوئی فہرست نقل کیے دیتے ہیں۔

ابو حفص احمد بن حفص العجلی رحمہ اللہ، ابو سلمان جوزجانی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، ابو عبیدہ ہروی رحمہ اللہ، عمرو حرانی رحمہ اللہ، محمد بن سماعہ تمیمی رحمہ اللہ، علی بن معبد رحمہ اللہ، معلیٰ بن منصور رحمہ اللہ، ابوبکر بن ابی مقاتل رحمہ اللہ، اسد بن فرات رحمہ اللہ، محمد بن مقاتل رحمہ اللہ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، علی بن مسلم رحمہ اللہ، موسیٰ بن نصر رحمہ اللہ، شداد بن حکیم رحمہ اللہ، حسن بن حرب، ابن جبلہ رحمہ اللہ، ابو العباس حمید رحمہ اللہ، ابو التوبہ رحمہ اللہ، عبیداللہ بن ابی حنیفہ رحمہ اللہ، ابو برید رحمہ اللہ، مصعب بن عبداللہ رحمہ اللہ، ایوب بن حسن رحمہ اللہ، خلف بن ایوب رحمہ اللہ، علی بن صبیح رحمہ اللہ، عقیل بن عنبسہ رحمہ اللہ، علی بن مہران رحمہ اللہ، عمرو بن مہیر رحمہ اللہ، یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ، ابو عبد الرحمان رحمہ اللہ، علی بن حسن رحمہ اللہ، ہشام بن عبیداللہ رحمہ اللہ، ابو جعفر رحمہ اللہ، شعیب بن سلیمان رحمہ اللہ، علی بن صالح رحمہ اللہ، اسماعیل بن توبہؒ، ابوبکر ابراہیمؒ، ابو زکریاؒ، ابو موسیٰؒ، سفیان بن سحبانؒ، محمد بن عمر واقدیؒ۔ (علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات:۱۸۷/۲)

شادی کی ایک غیر شرعی رسم

ارشاد فرمایا کہ آجکل یہ بھی ایک رسم چل پڑی ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے مطالبہ کرتے ہیں ہمیں یہ دو، ہمیں اتنا روپیہ دو، کیا یہ سوال نہیں؟ رشوت نہیں؟ دیندار گھرانوں میں بھی یہ رسم چل پڑی ہے اس کو برا نہیں سمجھتے یہ بھی تو رشوت ہی کی طرح ہے جو بالکل ناجائز ہے، حرام ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کا گندہ مال جب کھائے گا، استعمال کریگا تو پھر انجام کیا ہوگا؟ حدیث میں ہے کہ ایک شخص رو رو کر دعائیں مانگتا ہے مگر اسکا کھانا حرام اسکا لباس حرام تو پھر اسکی دعا کیسے قبول ہوگی؟ ہرگز نہیں اسلئے اس سے بہت سخت احتیاط کرنی چاہیے اور جو لوگ اس طرح سے جو کچھ لے چکے ہیں انکو فوراً واپس کر دینا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ (ملفوظات ابرار ۴۷)

فقہاء کا امت پر احسان

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ان علماء کرام کو کہ انہوں نے کتاب وسنت سے مسائل کو مستنبط فرما کر ہمارے لیے آسانی فرمادی، انہیں حضرات کی برکت سے حدود کا علم ہوا کہ کونسی چیز کہاں جائز ہے، کہاں حرام ہے مثلاً ہر غصہ حرام نہیں ہوتا۔ بلکہ جو غصہ نفسانی غرض کے لئے ہو، وہ حرام ہے اور جو غصہ اصلاح کے لئے ہو وہ ٹھیک ہے۔ (ملفوظات ابرار:۵۴)

کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

اصمعی نے ہارون کے دربار میں امام زفرؒ سے دریافت کیا کہ اگر کوئی یوں کہے "انت طالق مابین واحدة الی ثلث" تو کتنی طلاقیں ہوں گی؟ آپ نے کہا ایک کیونکہ مابین کے استعمال میں حدین داخل نہیں ہوتیں۔ اسی پر اصمعی نے کہا کہ اگر کوئی "ماسنك؟" کے جواب میں "مابین ستین الیٰ سبعین" کہے تو آپکے قاعدہ کے مطابق اسکی عمر نو سال کی ہوئی، پاس امام زفر متحیر رہ گئے۔ (معدن الحقائق شرح کنز الدقائق:۳۲۷)

حلال جانوروں کی سات چیزیں حرام ہیں

سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں، (۱) ذکر (۲) فرج مادہ (۳) مثانہ (۴) غدود یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے (۵) خصیہ (۶) پتہ مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے (۷) اور خون سائل قطعی حرام ہے باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ:۱۲/۲۲۳)

نکاح اور رخصتی میں فاصلہ

آج کل کے منکرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نکاح کرنے کے بعد رخصتی کو لٹکائے رکھتے ہیں، نکاح بھی اس لیے کرتے ہیں کہ دوسرا اچھنس جائے یہ طریقہ بالکل غلط ہے فوراً رخصتی کرنی چاہیے یہاں ایک مولانا صاحب کے سسرال والوں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا کہ ابھی نکاح کرلیں رخصتی بعد میں کریں

گے، مولانا صاحب نے خود ہی منع کر دیا بعد میں مجھے پتا چلا تو میں نے کہا کہ سسرال والوں کو پیغام بھیج دیں کہ سابقہ نسبت ختم، جب نکاح و رخصتی اکٹھے کرنے کا ارادہ ہو تو رابطہ کریں اس وقت سرے سے غور کریں گے، اس دوران جانبین آزاد ہیں جہاں چاہیں رشتہ کرلیں، جیسے ہی یہ پیغام پہنچا انہوں نے فوراً ہتھیار ڈال دیئے کہ ہماری کوئی شرط نہیں، یوں دماغ درست ہوتا ہے، علماء سے تعلق اور پھر ایسی جہالت کی باتیں۔

منگنی اور شادی کے درمیان یا نکاح اور رخصتی کے درمیان زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کا فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ ایک مہینے کی مدت کو شرعاً کئی معاملات میں مدت طویلہ شمار کیا گیا ہے۔ ایک ماہ سے زیادہ فاصلہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ منگنی یا نکاح ہو جانے کے بعد جانبین کا ایک دوسرے کی طرف میلان ہو جاتا ہے جس سے تہیج (شہوات نفسانی) پیدا ہوتا ہے لہٰذا گناہ کے اسباب پیدا کرنے کی بجائے جائز طریقے سے اس تہیج (شہوات نفسانی) کی تسکین کی جائے۔ (جواہر الرشید: ۶/۴۲)

جہیز میں سامان جہاد

فرمایا: جہاد کے جذبات رکھنے والی جو خواتین مجھ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہیں انکے گھر والے اگر جہیز دینے پر اصرار کریں تو میں جہیز میں بمبار طیارے اور جنگی مہارت رکھنے والے بہترین قسم کے دس گھوڑے طلب کروں گا۔ حاضرین علماء میں سے ایک عالم نے اس عدد کی تخصیص معلوم کی تو حضرت اقدس نے جواب میں فرمایا کہ یہ عدد برکت اور کثرت کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ (جواہر الرشید: ۶/۴۳)

نام بتانے کی ضرورت

کئی لوگوں کی آوازوں میں باہم مشابہت ہوتی ہے: "النغمة تشبه النغمه" اسی طرح مختلف لوگوں کے خط میں ایک دوسرے سے مشابہت ہوتی ہے "الخط یشبه الخط" مشابہت کیوجہ سے بسا اوقات غلط فہمی ہو جاتی ہے اسی لیے شہادت میں قاضی کے روبرو حاضر ہونا ضروری ہے دور بیٹھ کر ٹیلیفون پر یا انٹرنیٹ پر بات کرے یا خط میں لکھے تو شہادت قبول نہیں ہوگی آوازوں میں مشابہت کی وجہ سے یہ حکم ہے کہ کسی سے ٹیلیفون پر بات کریں یا کسی کے گھر جائیں اور باہر سے بات کریں تو اپنا نام بتائیں، ایک بار رسول اللہ ﷺ نے کسی سے پوچھا: کون؟ اس نے کہا: میں۔ فرمایا:

میں، میں کیا، نام بتاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد ایک بار رسول ﷺ کی خدمت میں ان کی بہن حاضر ہوئیں جن کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی آواز سے مشابہ تھی اس لئے آپ ﷺ انکی آواز سن کر چونک گئے۔ (جواہر الرشید: ۶/۴۷)

سورۂ فاتحہ کے بعد آمین

فرمایا کہ غیر نماز میں بوقت تلاوت سورۃ فاتحہ کے بعد آمین پڑھنا جائز نہیں کیونکہ آمین غیر قرآن ہے اسے قرآن کے ساتھ ملتبس ہرگز نہ کریں البتہ دل میں کہہ سکتے ہیں۔ (جواہر الرشید: ۶/۴۷)

سنت کی چار قسمیں

فرمایا: آج کل یہ مرض بہت زیادہ ہوگیا ہے کہ ہر ادب کو سنت کہہ دیتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ سنت کی چار قسمیں ہیں۔

۱) سنت شرعیہ۔ ۲) سنت عادیہ۔ ۳) سنت طبیہ۔ ۴) سنت ضروریہ۔

سنت شرعیہ ہی اصل اور قابل اتباع ہے جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (جواہر الرشید:۶/۷۴)

سلام کا مشرکانہ طریقہ

عام طور پر مسلمانوں میں یہ ہندوانہ رسم چل گئی ہے کہ سلام کہنے کو سلام کرنا کہتے ہیں یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے، ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق بڑوں کو سجدہ کیا جاتا ہے مگر ہر وقت اور ہر جگہ سجدہ کرنا ممکن نہیں اس لئے زمین کی بجائے ہاتھ پر سجدہ کرتے ہیں پھر اس میں بھی تخفیف کر کے سر جھکا کر سامنے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہیں انکے زعم میں یہ سجدے کے قائم مقام ہے زمین کی بجائے ہاتھ اور سر رکھنے کی بجائے ہاتھ کی طرف سر جھکا دیتے ہیں گویا زمین پر سجدہ ہوگیا مسلمانوں میں یہ رسم چل پڑی کہ وہ بھی سلام کے الفاظ کہنے کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی کرتے ہیں حتیٰ کہ بچوں کو سکھاتے ہیں کہ ''سلام کرو'' پھر وہ ہاتھ سے پیشانی کی طرف اشارہ کرتا ہے اسلام میں ایسے سلام کرنے کا شرک نہیں بلکہ زبان سے السلام علیکم کہنے کا حکم ہے البتہ اگر کبھی کسی عذر سے سلام یا اس کے جواب کا سنانا ممکن نہ ہو جیسے گاڑی کی کھڑکی وغیرہ بند ہو یا فاصلہ زیادہ ہو تو ایسی حالت میں ہاتھ کا اشارہ کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اشارہ ہندوؤں کی طرح پیشانی کی طرف نہ ہو اور نہ سر جھکایا جائے۔ (جواہر الرشید:۶/۹۶)

اللہ کے دشمنوں سے براءت کا ایک عجیب لطیفہ

ایک مجاہد نے بتایا کہ ہم ایک مرتبہ میران شاہ سے بنوں جا رہے تھے راستے میں ظہر کا وقت ہوگیا، فلائنگ کوچ میں سب افغانی سوار تھے سوائے ایک پاکستانی ڈاکٹر کے جو عیسائی تھا سب لوگ نماز کے لئے اترے وہ ڈاکٹر نہ اترا، جب سب نماز پڑھ کر واپس آگئے تو افغانیوں نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتا؟ اس نے بتایا کہ میں کرسچن ہوں۔ افغانی سمجھے نہیں کہ کرسچن کیا بلا ہے، انہوں نے کہا کہ خو کرسچن ہو تو ٹھیک ہے نماز تو پڑھو۔ ایک جاننے والے نے بتایا کہ کرسچن کا مطلب ہے عیسائی یہ سن کر افغانیوں نے شور مچادیا: ''خودا کا پردے دا کا پردے۔'' ''اچھا یہ تو کافر ہے یہ تو کافر ہے'' (جواہر الرشید:۶/۱۰۷)

عورتوں کا ناک چھدوانا

عورتیں جو ناک چھدواتی ہیں یہ نہایت قبیح رسم ہے میں اسے ناجائز تو نہیں کہتا مگر اس کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ یہ ہندوؤں کی رسم ہے ہندوستان میں اسلام آیا تو لوگوں نے موٹی موٹی باتیں تو سیکھ لیں

لیکن ہندووانہ رسمیں ترک نہیں کیں۔ ہندوؤں میں یہ رسم ایک خاص نظریہ پر مبنی تھی کہ شادی کے وقت ناک میں نکیل ڈال کر اسے شوہر کے حوالے کر دیا جاتا تھا پھر شوہر چاہے اس پر کتنا ہی ظلم کرے حتی کہ ظلم سہتے سہتے مر بھی جائے مگر وہ شوہر کو چھوڑ نہیں سکتی تھی حالانکہ اسلام میں ایسا جبر نہیں، اسلام میں تو یہ ہے اگر نباہ نہ ہو سکے تو طلاق دے دے، یہ تو بہت سخت گناہ ہے کہ معلق کر دے نہ رکھے نہ چھوڑے یہ ہندو تو نکیل ڈال کر شوہر کے حوالے کر دیتے ہیں ان کے ہاں عورتوں کی زندگی غلاموں سے بھی بدتر ہوتی ہے اور پھر جب شوہر مر جاتا ہے تو عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی بلکہ پہلے تو یہ لوگ عورت کو بھی شوہر کے ساتھ ہی جلا دیا کرتے تھے اور یہاں ہندوستان کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ڈولی آئی ہے کھٹولی جائے گی یعنی پچھ بھی ہو جائے اب بس شوہر کے ساتھ ہی گزارہ کرنا ہے اسی لئے شادی کے وقت نکیل ڈال کر شوہر کے حوالے کیا جاتا ہے اسی لئے شوہر کے مرنے پر نکیل اتار دی جاتی ہے پھر کبھی زندگی بھر نہیں پہن سکتی۔

ایک بار مکہ مکرمہ میں ایک سعودی نے مجھ سے پوچھا کہ تم ہندوستانی لوگ عورتوں کو نکیل کیوں ڈالتے ہو یہ تو صحیح نہیں ہمارے ہاں تو نکیل اونٹوں کے ڈالی جاتی ہے اور وہ بھی ان اونٹوں کے جو بہت سرکش ہوتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ نکیل ہی کی وجہ ہے کہ ہندوستان میں طلاقیں بہت کم ہوتی ہیں اگر نکیل نہ ہوتی تو وہاں بھی تم لوگوں کی طرح روز روز طلاقیں ہو رہی ہوتیں۔ انہوں نے بات تو صحیح کہی کہ یہ غلط رسم ہے میں نے انہیں نکیل کا فائدہ بتادیا وہ اس کا جواب نہ دے سکے، لیکن نکیل کی جو مصلحت میں نے انہیں بتائی وہ تو اب باقی نہیں رہی آج کی عورت ناک چھیدنے کے باوجود بھی شوہر سے دب کر نہیں رہتی بلکہ یہ تو شوہر کے گلے میں خاردار لگام ڈال کر اس پر سواری کرتی ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ دعا بھی پڑھتی ہوگی۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ. وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

یہ ایک سوراخ تو کیا پوری ناک بھی کٹوا لے تو بھی شوہر کی فرمانبردار اور تابع نہ ہوگی۔

جن خواتین نے ناک نہیں چھدوائی وہ یہ دو دعائیں مانگا کریں۔

"اللّٰھم اجرنی من عذاب النکیل"

"یا اللہ! میں نکیل کے عذاب سے تیری پناہ چاہتی ہوں۔"

"الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاکن بہ من عذاب النکیل والتشبہ بالنوق"

"اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے اس چیز سے بچایا جس میں تمہیں مبتلا کیا ہے یعنی نکیل کا عذاب اور اونٹنیوں سے مشابہت سے۔"

اور جنہوں نے ناک چھدوالی ہے وہ یوں استغفار کیا کریں۔

"استغفر اللّٰہ مما اذنبت من الرضا بعذاب النکیل"

"میں استغفار کرتی ہوں اس گناہ سے کہ میں نے نکیل کے عذاب پر رضا ظاہر کردی۔" (جواہر الرشید: ۱۰۹/۶)

میں مسائل بناتا نہیں بتاتا ہوں

لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ عجیب عجیب نئے نئے مسائل نکالتا رہتا ہے جو پہلے کبھی نہیں سنے، حقیقت یہ ہے کہ میں مسائل اپنی جیب سے نہیں نکالتا، مسائل تو قرآن وحدیث کے ہیں، میں مسائل بناتا نہیں بتاتا ہوں، میرے بتائے ہوئے مسائل پر لوگوں کو تعجب اس لئے ہوتا ہے کہ عوام علماء سے تعلق نہیں رکھتے ان سے مسائل نہیں پوچھتے علماء کا بھی یہ قصور ہے کہ وہ ضرورت کے مسائل عوام کو ازخود نہیں بتاتے جب کہ میرا یہ معمول ہے کہ عوام لاعلمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جن بغاوتوں میں مبتلا ہیں اور امت تباہ ہو رہی ہے میں ایسے مسائل عوام تک پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں۔ اللہ کی وہ بغاوتیں جو معاشرے میں عام ہو چکی ہیں یہ ہیں:

۱) ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا۔ ۲) بے پردگی۔ ۳) تصویر کی لعنت۔ ۴) گانا باجا۔ ۵) ٹی وی (یہ تصویر اور گانا باجا دونوں لعنتوں کا مجموعہ ہے)۔ ۶) سود کی لعنت۔ ۷) مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا۔ ۸) غیبت کرنا سننا۔ (جواہر الرشید: ۶/ ۱۳)

مذاق میں طلاق دینے کا حکم

تین چیزیں ایسی ہیں جسکا جھوٹ اور مذاق بھی سچ اور واقع ہے۔ (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"ثلاث جدهن جد وهز لهن جد، النكاح والطلاق والرجعة" (بخاری شریف)

ف: ہمارے فقہاء نے مسئلہ لکھا ہے کہ "الحمد للہ" کہنا چاہتا تھا اور منہ سے "انت طالق" نکل گیا تو پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (مؤلف)

بیس معاملات جو بحالت اکراہ بھی صحیح ہوتے ہیں

بیس معاملات جو بحالت اکراہ بھی صحیح ہوتے ہیں صاحب نہر نے ان کو ان اشعار میں جمع کیا ہے۔

طلاق وایلاء ظهار ورجعة ☆ نكاح مع الاستيلاء عفو عن العمد
رضاع وايمان وفي ونذرة ☆ قبول لايداع كذا تصلح عن عمد
طلاق على جعل يمين به انت كذا ☆ لعتق والاسلام تدبير للعبد
وايجاب احسان وعتق فهذه ☆ تصح مع الاكراه عشرين في العدد

(معدن الحقائق شرح کنز الدقائق: ۳۲۵)

کان کاٹ دے تو پانچ سو دینار، سر کاٹ دے تو پچاس دینار لازم ہوں

سوال: وہ کون ہے؟ جو کسی کا کان کاٹ دے تو اس پر پانچ سو دینار لازم ہوں اور اگر سر کاٹ دے تو پچاس دینار؟

جواب: اس نے ایک بچے کا کان اس وقت کاٹ دیا جب اس کا سر ولادت کے وقت باہر نکلا تھا، اب اگر بچہ زندہ بچے تو نصف دیت جو کہ پانچ سو دینار ہے واجب ہوگی، اور اگر اس حالت میں اس نے بچے کا سر کاٹ دیا تو اس میں غرہ واجب ہوگا۔ جو کہ باندی یا غلام جو پچاس دینار کے برابر ہونے کی صورت میں آئے گا، کیونکہ جنین کی دیت مولود کی دیت کا نصف عشر (پوری دیت کے دسویں حصے کا آدھا) ہوتی ہے۔ (فقہی پہیلیاں: ۱۷۷)

سلف وخلف

فقہاء کی اصطلاح میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امام محمد رحمہ اللہ تک سلف، اور امام محمد رحمہ اللہ سے شمس الائمہ حلوانی تک خلف کہلاتے ہیں۔

متقدمین ومتاخرین

۱) جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ، ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا زمانہ پایا۔ ۲) تیسری صدی کے انتہاء تک کے علماء متقدمین کہلاتے ہیں، اور (۱) جنہوں نے ائمہ ثلاثہؒ سے فیض حاصل نہیں کیا۔ (۲) یا تیسری صدی کے بعد والے علماء، متاخرین کہلاتے ہیں۔

ائمہ اربعہ

ائمہ اربعہ سے مراد (۱) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (۲) امام مالک رحمہ اللہ (۳) امام شافعی رحمہ اللہ (۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں۔

ف: دین کی تکمیل ۱۰ ھجری ۹ ذی الحجہ بروز جمعۃ المبارک کو ہوئی۔

دین مکمل ہونے کے ۷۰ سال بعد ۸۰ ہجری میں امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے۔ ۸۳ سال بعد ۹۳ ہجری میں امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ ۱۴۰ سال بعد ۱۵۰ ہجری میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ ۱۵۴ سال بعد ۱۶۴ ہجری میں امام احمد بن حنبلؒ پیدا ہوئے۔

ائمہ ثلثہ

اگر ائمہ ثلثہ احناف کہا جائے تو ان سے مراد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ ہوتے ہیں۔ اور اگر مطلق ائمہ ثلثہ کہا جائے تو ان سے مراد امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مراد ہوتے ہیں۔ (از مقدمہ قدوری)

شیخین وطرفین وصاحبین

شیخین سے مراد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں۔ اور طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ ہیں اور صاحبین سے مراد امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ ہیں۔

فقہ کے شرعی احکام

(نقشہ)

مثبت ق منفی

عزیمت ق ق ق ق ق ق ق ق ق ق ق ق ق رخصت حرام ق ق مکروہ

فرض، واجب سنت، نفل تحریمی، تنزیہی فرض عین، فرض کفایہ ق ق ق سنت ھدیٰ،

سنت زوائد مؤکدہ، غیر مؤکدہ

مسجد میں صفوں کی ترتیب

یہ جو مسجد کی صفوں کی ترتیب ہے، پہلی، دوسری، تیسری، آخر تک جب مسجد خالی ہو تو بھی (ترتیب کے اعتبار سے) انکی فضیلت وہی ہوتی ہے جو جماعت کے وقت ہوتی ہے اکثر لوگوں کو اس کے بارے میں علم نہیں ہے جب مسجد خالی ہوگی، آپ سے پوچھا جائے گا کہ ''مومن مسجد'' (جہاں حضرت نے یہ بیان فرمایا، اس مسجد کا نام ''مومن مسجد'' ہے) کی پہلی صف کون سی ہے؟ تو کیا آپ وضو خانے کے پاس والی صف کو پہلی صف بتلائیں گے؟ بلا تکلف آپ اس پہلی صف کو ہی مسجد کی پہلی صف بتلائیں گے، تو خالی مسجد میں بھی پہلی صف ہی کی فضیلت حاصل ہوگی، کوشش یہ کرو، کہ اگر نوافل پڑھنے میں یا خالی مسجد میں ذکر کرنا ہے۔ تو آگے بڑھو، پہلی صف میں آکر کرو صرف جماعت ہی نہیں بلکہ یہ (بہر حال) مسجد کے آداب میں سے ہے۔ (طریق الفلاح لطلاب الصلاح ج:۵)

نیند کی عجیب نیت

سونے میں بھی ایک ارادہ کرلو، کہ معاصی سے بچار ہوں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچار ہوں۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: کہ حضرت! آپ کا سونا بھی عبادت ہے فرمایا، کہ میاں یہ بڑوں کی بات ہے، ہم اس مقام کے نہیں ہیں۔ ہم تو سو جاتے ہیں گناہوں سے بچے رہتے ہیں اور گناہ سے بچے رہنے کی نیت سے سو جاتے ہیں، اور بہت ہی اچھا ہے وہ سونا کہ آدمی گناہوں سے بچار ہے، بڑا مبارک ہے وہ سونا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ جس عمر میں معاصی کا صدور زیادہ ہو سکتا ہے اس عمر میں نیند بھی زیادہ عطا فرمائی۔ نوجوانوں کو نیند زیادہ آتی ہے، ویسے بھی مشہور ہے ''جوان کی نیند'' بالکل ٹھیک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے انکو گناہوں سے بچالیا۔ (ایضاً)

ناپاک چیز لگے تو نماز صحیح اگر پاک لگے تو فاسد

سوال: وہ کون ہے؟ جسکو نماز کی حالت میں ناپاک چیز لگے، تو نماز اسکی صحیح ہو اور اگر پاک پانی لگے تو

نماز فاسد ہو۔ جواب: یہ امام ہے جسکو یہ گمان ہو کہ اس کی نکسیر پھوٹی ہے، اور کسی کو اپنا نائب بنائے اب اگر واقعی خون ہے اور وضو کر کے بناء (نماز مکمل) کرے تو اسکی نماز بھی صحیح ہے اور مقتدیوں کی بھی'' اور اگر خون نہ ہو تو استخلاف (خلیفہ بنانا) صحیح نہ ہوا لہذا اسکی نماز بھی فاسد ہے اور مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہے''۔ (فقہی پہیلیاں: ۴۹)

ایک جلالی بزرگ کی حکایت

قصبہ رامپور میں ایک بزرگ تھے، حضرت حکیم ضیاء الدین صاحبؒ بڑے تیز مزاج تھے بس رعد اور برق تھے۔

ایک بار حضرت مولانا گنگوہی ؒ ان کے یہاں مہمان تھے ایک مسئلہ طلاق کا پیش آیا مولانا نے فتویٰ دیا ایک ملانی کہنے لگیں کہ قرآن مجید میں تو اس کے خلاف لکھا ہے حکیم صاحب بگڑ گئے کہا: اری چل بیٹھ چڈو، تو کیا جانے قرآن کو، اتنے جوتے پڑیں گے کہ سر پر ایک بال بھی باقی نہ رہے گا تو کیا جانے چڑیل! کہ قرآن کسے کہتے ہیں؟

ف: جواب مخاطب کے علم اور فہم کے مطابق دینا چاہیے چنانچہ ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے سوال کیا کہ حیض میں عورت کو نمازیں تو بالکل معاف ہیں، انکی قضا بھی واجب نہیں لیکن روزے بعد کو رکھنے پڑتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟

مولانا نے فرمایا: کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس مسئلہ پر عمل نہ کرو گے تو اتنے جوتے سر پر پڑیں گے کہ سر پر بال بھی نہ رہیں بس یہی وجہ ہے۔

اس کے چلے جانے کے بعد مولاناؒ سے ایک طالبعلم نے اسکی وجہ دریافت کی تو مولاناؒ نے فرمایا اس میں حرج ہے اور اس میں حرج نہیں اور بعضے اور نکات بھی بیان فرمائے اور جاہل کو یہ جواب دیا کہ اگر عمل نہ کرو گے تو اتنے جوتے لگیں گے کہ سر پر ایک بال بھی نہ رہے گا تو اندھے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کھوئے۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات: ۸۱)

وضو کرنے اور کپڑوں کی طہارت میں ایک عجیب حکمت

جاننا چاہیے کہ نمازی کے کپڑوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی پھل کے اوپر کا چھلکا اور بدن کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کا چھلکا اور قلب کی مثال ایسی ہے جیسے اندر کی گری اور مغز اور ظاہر ہے کہ مقصود مغز ہوا کرتا ہے۔

اسی طرح اس ظاہری پاکی سے بھی قلب کا پاک ہونا اور نورانی بنانا مقصود ہے شاید تم کو شبہ ہو کہ کپڑے کے دھونے سے قلب کس طرح پاک ہو سکتا ہے لہذا سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے ظاہر اور باطن میں ایک ایسا خاص تعلق رکھا ہے جس کی وجہ سے ظاہری طہارت کا اثر باطنی طہارت تک ضرور پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب چاہے دیکھ لو کہ جب تم وضو کر کے کھڑے ہوتے ہو تو اپنے قلب میں ایسی صفائی اور انشراح پاتے ہو جو وضو سے

پہلے نہ تھی اور ظاہر ہے کہ یہ وضو ہی کا اثر ہے جو بدن سے آگے بڑھ کر دل تک پہنچا ہے۔ (تبلیغ دین:۲۱)

قلب سے فتویٰ لینے کی ضرورت

ایک بات یہ بھی جس کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ علماء کے فتوے پر اکتفاء نہ کیا کرو، بلکہ اپنے دل سے پوچھا کرو کہ اس معاملہ میں دل کیا کہتا ہے۔ جناب رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دلوں سے بھی فتوے لیا کرو اگرچہ مفتی فتوے دے چکیں۔ بات یہ ہے کہ گناہ مسلمان کے دل میں ضرور چبھا کرتا ہے، کیونکہ جو چیز ضرر پہنچانے والی ہوگی وہ دل میں کھٹکے بغیر نہ رہے گی پس جو شئی درحقیقت حرام ہوگی یا جو کام فی الواقع گناہ ہوگا اس کو تمہارا دل بے کھٹکے ہرگز قبول نہ کرے گا اور ہر چیز کی اصلیت اس طرح پر دل کے فتویٰ سے معلوم ہوجایا کرے گی۔ (تبلیغ دین:۶۰)

ہنسی مذاق کا جھوٹ

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنا مسلمان کی شان نہیں اور ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے یاد رکھو کہ جھوٹ بولنے سے قلب میں کجی آجاتی ہے اور خواب بھی سچے نظر نہیں آتے اس لئے مذاق میں بھی دوسروں کے ہنسانے کو جھوٹ نہ بولو۔ ہمیشہ جھوٹے خیالات اور خطرات سے قلب کو بچائے رکھو ورنہ قلب میں کجی پیدا ہوجائے گی اور تجربہ اس کا شاہد ہے کہ ایسے آدمیوں کو خواب بھی سچا نظر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ کسی عورت نے اپنے صغیر سن بچے کو بلایا اور کہا کہ آؤ ہم تمہیں ایک چیز دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ اگر بلانے سے بچہ آگیا تو کیا چیز دے گی؟ عورت نے کہا چھوارے دیدونگی آپ نے فرمایا کہ اگر کچھ دینے کا ارادہ نہ ہوتا اور صرف بہلانے کے لئے ایسا لفظ نکلتا تو یہ بھی زبان کا جھوٹ شمار ہوتا۔ (تبلیغ دین:۱۱۲)

کذبِ مصلحت آمیز کا جواز اور اس کی حکمت

البتہ ضرورت کے وقت جھوٹ بولنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ سچ بولنے سے کسی ایسے گناہ یا نقصان کا اندیشہ ہو جو جھوٹ کے گناہ سے زیادہ ہے مثلاً دو مسلمانوں میں صلح کرادینے یا جہاد میں دشمن کو دھوکہ دینے یا بی بی کو رضا مند اور خوش کرنے کے لئے جھوٹ بول دینے کی حدیث میں اجازت آئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں میں عداوت اور رنج رہنے سے جو برا نتیجہ پیدا ہوگا وہ جھوٹ کے نقصان سے بڑھا ہوا ہے، اسی طرح جنگ کے راز کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ اگر دشمن کو اطلاع ہوئی اس کو حملے کا موقع ملے گا اور ہزاروں پاک جانیں تلف ہوجائیں گی اس لئے اصل بات کا ظاہر نہ کرنا اور جھوٹی بات بنادینا افضل ہوا اسی طرح خاوند کے بعض اسرار بی بی سے مخفی رہنے کے قابل ہیں۔ پس اگر راست گوئی کے سبب کوئی خیال اس پر ظاہر ہوگیا اور میاں بی بی میں نااتفاقی ہوگئی تو جو برا اثر پیدا ہوگا اس میں جھوٹ بولنے کی بہ نسبت زیادہ گناہ ہے، پس ایسی صورت میں جھوٹ بولنے کی اجازت ایسی ہے جیسے کوئی شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہوجائے تو

آسان اور ہلکی مصیبت کو ترجیح دے کر اختیار کر لیتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی شخص کے بھوکا مر جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے مردار بھی حلال ہے اسی طرح اپنا یا اپنے یا مسلمان بھائی کا مال ظالم کے ہاتھ سے بچانے کو یا کسی کی خفیہ رکھی ہوئی امانت کو محفوظ رکھنے کے لئے دوسروں کے سامنے انکار کر دینا اور جھوٹ بول دینا جائز ہے اور اپنی معصیت کا انکار کر دینا بھی اسی وجہ سے جائز ہے کہ فسق و فجور کا اعلان حرام ہے یا اپنی بیوی سے یہ کہہ دینا کہ میری دوسری بیوی تمہاری سوت مجھے تم سے زیادہ پیاری نہیں ہے یہ سب باتیں اسی بناء پر جائز ہیں کہ اس جھوٹ سے ایک ضرر دفع کیا گیا ہے۔ (تبلیغ دین: ۱۱۲)

مولویوں کا انداز غیبت

سب سے بدترین غیبت وہ ہے جس کا رواج مقتداء اور دیندار لوگوں میں ہو رہا ہے کیونکہ وہ غیبتیں کرتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں انکی غیبتیں بھی نرالے انداز کی ہوتی ہیں مثلاً مجمع میں کہنے لگے کہ "اللہ کا شکر ہے اس نے ہم کو امیروں کے دروازوں پر جانے سے بچا رکھا ہے ایسی بے حیائی سے خدا پناہ میں رکھے۔" اس کلمہ سے جو کچھ انکا مقصود ہے وہ ظاہر ہے کہ امراء کے پاس بیٹھنے والے مولویوں پر طعن کرنا اور انکو بے حیا کہنا منظور ہے اور ساتھ ہی اپنی صلاحیت تقویٰ جتار ہے اور ریا کاری کا گناہ کمار ہے ہیں اسی طرح مثلاً کہنے لگے کہ "فلاں شخص کی بڑی اچھی حالت ہے اگر اس میں حرص دنیا کا شائبہ نہ ہوتا جس میں ہم مولوی مبتلا ہو جاتے ہیں۔" اس فقرہ سے بھی جو کچھ مقصود ہے وہ ذرا سے تامل سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اسکا بے صبرا ہونا ظاہر کرتے ہیں اور اپنی طرف حرص کی نسبت اسی نیت سے کرتے ہیں کہ سننے والا انکو متواضع سمجھے، اور یہی غیبت ہے، ساتھ ہی ریا کاری بھی ہے۔ زیادہ تعجب تو اس پر ہوتا ہے کہ یہ حضرات غیبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیبت سے محفوظ اور پارسا سمجھتے ہیں۔ یا مثلاً بول اٹھے "سبحان اللہ! بڑے تعجب کی بات ہے" اور جب اتنا کہنے پر لوگوں نے اس بات کے سننے کے شوق میں ان کی جانب کان لگائے تو کہنے لگے "کچھ نہیں فلاں شخص کا خیال آ گیا تھا حق تعالیٰ ہمارے اور اس کے حال پر رحم فرمادے اور توبہ کی توفیق دے" اس فقرہ کا بھی جو کچھ منشاء ہے وہ عقلمند پر مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا یہ کلمہ ترحم و شفقت یا دعا کی نیت سے نہیں ہوتا جیسا کہ ظاہری الفاظ سے وہم پڑتا ہے اس لئے کہ اگر دعا کرنی مقصود ہوتی تو دل ہی دل میں کیوں نہ کر لیتے سبحان اللہ کہکر لوگوں کو متوجہ کرنا اور معصیت کا اشارہ کرنا ہی کیا ضروری تھا؟ یا کسی شخص کا عیب ظاہر کرنا بھی کوئی شفقت یا خیر خواہی کی بات ہے؟ اسی طرح بعض لوگوں کی عادت ہے کہ غیبت سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی غیبت مت کیا کرو مگر دل ان کا غیبت کو مکروہ نہیں سمجھتا بلکہ اس نصیحت کرنے سے محض اپنی دینداری اور تقویٰ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی مجمع میں غیبت ہوتی ہے تو ناصح اور پارسا بنکر کہنے لگتے ہیں کہ "میاں! غیبت کرنا گناہ ہے اس سے ہم سننے والے بھی گنہگار ہوتے ہیں" یہ لوگ کہنے کو تو کہہ جاتے ہیں مگر دل ان کا مشتاق رہتا ہے کہ کاش یہ شخص ہماری

نصیحت پر عمل نہ کرے جو کچھ کہہ رہا ہے کہے جائے اور ہمیں سنانے جائے بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ غیبت سننے کا انتظار بھی ہے اور پھر یوں بھی سمجھتے ہو کہ ہم منع کر کے گناہ سے سبکدوش ہو گئے۔ یاد رکھو کہ جب تک غیبت کرنے اور سننے کو دل سے برا نہ سمجھو گے تو اس وقت تک غیبت کے گناہ سے ہرگز نہ بچو گے۔ کیونکہ غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں برابر ہیں اور جس طرح زبان سے غیبت کرنا حرام ہے اسی طرح دل سے غیبت کرنا بھی حرام ہے البتہ چند صورتوں میں خاص لوگوں کی غیبت کرنا جائز ہے، جس کی تفصیل ہم بیان کرتے ہیں۔ (تبلیغ دین۔ ۱۱۷)

بدعتی کی غیبت کرنا جائز ہے

کسی شخص سے کوئی بدعت یا خلاف شرع امر کے رفع کرنے میں مدد لینی ہو یا کسی کو اس کے فتنہ سے بچانا ہو تو اس سے بھی ان بدعتی لوگوں کا حال بیان کرنا اگرچہ ان کی غیبت کرنا ہے مگر جائز ہے۔ (تبلیغ دین ۱۱۹)

فتویٰ کی ضرورت سے کسی کی غیبت کرنا درست ہے

مفتی سے فتویٰ لینے کے لئے استفتاء میں امر واقعی کا اظہار کرنا بھی جائز ہے اگرچہ اس اظہار حال میں کسی کی غیبت ہوتی ہو۔ دیکھو! رسول اللہ ﷺ سے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میرا خاوند ابوسفیان رضی اللہ عنہ اتنا بخیل ہے کہ بقدر کفایت بھی مجھ کو خرچ نہیں دیتا۔" اور ظاہر ہے کہ یہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی شکایت اور غیبت تھی مگر چونکہ مفتی شریعت ﷺ سے استفسار کیا جا رہا ہے کہ اس صورت میں میرے لئے شریعت کیا حکم دیتی ہے لہذا اس غیبت میں کچھ حرج نہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس صورت میں بھی یہ غیبت اسی وقت جائز ہے کہ جب اس میں اپنا یا کسی مسلمان کا فائدہ متصور ہو۔ (تبلیغ دین: ۱۱۹)

تھیلی اور امام

کسی بدو نے ایک تھیلی چوری کی جس میں ایک درہم تھا پھر وہ نماز کے لئے مسجد میں آیا اس کا نام "موسیٰ" تھا اتفاقاً امام نے یہ آیت پڑھ لی۔ ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ﴾ ترجمہ: اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ بدو نے کہا: بخدا! "تو جادوگر ہے" تھیلی پھینکی اور مسجد سے بھاگ نکلا۔ (لطائف ونوادر: ۹۷)

بدو اور امام مسجد

بدو نے امام کے پیچھے نماز پڑھی امام نے دوران قرات یہ آیت پڑھی ﴿أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ﴾ (المرسلات: ۱۶) "ترجمہ: کیا ہم نے مار کھپایا پہلوں کو۔ بدو پہلی صف میں کھڑا تھا یہ آیت سن کر پچھلی صف کی طرف کھسک گیا امام نے اگلی آیت پڑھی: ﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ﴾ (المرسلات: ۱۷) "پھر انکے پیچھے بھیجا پچھلوں کو۔ وہ مزید پیچھے کھسک گیا امام نے اس سے بھی اگلی آیت پڑھی۔ ﴿كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ﴾ (المرسلات: ۱۸)"

ترجمہ: ہم ایسا ہی کرتے ہیں گنہگاروں اور مجرموں کے ساتھ بدو کا نام بھی مجرم تھا۔

جب یہ آیت سنی تو یہ کہتا ہوا نماز چھوڑ کر بھاگا اللہ کی قسم اب ہلاکت کی باری میری ہے، راستے میں کچھ دوسرے بدوؤں سے اس کی ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا مالك يامجرم ؟ مجرم کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا۔

"ان الامام اهلك الاولين والا خرين واراد ان يهلكني في الجملة والله مارأيته بعد اليوم.

ترجمہ: امام صاحب نے پہلوں پچھلوں سب کو ہلاک کر دیا اور آخر اب مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آج کے بعد اسکا چہرہ نہیں دیکھوں گا۔ (لطائف ونوادر: ۹۶)

عورت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

"طالقانی" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بے پرواہ بہت تھے ایک دن انہوں نے ابن عقیل سے پوچھا "عورت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا اس کی شادی اسکا بیٹا کراسکتا ہے" ابن عقیل نے جواب دیا، "اس کا جواب قدر تفصیل طلب ہے اگر وہ کنواری دوشیزہ ہو تو جائز ہے اور اگر ثیبہ (جس کا نکاح ہو چکا ہو خواہ مطلقہ ہو یا نہیں) ہو تو جائز نہیں ہے۔"

طالقانی نے کہا میں نے آج تک ایسی تفصیل نہیں سنی تھی۔ (لطائف ونوادر: ۵۳۷)

ایضاً پر ہی اکتفا کیا

ایک بزرگ نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے پہلی رکعت میں تو غیر معمولی دیر لگ گئی۔ لیکن بعد میں مقتدیوں کو جلدی کے مارے رکوع وسجود بھی دشوار ہو گیا۔ نماز ختم ہونے پر جب نمازی نکلے، تو ایک صاحب فرمانے لگے کہ "امام صاحب نے پہلی رکعت میں تو بہت پڑھا تھا لیکن بعد میں تین رکعتوں میں صرف ایضاً ہی پر اکتفا کیا۔" (مخزن اخلاق: ۴۸۴)

نماز میں کلھیا تیل کا خیال آنا

کوئی شخص بازار میں کلھیا تیل خریدے ہوئے چلے آتے تھے۔ اتنے میں اذان ہوئی اور مسجد بھی نظر آئی انہوں نے تیل کلھیا فصیل (دیوار) پر رکھ دی اور پھر جماعت میں شریک نماز ہو گئے۔ لیکن خیال کلھیا کی طرف تھا کہ کتا، بلی یا کوئی اور نہ لے جائے۔ امام نے بڑی بڑی سورتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ آخر تنگ آ کر انہوں نے نیت توڑ کر کلھیا فصیل سے اٹھائی اور منہ کے سامنے رکھ کر دوبارہ شریک نماز ہو گئے۔ اور جھلا کر امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، اب تجھے بھی قسم ہے جو آج ہی سارا قرآن شریف ختم نہ کر دے ہم نے بھی کلھیا سامنے رکھ لی ہے۔ (حوالہ بالا)

نماز تراویح

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: "لوگ کہتے ہیں کہ جو آدمی نہار منہ سات عدد پختہ تر کھجوریں کھالے تو وہ اس کے پیٹ میں تسبیح پڑھتی ہیں۔" انہوں نے جواباً فرمایا:

"ان کان هذا فینبغی للوزینج اذا أکل ان یصلی التراویح"

ترجمہ: "اگر واقعی یہی ہوتا ہے تو وزینج (فارسی زبان میں اعلیٰ اور قیمتی قسم کی ایک مٹھائی کا نام ہے) کھانے کی صورت میں اسے نماز تراویح پڑھنی چاہیے۔" (حدائق: ۱۳۱)

شک وتردد سے نجات کا حل

ایک مرتبہ حجاج شاعر ایک گلی سے گزرا جس میں نالہ تھا۔ تو رک کر سوچ میں پڑ گیا کہ اسکے چھینٹے مجھ پر پڑیں گے یا نہیں۔ جب تردد اور اضطراب بڑھ گیا اور کوئی فیصلہ نہ کر پایا تو آ کر پرنالے کے نیچے بیٹھ گیا، کہنے لگا، اب اطمینان ہو گیا اور یقین نے شک کو ختم کر دیا۔ (کتابوں کی درسگاہ میں: ۱۰۹)

یہ آشیانہ کسی شاخِ گل پر بار نہ ہو

مولانا ولی رازی صاحب اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھتے ہیں:

دل کی دنیا کے حوالے سے باتیں کرتے ہوئے آج مجھے ایسے ہی ایک بے تاج بادشاہ کی یاد آ گئی ہے جسے بچپن میں راقم الحروف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔ یہ صاحب کشف وکرامت بزرگ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے استاد حضرت مولانا اصغر حسین شاہؒ صاحب ہیں جو حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت میاں صاحب کے مکان سے کچھ فاصلے پر ایک مسجد تھی جس میں حضرت میاں صاحب نمازیں ادا فرماتے تھے۔ والد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مسجد کے راستے میں ایک حویلی نما مکان تھا جسکے دروازے پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ حضرت میاں صاحب جب شام کے وقت اس دروازے کے سامنے سے گزرتے تھے تو اپنے جوتے اتار لیتے تھے۔ والد صاحبؒ کو اس پر حیرت تھی کہ حضرت میاں صاحب ایسا کیوں کرتے ہیں؟ شروع میں پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی آخر ایک روز موقع دیکھ کر والد صاحبؒ نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! اس مکان میں کون رہتا ہے؟ اور آپکے جوتے اتارنے کا کیا سبب ہے؟ پہلے تو حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ "میاں! کیا کرو گے پوچھ کر" پھر کچھ وقفے کے بعد فرمایا کہ "اس مکان میں ایک پیشہ ور رنڈی رہتی ہے۔" اب اسکی عمر ڈھل چکی ہے لیکن جب یہ جوان تھی تو یہاں لوگوں کا ہجوم روزانہ رہتا تھا اور اس مکان میں کافی آمد ورفت تھی اب یہ بے چاری روزانہ شام کو بن سنور کر بیٹھتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ کوئی آئے۔" سو مجھے خیال آیا کہ شام کو جو لوگ اسکے دروازے سے گزرتے ہوں گے۔ انکے جوتوں کی چاپ سن کر اسکو ایک امید پیدا ہوتی ہوگی کہ شاید کوئی اسکے پاس آیا اور پھر جب چاپ دور ہوجاتی ہوگی تو اسکی امید ٹوٹتی ہوگی تو میاں! ہم کیوں کسی کی

ناجائز امید پیدا کرنے اور پھر اسکے توڑنے کا سبب نہیں۔ ہماری پڑوسن ہے۔ اپنی ذات سے اسکو تکلیف دینا تو صحیح نہیں۔ ذرا سوچئے! ان اللہ والوں کی نظر کتنی باریک ہے کہاں نظر پہنچی؟ پڑوسی کے حقوق کی بات تو سب ہی نے پڑھی ہے لیکن اس وقت نظر کیساتھ پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھنا صرف اہل دل کا حصہ ہے اور اللہ یہ فہم ونظر دل کی صفائی اور ٹیوننگ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔'' ان اللہ والوں کی زندگی صحیح معنوں میں اس شعر کا مصداق تھی۔

؎ تمام عمر اسی احتیاط میں گزری کہ آشیانہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو (کتابوں کی درسگاہ میں: ۱۳۵)

میرے لیے دین عزیز تر ہے

مولانا نور احمد صاحبؒ دار العلوم دیو بند کے فاضل اور دار العلوم کراچی کے ناظم اول اور بانیوں میں سے تھے۔ انکی سوانح حیات انکے صاحبزادے مولانا رشید اشرف صاحب نے لکھی ہے۔ وہ ایک رشتے کے سلسلے میں انکی دینی حساسیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

''راقم الحروف کی ہمشیرہ کا ایک اچھا رشتہ آیا لڑکا کینیڈا میں تھا، تعلیم یافتہ خوب رو، حسب ونسب اور وجاہت والا، اسکے والدین جو ہمارے بعض واقف کاروں کے رشتہ دار تھے، پاکستان میں بہتر سے بہتر رشتہ کے لئے کوشاں تھے، تلاش وجستجو کے بعد نظر انتخاب ہمارے گھرانے پر پڑی، بڑے چاؤ سے رشتہ منظور کیا گیا، کینیڈا میں ہونے کی بناء پر لڑکا اپنے کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے محدود وقت ہی کے لئے پاکستان آ سکتا تھا، اسلئے اسکے بارے میں یہ طے تھا کہ وہ نکاح سے ایک دو روز قبل پاکستان آئیگا اور چند ہی روز بعد اہل خانہ کیساتھ واپس کینیڈا چلا جائیگا، ان حالات کی بناء پر راقم کے والد ماجد نے احتیاطاً یہ شرط عائد تھی کہ لڑکے سے ملاقات ہونے پر کوئی بے اطمینانی کی بات سامنے آئی تو عین موقع پر بھی عذر کیا جاسکتا ہے، چونکہ ظاہری اسباب میں بے اطمینانی کی وجہ نہ تھی اسلئے فریق آخر نے یہ شرط منظور کرلی، اگرچہ بظاہر حالات کے لحاظ سے کسی بھی فریق کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہ تھی کہ یہ رشتہ نہ ہوسکے گا، اسلیے دونوں طرف سے تیاریاں مکمل تھیں، دو دن قبل لڑکا کینیڈا سے آیا، حضرت والد صاحبؒ سے ملاقات ہوئی حسن وصورت، ظاہری وجاہت طرز تکلم اور آداب معاشرت کے لحاظ سے ہمارے تصور میں بہتر نکلا، دل کو اطمینان ہوا، لیکن اس سے بات چیت کے بعد پردہ کے بارے میں آزاد خیالی محسوس ہوئی، جس سے فکر ہوئی'' دینی تصلب کی بناء پر اس سلسلے میں حضرت والد صاحبؒ کی تشویش دوچند تھی، بعض اعزہ نے اطمینان دلایا کہ خاندان سے جڑنے کے بعد یہ کمی بھی دور ہوجائیگی اس لئے اتنے اچھے رشتے کو رد کرنا مناسب نہیں، لیکن دینی معاملات میں حساس ہونے کی بناء پر حضرت والد صاحبؒ کی تشویش رفع نہ ہوئی فرمانے لگے کہ کینیڈا کے ماحول میں اس آزاد خیالی کے کم ہونے کے مقابلے میں بڑھنے کا اندیشہ زیادہ ہے بالآخر اپنی حمیت دینی کی بناء پر نکاح سے ایک دن قبل حضرت والد صاحبؒ نے یہ رشتہ رد فرمادیا۔ اس تقریب نکاح میں تمام تیاریاں مکمل تھیں شادی کارڈ تقسیم کیے جاچکے تھے، فریقین کی تقریبات کے لئے ہال بک تھے،

طعام وغیرہ کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے اس فیصلے کی بنا پر یہ طرح کی قربانی دینی پڑی لیکن حضرت والد صاحب کی غیرت ایمانی نے سب کو برداشت کیا، شاید اسی کی برکت تھی کہ انہی ہمشیرہ کی بعد میں مدینۃ الرسول ﷺ سے دہلوی خاندان کے ایک حافظ و عالم کا رشتہ آیا جو منظور کیا گیا۔ (متاع نور: ۲۱۵)

ایک دلچسپ مناظرہ

قاضی ابن ابی لیلیٰ سے متعلق ایک لطیفہ مؤرخین ذکر کرتے آئے ہیں۔ ہوا یوں کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کسی کام سے خلیفہ منصور کے دربار میں آئے یا بلائے گئے ادھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بھی طلبی ہوئی دربار میں سوال اٹھایا گیا کہ سوداگر اپنے مال کے متعلق گاہک سے اگر یہ کہہ دے کہ جس سودا کو آپ لے رہے ہیں میں اس کے عیوب اور نقائص سے بری ہوں اسکے باوجود بھی اگر آپ لینا چاہتے ہوں تو لے سکتے ہیں۔

اب سوال یہ تھا کہ اسکے بعد اگر اس سودے میں کوئی عیب یا نقص ظاہر ہو جائے تو خریدار کے لئے خیار عیب یعنی واپسی کا حق باقی رہتا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا، سوداگر اس اعلان کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے سودے کا واپس لینا اس پر لازم نہیں۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا اور اپنے کہنے پر اصرار کیا کہ سودے میں جو عیب ہو جب تک ہاتھ رکھ کر بائع (سوداگر) اسکو متعین نہیں کریگا اسوقت تک لفظی برأت کافی نہیں!

دونوں میں مسئلہ پر گرما گرم بحث ہونے لگی خلیفہ منصور دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بالآخر جب قاضی ابن ابی لیلیٰ اپنے موقف سے نہ ہٹے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان سے دریافت فرمایا کہ فرض کیجئے کسی شریف عورت کا ایک غلام ہے وہ اس کو بیچنا چاہتی ہے لیکن غلام میں یہ عیب ہے کہ اسے عضو مخصوص پر برص کا داغ ہے تو فرمایئے کہ کیا آپ اس شریف عورت کو حکم دیں گے کہ عیب پر ہاتھ رکھ کر خریدار کو مطلع کردے۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ نے اپنے بات کی ہٹ میں کہا کہ ہاں اس عورت کو مرد کے اس مقام پر ہاتھ رکھنا ہوگا۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے اس فتوے سے حاضرین مجلس پر برا اثر پڑا۔ لکھا ہے کہ خلیفہ منصور قاضی صاحب کے اس فتوے کیوجہ سے ان پر بہت برہم ہوا۔ (دفاع امام ابوحنیفہؒ: ۱۷۸)

متفرقات

۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے صرف گیارہ یا بارہ سال چھوٹے تھے۔ ۲) بحالت جنابت اگر سونے کے لئے وضو کرے جیسا کہ مشروع ہے تو یہ وضو نواقض وضو سے نہیں ٹوٹے گا۔

"اذا سالت وضوء لیس ینقضه سوی الجماع وضوء النوم للجنب"

علامہ نووی کی شرح مسلم المنهاج میں یہ بات انہوں نے کتاب الایمان کے ختم پر فرمائی۔ (نایاب تحفہ: ۱۲۶)

اکابر کی فتویٰ دینے میں احتیاط

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں۔ اس شخص نے کہا: میں تو آپ کے سوا کسی کو اس منصب کے لائق جانتا ہی نہیں! اسی لیے آپ کے پاس آیا، حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ نے فرمایا۔

"لاتنظر الیٰ طول لحیتی و کثرۃ الناس حولی"

ترجمہ: میری لمبی داڑھی اور میرے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ کو مت دیکھو۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۸۱/۱)

غیر ضروری مسائل سے گریز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ممتاز شاگردوں میں امام زفر رحمہ اللہ بھی ہیں۔ یہ اپنے علم و فضل اور ملکۂ اجتہاد میں امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے ہم پایہ تھے۔ ان کے زمانہ میں فلسفہ کے اثر سے بہت سے ایسے مباحث اور لفظی اختلاف پیدا ہو گئے تھے جن کی حیثیت دین میں تو کچھ نہیں تھی، مگر سوء اتفاق سے وہ اس وقت توحید و آخرت کے مسائل کی طرح اہم ہو گئے تھے اور جو لوگ ان کلامی مسائل اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھنے کی کوشش کرتے تھے، انکے دامن پر بھی لوگ دو چار چھینٹیں ڈال ہی دیتے تھے۔ امام صاحبؒ اور انکے تقریباً تمام اصحاب و تلامذہ ایسے غیر ضروری مسائل و مباحث سے گریز کرتے تھے، مگر پھر بھی لوگوں نے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دیں جن سے انکا کوئی بھی تعلق نہیں تھا۔

اس وقت قرآن کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ عام طور سے موضوع بحث بنا ہوا تھا اور اسکے بارے میں لوگ ائمہ سے عموماً سوالات کرتے تھے۔ امام زفر رحمہ اللہ ان لایعنی باتوں سے بہت گریز کرتے تھے، مگر پھر بھی کبھی کبھی زبان کھولنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔ ایک روز کسی نے قرآن کے بارے میں پوچھا، انہوں نے جواب دیا "القرآن کلام اللہ" یعنی "قرآن کلام الٰہی ہے۔" یہ نہایت عاقلانہ جواب تھا۔ مگر سائل کا مقصد کچھ اور تھا، اس لئے اس نے فوراً پوچھا کہ کیا وہ مخلوق ہے؟ امام زفر رحمہ اللہ نے ذرا تند مگر ہمدردانہ لہجے میں فرمایا کہ: اگر تم ان دینی مسائل کے سوچنے اور غور کرنے میں مشغول ہوتے جن میں میں مشغول ہوں تو وہ میرے لئے بھی مفید ہوتا اور تمہارے لئے بھی۔ اور جن مسائل کی فکر میں تم پڑے ہوئے ہو وہ تمہارے لئے مضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیلئے وہ چیزیں ثابت کرو جن سے وہ خوش ہو، اور جن چیزوں کا تم کو خدا نے مکلف نہیں بنایا ہے اس میں اپنی جان ناحق نہ کھپاؤ۔ (تبع تابعین: ۱۸۸)

علم کا فطری ذوق اور مطالعہ میں انہماک

امام اعظم رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمد شیبانیؒ بچپن ہی سے علم کا ذوق رکھتے تھے۔ ذکاوت و ذہانت بلا کی تھی، وہ آغاز شعور ہی سے مسائل میں ایسی باریکیاں پیدا کرتے تھے کہ بڑوں کی نگاہیں بھی وہاں تک کم پہنچتی تھیں۔ انکے اسی فطری ذوق اور استعداد کو دیکھ کر امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ "ان شاء اللہ

یہ لڑکا رشید ہوگا۔" ایک روز ان سے ایک سوال پر فرمایا "تم تو بڑوں جیسا سوال کرتے ہو میرے پاس آمد و رفت رکھو۔"

محمد بن سماعہ جوان کے خاص تلامذہ میں ہیں فرماتے تھے کہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ میں اس قدر انہماک ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص ان کو سلام کرتا تو انہماک اور بے خبری میں جواب دینے کی بجائے اس کے لئے دعا کرنے لگتے تھے۔ پھر وہ شخص کچھ اور الفاظ زیادہ ہے کے جب دوبارہ سلام کرتا تو وہی الفاظ دہرا دیتے تھے۔ (بلوغ الامانی)

ان کے نواسے فرماتے ہیں کہ "(امام محمد کی وفات کے بعد) میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ نانا گھر میں رہتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ فلاں کوٹھری میں رہا کرتے تھے، اور گردو پیش کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا۔ میں نے مطالعہ کے وقت انکو کبھی بولتے ہوئے نہیں سنا، بجز اس کے کہ وہ ابرو اور ہاتھ کے اشارے سے اپنی ضرورت بتلا دیا کرتے تھے۔" (کردری: ۲/۱۶۴)

علمی شغف کا یہ حال تھا کہ کپڑے میلے ہو جاتے تھے لیکن جب تک کوئی دوسرا شخص کپڑا نہ بدلواتا وہ کپڑے نہیں بدلتے تھے۔ گھر میں ایک مرغ پلا ہوا تھا جو رات کو اکثر بانگیں دیا کرتا تھا۔ انہوں نے اہل خانہ سے کہا کہ اسے ذبح کردو۔ ان کی بانگ بے ہنگم کی وجہ سے علمی کام میں خلل پڑتا ہے۔ (علم و ہدایت کے چراغ: ۱۱۴)

ابو یوسف! آپ کا جواب غلط ہے

قاضی ابو یوسفؒ، امام کسائی کے ہمراہ ہارون الرشید کے پاس آئے۔ دونوں میں علمی مذاکرہ کے ساتھ طنز و مزاح بھی ہوا، امام کسائی نے کہا: "امیر المؤمنین! یہ کوفی آپ کے دماغ پر چھا گیا ہے۔" ہارون نے کہا: "ابو یوسف! یہ (یعنی امام کسائی) مجھے ایسے انوکھے تراشے پیش کرتے ہیں کہ میرا دل ان کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔"

"ابو یوسف! میں تجھ سے ایک مسئلہ پوچھوں؟" امام کسائی نے کہا۔

"نحو کا یا فقہ کا؟" قاضی ابو یوسفؒ نے دریافت کیا۔

"نہیں، فقہ کا" امام کسائی بولے۔ اس پر ہارون الرشید کی ہنسی چھوٹ گئی، انہوں نے کہا: "تم فقہ میں ابو یوسفؒ کا امتحان لیتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "ہاں" پھر قاضی ابو یوسفؒ سے مخاطب ہوئے اور کہا:

امام کسائی: "ایسے شخص کے متعلق تم کیا فتوی دیتے ہو جس نے اپنی بیوی سے کہا: "انت طالق ان دخلت الدار" (اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے)

قاضی ابو یوسفؒ: "اگر عورت گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق ہو جائے گی۔"

امام کسائی: "ابو یوسف! جواب غلط ہے"

ہارون پھر ہنس پڑے اور کہا: "یہ غلط ہے تو درست جواب کیا ہوگا" امام کسائی نے کہا: "اگر اس نے "أن دخلت الدار" کہا تو طلاق فی الفور واقع ہو جائے گی، عورت چاہے بعد میں گھر میں داخل ہو یا نہ

ہو، اور اگر اس نے "ان دخلت الدار" کہا تو جب تک عورت گھر میں داخل نہ ہو طلاق واقع نہیں ہوتی۔" (ابن عاصم حدائق ۳۷۲)

فقہ نہایت مشکل چیز ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں فقہ نہایت مشکل چیز ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے اور لوگ زیادہ تر اس میں بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں خصوصاً بعضے غیر مقلدین اس باب میں بڑے دلیر ہیں۔ ہمارا مذہب تو بحمد اللہ مدون ہے مگر ان مدعی غیر مقلدوں کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر جو جی آیا فتویٰ دیدیا۔ ایک مرتبہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے یہ چھاپ دیا کہ دادا کی بیوی سے نکاح جائز ہے، مراد یہاں دادا کی بیوی سے دادی نہیں بلکہ دادا نے کسی عورت سے دوسرا نکاح کرلیا وہ مراد ہے۔ اس پر لتاڑ پڑی غنیمت ہے دوسرے رسالہ میں رجوع کرلیا مگر ان بزرگ کو پہلے سے کیسے جرات ہوئی؟ بس یہ حالت ہے ان لوگوں کی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ شرارت سے ایسا کرتے ہیں مگر جب اتنا ذہن اور فہم نہیں جتنا ان حضرات میں تھا پھر خواہ مخواہ اجتہاد کی ہوس کیوں کرتے ہیں۔ خود کچھ آتا نہیں اور دوسروں کے اجتہاد پر اعتراض ہے دوسروں کی تقلید سے عار ہے اور خود مجتہد بنتے اور تمام دنیا سے اپنی تقلید کے امیدوار ہیں۔ یہ خود بدفہمی اور بدعقلی کی بات ہے تمام دنیا کے عقلاء مل کر بھی فقہاء کی جوتیوں کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ موٹر میں تیل تو ہے۔ سو میل کے چلنے کا مگر ارادہ کردیا دو سو میل کا ایسی مثال ہے ان لوگوں کی، پھر اپنے پر دوسروں کو قیاس کرنا کہ وہ بھی ایسے ہی بے دلیل کہہ دیا کرتے ہوں گے سخت نادانی ہے۔ ان حضرات پر اعتراض کرنے کا کیا کسی کا منہ ہے اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(الافاضات الیومیہ: ۲۰۲/۶)

مذہب حنفی کے متعلق حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو امام صاحب کا مذہب حدیثوں میں ایسا روشن نظر آتا ہے جیسا کہ نصف النہار میں آفتاب۔ بات یہی ہے معرفت کے لئے فہم کی ضرورت ہے بدفہم لوگ شب و روز معترض رہتے ہیں۔ بینائی تو اپنی خراب اور آفتاب پر اعتراض۔ (ایضاً: ۵۲/۳)

تصوف آسان، فقہ مشکل

ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں سب علوم سے زیادہ آسان تصوف کو سمجھتا ہوں اور سب سے زیادہ مشکل فقہ کو۔ (الافاضات الیومیہ ۱۶۷/۳)

ایک گائے کے آٹھ حصے

فرمایا: کہ ایک بڑے تماشہ کا خط آیا ہے کہ لکھا ہے کہ ایک گائے قربانی کے لئے خریدی تھی اس میں آٹھ حصے دار ہو گئے تھے جب ذبح کر چکے تب معلوم ہوا کہ آٹھ حصہ دار ہیں۔ تو کیا اب ایک کو الگ کر دیں تو قربانی صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟ اس پر فرمایا کہ اس الگ کر دینے پر یاد آیا کہ ایک شخص نماز میں ایک ٹانگ اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا۔ جب نماز ختم کر چکا کسی نے پوچھا کہ میاں یہ ٹانگ الگ کئے ہوئے نماز کیوں پڑھ رہے تھے کہتا ہے کہ اس ٹانگ میں نجاست لگی تھی اور نماز کا وقت تھا تنگ، دھو سکا نہیں اس وجہ سے اسکو نماز سے الگ کر دیا۔ قربانی کے بعد ان کا آٹھواں حصہ دار الگ کر دینا بھی ایسا ہی ہوگا۔ لوگوں میں فہم اور عقل کا تو بالکل نام و نشان نہیں رہا۔ (ایضاً: ۳/۱۷۰)

بزرگوں کے برکات سے متعلق ایک فقہی غلطی

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ برکات کے متعلق ایک نازک غلطی عام ہے نہ پیروں کو اسکا خیال نہ سجادوں کو، وہ یہ کہ جو چیزیں بزرگوں کی ہوتی ہیں انکو تبرکات میں رکھ لیتے ہیں حالانکہ انمیں ورثاء کا بھی حق ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا کہ شاید وقف کر دیتے ہوں فرمایا اول تو کوئی وقف نہیں کرتا دوسرے اگر کرے بھی تو بوجہ عدم اجتماع شرائط کے وہ وقف جائز بھی نہیں ہوگا پیرزادوں میں علما بھی ہوئے ہیں۔ مگر کسی کا ذہن اس طرف نہیں گیا اور یہ جواب تو اس پر ہے کہ جو کوئی وقف کرتا بھی ہو مگر یہاں تو کوئی وقف بھی نہیں کرتا یوں ہی مر جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے بعض ملبوسات میرے پاس تھے جو جائز طریق سے مجھکو ملے تھے۔ مگر میں نے دوسروں کو دیدیئے ایک تو اسی لیے کہ میرے بعد انکو کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ بنا دے دوسرے اسی محذور سے بچنے کے لئے جسکا ابھی ذکر ہوا ہے باقی حضرت نے توجہ سے جو دعائیں کی تھیں وہ تبرکات میرے پاس ہیں۔ (ایضاً: ۳/۲۶۷)

فقہ کے مآخذ یعنی احکام شرعیہ کے دلائل

احکام شرعیہ کے دلائل صرف چار ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع، قیاس۔ تمام شرعی احکام انہی میں سے کسی نہ کسی دلیل سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اسی لیے اسکو "فقہ کے مآخذ" بھی کہا جاتا ہے۔ (نوادر الفقہ: ۱/۶۳)

اصلی حنفیت

ہمارے تمام سلف صالحین احناف اس امر پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ جب قرآن کا صریح حکم مل جائے تو پھر اور کسی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ نمبر دوم: سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں۔ جب ان دونوں مقامات سے کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے

تو پھر اجماع امت کو دیکھا جائے گا اگر چہ طے پا گیا ہے تو فبھا ورنہ شرعاً قیاس کرنے کی اجازت ہے اور بہتر یہ ہے کہ ہر انسان قیاس کرنے ہی بیٹھ جائے کسی اعلیٰ درجہ کے متقی، عابد، زاہد، ماہر علوم کتاب اللہ وسنت نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قیاس پر عمل کرے اسی کا نام تقلید ہے۔ (خطبات حضرت لاہوریؒ: ۲/۲۵۱)

فلمی دھنوں میں نعت

آج کل بعض عوامی شاعر فلمی دھنوں پر نعت لکھتے ہیں اور ایسی ہی نعت مذہبی اجتماعات میں پورے طور سے فلمی سروں میں پڑھی جاتی ہے۔ ایسی نعت کے لئے شاعر مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سنتے ہوں گے جبھی تو وہ ان سروں پر نعت کہتے ہیں ایسے نعت خوانوں اور ایسے دوسرے شائقین کو مخرب اخلاق فلمی ریکارڈ سننے کا چسکا پڑتا ہے۔ شریعت اس کے بارے میں کیا حکم دیتی ہے؟

اس کو شومئی قسمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے کہ اول تو ہم ہر نیک کام سے روز بروز دور ہوتے جا رہے ہیں اور اگر کبھی اچھا کام کرنے کا جذبہ پیدا بھی ہوتا ہے تو اس میں جب تک کچھ ناجائز اور حرام کی آمیزش نہ کر لیں، تسکین نہیں ہوتی۔ سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے بلاشبہ یہ نعت جیسی روح پرور عبادت کو کھیل تماشا بنانا اور اسکے ساتھ کھلا مذاق ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے ردالمحتار میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"جب کوئی شخص پانی کو شراب کے مشابہ بنا کر شراب کی طرح پئے تو اس کے لیے حرام ہے"

چنانچہ فقہاء نے کہا اگر کوئی شخص لہو وطرب کے ساتھ پانی یا کوئی اور حلال مشروب شرابیوں کی ہیئت بنا کر پئے تو یہ صورت حرام ہے۔ علامہ ابن عابدین نے بھی فقہاء کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد ہے کہ "من تشبه بقوم فهو منهم" (جو شخص کسی قوم یا گروہ کی نقالی کرے وہ انہی میں سے ہے) تو جب ناجائز کام کی نقالی کی اجازت مباح چیزوں میں بھی نہیں تو ایک عبادت کو حرام کے مشابہ بنا کر پیش کرنا تو ناجائز ہونے کے علاوہ عبادت کیساتھ کھلا مذاق ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی گستاخ نہایت خوش ذائقہ مٹھائی سڑے ہوئے کیچڑ میں رکھ کر کسی حاکم کو بطور تحفہ پیش کرنے کی جسارت کرے۔ ایسے نعت گو حضرات کو اس فعل قبیح سے مناسب طریقہ سے روکنا چاہئے اور انکی ہمت افزائی سے پورا اجتناب کرنا چاہیے۔ (نوادر الفقہ: ۲/۳۵۲)

عورتوں کو بھی "السلام علیکم" کہنا چاہیے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ عورتوں میں رسم ہے کہ جب آپس میں ملنے کے وقت سلام کا موقع ہوتا ہے تو فقط لفظ "سلام" کہتی ہیں مگر کاندھلہ میں تو پہلے سے اور یہاں تھوڑے روز سے جو لڑکیاں ہیں آپس میں پورا سلام کرتی ہیں۔ "السلام علیکم" اب الحمد للہ اس کی رسم ہوگئی ہے جو نہایت مبارک بات ہے۔ (الافاضات الیومیہ ۶/۲۰۴)

سلطنت صرف فقہ حنفی پر چل سکتی ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: کہ امام ابوحنیفہؒ کی عجیب نظر ہے ان کا فتویٰ ہے ''من کسر لمسلم بربطا او طبلا او مزمارا او دفا فھو ضامن ''اور وجہ اسکی یہ لکھی ہے کہ ''الامر بالمعروف بالید الی الامراء لقدرتھم وباللسان الی غیرھم ''یعنی آلات لہو کو توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی عامی کو جائز نہیں۔ اگر کوئی توڑ ڈالے گا، تو ضمان لازم آئیگا، کیونکہ یہ کام سلطان کا ہے وہ ایسا احتساب کرسکتا ہے توڑ پھوڑ کرسکتا ہے سزا دے سکتا ہے۔ امام صاحبؒ کے اس فتوے میں کس قدر امن اور فساد سے تحفظ کیا گیا ہے حاصل یہ ہے کہ یہ اختیارات سلطان کیساتھ خاص ہیں ورنہ اگر عوام کو ایسی گنجائشیں دی جاویں۔ رات، دن عوام میں جدال وقتال رہا کرے ایک انگریز نے لکھا ہے'' کہ سلطنت کسی فقہ پر نہیں چل سکتی بجز فقہ حنفی کے۔'' یہ ایک سیاسی تجربہ کار کا قول ہے۔ (ایضاً:۶/۱۰۱)

بغیر سہارے سونے میں وضو کا حکم

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بدوں سہارے بیٹھے ہوئے سو جانے پر فتویٰ تو یہی ہے کہ وضو نہ جائیگا لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ پہلے لوگوں کے قویٰ مضبوط ہوتے تھے، انکا بدن کسا رہتا تھا اب قویٰ کمزور ہوگئے بدن ڈھیلا ہوجاتا ہے۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وضو کرے۔ یہ فتویٰ نہیں مگر احتیاط کا درجہ ہے۔ (ایضاً:۶/۱۹۷)

ایک نازک مسئلہ کا زبانی جواب

فرمایا: کہ ایک صاحب کا خط آئر لینڈ سے آیا ہے لکھا ہے کہ میں عنقریب ہندوستان آنے والا ہوں اور میرا روپیہ بینک میں جمع ہے اسکے سود کو لے کر کہاں خرچ کرنا چاہیے۔ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اس کو لیکر ہندوستان آجاؤ اور پھر آکر مسئلہ پوچھو۔ ایسا جواب اس لیے لکھا کہ نازک مسئلہ ہے معلوم نہیں، تحریر سے کچھ غلط فہمی ہوجاوے۔ پھر فرمایا: کہ بہت ہی دور جگہ ہے لیکن ان جہازوں اور ریل کی بدولت کچھ بھی دور نہیں۔ (ایضاً:۶/۲۹۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فقہی اختلاف ہمارے لیے رحمت ہے

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک ہی استاد جب اپنے شاگردوں کو ٹریننگ دیتا ہے انکے اعمال ایک جیسے ہونے چاہیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی ایک ہی استاد تھے انکے اعمال میں فرق کیوں ہے؟ حکمت اسمیں یہ ہے کہ اعمال کے فرق کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں فائدہ دیا ہیکہ ہم اپنی صورت حال کے مطابق ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرلیں۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیا اب اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی چار صورتیں ممکن ہے پہلی صورت یہ کہ آدمی عشق الٰہی میں اتنا مست ہو کہ جو کچھ ہو سب کا سب اللہ کے راستے میں خرچ کردے اگر یہ صورت ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم

پر ہے اور اگر کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں توازن ہے یعنی دین و دنیا دونوں میں اس نے توازن رکھا ہوا ہے تو وہ آدھا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرے اور بقیہ آدھا اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے رکھے ایسے شخص کے بلئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے راستے کے قدم موجود ہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات انسان کو اللہ تعالیٰ اتنا غنی بنا دیتے ہیں کہ وہ جتنا بھی خرچ کرے اسکے مال میں کچھ فرق نہیں پڑتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں چوتھی صورت یہ کہ کبھی انسان پر فقر و فاقہ میں ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ اسکے پاس دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی اس کے لئے مینارنور ہے کیونکہ ان پر پوری زندگی میں کبھی زکوۃ فرض ہی نہیں ہوئی کبھی کچھ جمع ہی نہیں کیا اب ان چاروں صورتوں میں سے انسان جس حال میں بھی ہو اس کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نمونے موجود ہیں پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں اللہ تعالیٰ نے امت کے لئے وسعت پیدا کردی۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات.۱۶)

ائمہ اربعہؒ کا احسان

پھر اللہ رب العزت نے اپنے اور بندے پیدا فرمائے جو قرآن اور حدیث کے حامل بن گئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ چاروں حضرات علم کے آفتاب و ماہتاب تھے انہی سے اللہ رب العزت نے کام لیا کہ انہوں نے قرآن اور حدیث کو پڑھ کر لاکھوں سے زیادہ مسائل اخذ کئے اور امت کے لئے اس کو پکی پکائی کھیر بنادی تاکہ آنے والے لوگ آسانی سے ان پر عمل کرسکیں ان حضرات کا امت پر بڑا احسان ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۵ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا ۱۳۰ھ میں اپنے استاد کے جانشین بنے اس وقت سے ان کے مقلدین و متبعین میں اضافہ ہوتا چلا گیا صاحب ارشاد الساری نے لکھا ہے کہ حضرت طارق بن شہاب بجلی رضی اللہ عنہ نے ۱۲۳ھ میں وفات پائی اس قول کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع ہوگئی تھی۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات:۲۲)

محدثین اور فقہاء کے فرائض منصبی

پھر ایک جماعت محدثین کی بنی جس نے حدیثوں کو اکٹھا کیا۔ ان کی مثال صیدلیہ (میڈیکل سٹور) والوں کی مانند تھی جن کے پاس ساری دوائیاں پڑی ہوتی ہیں محدثین کے پاس اسی طرح احادیث کا ذخیرہ ہوتا تھا فقہاء کی مثال اطباء کی مانند تھی جس طرح صرف اطباء ہی دوائی دے سکتے ہیں اسی طرح فقہاء مسئلہ بتا سکتے تھے۔ امام ترمذی نے کتاب الجنائز میں لکھا ہے کہ " الفقهاء اعلم بمعانی الاحادیث" کہ فقہاء ہی احادیث کے معنی کو بہتر سمجھنے والے ہیں۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات:۲۲)

امام اعظم رحمہ اللہ اور شجرہ محدثینؒ

یہ عجیب بات ہے کہ محدثین کا سلسلہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر منتہی ہوتا ہے۔ چند مثالیں دے دیتا ہوں۔

۱) امام ابوحنیفہ......امام ابویوسف......شیخ یحیی بن معین محدث......امام بخاری
۲) امام ابوحنیفہ......امام ابویوسف......شیخ یحیی بن معین محدث......امام مسلم
۳) امام ابوحنیفہ......امام ابویوسف......شیخ یحیی بن معین محدث......امام ابوداؤد، امام نسائی
۴) امام ابوحنیفہ......امام ابویوسف......شیخ یحیی بن معین محدث......ابویعلی موصلی (صاحب مسند)
۵) امام ابوحنیفہ......محدث عبداللہ بن مبارک......شیخ یحیی بن اکثم......امام ترمذی......امام ابن ماجہ
۶) امام ابوحنیفہ......امام محمد......امام شافعی......امام احمد بن حنبل
۷) امام ابوحنیفہ......شیخ مسعر بن کدام محدث......امام بخاری......امام ابن خزیمہ......دار قطنی
۸) امام ابوحنیفہ......شیخ مسعر بن کدام محدث......امام بخاری......امام خزیمہ......حاکم......امام بیہقی
۹) امام ابوحنیفہ......شیخ مکی بن ابراہیم محدث......شیخ ابوعوانہ، طبرانی۔
۱۰) امام ابوحنیفہ......شیخ مکی بن ابراہیم محدث......شیخ ابوعوانہ......ابن عدی
۱۱) امام ابوحنیفہ......شیخ فضل بن رکین محدث......امام دارمی
۱۲) امام ابوحنیفہ......شیخ فضل بن رکین محدث......امام ذہبی
۱۳) امام ابوحنیفہ......شیخ فضل بن رکین محدث......شیخ اسحاق (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۲۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خلیفہ منصور کو لاجواب کرنا

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا کمال عطا فرمایا تھا امت میں ایسے کمال دکھانے والے شاید بہت ہی کم حضرات گذرے ہوں۔ ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام شعبی رحمہ اللہ، امام ثوری رحمہ اللہ اور ایک اور فقیہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا وہ چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بنائے لیکن چاروں نہیں بننا چاہتے تھے چنانچہ پولیس والوں نے انکو گرفتار کرلیا۔ راستے میں ایک جگہ جب پہنچے تو جو چوتھے فقیہ تھے وہ بیٹھے بیٹھے اس طریقے سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو پولیس والے انتظار میں رہے اور وہ تو گئے تو چلے ہی گئے یہ حیلہ تھا۔ اب باقی تین رہ گئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمانے لگے میں قیافہ لگاؤں کہ ہوگا کیا کہ دوسرے نے کہا ہاں لگائیں کہنے لگے میں وہاں جا کر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اسکا جواب نہیں ہوگا لہذا میں چھوٹ جاؤنگا امام شعبی بھی کوئی حیلہ کرلیں گے۔ البتہ سفیان ثوری پھنس جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تینوں حضرات کو دربار میں پہنچایا گیا تو امام شعبی ذرا آگے بڑھے اور جا کر خلیفہ منصور سے کہنے لگے خلیفہ صاحب آپکا کیا حال ہے؟ آپ کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے محل کا کیا حال ہے؟ آپ کے

اصطبل کا کیا حال ہے؟ آپ کے گھوڑوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیا حال ہے؟ خلیفہ منصور کو عجیب لگا کہ میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میرے گدھوں اور گھوڑوں کا حال پوچھ رہا ہے دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں. چنانچہ امام شعبی سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا امام شعبی اس طرح بچ گئے پھر خلیفہ امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: ابوحنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنادیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور فرمایا کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں۔ خلیفہ منصور نے کہا نہیں نہیں آپ اسکے قابل ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا خلیفہ صاحب! اب دو باتیں ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا یا تو وہ ٹھیک ہے یا وہ غلط ہے اگر تو وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا اور اگر وہ سچ ہے تو میں کہہ ہی رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں اب خلیفہ حیران، اگر کہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو نے ٹھیک کہا تو ابھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں اگر کہے کہ تو نے غلط کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لاجواب کردیا۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۲۴)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی معاملہ فہمی کا واقعہ

ایک دفعہ میاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے۔ خاوند بات کرنا چاہتا تھا مگر بیوی کچھ ناراض ناراض سی تھی حتی کہ خاوند نے غصہ میں آکر کہہ دیا اللہ کی قسم! جب تک تو نہیں بولے گی تو میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا جب خاوند نے قسم اٹھائی تو بیوی نے بھی قسم اٹھائی کہ اللہ کی قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ رات تو گزر گئی صبح کو دماغ ذرا ٹھنڈے ہونے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہیے چنانچہ وہ سفیان ثوری کے پاس گئے انہیں سارا واقعہ سنایا اور پوچھا کہ اب اس کا کیا حال ہے؟ فرمایا دونوں میں سے جو پہل کریگا وہ حانث بن جایگا اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی کیونکہ وہ معاشرے میں اعتماد کے قابل نہیں رہتا تھا لہذا دونوں کی خواہش تھی کہ ہماری قسم نہ ٹوٹے اب دونوں پریشان خاوند کو خیال آیا کہ امام ابوحنیفہ سے پوچھنا چاہیے چنانچہ انکے پاس پہنچا تو حضرت نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگا حضرت میں بیوی کو بلا رہا تھا مگر وہ بولتی نہیں تھی مانتی نہیں تھی میں نے غصہ میں کہہ دیا کہ اللہ کی قسم! جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا تو وہ لڑنے کے لئے ہی تیار تھی اس نے بھی قسم اٹھالی کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں نہیں بولوں گی اب ہم پھنسے ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا جاؤ تم اسکے ساتھ بات کرو وہ تمہاری بیوی ہے میاں بیوی بن کے رہو۔ خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا میڈم کیا حال ہے؟ ہیلو آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ بیوی نے کہا بس تو حانث بن گیا کہنے لگا میں تو حانث نہیں بنا اس نے کہا وہ کیوں کہنے لگا میں امام ابوحنیفہ سے پوچھ کر آیا ہوں اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا بیوی کہنے لگی اچھا ابھی جا کر مسئلہ پوچھتی ہوں میاں بیوی پہلے سفیان ثوری کے پاس پہنچے کہا کہ ۔۔۔ کہنے لگے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے چلو میں

بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتادیا جب یہ سب امام ابوحنیفہ کے پاس پہنچے تو سفیان ثوری نے کہا ابوحنیفہ! تم نے حرام کو حلال کیسے کر دیا؟ امام ابوحنیفہ مسکرا کر کہنے لگے، حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں کیا، حلال کو حلال کہا ہے آپ ان سے سنیں وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تم تو نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا اس کے جواب میں بیوی نے بھی قسم اٹھائی آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے کہ قسم اٹھا رہی تھی خاوند ہی سے تو بات کر رہی ہے لہذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی اب بیوی کی قسم باقی تھی اس لیے میں نے خاوند سے کہا جاؤ تم اس سے بولو گے تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائے گی، تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گزارو۔ سفیان ثوریؒ اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۴۵)

عجیب سوال کا حیران کن جواب

اسی طرح ایک اور آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا: کہ تم بھی پوچھو کہنے لگا، آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین۔ آپؒ نے فرمایا میٹھا ہوتا ہے۔ کہنے لگا آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا: کہ مکھیاں نمکین چیز پر نہیں بیٹھتیں، ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۴۷)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ رب العزت نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال عطا فرمایا تھا مدینہ طیبہ میں چلتے تھے تو جوتے نہیں پہنتے تھے حتی کہ گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے "مالک کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس جگہ کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کرے جس جگہ پر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے ہوں" جب راستے میں چلتے تھے تو راستے کے کنارے پر چلتے تھے کہ کہیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کی جگہ پر میرے قدم نہ پڑ جائیں اور مالک کہیں بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ پوری زندگی مدینہ طیبہ میں گذاری لیکن صرف ایک دفعہ حج کیا کیوں؟ اس لیے کہ کہیں دیار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔

(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۴۷)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے کتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا؟ ایک مرتبہ معمولی سے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور اسی حالت میں بال کٹوانے کے لیے حجام کے پاس پہنچ گئے اس نے دور سے دیکھا تو سوچا کہ اتنے معمولی کپڑے ہیں اس کے پاس کیا ہوگا چنانچہ اس نے دور سے ہی کہہ دیا کہ میرے پاس وقت نہیں۔ حضرت سمجھ گئے، غلام سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ دینار ہیں؟ اس نے کہا جی تھیلی بھری ہوئی ہے

فرمایا یہ ساری تھیلی اسے دے دو۔ تھیلی بھی دے دی اور اس سے کہا کہ میں تجھ سے بال بھی نہیں کٹواتا باہر نکال دو تب یہ شعر ارشاد فرمایا۔

علی ثیاب لو یباع جمیعها

بفلس لکان الفلس منهن اکثرا ... الخ

کہ میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۲۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی استقامت

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ استقامت کے پہاڑ تھے۔ مسئلہ خلق قرآن میں ان پر اتنے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ہاتھی پر لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا۔ مگر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر لگ رہے ہیں تو زبان سے صرف اللہ کا ذکر جاری ہے تکلیف کی وجہ سے کراہنے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔ (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات: ۲۸)

ہزار آدمیوں کو گن کر اپنے آپ سے غافل رہنا

ایک سوال ہے جو پرانے زمانے سے لوگ نظم کی صورت میں دہراتے رہے ہیں۔

اتعرف فی الوریٰ شخصا ☆ یومن الف شخص منه یقبل

ویمنع قتلهم حقا وهذا ☆ بغفلة بسیف الشرع یقتل

یعنی وہ کون ہے جو ہزار آدمیوں کے لیے امن طلب کرے اور قبول ہو جائے اور وہ لوگ قتل سے بچ جائیں لیکن امن طلب کرنے والا خود قتل سے نہ بچے بلکہ قتل ہو جائے۔ جواب یہ ہے کہ یہ حربی ہے اس نے ہزار حربیوں کے لیے امان طلب کیا اور ان کو امان دیدی گئی، جب وہ لوگ آئے تو ہزار آدمیوں کو گنا، اور اپنے آپ کو ان میں شمار نہیں کیا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

کافی عرصہ پہلے طلبہ نے مجھ سے درس کے دوران یہ سوال پوچھا تھا میں نے فی البدیہہ نظم میں اس کا یوں جواب دیا۔

نعم هذاك حربی اتانا ☆ لالف منهم التامین یسئل

وجاء وا بعد تامین وزادوا ☆ علی الالف الذی التامین حصل

نصونهم ونقتله اذالم ☆ یامن نفسه وسهی واغفل

(فقہی پہیلیاں اردو ترجمہ ۱۳۰)

رزق حلال کے انوارات

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک دفعہ امام شافعی رحمہ اللہ کے گھر پہنچے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی بیٹیوں کو بتایا

کہ ایک بڑے عالم آرہے ہیں ان کے لئے اچھا کھانا تیار کرنا ہے چنانچہ بیٹیوں نے اچھا کھانا تیار کر کے کمرے میں رکھ دیا۔ رات تہجد کے لئے مصلیٰ بھی رکھ دیا اور وضو کے لئے لوٹا بھی رکھ دیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آئے اور کھانا کھایا اور لیٹ گئے صبح اٹھے تو نماز فجر کے لیے مسجد تشریف لے گئے بچیاں کمرے میں صفائی کرنے کے لئے آئیں تو دیکھا کہ برتن میں جو تین آدمیوں کا کھانا رکھا تھا وہ سارا ہی ختم ہو چکا تھا مصلیٰ جیسا رکھا ویسے ہی پڑا ہے پانی جیسے بھرا تھا ویسے ہی موجود ہے یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئیں کہ ان کی تعریفیں تو بہت سنیں تھی مگر یہ تو بڑے بسیار خور نکلے تہجد بھی نہیں پڑھی اور صبح بھی بے وضو ہی چلے گئے۔

جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گھر آئے تو بیٹی نے ساری کہہ سنائی سچے لوگ تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو صورت حال بتائی کہ میری بیٹی تو یہ پوچھ رہی ہے کہنے لگے حضرت! جب میں نے پہلا لقمہ کھایا تو مجھے اپنے سینے میں نور نظر آیا ہر لقمے پر میرے سینے کا نور بڑھ رہا تھا میں نے کہا معلوم نہیں زندگی میں اتنا حلال اور پاک رزق پھر مجھے نصیب ہوگا یا نہیں کیوں نہ اس کھانے کو اپنے جسم کا حصہ بنالیا جائے میں نے اس لئے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا پھر میں بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو میرے سینے میں نور اتنا تھا کہ میں قرآن کی آیتوں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں غور وفکر اور تدبر کرتا رہا حتی کہ اسی طرح صبح کا وقت ہو گیا درمیان میں خیال تو آیا کہ تہجد پڑھ لوں مگر میں نے کہا کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے لہذا میں اسی علمی سوچ بچار میں مشغول رہا صبح جب آپ آئے تو میں فجر پڑھنے چلا گیا، نہ میرا وضو ٹوٹا اور نہ ہی مجھے وضو کرنے کی ضرورت پیش آئی اس لیے میں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھ لی۔

فقہ حنفی کا اعزاز

امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے چار فقہیں عطا فرمائیں۔ ان میں سے فقہ حنفی وہ فقہ ہے جس کو مسلمان ممالک کے اندر قانون کی حیثیت سے لاگو ہونے کا شرف حاصل رہا ہے جب خلافت عثمانیہ کا دور تھا تو ملک کا قانون فقہ حنفی کے مطابق اسلامی شریعت تھا اور جب برصغیر پاک و ہند میں مغل بادشاہوں کا دور تھا اس وقت اس برصغیر میں بھی حکومت کی طرف سے فقہ حنفی نافذ تھی یہ اعزاز صرف فقہ حنفی کو حاصل ہے اور الحمد للہ آج آپ دیکھئے کہ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش، ترکی، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قزاقستان، تاجکستان، شیکرستان، تاتارستان، رشیا، یوکرائن، عراق، شام، اور ترکی میں فقہ حنفیہ پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہے غور کیجئے کہ یہ آدھی دنیا سے زیادہ علاقہ بنتا ہے۔

بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر ایک صاحب کا اشکال

پس دیوبند سے سہارنپور جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔

دیوبند ہی میں مجھ کو ایک خط ملا جس میں بہشتی زیور کے اس مسئلہ پر اعتراض تھا کہ "مرد مشرق میں اور عورت مغرب میں اور انکا نکاح ہو جائے اسکے بعد بچہ پیدا ہو جائے تو نسب ثابت ہوگا؟"

جب سہارنپور پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بازاروں میں یہ اعتراض بیان کرتا پھرتا ہے اور مجھ سے ایک دن پہلے مولانا خلیل احمد صاحب کے پاس بھی آیا تھا اور مولانا کے دو گھنٹے خراب کئے پھر بھی نہیں مانا۔ جب سہارنپور پہنچا تو میرے پاس بغل میں بہشتی زیور دبائے ہوئے آئے میں نے کہا فرمایئے اس نے بہشتی زیور کھول کر سامنے رکھ دیا، اور کہا: اس کو ملاحظہ فرمایئے۔ میں نے کہا اسکو میں نے چھپنے سے پہلے ملاحظہ کرلیا تھا بعد میں ملاحظہ کی حاجت نہیں۔ کہا کہ اس مسئلہ کی بابت کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں میں نے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا یا اسکی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کہا کہ مسئلہ تو معلوم ہوگیا وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے کہا کہ آپکو کچھ مسائل اور بھی معلوم ہیں؟ کہا ہاں! میں نے کہا آپکو سب کی وجہ معلوم ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا بس اسکو بھی ایسے ہی مسائل کی فہرست میں داخل سمجھ لیجئے۔۔۔ اگر وہ کہتا ہے کہ سب کی وجہ معلوم ہے تو میں کہتا کہ میں سننا چاہتا ہوں پھر ایک ایک کو پوچھتا۔ بس وہ شخص بالکل خاموش ہوگیا کہ اب کیا کروں؟..... مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے خوش ہوکر فرمایا کہ تم نے دو گھنٹے کا جھگڑا اس قدر جلد ختم کردیا۔ (تحفۃ العلماء ۲/۳۰۸)

ایک عامی شخص کا جزئی مسئلہ کی دلیل کا مطالبہ

ایک نابینا شخص نے مجھ سے ایک فرعی مسئلہ کی دلیل پوچھی میں نے کہا آپ بڑے محقق معلوم ہوتے ہیں آپ کو ہر بات کی تحقیق کا شوق ہے اس فرعی مسئلہ کی تحقیق سے مقدم اصول دین کی تحقیق ہے۔ تو آپ ثابت کرچکے ہونگے تب ہی تو فرعی مسئلہ کی تحقیق کی نوبت آئی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں اصل الاصول یعنی توحید کے مسائل کی دلیل پوچھتا ہوں اور اس پر ملاحدہ (بے دین لوگ) کے شبہات کرونگا، ذرا میرے سامنے بیان تو کیجئے آپ نے اسکے متعلق کیا تحقیق کرلی ہے؟ اور نقلی جواب نہ دینا کیونکہ توحید کے ثبوت کے لئے عقلی دلیل چاہئے کیونکہ مخاطبین غیر مسلمین ہیں کہنے لگے یہ تو میں نہیں کرسکتا میں نے کہا ڈوب مرو۔ اصل الاصول میں تو تقلید کرتے ہو اور فرع میں تحقیق کا شوق ہوا ہے۔ (تحفۃ العلماء ۲/۸۱۰)

غیر مقلدین بھی حنفی ہیں

فرمایا: کانپور میں ایک دفعہ میرا وعظ ہوا وہاں غیر مقلدین رہتے ہیں میں نے وعظ میں کہا کہ مسائل دو (۲) طرح کے ہیں منصوصہ اور غیر منصوصہ۔ سو غیر منصوصہ میں ظاہر ہے کہ رائے کا ہی اتباع کروگے اور اپنی رائے سے زیادہ بڑے کی رائے زیادہ قابل اتباع ہے اور یہاں سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے مذاہب کے فتاویٰ مل نہیں سکتے تو لامحالہ ان مسائل میں امام صاحب کا اتباع کروگے اور ایسا کرتے بھی ہو تو تم زیادہ مسائل میں عملاً حنفی ہوئے اور اعتبار اکثر کا ہوتا ہے تو اس اعتبار سے تم عملاً حنفی ہوگئے تو پھر اپنے کو حنفی کیوں نہیں کہتے کہ جھگڑا فساد بھی نہ ہو۔

غیر مقلدین بھی تو حنفی ہیں کیونکہ کوئی گیہوں کا ڈھیر ایسا نہیں ہوتا جس میں جو نہ ہو مگر باعتبار غالب

کے وہ ڈھیر گیہوں کا کہلاتا ہے اسطرح تارکین تقلید کے اعمال میں بھی غالب حنفیت ہے کیونکہ دو قسم کے اعمال ہیں دیانات اور معاملات ہیں۔ اور معاملات میں حنفیہ ہی کے فتوے سے اکثر کام لیتے ہو اور دیانات میں بھی غیر منصوص زیادہ ہیں جس میں حنفیت کا لباس لیا جاتا ہے اختلاف کی مقدار بہت کم ہوتی ہے بس اسکے پیچھے کیوں علیحدہ ہوئے ہو چنانچہ ایک منصف غیر مقلد نے کہا کہ غیر مقلد تو عالم ہوسکتا ہے ہم جاہل کیا تقلید چھوڑیں گے۔ (تحفۃ العلماء:۲/۸۸۹)

نمبر دو (۲) کے حنفی

شاید تم کو یہ شبہ ہو کہ اس صورت میں حنفی کہتے ہیں لوگوں کو دھوکہ ہوگا کہ شاید یہ بھی متعارف حنفی ہیں یعنی فی جمیع المسائل۔ تو ہم میں اور دوسرے حنفیوں میں فرق ہی نہ رہا سو فرق میں بتلائے دیتا ہوں وہ یہ کہ حنفی کی دو (۲) قسم ہو جائیں گی ایک نمبر اول یعنی فی جمیع المسائل، وہ تو ہم ہوئے۔ دوسرے نمبر دوم یعنی فی اکثر المسائل وہ تم ہوئے بس تو اپنے کو حنفی نمبر دوم کہہ دیا کرو، دھوکہ نہ ہوگا۔ (تحفۃ العلماء:۲/۸۸۹)

جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت

جمعہ کے دن اذان اول کے بعد ہر قسم کی خرید و فروخت ناجائز ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اذان اول کے بعد کسی قسم کی خرید و فروخت کا معاملہ کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا البتہ فی نفسہ یہ بیع صحیح ہو جائے گی، اور اس بیع سے جو آمدنی ہوئی اسکو حرام نہیں کہا جائیگا۔ (جدید تجارت ۱۵۲)

اخبار کی خرید و فروخت

حالات وقت کی اطلاع اور انکی اصلاح کی غرض سے اخبار اور دیگر رسائل کی خرید و فروخت اور تقسیم فی نفسہ جائز ہے اور جہاں تک اخبارات اور رسائل میں تصاویر وغیرہ ہونے کا تعلق ہے تو چونکہ وہ تصویریں ضمناً ہوتی ہیں انکو مقصود اور آرائش وغیرہ کے لئے خریدا نہیں جاتا اور ضمناً تصویر کی خرید و فروخت کی گنجائش ہے۔ (تصویر کے شرعی احکام ۷۴)

باوضو رہنے کے فوائد

باوضو رہنے کی عادت رکھے اس کی کئی فائدے ہیں۔

۱) باوضو رہنے والا مقبول الدعوات ہو جاتا ہے۔ ۲) اس کی موت آگئی تو شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔
۳) شیاطین کا تسلط ا[illegible] پ[illegible] نگا۔ ۴) نماز اس کو تکبیر اولیٰ کیساتھ مل جاتی ہے۔
۵) اسکی [illegible] سے حکام مسخر ہو جاتے ہیں۔ ۶ [illegible] بات میں اثر ہوتا ہے چہرہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

باوضو رہنا چاہیے اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے [illegible] بات ہے انسان ارادہ کرے تو ارادہ کیساتھ ان کی امداد شامل حال ہو جاتی ہے۔ (طریق الفلاح لطلاب الصلاح:۲)

چار عورتوں کے لئے عدت نہیں ہے

اول: مطلقہ غیر مدخولہ کے لیے عدت نہیں۔ دوم: حربیہ عورت جو دارالحرب میں اپنے شوہر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں امان کے ساتھ داخل ہوئی اس پر بھی عدت نہیں۔ سوم: جن دو بہنوں سے ایک شخص نے بیک وقت نکاح کیا۔ چہارم: چار عورتوں سے زیادہ کیساتھ نکاح کیا تو ان دو صورتوں میں بھی ان عورتوں پر فسخ نکاح کے بعد عدت نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری:۱/۴۷۱)

عدت، دو برس

بیوہ عورت کی عدت دو برس پر ختم ہونے کی صورت یہ ہیکہ شوہر کی موت سے دو سال پر لڑکا پیدا ہوا اور اس سے پہلے عورت نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تھا اس لیے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (پارہ:۲۸ سورۃ طلاق) ''اکثر مدۃ الحمل سنتان'' (فتاویٰ عالمگیری:۱/۴۸۲)

اینٹوں کا شمار کرنا

ایک دلچسپ لطیفہ یہ ہے کہ جسے امام صاحبؒ کے حنفی سوانح نگاروں نے اگرچہ بیان نہیں کیا ہے لیکن طبری وغیرہ میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے یعنی اینٹوں کے گننے کا کام امام صاحبؒ نے جو اپنے ذمہ لیا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ مدینۃ السلام کی اینٹوں کا قصہ تھا جب معمولی معمولی شخصی مکانوں میں دس بیس لاکھ اینٹیں خرچ ہو جاتی ہیں تو اسی سے اندازہ کرنا چاہیے کہ مدینۃ السلام کے لیے کتنی اینٹوں کی ضرورت ہوتی ہوگی یقیناً کروڑہا کروڑ سے بھی ان کی تعداد اگر متجاوز ہو تو تعجب نہیں ہے اتنی اینٹوں کا شمار کرنا آسان نہ تھا آخر وہی عقل حنفی جو مسائل فرعیہ کی گتھیوں کے سلجھانے میں نت نئے نکتے نکالا کرتی تھی اس وقت بھی کام آئی لکھا ہے کہ:

''امام صاحبؒ نے ایک بانس منگوایا، اور جس نے جتنی اینٹیں ڈھالی تھیں ان کو اسی بانس سے ناپ دیتے تھے''۔ (حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی:۴۷۲)

امام کی تکبیر کو تلقی سے تعبیر کر کے نہی اس کو چسپاں کرنا

میمون بن المز رع نے بیان کیا کہ میرے والد اور جماز ٹہلتے ہوئے جا رہے تھے شام کے وقت اور میں ان دونوں کے پیچھے تھا ہمارا گزر ایک امام پر ہوا جو منتظر کھڑا تھا کہ کوئی ادھر سے گزرے تو اس کو ساتھ لے کر جماعت سے نماز پڑھ لے جب اس نے ہم کو دیکھا تو فوراً نماز کے لئے تکبیر شروع کر دی تو اس سے جماز نے کہا کہ چھوڑ یہ کیا کرنے لگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تلقی جلب سے منع کیا ہے تلقی جلب سے مراد ہے اس قافلۂ تجارت سے ملنا جو اموال تجارت دوسرے شہروں سے لاتے تھے صحیحین میں ہیکہ جب تاجروں کا قافلہ مدینہ سے باہر پڑاؤ کرتا تھا تو لوگ وہیں جا کر مول تول شروع کر دیتے تھے یہ بات عوام کے لئے موجب تکلیف ہوتی تھی اس لیے حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کوئی ان سے سودا کرنے کے لئے

باہر جا کر نہ ملے جماز نے اپنے قافلہ والوں کے مشابہ ظاہر کر کے امام کی تکبیر کو تلقی سے تعبیر کیا اور اس نے ہی یہاں چسپاں کر دیا۔ (لطائف علمیہ: ۲۱۸)

بن بلائے دعوت میں شرکت شرعاً صحیح نہیں ہے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کو ابو شعیب کہا جاتا تھا اور اسکے پاس ایک غلام گوشت پکانے والا تھا ابو شعیب نے اپنے غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرے تاکہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کروں۔ ابو شعیب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صراحت کے ساتھ مدعو کیا کہ کل پانچ حضرات ہوں گے پانچویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

(جب تشریف لے چلے) تو ایک شخص آپ کے پیچھے ہو گیا (وہاں پہنچ کر) رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو شعیب سے فرمایا کہ آپ نے پانچ کی دعوت کی تھی جن میں سے پانچواں مجھے ہونا چاہیے تھا اور یہ شخص ہمارے پیچھے آ گیا اگر آپ اجازت دیں تو شریک طعام ہو جائے ورنہ واپس ہو جائے ابو شعیب نے کہا کہ میں اجازت دیتا ہوں۔ (لطائف علمیہ: ۲۸۱)

شعیب کا ایک عورت سے اس کی ذہانت کی بناء پر نکاح

یہ بھی ذکر ہے کہ شعیب نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا پھر اس سے کہا کہ میری عادت خراب ہے تو اس نے کہا کہ آپ سے زیادہ بری عادت اس کی ہوگی جو آپ کو بری عادت اختیار کرنے پر مجبور کر دے۔ شعیب نے کہا بس اب تو میری بیوی ہے۔ (لطائف علمیہ: ۳۴۱)

شوہر کے اختیار کا خوبصورت استعمال

عتبی ؒ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھا اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ ''تیرے اپنے بارے میں تجھ کو اختیار دیتا ہوں (اس طرح عورت کو طلاق کا حق حاصل ہو گیا) پھر وہ پچھتایا تو بیوی نے کہا دیکھئے آپ کے ہاتھ میں یہ اختیار بیس برس سے تھا آپ نے اس کی اچھی طرح حفاظت کی اور اسکو برقرار رکھا تو دن کی ایک گھڑی میں ہرگز اس کو ضائع نہ کروں گی جب کہ وہ میرے ہاتھ میں پہنچ گیا اب میں اسکو آپ ہی کو واپس کرتی ہوں اس کی گفتگو نے اس شخص کو حیرت میں ڈال دیا اور اسکو طلاق نہیں دی''۔

کنواری اور ثیب کے درمیان فرق

ایک شخص کے سامنے دو جاریہ پیش کی گئی ایک کنواری تھی دوسری ثیب (وہ عورت جس سے ہمبستری ہو چکی ہو) اس شخص کو کنواری کی طرف رغبت ہوئی تو ثیب نے کہا اس کی طرف آپ کیوں راغب ہوئے؟ میرے اور اس کے درمیان صرف ایک ہی رات کا فرق ہے کنواری نے جواب دیا ''**یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون**''

(ترجمہ): اور ایک دن تیرے رب کے نزدیک تمہاری شمار کے حساب سے ہزار سال کے برابر ہے

اس پر اس کو دونوں ہی پسند آ گئیں تو دونوں کو ہی خرید لیا۔

ایک دلالہ کا ایک شخص کے نکاح کے لئے کوشش اور حیلہ

ایک دلالہ (یعنی ایک عورت جو کسی شخص کے نکاح کے لیے کوشاں تھی) لوگوں کے پاس پہنچی اور ان سے کہا کہ میرے پاس ایسا شوہر (امیدوار) ہے جو لوہے سے لکھتا ہے اور شیشہ سے مہر کرتا ہے وہ راضی ہو گئے اور نکاح کر دیا تو وہ نائی ثابت ہوا۔

نرگس کی طاق

ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک عورت ہے گویا وہ نرگس کی طاق ہے اس نے نکاح کرلیا جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی۔ اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تو نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا اس نے کہا خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا میں نے اسکو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی کیونکہ اسکے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیں سبز ہیں اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں۔

صدقہ لینا اور زکوٰۃ واجب ہونا

ایک بڑھیا ایک میت پر روئی اس سے کہا گیا کہ اس میت کو حق کیسے حاصل ہوا کہ تم اس کو روؤ۔ اس نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور یہاں اسکے سوا اور کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کو صدقہ لینا حلال ہو اور وہی مر گیا (اسلیے روئی ہوں) اور ہم میں جو کوئی بھی ہے وہ ایسا ہے کہ خود اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (لطائف علمیہ:۳۴۹)

ایسا واجب جس کے چھوٹنے پر سجدہ سہو واجب نہیں

قرآن مجید کی سورتوں کے پڑھنے میں ترتیب واجب ہے مگر اس کے چھوٹنے پر سجدہ سہو نہیں اس لیے کہ وہ واجبات تلاوت سے ہے واجبات نماز سے نہیں ہے۔ (ردالمحتار:۱/۳۰۷)

دو ہی رکعت پڑھنا واجب ہے

مسافر نے مسافر کی اقتداء کی پھر اسے حدث لاحق ہوا تو وہ وضو بنانے کے لیے گیا کسی سے کلام نہیں کیا اور اقامت کی نیت کرلی پھر جب واپس ہوا تو امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو اس صورت میں اقامت کی نیت کے باوجود بناء کرنے میں مسافر پر چار رکعت پڑھنا واجب نہیں ہوا بلکہ دو ہی رکعت پڑھنا واجب رہا۔ (نورالانوار:۳۶)

کافروں سے اسلامیات کی ڈگری لینا دین کا مزاق ہے

جسے کافروں نے اسلامیات کی ڈگری دی ہو (جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے) وہ صحیح اپنا اسلام تو باقی رکھ لے یہی غنیمت ہے، دوسروں کو اسلام کی کیا تبلیغ کرے گا؟ اور ایک عجیب بات ہے کہ لڑکے لڑکیاں سب

اکھٹے بیٹھ کر بے پردگی کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یعنی اسلامیات کے گھنٹہ میں اسلامی خلاف ورزی کرتے ہیں جس پر طرہ یہ ہے کہ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ اپنے علم وعمل کی فکر روگناہ سے بچو تبلیغ کرنی ہے تو قرآن وحدیث کے ماہر ہو۔ (بیٹے اور بہانے: ۱۱۸)

حائک کا لطیفہ

ایک دلچسپ لطیفہ نقل کیا جاتا ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ مکہ کا عباسیوں کی طرف سے والی تھا۔ حج کے زمانہ میں وہاں، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ سرکاری قضاۃ بھی پہنچے ہوئے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی وہیں تھے کسی وثیقہ کے لکھوانے کی ضرورت موسیٰ بن عیسیٰ کو پیش آئی پہلے اس نے دونوں سرکاری قاضیوں کو بلوا کر لکھنے کی فرمائش کی لیکن جو لکھتا، دوسرا اس میں نقائص نکال کر رکھ دیتا، اسی جھگڑے میں وثیقہ تیار نہ ہو سکا آخر یہ دونوں حضرات تشریف لے گئے تھوڑی دیر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی کسی ضرورت سے موسیٰ کے پاس پہنچے، دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور وثیقہ کا قصہ امام صاحب کے سامنے دہرایا اور امام صاحب تو اسی قسم کے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے فرمایا کہ کاتب کو بلوایئے میں لکھواتا جاتا ہوں وہ لکھے یہی ہوا کاتب آیا وہیں بیٹھے بیٹھے امام صاحب نے وثیقہ لکھوادیا اور موسیٰ کے حوالہ کیا جیسا چاہتا تھا ٹھیک اس کی مرضی کے مطابق تھا جب امام صاحب چلے گئے تب دونوں سرکاری قاضیوں کو اس نے بلا کر وثیقہ خود پڑھ کر سنایا دونوں سنتے رہے اور کوئی نقص اول سے آخر تک نہ نکال سکے موسیٰ نے بتایا کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا لکھوایا ہوا وثیقہ ہے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ لکھا ہے کہ جب باہر نکلے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ: "**اماتری هذا الحائك جاء فی ساعته کتبه**" یعنی تم نے اس جولاہے کو دیکھا کہ اسی وقت اس نے لکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ تب دوسرے نے کہا بھائی! جولاہا بھی کہیں ایسی عبارت لکھ سکتا ہے۔ (حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: ۲۵۶)

امام اعظم رحمہ اللہ کی حکایت

امام اعظم رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ ایک لڑکا تیزی کے ساتھ چلا جارہا تھا امام صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادہ سنبھل کر چلو، گر پڑو گے، وہ لڑکا بولا کہ آپ سنبھل کر چلیں اس لیے کہ آپ کے سنبھلنے سے عالم سنبھل جاوے گا اور آپ کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاوے گا اور میرے گرنے سے تو صرف مجھ ہی پر اثر ہوگا ۔امام صاحب بچے سے یہ بات سن کر بہت متاثر ہوئے ان حضرات میں یہ خوبی تھی "**لاتنظر الی من قال وانظر الی ماقال**" پر پورا عمل تھا یعنی وہ حضرات قائل کو نہیں دیکھتے تھے بات کو دیکھتے تھے کہ کس درجہ کی ہے یہاں یہ کیفیت ہے کہ چھوٹوں کی بات کو کان لگا کر سنتے بھی نہیں بلکہ بڑوں کی باتوں کو بھی نہیں سنتے اور بڑوں کے ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات: ۵۵)

جان جانے کے ڈر سے روزہ توڑ دینا واجب ہے

ایک مرتبہ ایک رئیس زادہ سے روزہ رکھوایا گیا گرمی کے دن تھے دوپہر تک تو بے چارہ نے نباہ دیا مگر

عصر کے وقت پیاس سے سخت پریشان ہوا، رئیس نے روزہ کشائی کا بہت اہتمام کیا تھا تمام خاندان کی اور دوستوں کی دعوت کی تھی آخر بہلایا تھوڑی دیر اور صبر کرو مگر اس بیچارہ کو تاب کہاں تھی۔ اول تو اس نے لوگوں کی منتیں خوشامدیں کیں مگر کسی ظالم نے اس کی جان پر رحم نہ کیا اور کسی نے ایک گھونٹ بھی پانی نہ دیا آخر وہ خود اٹھا رئیس نے اتنا سامان کیا تھا کہ مٹکوں میں برف بھری گئی تھی وہ مٹکے سے لپٹا کہ کچھ تو پانی سے قریب ہو اور لپٹتے ہی جان نکل گئی اس کا وبال ان بے رحم ماں باپ پر ہوا۔

ف: شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ اگر جوان کی بھی جان نکلنے لگے تو روزہ توڑ دینا واجب ہے مگر اہل رسوم کے نزدیک معصوم بچہ کو بھی اجازت نہیں۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات: ۱۹۱)

جنازہ میں بالغ ہونے کے باوجود نابالغ کی دعا پڑھنا

جو شخص کہ بالغ ہونے سے پہلے پاگل ہوا اور زندگی بھر پاگل رہا کبھی مکلّف نہ ہوا۔ تو اسکی موت پچاس سال یا اس سے زیادہ میں ہوا تو اس کی نماز جنازہ میں نابالغ کی دعا پڑھی جائیگی۔ (الجوہرالنیرہ: ۱/۱۰۸)

ایک ہی دن میں تین شوہروں سے مہر وصول کرنا

عورت حاملہ تھی، شوہر نے اسے طلاق دیدی تو عورت نے اس سے پورا مہر وصول کیا اور طلاق کے فوراً بعد اسے بچہ پیدا ہوا۔ عدت ختم ہوگئی تو اسی روز اس نے دوسری شادی کرلی مگر دوسرے شوہر نے فوراً خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دیدی، تو اس سے آدھا مہر وصول کیا اور چونکہ اس صورت میں عدت نہیں اس لیے عورت نے اسی روز تیسرے شوہر سے شادی کی جو فوراً مرگیا، تو اس کے ترکہ سے عورت نے پورا حق مہر وصول کیا۔ اس طرح ایک عورت نے ایک ہی روز میں تین شوہروں سے تین مہر وصول کیے۔ (الاشباہ والنظائر: ۳۹۶)

باوجود نکاح کے ہمبستری حرام

نکاح کے باوجود اپنی بیوی سے مندرجہ ذیل صورتوں میں ہمبستری حرام ہے۔

(۱) حالت حیض میں (۲) حالت نفاس میں (۳) فرض اور واجب روزہ کی حالت میں (۴) نماز کا وقت تنگ ہونے کی صورت میں (۵) حالت اعتکاف میں (۶) حالت احرام میں (۷) ایلاء میں (۸) ظہار میں کفارہ ادا کرنے سے پہلے (۹) وطی بالشبہ کی عدت میں (۱۰) عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہوجانے کی صورت میں، جب تک کہ آگے کے مقام میں ہمبستری ہونے کا یقین نہ ہو۔ (۱۱) جبکہ عورت اپنی کمسنی، مرض، یا موٹاپے کی وجہ سے ہمبستری کو برداشت نہ کرسکے (۱۲) جبکہ عورت مہر معجل لینے کے لیے اپنے کو شوہر سے روکے تو اس صورت میں بھی ہمبستری حرام ہے۔ (الاشباہ والنظائر: ۳۳۵)

سات سو علماء کا ایک ہی جواب

شقیق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں، میں نے سات سو علماء سے پانچ سوال کیے سب نے ایک ہی جواب دیا۔

۱۔ عقل مند کون ہے؟ جو دنیا کو ناپسند کرتا ہو!

۲۔۔۔۔۔۔سمجھدار اور دانا کون ہے؟ جو دنیا سے دھوکا نہ کھا جائے!

۳۔۔۔۔۔۔غنی کون ہے؟ جو اللہ کی تقسیم پر راضی ہو!

۴۔۔۔۔۔۔فقیہ کون ہے؟ جو زیادہ کا مطالبہ نہ کرے۔(غالباً مال و دنیا)

۵۔۔۔۔۔۔بخیل کون ہے؟ جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق نہ دے!(تنبیہ الغافلین:۴۵۳)

اگر مانگنے پر چھپا لینے کا خدشہ ہو تو؟

جب کسی کا قیمتی سامان دوسرے کے گھر میں گر گیا اور مالک کو خوف ہے کہ اگر وہ گھر والے سے مانگے گا تو وہ چھپا لے گا، تو اس صورت میں بلا اجازت دوسرے کے گھر میں داخل ہونا جائز ہے۔(الاشباہ والنظائر:۸۸)

ایک وزیر کی ذہانت

حضرت والا نے اپنے خادم سے فرمایا: کہ دوات میں ڈالنا ہے حوض سے پانی لے آؤ وہ کٹورا بھر لائے۔ اس پر فرمایا: کہ دوات کے تناسب سے پانی لانا چاہیے تھا اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ سفر میں ایک حسین لڑکی پر ایک باوجاہت آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری لڑکی ہے اور تھی وہ ایک غریب قوم کی لڑکی۔ وزیر کے ہاں مقدمہ آیا اس نے طرفین کا بیان سن کر عجیب فیصلہ دیا اس لیے کہ شہادت دونوں طرف نہ تھی دونوں مسافر تھے سفر کا معاملہ تھا وہ فیصلہ یہ کیا کہ وزیر نے لڑکی سے کہا کہ ہم دوات میں پانی ڈالیں گے وہ ایک بڑا کٹورا بھر کر لائی، وزیر نے کہا کہ یہ لڑکی اس غریب کی ہے اس لیے کہ یہ دوسرا شخص لکھا پڑھا آدمی ہے کیا اس نے کبھی دوات کے لیے لڑکی سے پانی نہیں مانگا ہوگا اگر یہ اس کی لڑکی ہوتی تو بقدر ضرورت پانی لاتی۔ عجیب فیصلہ ہے اور گو صرف اتنا شرع میں کافی نہیں لیکن اس کے بعد جھوٹا آدمی بالضرور اقرار کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اقرار شرع میں حجت ہے۔(الافاضات الیومیہ:۶/۲۴۸)

ایک جاہل امام کی جہالت

ایک جاہل امام نے نماز پڑھائی۔ دوران نماز، سجدہ سہو کر لیا بظاہر کوئی ایسا فعل جس پر سہو کا سجدہ واجب ہوتا ہو، سرزد نہیں ہوا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے دریافت کیا کہ ”حضرت! یہ سجدہ سہو کیسے؟“ امام نے کہا: جاہل لوگ ہو تم! سمجھتے ہو نہیں۔ بتاؤں گا تو مانو گے نہیں، لیکن لوگوں کا اصرار بڑھ گیا آپ بتا دیجیے تاکہ ہمارے علم میں اضافہ ہو جائے۔ آخر کار امام نے کہا کہ غور سے سنو! شور شرابہ نہیں کرنا، سارے لوگ متوجہ ہو کر سننے لگے امام نے کہا کہ اصل میں ہوا یہ تھا کہ نماز کے دوران میں مجھ سے ایک ہلکی سی ریح خارج ہو گئی چونکہ اس ریح پر واجب یہ تھا کہ یہ نہ نکلے چونکہ یہ نکل گئی اس نے ترک واجب کیا اور ترک واجب پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اسی وجہ سے میں نے سجدہ سہو کر لیا۔

(لوگ تو سمجھ گئے کہ ریح کے نکلنے پر تو وضو ہی ٹوٹ جاتا ہے اور نماز باطل ہو جاتی ہے سجدہ سہو کہاں سے واجب ہو جاتا ہے) اب لوگوں نے کہا کہ ہم پر بھی واجب ہے کہ تمہاری خاطر تواضع (گوشمالی) کریں

تا کہ ہم ترک واجب کے مرتکب نہ ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بڑھیا سے دھوکہ

امام صاحب فرماتے ہیں کہ عمر بھر میں کسی کے دھوکہ میں نہیں آیا البتہ ایک بڑھیا نے مجھے دھوکا دیا۔ بڑی استاد تھی، ایک چادر لقطہ کا پڑا ہوا تھا لقطہ کے مال کو دیکھ کر واجب ہے اٹھانا اور تشہیر کرنا امام صاحب چلے جارہے تھے بڑھیا بھی سامنے سے آرہی تھی اس کو معلوم ہوا کہ چادر لقطہ پڑا ہوا ہے اس نے سوچا کہ اگر خود اٹھاتی ہوں تو میرے ذمہ پڑتا ہے کوئی ایسی ترکیب کروں کہ یہ (امام صاحب) اٹھائیں کہ پورا حق ادا کردیں گے ورنہ دوسرا شخص شاید خیانت کرے اور خود ذمہ داری سے بچنا چاہا اس نے کیا ترکیب کی کہ چادر کے پاس آکر گونگی بن گئی اور اشارہ سے ہوں ہوں کرنے لگی امام صاحب سمجھے کہ یہ اس کا چادر ہے گر گیا ہے اس کو اٹھوانا چاہتی ہے۔ امام صاحب اس چادر کو اٹھا کر اسے دینے لگے تو وہ بولی کہ یہ لقطہ ہے میرا نہیں ہے، اس کی تشہیر کرو، امام صاحب چادر کو لئے لئے پھرتے تھے کہ بھائی کس کی ہے؟ بڑھیا بڑی استاد تھی فقیہ تھی فقیہہ۔ (ملفوظات حکیم الامت جلد: ۷ او تقریر ترمذی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی فراست

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے محترم استاد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی نے ایک رقعہ پیش کیا آپ نے اسے پڑھا اور مسکرا دیئے پھر آپ نے اس پر کچھ لکھا اور اسے واپس دیدیا، ہمیں اندازہ ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا گیا ہے جسے ہم نہیں دیکھ سکے لہذا ہم اس آدمی کے پیچھے ہوئے اس سے رقعہ لے کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔

سل المفتي المكي هل في تزاور ☆ وضمة مشتاق الفؤاد جناح؟

"مکی مفتی سے پوچھو، کہ محبوب کی زیارت کرنے اور اس سے معانقہ کرنے میں کوئی گناہ ہے؟"

اسکے کے نیچے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب لکھا تھا۔

اقول معاذ الله ان يذهب التقى ☆ تلاصق اكباد بهن جراح

"میں کہتا ہوں: اس بات سے اللہ کی پناہ کہ زخمی دلوں کا ملنا تقویٰ کو متاثر کرے۔"

ربیع کہتے ہیں "امام شافعیؒ کی طرف سے اس قسم کے فتویٰ کا صدور مجھے بہت تعجب خیز معلوم ہوا، لہذا میں نے کہا" اے ابوعبداللہ! آپ ایک نوجوان کو ایسا فتویٰ دے رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "اے ابومحمد! یہ ایک ہاشمی نوجوان ہے جس نے اس مہینہ (رمضان) میں شادی کی ہے اور یہ نوجوان بھی ہے اس نے سوال کیا ہے بیوی سے جماع کئے بغیر بوس وکنار میں کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ پھر میں نے اسکو یہ فتویٰ دیا۔"

چنانچہ میں نے اس نوجوان کا پیچھا کیا اور ساری صورتحال سے آگاہی چاہی، اس نے بھی وہی بات بتائی، جو امام صاحب نے فرمائی تھی، میں نے اس سے بہترین فراست کسی کی نہیں دیکھی۔ (دیوان الامام

الشافعی:۳۸)

مسئلہ بتایا مگر ادھورا.....!

ایک گنوار کا قصہ ہے کہ گاؤں میں ایک واعظ صاحب آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ جب تک نیت نہ کرے روزہ نہیں ہوتا اور نیت بتائی کہ یوں کہنا چاہیے "وبصوم غد نویت من شھر رمضان" کوئی ایسا ہی ٹٹ پونجیا واعظ ہوں گے جیسے گشتی واعظ، اور کھانے کمانے والے ہوا کرتے ہیں ورنہ نیت کی حقیقت بھی بیان کر دیتے، پھر غلطی نہ ہوتی۔ اگلے دن کیا دیکھتے ہیں کہ دن میں چودھری صاحب بے دھڑک حقہ پی رہے ہیں۔ کہا: مردود رمضان ہے تو نے روزہ نہیں رکھا؟ کہا: مولوی جی! خفا مت ہو، تم ہی نے تو یہ مسئلہ بیان کیا تھا کہ بے نیت کے روزہ نہیں ہوتا۔ اور جو نیت تم نے بتائی تھی وہ مجھے یاد نہیں ہوئی، اب اسے یاد کر کے روزہ رکھا کروں گا۔ آج میں نے سوچا کہ روزہ تو ہوا ہی نہیں پھر حقہ کا ذائقہ کیا چھوڑوں۔

ف: اس حکایت کو سن کر ہم لوگ ہنستے ہیں اور اس روزہ نہ رکھنے والے کو گنوار سمجھتے ہیں مگر انصاف سے کہیئے اس میں قصور کس کا ہے؟ قصور واعظ کا ہے، بات کہی مگر ادھوری، مسئلہ اس طرح بتایا کہ اس گنوار سے اس پر عمل نہ ہو سکا، جب اس نے دیکھا کہ اس طرح تو میرے بس کا نہیں ہے تو عمل ہی کو چھوڑ دیا۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات:۲۶)

حلال کو حلال میں ملا کر کھا رہا ہوں

ایک دفعہ شاہ جیؒ، مولانا محمد علی جالندھری اور دیگر احباب دسترخوان پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔ مولانا محمد علی صاحب نے سویاں چائے میں ڈال کر کھانا شروع کر دی، شاہ جیؒ نے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: "یہ آرائیں کچھ بھی بن جائیں مگر انہیں کھانے کا سلیقہ نہ آیا۔ مولانا نے ہنس کر فرمایا: شاہ جی! حلال میں حلال ملا کر کھا رہا ہوں، بھلا آپ کو کیوں کراہت ہو رہی ہے؟ شاہ جیؒ خاموش رہے چند منٹ گزرے اور دیکھا کہ اب بقایا کچھ تھوڑا حصہ کھانے کا رہ گیا ہے تو چپکے سے انکی چائے اور سویوں میں سادہ پانی انڈیل دیا اور ہنس کر فرمایا: لو میں نے تیسرا حلال بھی شامل کر دیا اور اب، اور مزے سے کھاؤ۔ سب ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے"۔ (بخاریؒ کی باتیں)

حکایت حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا: کہ ایک دفعہ امام صاحب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شب کے وقت اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ سواری آرام کی تھی دونوں سو گئے اور ایسے وقت آنکھ کھلی کہ نماز فجر کا وقت تنگ ہو گیا۔ جلدی جلدی اتر کر وضو کیا امام صاحب نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو امام بنا کر نماز پڑھی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سے صرف فرض واجب ادا کیئے باقی سنن و مندوبات سب ترک کر دیئے، مگر دوڑے کہ شاید امام صاحب ناراض ہو گئے جب سلام پھیرا تو امام صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا "الحمد للہ یعقوبنا فقیہ"۔ (ملفوظات حکیم الامت:۱۴/۵۳)

آمین کی تین قسمیں

فرمایا: کہ پہلے انگریز بڑے لائق ہوتے تھے ایک ریاست میں آمین کا جھگڑا تھا تو ایک انگریز نے اپنی تحقیقات میں لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہا آمین تین قسم پر ہے آمین بالسر، یہ مذہب ہے بعض علماء کا اور آمین بالجہر، یہ بھی مذہب ہے بعض علماء کا اور ایک قسم ہے۔ آمین بالشر وہ کسی کا مذہب نہیں ہے اور اسی وقت اسی کا زیادہ وقوع ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۴۳/۱۴)

ایک حنفی کو جواب

فرمایا: ایک شخص کا خط آیا ہے ان صاحب نے لکھا ہے کہ میں ہوں تو حنفی مگر چونکہ خود امام صاحب کا ہی قول ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو اس واسطے میں فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہوں اور آپ سے بھی دریافت کرتا ہوں کہ میں کیا کروں آیا پڑھوں یا نہیں؟ میں نے جواب لکھا کہ جب حدیث کے مقابلہ میں امام کا قول کوئی چیز نہیں میرا قول کیا ہوگا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۹/۱۵)

اسلامی تعزیرات پر اعتراض اور اسکا جواب

آج کل متمدن اقوام نے قصاص بالسیف کی جگہ پھانسی تجویز کی ہے یہ بھی سخت موذی ہے کیونکہ اس میں روح نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوتا اور قتل میں جان نکلنے کا راستہ ہو جاتا ہے۔ پھانسی میں تڑپنے کی وجہ سے زبان باہر نکل آتی ہے اور صورت بگڑ جاتی ہے اور ان سے زیادہ متمدن اقوام نے ایک برقی کرسی تجویز کی ہے، جس پر بیٹھتے ہی ایک سیکنڈ میں جان نکل جاتی ہے نہ معلوم اس میں کیسی کشش ہوگی؟ اور روح پر کیا گزرتی ہوگی؟ مگر چونکہ دیکھنے والوں کو اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا ہے اسلیے یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں تکلیف نہیں ہے، اور قتل میں لاش کے تڑپنے اور سر کٹنے، خون بہنے کا منظر سامنے ہوتا ہے اس لیے اس کو وحشی سزا سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ہاں! یوں کہو کہ تم نے اپنی رعایت کر لی تمہارے سامنے بھیانک منظر نہ ہوا اور اس سے قیاس کر لیا کہ جب میرے سامنے بھیانک منظر نہیں تو واقع میں بھی کچھ تکلیف نہیں مگر یہ قیاس الغائب علی الشاہد ہے اور یہی اصل ہے تمام مغیبات کے انکار کی، جو چیز نظر سے غائب ہے وہ ان کے نزدیک معدوم محض ہے۔ انہوں نے عدم مشاہدہ کو عدم اصلی کی دلیل بنالیا ہے حالانکہ امریکہ کا مشاہدہ پہلے ایک عرصہ تک نہ ہوا تھا تو کیا وہ اس وقت بھی معدوم اصلی تھا؟ اور اس کا بطلان ظاہر ہے تو اب اس سوال کے کیا معنی کہ جنت و دوزخ اگر کوئی چیز ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتی؟ تم کو نظر نہ آنے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ وہ معدوم ہیں اسی طرح تم کو اگر پھانسی یا برقی کرسی کی سزا میں تکلیف کا منظر نہیں آتا تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا کہ مرنے والے کو بھی تکلیف زیادہ نہیں ہوتی۔

دلیل عقلی کا مقتضی تو یہ ہے کہ قتل میں مرنے والے کو کم تکلیف ہوتی ہے اور ان مہذب سزاؤں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے کیونکہ موت نام ہے زہوق روح یعنی جان نکلنے کا اور جس طریق میں جان نکلنے کا

راستہ پیدا کیا جائے یقیناً اس میں سہولت سے جان نکلے گی اور جس صورت میں گھونٹ کر دبا کر جان نکالی جائے ان میں سخت تکلیف سے جان نکلے گی گو دیر کم لگے گی۔ (اشرف الجواب:۵۱)

قواعد فقہیہ اور اختلاف علماء

فرمایا: کہ بعض اوقات فقہیہ قواعد کسی خاص واقعہ میں متعارض ہو جاتے ہیں ایک عالم کی نظر ایک ضابطہ پر ہوتی ہے دوسرے کی نظر دوسرے ضابطے پر اس لیے اختلاف رائے پیدا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے سورۂ عبس میں جس واقعہ کے متعلق رسول ﷺ پر عتاب آیا کہ آپ ﷺ نے ایک غریب نابینا مسلمان کی طرف زیادہ توجہ دینے کی بجائے روساء مشرکین کی طرف زیادہ توجہ کیوں فرمائی۔ یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ رسول کریم ﷺ کے پیش نظر یہ قاعدہ تھا کہ اصول دین کی تعلیم مقدم ہے فروع کی تعلیم پر، رؤساء مشرکین سے جو خطاب ہو رہا تھا وہ اصولی تعلیم کا تھا نہ نابینا صحابی، جو کچھ بات کرتے وہ فروع دین کے متعلق ہوتی کیونکہ وہ مومن اور اصول دین کے پہلے سے پابند تھے اس لیے رسول ﷺ نے ان کو ان سے مقدم کر دیا لیکن اس کے بالمقابل ایک دوسرا ضابطہ بھی تھا۔ جس پر آنحضرت ﷺ کی اس وقت نظر نہ گئی وہ یہ کہ وہ کام مقدم رکھنا چاہیے جس کا نفع متوقع اور اس کے کامیاب ہونے کی امید زیادہ ہو بمقابلہ اس کام کے جس کا نفع موہوم اور کامیابی کی توقع کم ہو، یہاں معاملہ ایسا ہی تھا کہ رؤساء مشرکین کے لیے تعلیم اصول کا اثر موہوم تھا اور مسلمان کے لیے تعلیم فروع کا نفع یقینی۔ اس لیے قرآن کریم نے اس کو ترجیح دینے کی ہدایت فرمائی۔ اور عتاب اس پر ہوا کہ آپ ﷺ نے اس ضابطہ پر توجہ کیوں نہ فرمائی۔ (ملفوظات حکیم الامت:۲۴/۱۴۸)

لفظ ''صلعم'' سے درود وسلام کا حکم

فرمایا کہ حضور ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف پڑھنا واجب ہے، اگر کسی نے صرف لفظ ''صلعم'' قلم سے لکھ دیا، زبان سے درود وسلام نہیں پڑھا تو میرا گمان یہ ہے کہ واجب ادا نہیں ہوگا۔

مجلس میں چند علماء بھی تھے انہوں نے اس سے اختلاف کیا اور عرض کیا کہ آج کل لفظ ''صلعم'' پورے درود پر دلالت تامہ کرنے لگا ہے اس لیے کافی معلوم ہوتا ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا اس میں شرح صدر نہیں ہوا اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضور ﷺ جیسے محسن خلق کے معاملہ میں اختصار کی کوشش اور کاوش ہی کچھ سمجھ میں نہیں آتی اگر آپ ﷺ ہمارے معاملہ میں اختصارات سے کام لینے لگیں تو ہم کہاں جائیں؟ احقر جامع عرض کرتا ہے کہ جہاں تک ضرورت کا تعلق ہے سب سے زیادہ ضرورت اختصار کی حضرت محدثین کو تھی جن کی ہر سطر میں تقریباً حضور ﷺ کا نام مبارک آتا ہے مگر آپ ائمہ حدیث کی کتابوں کا مشاہدہ فرمالیں کہ انہوں نے ہر ہر جگہ نام مبارک کے ساتھ پورا درود وسلام لکھا ہے اختصار کرنا پسند نہیں کیا۔ (ملفوظات حکیم الامت:۲۴/۲۰۹)

''صلعم'' لکھنے والے کے ہاتھ کاٹے گئے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانثار صحابی ہے۔ جب صحابی کا نام آئے تو ''رضی اللہ عنہ'' اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے تو ''صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پڑھنا چاہئے۔ کچھ بدنصیب ایسے بھی ہے جو درود میں بخل کرتے ہیں اور کچھ بخیل ایسے بھی ہیں جو ''صلعم یا'' لکھ دیتے ہیں، تخفیف کردیتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود میں بھی بخل، سب سے پہلے جس نے لفظ ''صلعم'' ایجاد کیا تو محدثین کے فتوے کے مطابق اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے، نماز کا چور ہوتا ہے، مال کا چور ہوتا ہے، دینار کا چور ہوتا ہے، دس دینار کا چور اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور جو شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چور ہے اس کی سزا تو بڑی سخت ہونی چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کائنات میں وہ بدترین بخیل انسان ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے''۔

''صلعم'' کیا درود ہوتا ہے؟ صلعم درود نہیں ہے، والد کا نام کوئی اس طرح کاٹ کے لے سکتا ہے۔ یہ تو انگریز کی ضلالت وگمراہی ہے جو ہمارے اندر گھس آئی ہے۔ (ماہنامہ القاسم: رمضان ۱۴۲۹ھ)

چھینک لینا اور اس کا جواب

[illegible] کہ اگر کوئی مسلمان چھینک لے اور الحمد للہ کہے تو سننے والوں پر مثل سلام کے یرحمک اللہ کہہ کر اس [illegible] دینا واجب ہے اس لیے اس میں کلام ہے کہ چھینکنے والے کو الحمد للہ با آواز بلند کہنا بہتر ہے تاکہ لوگ یرحمک اللہ کہہ کر جواب دیں تو انکو بھی ثواب ملے اس کے لیے بھی دعا ہو۔ علامہ شامی نے اسی کو ترجیح دی ہے حضرتؒ نے فرمایا کہ جس جگہ لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور یہ خطرہ ہو کہ ہم نے با آواز بلند الحمد للہ کہا تو ان کو جواب دینے میں تکلیف ہوگی۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ بلند آواز سے الحمد للہ نہ کہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۳۱/۲۴)

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نداء پر ایک ارشاد

فرمایا: کہ میرا ایک وعظ حیدرآباد دکن میں ہوا بضمن گفتگو یہ مسئلہ آ گیا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ الفاظ سے نداء کرنا کیسا ہے تو میں نے کہا کہ قرآن کریم سورہ حجرات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات ظاہری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں موجود تھے اس وقت باہر سے آپ کو آواز نہ دیں کہ یہ بے ادبی ہے تو جو لوگ ہندوستان سے حضور کو پکاریں یہ کیسے بے ادبی نہ ہوگی؟ (ملفوظات حکیم الامت: ۳۲۹/۲۴)

تقسیم میراث، ایک دعوت کا قصہ

قاضی صاحب بڑوی کے ہاں میری دعوت ہوئی (قاضی صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اور ترکہ کی تقسیم

نہیں ہوا، نابالغ بھی وارث ہیں) کھانا مکان پر آیا، واپس کرنا تو خلاف مصلحت تھا، میں نے ان کی فرائض نکالی اور کھانے کی قیمت لگائی۔ جتنے پیسے نابالغوں کے حصے کے نکلے وہ قاضی صاحب کے گھر بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ آپ برا نہ مانئیں اور واپس نہ کریں بضرورت شرعی ایسا کیا گیا ہے انہوں نے اہلیت کی کہ ان کو لے گیا اور نابالغ وارث کی ملک کردی۔ (ایضاً:۲۹/۱۴۰)

ہاتھی حلال ہے یا حرام؟

پھر فرمایا: کہ امام محمد کی ایک روایت میں ہاتھی نجس العین ہے اسی واسطے سواری کو مکروہ کہا ہے اور امام مالک کے نزدیک حلال ہے چنانچہ سنا ہے کہ حبشہ میں افریقہ میں کھایا جاتا ہے۔ (ایضاً)

مشہور قول کے مطابق ہاتھی کا گوشت حرام ہے''ابوسیط'' میں ہاتھی کے گوشت کی حرمت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''ذوناب'' یعنی لڑنے اور قتل کرنے والے جانوروں میں سے ہے اس لیے اس کا گوشت حرام ہے لیکن اس کے برعکس ایک شاذ قول بھی ہے جسے رافعی نے ابوعبداللہ سے نقل کیا ہے (شوافع میں سے ہیں) کہ ہاتھی حلال ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ ہاتھی مسلمانوں کے طعام میں سے نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھی کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ امام شعبیؒ نے ہاتھی کا گوشت کھانے کی رخصت دی ہے۔ (حیوۃ الحیوان للدمیری:۲/۵۲۷)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوتے ہیں یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ!

فرمایا: ایک شخص نے مجھ سے کہا میں جماعت کی نماز اس واسطے نہیں پڑھتا کہ یا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوتے ہیں یا امام شافعیؒ یعنی اگر فاتحہ پڑھوں تو ابوحنیفہ کے خلاف اور نہ پڑھوں تو شافعیؒ کے خلاف۔ لہٰذا میں علیحدہ پڑھتا ہوں جس میں یہ جھگڑا نہ رہے۔ میں نے کہا جماعت کی نماز میں تو آپ کو ایک کی ناراضی کا خوف ہے اور ترکِ نماز جماعت سے دونوں ناراض ہوتے ہیں اسکا خوف تو زیادہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ تو جہالت کا مقولہ ہے ایک شخص نے اسی سے ایک اچھی بات نکالی وہ یہ کہ امامت اختیار کرلی کہ دونوں کا اختلاف رہے ہی نہیں دونوں راضی رہیں نہ مقتدی بنے نہ اختلاف کی نوبت آئے۔

فقیہ جامع ہونا چاہیے

فقہ بڑی مشکل چیز ہے۔ فقیہ کو بڑا جامع ہونا چاہیے فقیہ بھی اور محدث بھی ہو متکلم بھی ہو سیاسی دماغ بھی رکھتا ہو بلکہ کہیں کہیں طب کی بھی ضرورت ہے۔ فقہ بڑی مشکل چیز ہے مگر آجکل بعض لوگوں نے اسکی کیا قدر کی ہے کہ فقہاء پر سب وشتم کرتے ہیں یہ گروہ نہایت درجہ مفسد ہے یہ لوگ جان جان کر فساد کرتے ہیں اور اشتعال دلاتے ہیں بعض وقت تو ذرا سی بات میں بڑا فتنہ ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت:۴/۱۰۱)

امام صاحب پر ایک اعتراض کا جواب

پھر اس شخص نے بیان کیا کہ اسی ہندو داروغہ کے سامنے غیر مقلدوں نے امام صاحب ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر

اعتراض کیا کہ امام صاحب قائل ہیں کہ اگر کوئی محرم عورت سے نکاح کرے اور وطی کرے تو اس پر حد واجب نہیں یہ کیسی غلطی ہے؟ فرمایا: حضرت والا نے، اسی مسئلہ میں امام صاحب پر فدا ہو جانا چاہیے۔ اس کے لیے دو مقدموں کی ضرورت ہے ایک یہ حدیث میں ہے "**ادرؤ الحدود بالشبہات**" ایک مقدمہ یہ ہوا اور دوسرا یہ کہ شبہ کسے کہتے ہیں؟ شبہ کہتے ہیں مشابہ حقیقت کو اور مشابہت کے لئے کوئی وجہ شبہ ہوتی ہے اور اسکے مراتب مختلف ہیں کبھی مشابہت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف، امام صاحب نے حدود کے ساقط کرنے کے لئے ادنیٰ درجہ کی مشابہت کو بھی معتبر مانا ہے اور شبہ کی صورت پیدا ہو جانے سے حد کو ساقط کر دیا۔ انصاف کرنا چاہیے کہ یہ کس درجہ عمل بالحدیث ہے۔

یہ اور بات ہے کہ ایک صحیح معنیٰ کو برے اور مہیب الفاظ کی صورت پہنا دی جائے اس مسئلہ کی حقیقت تو غایت درجہ کا اتباع حدیث ہے لیکن اسکو اس طرح بیان کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ امام صاحب نے نکاح بالمحرمات کو چنداں برا نہیں سمجھا اور بھی چند مسائل اسی طرح بری صورتوں سے بیان کر کے اعتراضات کئے جاتے ہیں البتہ اعتراض جب تھا کہ اس پر امام صاحب کوئی زجر واحتساب تجویز نہ کرتے۔ ایسے موقعوں پر جہاں حد کو ہمارے فقہاء ساقط کرتے ہیں تعزیر کا حکم دیتے ہیں ایسے موقعے تمام ائمہ کے نزدیک بہت سے ہیں کہ شبہ سے حد ساقط ہوگئی۔

آخر حدیث کی تعمیل کہیں تو ہوگی اور کوئی تو موقعہ ہوگا جہاں "**ادرؤ الحدود بالشبہات**" کر کے دیکھا جائے تو اسکا مطلب ہے کہ وہ فعل جس پر حد، شبہ سے ساقط ہوگئی چنداں برا نہیں سمجھا گیا صرف فرق اتنا رہا کہ امام صاحب ادنیٰ شبہ کو بھی کافی سمجھتے ہیں اور لوگ تھوڑے شبہ کو معتبر نہیں سمجھتے۔ پھر غایت درجہ کا اتباع حدیث پر ہوا یا وہ کیا اندھیر ہے کہ ایسا شخص جو حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھے وہ تو کس قدر عامل بالحدیث ہے فدا ہو جانا چاہیے ایسے شخص پر امام مالک صاحب تو خبر واحد پر بھی قیاس کو مقدم رکھتے ہیں ان کو لوگ عالم بالحدیث کہتے ہیں اور امام صاحب حدیث ضعیف پر بھی قیاس کو مقدم نہیں رکھتے اور انکو تارک حدیث کہتے ہیں۔

حضرت والا نے اہل بڑھل گنج سے فرمایا کل بوقت وعدہ دعوت ہم نے تخمینہ دس آدمیوں کا کیا تھا اسوقت اندازہ ہوتا ہے کہ چودہ پندرہ آدمی ہو جائیں گے لوگوں نے عرض کیا اسکا کیا خیال؟ فرمایا: کہ پندرہ کیا سولہ ہو جائیں تو کیا ہے فرمایا اطلاع تو کر دینا چاہیے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۴/۱۰۲)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی کا قصہ متعلق حضور قلب فی الصلوۃ

بیان فرمائی کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی شیخ احمد اپنے بھائی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے والدہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے والدہ نے ان کو بلا کر ڈانٹا کہ یہ کیسی مخالفت ہے انہوں نے کہا بہت اچھا آپ کے حکم سے پڑھ لوں گا جب وقت نماز کا آیا تو وہ شریک ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں ایک کتاب لکھ رہے تھے اس روز اس کتاب میں حیض کا بیان تھا

کوئی مسئلہ حیض کا لکھ رہے تھے اس میں مصروفیت تھی اس وقت نماز میں بھی اس کا خیال رہا۔ شیخ احمد کو منکشف ہو گیا بس نیت توڑ دی اور والد کے پاس پہنچے اور مسئلہ پوچھا کہ اگر دم حیض کسی کپڑے میں لگا ہوا ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کہا نہیں کہا جب کپڑا آلودہ ہونے سے نماز نہیں ہو سکتی ہے تو قلب اگر دم حیض میں ہو تو کیسے ہو جائے گی۔

وہ اسی سے سمجھ گئیں اور کہا حیض نجاست ظاہری ہے اگر اس کی آلودگی سے نماز نہیں ہوتی تو نجاست حقیقی یعنی گناہ کی آلودگی سے کیسے ہو جائے گی؟ وہ دم حیض کی طرف متوجہ تھے اور تم تجسس میں مبتلا تھے تمہاری حالت بدتر ہے یا ان کی؟ متوجہ الی اللہ تم دونوں میں سے ایک بھی نہ تھا دوسرے کی نماز پر تو اعتراض اور اپنی خبر نہیں کہ اس سے بھی بدتر ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۳۰/۴)

ایک بے ادب کا قصہ

ذکر ہوا ایک بے ادب نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ لفظ "سگ" سے نکالی ہے فرمایا: کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا کہ جو لفظ کسی عامی مسلمان کو بھی کہنا جائز نہیں ایسے بڑے امام مقبول عند المحققین والائمہ کی نسبت کہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳۹/۴)

بے ادب کا منہ قبلہ سے قبر میں پھر جاتا ہے

اور فرمایا: کہ مولوی عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے قبر کھول کر دیکھ لے مولوی کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہوگا اس پر مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا میں نے یہ بات حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنی ہے حضرت کے یہ لفظ تھے جو کوئی ائمہ پر طعن کرتا ہے اسکا منہ قبر میں قبلہ سے پھر جاتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ منہ قبلہ سے پھر گیا یہ اسوقت فرمایا تھا جس وقت کہ مولوی صاحب کے انتقال کی خبر آئی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳۹/۴)

حساب فرائض امام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایجاد ہے

حساب فرائض امام محمد صاحب کی ایجاد ہے جس سے کس قدر حساب دانی معلوم ہوتی ہے اس طرح سے اس کو منضبط کیا ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکی اور سہولت اس قدر رکھی ہے کہ کسر کا کام ہی نہیں رہا ہمارے مقتداء اس قدر ہوئے ہیں کہ کسی قوم میں اور اس کے علماء میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۲۵/۴)

الوداع الوداع یا شہر رمضان!

روزے کے ختم پر ہم کو تعلیم کی گئی ہے۔ "للصائم فرحتان، فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء ربه" (روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک افطار، "صغیر یا کبیر" کے وقت دنیا میں اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت) خواہ کسی قسم کی خوشی ہو، سب محمود و مطلوب ہے باقی رہا رنج اس کے مطلوب

ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے بہر حال رنج نہ واقع ہے اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ پس تاسف اور رنج کرنا اور خطبہ میں "الوداع الوداع یا شہر رمضان" پڑھنا بالکل بے اصل ہے۔ (افاضات یومیہ ۹۰)

عورتیں اگر امام بنتیں تو۔۔۔۔؟

کچھ عورتوں کی برائی کا ذکر تھا فرمایا: کہ عورتیں ضعیف ہیں یہ نہیں کہ طینت خراب ہے ہر امر میں دیکھتا ہوں کہ ان میں تاثر بہت زیادہ ہے حوصلہ ہوتا ہے اگر امام بنتیں تو شاید محراب چھوڑ کر نکل جاتیں ان کا تو بند ہی رہنا اچھا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت)

صوت عورت بھی عورت ہے

فرمایا: کہ بعض فقہاء نے صوت عورت کو عورت کہا ہے گو بدن مستور ہی ہو کیونکہ گفتگو اور کلام سے بھی عشق اور میلان ہو جاتا ہے۔ (حوالہ بالا)

ف : عورت کو شریعت نے بلند آواز کے ساتھ بات کرنے سے منع کیا اس طور پر کہ اجنبی مرد بھی اس کی آواز نہ سنے اور اسی طرح عورت کے لئے اجنبی مردوں کے ساتھ ضرورت کے وقت نرم اور دلکش لہجہ میں بات کرنا بھی ناجائز ہے۔ البتہ اگر ضرورت ہو مثلاً گھر میں کوئی مرد نہ ہو اور دستک دینے والے کو جواب دینا ہو، یا ٹیلی فون اٹھایا اور جواب دینا ہو یا کوئی اور ضرورت ہو تو اس وقت بھی سخت اور غیر ملائم لہجہ میں بات کرنے کی اجازت ہے۔ (مؤلف)

تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا طریقہ

فرمایا: کہ تجدید ایمان کے لیے صرف دو چار آدمیوں کے سامنے "**لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ**" زور سے کہہ دینا اور اپنی غلطی پر اظہار ندامت کافی ہے اور تجدید نکاح میں اعلان عام کی بھی ضرورت نہیں، نہ خطبہ کی ضرورت ہے نہ قاضی کی نہ پانچوں کلموں کی بلکہ کسی خاص مجلس میں دو آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لیا جاوے۔

اثر طعام حرام

فرمایا: کہ جس چیز کا خود کھانا حرام ہے اسے اولاد کو کھلانا بھی حرام ہے بلکہ جانوروں کو بھی کھلانا حرام ہے، جانوروں کو خود نہ کھلاؤ بلکہ ایسی جگہ رکھ دو کہ وہ خود آ کر کھالیں یاد رکھو! کہ اپنی اولاد کو جو حرام مال کھلاتا ہے وہ انکے اندر شرارت کا مادہ پیدا کرتا ہے۔

خیال غلط

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شریعت میں سختی بہت ہے، ناجائز بہت اور جائز کم نکلتے ہیں سو اول تو یہ خیال غلط ہے کہ شریعت میں ناجائز کا فتویٰ بہت زیادہ ہے پوچھنا ہی بہت کم ہے اتفاق ہے کبھی پوچھا

جسکو "ناجائز" بتلانا پڑا اس کثرت سے پوچھو تو معلوم ہو کہ جائز زیادہ ہے۔

دوسرے اگر ناجائز کا فتویٰ زیادہ بھی ہو تب بھی آپ کو پوچھنا ضروری ہے تاکہ تمہارا عقیدہ تو درست رہے کیونکہ حرام کو حلال جاننا بعض صورتوں میں کفر ہو جاتا ہے۔ (اغلاط العوام ۲۳۶)

خواب کی بات پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا

ایک نومسلم صاحب نے خواب میں اپنے والد کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا بیان کیا حالانکہ وہ بظاہر اسلام نہیں لائے تھے انہوں نے عرض کیا کہ مولوی اصغر حسین نے اس خواب کی بابت فرمایا: کہ ممکن ہے کہ دل میں اسلام لائے ہوں لیکن اپنا اسلام ظاہر کرنے کی ہمت نہ ہوئی ہو، نومسلم صاحب نے حضرت سے دریافت کیا اکہ اس سے میرے لیے اپنے والد کی بابت کوخاص حکم ودعاواستغفار وغیرہ کا تو نہیں ثابت ہوتا؟ فرمایا: کہ جی آپکے لیے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا بالخصوص خواب کی بات پر کوئی حکم کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ خواب میں جونظر آتا ہے وہ ایک قسم کا ظل ہوتا ہے جسکا واقعہ اکثر محتاج تعبیر ہوتا ہے پھر فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک صاحب تشریف لائے اور ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لائے اور عرض کیا: یا امیر المومنین! اسکے اوپر حد جاری فرمائی جاوے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ خواب کے زنا پر کہیں حد کا حکم دیا جا سکتا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ اس سے میری سخت توہین ہوئی ہے اسکو ضرور سزا ملنی چاہیے حضرت نے فرمایا: کہ اچھا اسکو دھوپ میں کھڑا کردو اور جلاد کو حکم دیا کہ اسکے سایہ پر سو (۱۰۰) درے لگادے کیونکہ خود اس شخص نے تو زنا کیا نہیں ہے اسکے وجود ظلی نے اسکا ارتکاب کیا ہے چنانچہ اسکے سایہ کو جو اسکا وجود ظلی ہے، درے لگا دیے گئے۔ پھر فرمایا: سبحان اللہ! خلفائے اسلام بڑے زیرک اور عاقل ہوئے ہیں۔ (ملفوظات: ۱۲/۱۱۰)

فتویٰ کا اثر نہ ہوا مہنگائی کا ہوا

لوڑیہ کے رنگ کے ڈبوں کا ذکر کیا تھا کہ بارہ، تیرہ آنہ میں جو آتا تھا اب بیس یا تیس روپیہ میں آنے لگا۔ فرمایا: کہ عورتوں نے اس رنگ کو مولویوں کے فتویٰ سے نہ چھوڑا مگر اب چھوڑیں گی۔ (ملفوظات حکیم الامتؒ)

عامل بالحدیث کا قصہ

ایک عامل بالحدیث کا قصہ ہے کہ وہ مجھ سے اکثر معاملات کے متعلق مسائل پوچھا کرتے تھے میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے علماء سے یہ مسائل کیوں نہیں پوچھتے؟ مجھ سے کس لیے پوچھتے ہو؟ تو حالانکہ وہ اپنے مسلک میں بہت ہی پختہ ہیں مگر انصاف کی بات چھپا نہیں کرتی۔ زبان سے بے ساختہ یہی نکلا کہ ہمارے علماء تو آمین، رفع یدین کے سوا کچھ بھی نہیں جانتے، یہ مسائل انکو نہیں آتے، آپ ہی سے پوچھ کر تسلی ہوتی ہے غرض معلوم ہو گیا کہ کسی بات کا سننا اور ہے گننا اور ہے۔ (اشرف الجواب: ۲۲۹)

نماز کا ایک ضروری مسئلہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایک شخص مسجد میں پہنچا اسکو خیال ہوا کہ اذان اور جماعت ہو چکی ہے اس خیال سے اس نے اپنی نماز پڑھ لی بعد میں معلوم ہوا کہ نہ اذان ہوئی نہ جماعت پھر دوبارہ جو نماز میں شرکت کرے گا تو کیا فرضوں کی نیت کرے گا؟ فرمایا: کہ ایک سوال اس میں اور اضافہ کرلیا جائے کہ کن کن اوقات میں شرکت کرلے اور کن میں نہیں تاکہ سوال اور جواب دونوں مکمل ہو جائیں۔ پھر فرمایا: کہ عصر مغرب وفجر میں تو شرکت نہیں کر سکتا اور عشاء اور ظہر میں شرکت کر سکتا ہے۔ اب تمہارے سوال کا جواب دیتا ہوں کہ اس میں نیت نفلوں کی ہوگی اور فرض ادا ہو چکے دوبارہ فرض نہ ہوں گے اور یہ شخص فرض کی امامت بھی نہیں کر سکتا۔ عرض کیا ایک شخص یہ کہتا ہے کہ پہلے جو فرض پڑھے ہیں وہ نفلیں ہوں گی اب دوبارہ جو پڑھے گا وہ فرض ہوں گے۔ فرمایا: کہ یہ اس نے غلط بیان کیا اس کی بالکل ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص نے سرکاری خزانہ میں مال گزاری کا روپیہ داخل کیا اور اس کے بعد حاکم خزانہ کے پاس ڈالی لے کر گیا اب کہتا ہے کہ جو رقم میں نے پہلے داخل کی ہے اس کو تو ڈالی سمجھو سو یہ کہنا محض لغو ہوگا ایسی ہی اس کی مثال ہے کہ فرض جو پڑھ چکا انکو نفل بتلانا اور نفل کو فرض بتلایا (یہ مثال مسائل کی رعایت سے دیکھی ورنہ اس کی حاجت نہیں)۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۳۰۹/۷)

ایک اکثری کلیہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ سنا ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہوتی ہے اسی دن رمضان کی پہلی۔ فرمایا: کہ یہ اکثری ہے کلی نہیں۔ پھر رجب اور رمضان شریف ہی کی کچھ تخصیص نہیں سب مہینوں میں یہی بات ہے کہ جس مہینہ کی جس روز چوتھی ہوگی اس سے تیسرے مہینہ کی اسی روز پہلی ہوگی مثلاً محرم کی جس دن چوتھی ہوگی صفر کا مہینہ چھوڑ کر ربیع الاول کی اس دن پہلی ہوگی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۷۵/۸)

بینک کے سود کا مصرف

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کر دیا جائے اور سود نہ لیا جائے اس کا کیا حکم ہے کہ بینک والے اس روپیہ کو بامانت بجنسہ محفوظ تھوڑا ہی رکھتے ہیں اس روپیہ پر دوسروں سے سود لیتے ہیں تو اس جمع کرنے میں اعانت ہوئی، معصیت کی۔ اور اس کا نفع کوئی نہ ہو، اور بینک والوں کو فائدہ پہنچا اور اس کے سر پر مفت گناہ کا بار رہا۔ باقی اگر غلطی سے روپیہ جمع ہو چکا ہو تو اخف المفسد تین یہی ہے کہ غرباء پر تقسیم کر دیا جائے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۸۳/۸)

ماموں اور چچا سے پردہ

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ متاخرین فقہاء نے تو اپنے ماموں اور چچا سے بھی

پردہ کو مناسب کہا ہے۔ بڑی دور نظر پہنچی ہے کہ بوجہ محرم ہونے کے اپنے لیے تو نہیں مگر اپنی اولاد کے لیے تو اس نظر سے دیکھیں گے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۸، ۲۶۳)

نماز جنازہ میں پچھلی صف افضل ہے

سوال کیا کہ نماز جنازہ میں صف آخر کیوں افضل ہے؟ فرمایا کہ دو وجہ معلوم ہوتی ہے ایک یہ کہ جنازہ نماز تو ہے نہیں بلکہ دعا ہے جو لوگ پیچھے ہیں وہ گویا آگے والوں کو شفیع گردانتے ہیں۔ پس جتنا کوئی پیچھے ہیں اس کے شفیع زیادہ ہیں اس لیے ان کو فضیلت ہوگی، دوسرے جو پیچھے ہیں وہ "تشبہ بعبادۃ الصنم" سے بہ نسبت آگے والوں کے بعید ہیں اس لیے فضیلت ہونی چاہیے۔ یہ بات طالبعلموں کے سمجھنے کی ہے اصولیین نے حسن وقبح کی بحث میں اس تشبہ کا، پھر اس کے موثر نہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۸/۲۲۹)

بی بی تمیزہ کا وضو

ایک دفعہ بزرگی رجسٹری ہونی چاہیے پھر وہ ایسی پختہ ہو جاتی ہے جیسے بی بی تمیزہ کا وضو مشہور ہے کہ بی بی تمیزہ نام کی ایک فاحشہ عورت تھی ایک بزرگ نے اسے نصیحت کی اور وضو کروا کے نماز پڑھوائی اور تاکید کر دی کہ ہمیشہ اسی طرح پڑھا کرنا یہ کہہ کر وہ چلے گئے ایک مدت کے بعد وہ پھر ان کو کہیں ملی تو انہوں نے اس سے دریافت کیا کہ نماز پڑھا کرتی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! پڑھا کرتی ہوں انہوں نے کہا کہ وضو بھی کیا کرتی ہو؟ اس نے جواب دیا کہ وضو اس روز آپ نے کرا نہیں دیا تھا، سو جیسا اس کا وضو پکا تھا کہ نہ بدکاری سے ٹوٹا نہ لگنے سے نہ سونے سے آجکل کی بزرگی بھی ایسی ہی پختہ ہے کہ اس میں کسی طرح خلل نہیں آتا حتی کہ اگر نماز بھی نہ پڑھیں تب بھی بزرگ ہی ہیں۔

امام صاحب کو تنخواہ میں چنے ملنے سے امامت کا عذر

فرمایا کہ حافظ صاحب بڑے بزرگ صاحب نسبت متقی شخص تھے ریاست میں امامت پر ملازم تھے ایک مرتبہ ریاست کی طرف سے تنخواہ میں بجائے روپیوں کے جملہ ملازمین کو چنے دیئے گئے چنانچہ حافظ صاحب کو بھی چنے ہی ملے، بیچارے بہت پریشان کہاں تک چنے کھاتے اور نواب صاحب سے کچھ عذر کرنا چنوں کے نہ لینے کا مناسب نہ خیال کیا ایک ترکیب کی کہ جب نماز کا وقت ہو جھٹ وضو کرا اور دو ایک آدمیوں کو ساتھ لے جو اس وقت موجود ہوں جماعت سے نماز پڑھ کے بیٹھ جائیں لوگ کہیں کہ حافظ صاحب! نماز پڑھائیے جواب میں فرمائیں کہ بھائی پڑھ لی کچھ عذر تھا اس لیے جلد پڑھ لی۔

جب چند روز متواتر یہی قصہ لوگوں نے دیکھا کہ حافظ صاحب لوگوں کے آنے سے پہلے ہی جماعت کر لیتے ہیں اور فرما دیتے ہیں کہ کچھ عذر ہے اور عذر کو ظاہر بھی نہیں کرتے لوگوں کو ناگوار ہوا نواب صاحب تک شکایت پہنچائی نواب صاحب کو بھی ناگوار ہوا، اور حافظ صاحب کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے آپ اس قدر جلد نماز کیوں ادا کر لیتے ہیں جواب میں فرمایا کہ ہے تو شرم کی بات عرض کیا کروں جب آپ دریافت

کرتے ہیں تو عرض کرنا پڑا کہ چنے کھانے کی وجہ سے وضو نہیں ٹھہرتا اس لیے فوراً ہی نماز ادا کر لیتا ہوں نواب صاحب نے کہا کہ اور آپ بھی بڑے حضرت ہیں یہ معاملہ تھا اور حکم دے دیا کہ تنخواہ میں مولوی صاحب کو روپیہ دے دیئے جائیں کچھ فرمایا کہ چاہے بزرگ ہی کیوں نہ ہو جائیں جن کی طبیعت میں ذہانت و مزاح ہوتا ہے وہ ہر وقت ظاہر ہوتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۳۹/۱۸)

جو لوہے سے کٹ جائے وہ شہید، ایک عجیب فتویٰ

فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک شخص ریل سے کٹ گیا کسی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس کی نماز جنازہ نہ ہونی چاہیے کیونکہ یہ لوہے سے کٹ مرا ہے فرمایا کہ یہ خوب فتویٰ دیا کہ جتنے کالے اتنے ہی میرے باپ کے سالے۔ لوہے کے کٹے ہوئے سب شہید ہی ہوتے ہیں بیچارے کو بے نماز ہی دفن کرا دیا۔ (ملفوظات حکیم الامت ۵۳/۱۸)

چرم قربانی کا نمازی سے سوال

فرمایا کہ کانپور میں بقرعید کو ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے تھے مدرسہ کیلئے کھالیں آرہی تھیں ان کے جمع کرنے کے لیے عشاء کی نماز کے بعد تک بیٹھنا پڑا۔ ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد آیا۔ بیٹھنے والوں کو یہی خیال ہوا کہ یہ بھی کھال لایا ہوگا۔ اس سے دریافت کیا کہ بھائی تو کیا لایا اس نے کہا کہ صاحب کچھ نہیں میں تو نماز پڑھنے آیا ہوں۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۵۹/۱۸)

ضرورت کی صورت میں نماز جنازہ کی سہل ترکیب

جمعہ میں، میں نے لوگوں سے بطور اعلان کے کہا کہ اگر تم کو جنازہ کی پوری نماز نہیں آتی تو یوں کیا کرو، کہ وضو کر کے کھڑے ہو گئے اور چار دفعہ ''اللہ اکبر'' کہہ دیا بس فرض ادا ہو جائیگا۔ کیونکہ رکن صرف چار تکبیریں ہی ہیں اور میں نے یہ کی تو تھی خیر خواہی۔ مگر لوگوں کے نزدیک ہوگئی بدخواہی۔ بعض لوگ اس پر کہنے لگے کہ واہ واہ، ہم نے تو اب تک سنا بھی نہیں کہ ایسے بھی نماز ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ہمارے قصبہ میں ایک مردہ کو کہ وہ ''جذامی'' تھا بلا نماز دفن کر دیا مجھ کو شام کو خبر ہوئی میں طلباء کو ساتھ لے کر وہاں گیا اور اس کی قبر پر نماز پڑھی اور یہ جو صورت میں نے نماز کی لوگوں کو بتلائی تھی یہ جاہلوں کے لیے ایک آسان صورت ہے اس طرح نماز پڑھنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے اور مردہ کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس پر بس کریں کہ نماز جنازہ کے سیکھنے کا قصہ ہی نہ کریں۔ غرض دیہات والوں کو خبر ہی نہیں اسلامی امور کی۔ (ملفوظات ۱۹۱/۱۹)

بارہ سال کا مفتی

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے خود ایک دفعہ فرمایا: کہ میں بارہ سال کی عمر میں فتاویٰ دینے لگا

تھا، اور نو سال کی عمر میں فقہ و نحو کی مطولات کا مطالعہ کر چکا تھا۔

﴿ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء﴾ (بزرگوں کا بچپن ۲۹)

تین طلاق کا اہم مسئلہ

کسی شخص نے آپ (امام صاحب) سے پوچھا کہ ایک شخص نے کہا آج اگر جنابت کا غسل کروں تو تین طلاق۔ پھر کہا اگر آج کے دن کوئی نماز چھوڑ دوں تو تین طلاق۔ پھر کہا آج بیوی سے ہم صحبت نہ ہوں تو تین طلاق، وہ شخص کیا کرے اور اس کی خلاصی کی کیا صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر اپنی بیوی سے ہم بستر ہو، آفتاب ڈوبنے پر غسل کرے اور مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے اس لیے آج کے دن کی نمازوں سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے۔ (ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات ۱۲۲)

انڈہ نہ کھانے کی قسم اور اس کا حل

ایک شخص نے قسم کھائی کہ انڈہ نہ کھائیں گے پھر قسم کھائی کہ فلاں شخص کے آستین میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائیں گے دیکھا گیا تو وہ انڈہ ہی تھا فرمایا کسی مرغی کے نیچے رکھ دے جب بچہ ہو جائے تو بھون کر کھالے یا پکا کر مع شوربا کے سب کھالے۔

علامہ احمد بن حجر مکیؒ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک حیلہ یہ ہے کہ اسکو حلوے میں ڈال دے پس قسم پوری ہو جائے گی، اس لیے کہ اس نے آستین کی چیز کو کھالیا اور یہ نہیں صادق آتا ہے کہ اس نے انڈہ کھایا اس لیے کہ وہ مستہلک ہو گیا۔ (ایضاً ۱۲۳)

ایک ''واؤ'' کیساتھ یا دو ''واؤ'' کیساتھ

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس مسجد میں آیا اور کہا کہ ''بـواو ام بـواويـن ؟'' تو امام صاحبؒ نے فرمایا: ''بـواويـن'' اعرابی نے کہا ''بـارك الـلّـه فيك كمافي لاولا'' اور چل دیا امام صاحبؒ کے شاگرد حیران رہ گئے اور امام صاحبؒ سے اعرابی کے سوال کے بارے میں دریافت کیا تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اعرابی تشہد کے بارے میں پوچھ رہا تھا کہ دو واؤ کیساتھ ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد یا ایک واؤ کیساتھ ہے جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے؟ تو میں نے بواوین کہا تو اس نے دعا میں کہا ''بارك الله فيك كمافي لاولا'' یعنی

''كما بارك في شجرة زيتونة لاشرقية ولا غربية'' (فقہی پہیلیاں: ۲۱۳)

اہل علم کی توجہ کیلئے....

یونس مدنی کہتے ہیں میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ سمجھدار اور عقل مند انسان نہیں دیکھا، ایک دن میں نے ان سے کسی مسئلہ کے بارے میں مناظرہ کیا، پھر ہم اپنی مصروفیات میں مشغول ہو گئے چند دن کے بعد مجھ سے ملے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

"یاابا موسی !الا یستقیم ان نکون اخوانا وان لم نتفق فی مسألۃ"

اے ابوموسیٰ! کیا یہ درست روش نہیں ہے کہ ہم کسی مسئلہ میں اختلاف کے باوجود آپس میں بھائیوں کی طرح رہیں۔ (ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات: ۲۲۲)

ایک عجیب جواب

ایک مرتبہ ایک آدمی نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ کہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا تم اس کو طلاق نہ دو! وہ کہنے لگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے نہیں کہا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدیں؟ یہ سن کر امام احمد نے فرمایا جب تمہارا باپ عمر رضی اللہ عنہ جیسا بن جائے تو تم بھی یہ کام کر لینا۔ (سیرت ائمہ اربعہ: ۲۱۶ بحوالہ رجال السند والہند: ۱۳۵)

ادب واحترام

۱)...... ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید نے پچھنے لگوائے (فاسد خون نکلوایا) اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ معلوم کیا کہ اس سے وضو ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وضو باقی ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھائی تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی اقتداء میں نماز ادا کر لی، حالانکہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ تھا کہ اس سے وضو ختم ہو جاتا ہے چنانچہ جب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ ان (ہارون الرشید) کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: اس جیسی باتوں کی وجہ سے ائمہ کی اقتداء میں نماز نہ پڑھنا اہل بدعت کا شعار اور طریقہ ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ)

۲)...... اسی طرح کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ مشہور ومعروف محدث علی ابن المدینیؒ سواری پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور پھر کسی مسئلے میں دونوں کے درمیان اس قدر بحث ومباحثہ ہوا کہ دونوں حضرات کی آوازیں خلاف عادت بلند ہونے لگیں، مجھے یہ ڈر محسوس ہوا کہ کہیں ان کے درمیان ناراضگی نہ ہو جائے لیکن اس وقت میں حیران رہ گیا جب حضرت علی بن المدینیؒ نے جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ان کی سواری کی لگام پکڑ کر ان کے ساتھ ہو لئے۔ (جامع بیان العلم: ۳۸۰)

۳)...... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حضرت ابراہیم بن طہمان کا ذکر آیا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے یکدم سیدھے بیٹھ گئے فرمانے لگے صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت ٹیک لگا کر بیٹھنا مناسب نہیں۔ (ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات: ۲۸۹)

اسراف سے احتراز

ایک نواب صاحب کو منصوری پڑ گئے، وہاں دیا سلائی (ماچس) کی ضرورت ہوئی تو مستقل موٹر کو دیا

سلائی لینے کے واسطے تیرہ میل کے فاصلے پر بھیجا گیا، پھر اس خیال سے کہ تین دو ایک درجن نہ لے آئے اور اسراف ہو، دوسری موٹر بھیجی گئی یہ کہنے کے لئے کہ درجن نہ لے آئیں، ایک ڈبہ لے لیں حالانکہ دیا سلائی کا بڑا ڈبہ گھر میں موجود تھا۔

ایک نواب صاحب کا بیجا اسراف

ایک نواب صاحب نے ملازم رکھا، صرف اس کام کے لئے کہ وہ ان کو روزانہ سوتے وقت ایک پاؤ دودھ گرم کر کے پلایا کرے، اس نے اس میں خیانت کی، ایک چھٹانک دودھ خود پی لیتا اور بقیہ میں اتنا ہی پانی ملا کر مقدار پوری کر دیتا۔ نواب صاحب نے محسوس کر لیا۔ اس لئے صرف اسکی نگرانی کے لئے ایک اور ملازم رکھا۔ یہ اس سے مل لیا۔ اور کہا، آج سے ایک چھٹانک تیرا بھی سہی۔ نواب صاحب کو اب پہلے سے بھی پتلا دودھ ملنے لگا۔ آخر احساس ہو گیا، تیسرا ملازم رکھا صرف ان دونوں کی نگرانی کے لئے۔ یہ دونوں اس سے مل لئے اور ایک چھٹانک اس کا بھی تجویز کر لیا۔ اب نواب صاحب کو ایک چھٹانک دودھ اور تین چھٹانک پانی ملنے لگا۔ احساس ہونے پر کہا کہ دنیا میں امانت نہیں رہی سب خائن ہو گئے۔ لہٰذا ایک ملازم اور بڑھایا جوان تینوں کی نگرانی کیا کرے۔ اس نے ان تینوں سے پوچھا۔ کہو بھائی، کیا بات ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ بات ہے۔ اس نے کہا کہ اچھا میں انتظام کرتا ہوں۔ دودھ کو تو گرم کرنے کے لئے چولہے پر رکھدیا اور خود نواب صاحب کے پاس بیٹھ کر کہانیاں سنانی شروع کر دی یہاں تک کہ نواب صاحب پر نیند غالب آ گئی اور سو گئے، اب اس نے دودھ کی بالائی لی اور اس کو نواب صاحب کی مونچھوں پر لگا دیا۔ صبح کو جب نواب صاحب اٹھے تو اس کو ڈانٹ کر کہا۔ کیوں بے تو نے ہمیں رات دودھ نہیں پلایا۔ اس نے عرض کیا کہ سرکار سو گئے تھے۔ تو جگا کر پلایا ہے۔ دیکھو بالائی ابھی تک مونچھوں کو لگی ہوئی ہے۔ آئینہ دکھلایا۔ نواب صاحب نے دیکھ کر دونوں مونچھوں کو تاؤ دیا اور کہا کہ دودھ تو بس رات پیا ہے، ویسے تو روزانہ یہ لوگ پانی ہی پلاتے ہیں۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف:۴۷)

ارے فلانے! مجھے لوٹا تو دیدے وضو کا

ایک مولانا صاحب بڑے ہوشیار اور تیز تھے، ایک شخص نے ان کو دعوت کی۔ وقت مقررہ پر بلانے کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ تشریف لے گئے یہاں تک کہ وہ مولانا کو ایک مکان کے سامنے کھڑا کر کے خود اس کے اندر چلا گیا۔ (کہ اطلاع کرے) مکان پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ذرا دیر بعد پردہ کے پیچھے سے آواز دی کہ تشریف لے آیئے اور خود ایک طرف کواڑ کے پیچھے چھپ گیا۔ جب مولانا مکان کے اندر داخل ہو گئے تو وہ چپ چاپ نکل کر بھاگ گیا۔ مولانا نے اندر دیکھا کہ میاں بیوی کھانے میں مشغول ہیں۔ انھوں نے مولانا کو دیکھا تو ڈانٹ کر کہا۔ یہ کون چلا آ رہا ہے مکان میں؟ اس پر مولانا بے تکلف نابینا بن گئے اور ہاتھوں سے درو دیوار کو ٹٹولتے ہوئے فرمایا۔ ارے فلانے مجھے لوٹا تو دیدے وضو کا۔ یہ سن کر مالک مکان نے سمجھا

کہ بیچارہ وہ بھی نابینا ہے، غلطی سے مسجد کے بجائے یہاں آ گیا۔ اس لئے ان کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ سے باہر پہنچا دیا اور مسجد کا راستہ بتا کر اندر چلا گیا۔ تب مولانا وہاں سے قیام گاہ پر تشریف لائے۔

امام کے اوصاف

پنڈی بھٹیاں سے ایک صاحب، حضرت امیر شریعت کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ شاہ جی! ہمارے ہاں ایک جامع مسجد کے لئے عمدہ خطیب کی ضرورت ہے۔ شاہ جیؒ نے فرمایا۔ "عمدہ؟" اس نے عرض کیا۔ جی ہاں! شاہ جی نے دریافت فرمایا۔ "آخر کیسا عمدہ؟" نووارد نے عرض کیا۔ شاہ جی! خطیب مرغوب ہو، بہت خوب ہو۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا: "عالم بھی ہو؟" انہوں نے عرض کیا، "جی ہاں" شاہ جی نے فرمایا "فتوے کا کام بھی دے سکتا ہو؟" عرض کیا۔ "جی ہاں" حضرت جی نے فرمایا" بااخلاق بھی ہو؟" اس شخص نے عرض کیا۔ جی ہاں! شاہ جی نے فرمایا۔
بھائی! پھر آپ کی مسجد کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی پیغمبر کے پیدا ہونے کا قائل نہیں ورنہ کہیں نہ کہیں سے ضرور ڈھونڈ لاتا۔ (باتیں انکی یاد رہیں گی: ۱۰۰)

قبلہ اور بیت المقدس

شہر مظفر گڑھ کے ایک صاحب، حضرت امیر شریعتؒ سے جیل میں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور دوران ملاقات عرض کیا۔
"قبلہ! بخیریت ہیں آپ؟"
حضرت شاہ جی نے فرمایا "جی بیت المقدس"
ملاقاتی نے شرماتے ہوئے کہا۔ "جی! میں بیت المقدس تو نہیں ہوں" یہ سن کر شاہ صاحب نے فرمایا کہ "پھر میں قبلہ کہاں سے ہوں"۔

ہماری قسمت میں ہے ہی حرام

مفتی محمود گنگوہی ؒ فرماتے ہیں کہ چوری کا حال یہ ہے کہ ایک کاشتکار مجھے اپنے کھیت پر ملا، اس نے بتایا کہ یہ میرا کھیت ہے چنوں کا اور یہ برابر والا دوسرے کا ہے۔ جب مجھے چنے لینے ہوتے ہیں تو اپنے کھیت میں سے نہیں لیتا، دوسرے کے کھیت میں سے لیتا ہوں، اور جب اس کو ضرورت ہوتی ہے تو وہ میرے کھیت میں سے لیتا ہے۔ اس کا مجھے بھی علم ہے، اس کو بھی علم ہے۔ وہ بھی حرام کھاتا ہے، میں بھی حرام کھاتا ہوں، ہماری قسمت میں ہے ہی حرام۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف ۵۳)

ف: اگر خدائے پاک حرام چیزوں اور ناجائز کاموں سے منع نہ فرماتا تو بھی سلیم الطبع اور عقل مند انسان کے لئے ضروری تھا کہ ان سے پرہیز کرتا۔ (مؤلف)

شیطان اور منافقت

ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
شیطان نے کتنی جرأت کا ثبوت دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو نہیں مانا اور آخر تک نہیں مانا۔ ابدی لعنت کو قبول کر لیا مگر منافقت نہیں کی۔ اگر ہم اس کو مشورہ دیتے کہ کم بخت! نہیں مانتا آدم کو دل سے نہ سہی ظاہراً تو سجدہ کر لے۔ مقابلہ کر کے کیوں جہنمی بنتا ہے؟ وہ کیا کہتا؟ یہی تو جواب دیتا۔ کہ جہنم منظور ہے مگر منافقت نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ باطل کے لئے اتنی صلابت واستقامت کا ثبوت دے تو ہم حق کے لئے کیوں نہ دیں۔ (ماہنامہ تبصرہ لاہور۔ امیر شریعت نمبر: ۴۰)

تم نے مجھے منکوحہ سمجھا یا روٹی؟

ایک مرتبہ ضلع میانوالی میں قیام کے دوران ایک دیہاتی سفید ریش، حضرت شاہ صاحبؒ کی مجلس میں آیا اور بجائے ''السلام علیکم'' کہنے کے ''بسم اللہ بسم اللہ'' کہہ کر پاؤں چھونے لگا۔ حضرت نے فوراً ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ''میاں! بسم اللہ عام طور پر دو جگہ پڑھی جاتی ہے۔ روٹی کھانے سے پہلے یا اپنی منکوحہ عورت کے پاس جانے سے پہلے۔ تم نے مجھے کیا سمجھا، روٹی یا منکوحہ بیوی؟''
نو وارد سخت نادم ہوا۔ آپ نے محبت آمیز لہجہ میں اسے سمجھایا کہ مسلمان جب کسی مجلس میں آئے تو پہلے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے جو شریعت کا حکم اور کار ثواب ہے۔ (پیام اسلام، امیر شریعت نمبر: ۱۰۲)

کھانے میں سنت وفرض

ایک مولانا صاحب دعوت کھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لوگوں نے اصرار کر کے انہیں بہت زیادہ کھلا دیا۔ یہاں تک کہ اب ان کے شکم میں ایک ماشہ غذا کی بھی جگہ باقی نہیں رہی۔ تو کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے برتنوں کو تو صاف ہی نہیں کیا۔ حالانکہ برتنوں کو صاف کرنا سنت ہے۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ ٹھیک ہے برتن صاف کرنا سنت ہے مگر جان بچانا فرض ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میں سنت ادا کروں یا فرض پر عمل کروں؟ یہ سن کر سب لوگ ہنس پڑے۔ (اکابرین کے پاکیزہ لطائف: ۱۳۱)

دو قبرستانوں کے درمیان دفن کرو

ایک واعظ جو بہت ہی خوش طبع اور حاضر جواب تھے۔ لوگوں نے ان سے تفریحاً یہ سوال کیا کہ اگر کوئی نصرانی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' نہ پڑھے مگر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرے اور مر جائے تو اس کو نصرانیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے یا مسلمانوں کے قبرستان میں؟ تو خوش مزاج واعظ نے تفریحاً برجستہ یہ جواب دیا کہ اس کو دونوں قبرستانوں کے درمیان میں دفن کرنا چاہیے تاکہ قبر میں بھی یہ شخص مذبذب ہی رہے۔ نہ ادھر کا رہے نہ ادھر کا رہے۔

ہم بم ساز ہیں، تم بم بار ہو

حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر سنایا تھا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ کہ ''ہم بم ساز ہیں (کہ مدارس میں علماء تیار کرتے ہیں) اور تم بم بار ہو'' (کہ ان علماء کو مختلف ممالک میں تبلیغ میں بھیج دیتے ہیں)۔ (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی اور جماعت تبلیغ ۳۷)

فتوائے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

اگر کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ ہو کر کفر کی فتح و نصرت کے لئے مسلمانوں سے لڑے یا لڑائی میں ان کی اعانت کرے، اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو رہی ہو، تو وہ غیر مسلموں کا ساتھ دے، یہ صورت کفر کی انتہائی صورت ہے اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود ہو جانے کی ایک ایسی اشد حالت ہے، جس سے زیادہ کفر و کافری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کے وہ سارے گناہ ساری معصیتیں، ساری ناپاکیاں، ہر طرح اور ہر قسم کی نافرمانیاں، جو ایک مسلمان دنیا میں کر سکتا ہے، یا ان کا وقوع دھیان میں آ سکتا ہے، سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔

''جو مسلمان اس کا مرتکب ہو، وہ قطعاً کافر ہے اور بدترین قسم کا کافر ہے۔''

اس نے صرف قتل مسلم ہی کا ارتکاب نہیں کیا ہے، بلکہ اسلام کے برخلاف دشمنان حق کی اعانت و نصرت کی ہے، اور یہ بالاتفاق و بالاجماع کفر صریح و قطعی مخرج الملۃ ہے۔ جب شریعت ایسی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھ کسی طرح کا علاقہ محبت رکھنا بھی جائز نہیں رکھتی، تو پھر صریح اعانت فی الحرب اور حمل سلاح علی المسلم کے بعد کیونکر ایمان و اسلام باقی رہ سکتا ہے۔ (ارشادات مدنی ۲۲۱)

ف : شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی روشنی میں امریکی ایماء پر جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے معصوم طلبہ و طالبات پر گولیاں چلانے والوں کا حکم واضح ہو جاتا ہے۔

یاد رہے! کہ امریکی صدر بش واضح طور پر اعلان کر چکا ہے کہ لال مسجد (مسجد شہداء) کے خلاف آپریشن ہماری دہشت گردی اور اسلامی انتہا پسندی کے خلاف عالمی جنگ کا حصہ ہے۔

ہنسی کا نقصان

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: ''میں ایک دن ہنسا اور مجھے اس پر آج تک ندامت ہے، واقعہ یہ ہوا کہ عمرو بن عبید قدری سے میرا مناظرہ تھا، جب مجھے اپنی فتح محسوس ہوئی تو مجھے ہنسی آ گئی''۔ عمرو نے کہا: ''آپ علمی گفتگو میں ہنستے ہیں۔ جایئے میں آپ سے کبھی بات نہ کروں گا۔ مجھے اس ہنسنے پر سخت افسوس ہے۔ اس لئے اگر میں نہ ہنستا تو اس سے اپنی بات منوا لیتا (حق کا قائل کر لیتا) اور اس کی علمی اصلاح ہو جاتی۔'' (اسلامی آداب معاشرت ۱/۱۶۴)

خاموشی کے فوائد

کسی حکیم ودانا شخص نے کہا ہے۔''خاموشی وسکوت میں سات ہزار بھلائیاں ہیں۔ جو سب کی سب سات کلمات میں جمع ہیں، جن میں سے ہر کلمہ ہزار بھلائیوں پر مشتمل ہے۔''

۱)......خاموشی بلاکسی محنت ومشقت کے عبادت کا ثواب دلاتی ہے۔

۲)......خاموشی بلاکسی زینت کے ساز وسامان کے زیور ہے۔

۳)......خاموشی بغیر کسی بادشاہت وحکومت کے ہیبت ورعب کا ذریعہ ہے۔

۴)......خاموشی بلا دیوار کے محفوظ باغیچہ ہے۔

۵)......خاموشی کسی سے عذر خواہی کرنے سے بے نیاز کرنے کا ذریعہ ہے۔

۶)......خاموشی کراماً کاتبین کو راحت پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

۷)......خاموشی اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کا ذریعہ ہے۔ (ایضاً:۲/۲۶)

سب سے بڑا سود

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔سب سے بڑا سود بلاحق کسی مسلمان کی عزت کے بارے میں لب کشائی کرنا ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے یعنی وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں نبی کریم ﷺ نے جیتے جی دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ مسلمان کی پردہ دری، اس کے بارے میں بلاوجہ لب کشائی، اس کی تحقیر وتذلیل اس پر اپنی بڑائی کا اظہار، اس کی غیبت، اسے برا بھلا کہنا، گالم گلوچ، اس پر تہمت والزام لگانے کو سود سے تشبیہ دی جس میں انسان ناحق اپنے مال سے زیادہ دوسرے سے لیتا ہے، اسے سب سے بڑا سود اس لئے قرار دیا گیا کہ مسلمان کی عزت وآبرو، اللہ جل شانہ، کی نظر میں بڑی عظیم ووقیع ہے۔ مال کی بہ نسبت اس کا درجہ ومکانت بہت بڑی ہے، اس لئے کسی مسلمان کی پردہ دری کرنا اس کے لئے نہایت شدید ہوتا ہے۔ اس سے اسے بہت نقصان پہنچتا ہے۔ناحق پردہ دری کو گناہ شدید قرار دیا گیا، لیکن بعض مرتبہ صاحب حق کو اپنا حق وصول کرنے کے لئے ایسا کرنا پڑتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کے حق کو ادا نہ کرے اور وہ اسے کہے، اے ظالم! میرا حق دے دو، ظلم نہ کرو۔ یا واقعۃً کوئی ظالم ہو، اسے ظالم کہہ کر ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے، اسی طرح عدالت میں کسی گواہ پر جرح کرنا، یا محدثین کا راویوں پر کلام کرنا ان میں موجود سبب جرح کا بیان یہ اس میں شامل نہیں، ایسا کرنا جائز اور درست ہے۔(اسلامی آداب معاشرت:۳/۱۸۵)

غیبت کن صورتوں میں جائز ہے؟

۱)......دادرسی کے وقت مثلاً قاضی یا حاکم کے سامنے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے کسی کا تذکرہ کرنا،

مظلوم ایسا کر سکتا ہے، یہ غیبت میں شامل نہیں ہے۔

۲) کسی برائی کی تبدیلی کے لئے مدوطلب کرنے اور مجرم کو راہ راست پر لانے کی خاطر۔

۳) استفتاء کے لئے مفتی کے سامنے مثلاً یوں کہے کہ فلاں نے میرے ساتھ ظلم کیا یا ایسا معاملہ کیا، اس سے کس طرح خلاصی ہوگی؟

۴) مسلمان کو شر سے بچانے کے لئے، جیسے کسی چیز میں کوئی عیب ہو اور کوئی اسے خریدنا چاہتا ہو، یا کسی شخص سے گواہی طلب کی جائے یا مشورہ لیا جائے۔

۵) کوئی شخص کسی عیب پر دلالت کرنے والے لفظ سے معروف ہو جیسے لنگڑا، ہیجڑا وغیرہ اور وہ اسی نام سے پہچانا جاتا ہو، تو پھر اس نام سے پکارنا غیبت نہیں بنے گا۔

۶) فسق و فجور میں کھلم کھلا مصروف رہتا ہو، اور اس نام سے پکارنے کو معیوب بھی نہ سمجھتا ہو، جیسے شرابی، ہیجڑا وغیرہ۔ لیکن اگر انہیں اس کے علاوہ کسی اور نام سے پکارا جائے تو غیبت بن جائے گا، مثلاً شرابی کو ہیجڑے کے نام سے پکارنا وغیرہ۔ (اسلامی آداب معاشرت ۶/۲ ۷)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا طرز عمل

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی معافی مانگتا ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ پہلے غلطی بتاؤ۔ وہ کہتا ہے، میں نے آپ کی غیبت کی تھی۔ بتاؤ غیبت کیا تھی؟ پھر معاف کروں گا۔

کہتے ہیں کہ دل میں یہ نیت ہوتی تھی کہ ہوسکتا ہے کہ جو بات یہ بتائے اس سے اپنی کوئی اصلاح ہو جائے۔ اس نے جو غیبت کی تھی بظاہر اس نے برائی بیان کی تھی۔ بہت سے لوگ سامنے تو برائی نہیں کرتے لیکن پیچھے بیان کرتے ہیں۔ جب پیچھے بیان کرتے ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ میرے بارے میں کیا سمجھتے ہیں اور کیا برائی بیان کرتے ہیں؟ ہوسکتا ہے کوئی برائی ایسی بیان کریں جو واقعی موجود ہو تو اس سے اصلاح ہو جائے گی، اس نیت سے پوچھتا ہوں کہ بتاؤ کیا نیت کی تھی؟ پھر معاف کروں گا۔ (انعام الباری ۷/ ۲۹۷)

چھینک کا غیر مسنون جواب

حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں تھے۔ انہیں چھینک آئی اور انہوں نے ''الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ'' کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں بھی ''الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ'' کہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح جواب دینا نہیں سکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہم ''الحمد للہ علی کل حال'' کہیں۔

یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ چھینک آنے پر "الحمد لله، الحمد لله رب العالمين يا الحمد لله على كل حال يا الحمد لله رب العالمين على كل حال" کہا جائے۔ اس میں "السلام على رسول الله" کا اضافہ کرنا درست نہیں، ادعیہ اذکار میں جتنا منقول ہو، اسی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے اس میں اضافہ یا کمی نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے اذان میں "اشهد ان محمد الرسول الله" پر "صلى الله عليه وسلم" کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ چھینکنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ آہستہ آواز سے چھینکے اور زور سے "الحمد لله" کہے تاکہ لوگ "الحمد لله" سن کر "يرحمك الله" کہیں جب تک "الحمد لله" نہ سنیں گے "يرحمك الله" کہنا ان پر لازم نہ ہوگا۔ لکھا ہے۔ ایک صاحب کو چھینک آئی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تم نے "الحمد لله" کہا تو "يرحمك الله" (اللہ تم پر رحم کرے)۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین مرتبہ تک چھینکنے پر "يرحمك الله" کہو۔ اس سے زائد چھینک آئے تو پھر وہ شخص زکام کا مریض ہے۔ (ایضاً: ۱۵۰)

حج اور جہاد

ایک حدیث میں ہے "الحج جهاد لاقتال فيه" (حج ایک ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں)

حج اور جہاد میں جن چیزوں میں مناسبت ہے وہ درج ذیل ہیں: ان مناسبات کو اگر مجاہدین پیش نظر رکھیں تو ان کو واقعی حج میں روحانی نظاروں کے ساتھ جہاد کی تمرین اور تربیت بھی نظر آئے گی۔

۱)...... حج میں ایک مرکز ہوتا ہے جہاں تمام حجاج جمع ہوتے ہیں اور اسی مرکز کی ہدایات کے مطابق وہ قیام اور سفر کرتے ہیں۔ یونہی مجاہدین کا بھی ایک مرکز ہونا چاہیے جس کے ہاتھ مجاہدین کی باگ ڈور اور انتظام وانصرام ہو، وہاں کبھی کبھار ان کا اجتماع بھی ہو اور باہمی صلاح مشورے بھی ہوں۔

۲)...... حج میں ایک امیر ہوتا ہے اگر چہ دوسری عبادات اور امور خیر کی طرح اب امیر حج ہونا ایک بے جان سی رسم بن کر رہ گیا ہے لیکن اسلامی شریعت میں اس کی بڑی اہمیت اور مقام ہے، اسی طرح جہاد میں بھی ایک امیر ضروری ہے جس کی اطاعت ہر مجاہد پر لازم ہوگی۔ اطاعت امیر کی بغیر مجاہدین میں نظم ونسق قائم رہنا محال ہے۔

۳)...... حج کا مخصوص لباس احرام ہے اور دوران حج کسی قسم کی زیبائش وآرائش جائز نہیں بلکہ اس کے برعکس پراگندگی، سادگی اور درویشانہ حالت کو پسند کیا گیا ہے۔ خوشبو کا استعمال حرام ہے اور سلا ہوا کپڑا استعمال کرنا جرم ہے۔ مجاہدین کی بھی شان یہ ہونی چاہیے کہ سادگی سے رہیں۔ تعیش وتنعم سے محترز رہیں جس مجاہد کو ہر وقت اپنے لباس کی بناوٹ وسجاوٹ اور جسم کی آرائش کی فکر لگی رہے وہ جہاد کے تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کرسکتا۔ جہاد میں تو یوں بھی ہوتا ہے کہ ہفتوں غسل کرنا نصیب نہیں ہوتا اور بسا

اوقات چیتھڑوں پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

۴) حاجی ترک وطن کرتا ہے، عزیز و اقارب کی جدائی کا غم برداشت کرتا ہے، خانگی راحتوں اور آسائشوں کو خیر باد کہتا ہے، مجاہد کو بھی یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ حج میں طواف اور سعی ہے جس کے لئے میلوں دوڑنا پڑتا ہے۔ اور پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر بھی۔ اور بتایا یہ گیا ہے کہ نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب طواف اور عمرے کرنے کا ہے۔ جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہو طواف کرو اور دوڑ لگاؤ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی ایسے نازک مزاج کے لئے طواف اور سعی کی کثرت ممکن نہیں۔ جسے ننگے پاؤں چلنے کی عادت ہی نہ ہو بلکہ وہ عادی ہو ائیر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں سفر کرنے کا اور نرم اور دبیز قالینوں پر پاؤں رکھنے کا۔ معاذ اللہ، کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں طواف اور سعی کو محض ایک ورزش کہہ رہا ہوں کیونکہ یہ دونوں بہت بڑی عبادتیں ہیں اور اگر کوئی کم فہم انسان ان دو ورزش کی نیت سے بجالائے گا تو وہ ثواب سے بھی محروم ہوگا اور ذہنی تحریف کا بھی مرتکب ہوگا لیکن بلا تشبیہ عرض ہے کہ جہاد میں جسمانی ریاضت کا، اٹھک بیٹھک کا، دوڑ اور جمپ لگانے کا بے پناہ ثواب ہے۔

۵)...... حج میں مکہ سے منیٰ، وہاں سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور مزدلفہ سے منیٰ کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ ایک جگہ اچھی طرح ٹکنے نہیں پاتے کہ دوسرے مقام کی طرف کوچ کرنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ حاجی کو روا نہیں کہ وہ چون و چرا کرے، یونہی مجاہد کو بھی ہر وقت آمادۂ سفر رہنا چاہیے جس محاذ پر اس کی ضرورت ہو۔ اور جہاں اسے بلایا جائے، بلا توقف وہاں حاضر ہو جائے۔ اپنی راحت اور نفسانی خواہشات کی تکمیل ہرگز نہ کرے۔ جہاد تو نام ہی تسلیم وانقیاد و قربانی اور ایثار کا ہے۔

۶)...... دوران حج فسق و فجور، فحش گوئی، جدل اور نزاع کی سختی سے ممانعت ہے۔ بلکہ حکم ہر ایک کو یہ ہے، کہ حج میں شریک ساتھیوں کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھے کسی کی دل آزاری نہ کرے، ممکن ہے کہ اس کی ذرا سی بے احتیاطی اور کسی ساتھی کی دل شکنی اس کے سارے سفر کو اکارت کرے اور باطل کردے، یونہی مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ ایک ڈسپلن کے ساتھ رہیں اپنے ساتھیوں کی ضروریات کو مقدم جانیں ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھیں اور زبان درازی سے کسی کی دل آزاری نہ کریں، ورنہ ان کا باہمی خلفشار، ان کی شکست اور پسپائی کا سبب بن جائے گا۔

۷)...... حجاج کرام عرفات اور مزدلفہ سے واپس منیٰ آتے ہیں تو جمرات کی رمی کرتے ہیں جو کہ شیطان کی تمثیل ہیں اگر حج میں شیطان کی تمثیلوں پر سنگ باری کا حکم ہے تو جہاد میں شیطانی قوتوں پر گولہ باری کا حکم ہے۔

۸)...... حج میں آخر میں حسب حیثیت جانور ذبح کیے جاتے ہیں اور خون بہا کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی سنت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ جہاد کا بھی آخری اور بلند ترین مقام یہ ہے کہ ضرورت پڑے تو جان کا نذرانہ جان دینے والے کے حضور پیش کردے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تو اپنے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صورت میں انسانی جان ہی کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

۹) دوران حج اگر کوئی "جنایت" ہو جائے تو اس کی جزا دی جاتی ہے۔ یونہی اگر جہاد میں کسی مجاہد سے غلطی ہو جائے تو اسے کسی نہ کسی صورت میں سزا دی جا سکتی ہے۔

۱۰) حاجی حج سے فارغ ہو کر سلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے اور طواف کے لئے کعبہ میں دوبارہ حاضر ہوتا ہے۔ مجاہد پر بھی لازم ہے کہ وہ اس وقت تک فوجی لباس نہ اتارے جب تک کہ جہاد کے مقاصد پورے نہ ہو جائیں۔ اور فارغ ہونے کے بعد مرکز میں آ کر رپورٹ دے۔

۱۱) حجاج کرام حسب مواقع تلبیہ اور تکبیر و تہلیل با آواز بلند پڑھتے ہیں تو ماحول پر عجب سماں طاری ہو جاتا ہے۔ یونہی مجاہدین نعرہائے تکبیر اس زور سے لگاتے ہیں۔ کہ کفار کے دل دہل جاتے ہیں اور فضا میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے۔

"تفسیر الہام الرحمٰن" میں جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ: "حج کی مشروعیت تمرین اور اعمال حرب کی تیاری کے لئے ہے اور اس کا بیان سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۶ تا آیت ۲۰۳ میں ہے۔ یہ تمام کی تمام آیتیں مسائل حج کے بارے میں ہیں۔ اور حدیث میں وارد ہے: "**الحج جهاد لا قتال فيه**" (حج ایک جہاد ہے جس میں قتال و جنگ نہیں) اس کے معنی یہی ہیں کہ اعمال حربیہ کی تمرین و ترغیب کی جائے سوائے قتال اور جنگ کے، اور حج کا ماحصل دو چیزیں ہیں اول مسلمانوں کو حکم دیا جائے کہ اپنے نفقات ایک خاص جگہ میں جمع کریں۔ دوم یہ کہ اعمال حرب و جہاد کی تمرین، پھر جب یہ لوگ اس پر قائم ہو جائیں اور اس تمرین میں مستفید ہو گئے اور ان کو اس کی خاص عادت ہو گئی تو اب وہ ادنیٰ سے ادنیٰ توجہ سے اعمال جہاد انجام دینے پر قادر ہوں گے۔" "**اليه تحشرون**" کو مفسرین نے حشر قیامت پر محمول کیا ہے اور حشر عرفات کو حشر یوم القیامۃ کا ایک نمونہ کہا ہے۔ ہم ایسی چیزوں کے استنباط اور مسائل حج بیان کرنے سے انکار نہیں کرتے لیکن ہم انہیں پر اکتفا نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں سیاق مسائل حج اور مسائل جہادی بیان کرنا مقصود ہے۔ تو حشر سے مراد حشر جنود للجہاد ہے۔ کیونکہ اسلام ابتداءً مطوعین (اطاعت گذاروں) کی قوت ہی سے قائم ہوا ہے۔ اور حج میں صرف اعمال جہاد کی تمرین اور ترغیب دی جائے اور ان مطوعین ہی کو تمرین و ترغیب دی جائے۔ پھر جب ہم نے حدیث پیش کر دی "**الحج جهاد لا قتال فيه**" تو کس کی طاقت ہے کہ حج کو اعمال جہاد سے خالی کر دیوے لیکن شاہان ظلم و جور اور شیاطین زہاد (**قاتلهم الله**) نے تمام اعمال مسلمین کو باطل اور خراب کر دیا۔

اسی طرح حج میں فدیہ کا حکم ہے کہ جو شخص مأمور بہا مناسک کی خلاف ورزی کرے اس کی جزاء و بدلہ کا حکم فرمایا ہے۔ یہی حال نظام حرب کا ہے اگر کوئی فوجی آدمی کسی مامور بہ امر کی مخالفت کرے گا

بغیر مجازات اس قسم کی چیز چھوڑا جا سکتا ہے تاکہ یہ عوام جنگ کے مرد ہوں نہ عورتیں۔ اعمال حرب کی تمرین و ترتیب اس سے بہتر طریقہ پر ممکن ہے۔"

اور اعدائے دین اسلام بطور مقرآن کی قوت اور حج کی قوت عملیہ کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سے اسلام کی عزت ہے۔اس لئے اعدائے اسلام پوری قوت، پوری طاقت ان ہر دو کی توہین و بے عزتی اور دونوں کو ضعیف و کمزور کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

حج کے لئے جمع ہونے والوں پر لازم ہے کہ ان تین مہینوں میں چند امور اپنے لئے لازم قرار دے لیں: اول یہ کہ عورتوں کا نام چھوڑ دیں۔ دوم یہ کہ جو معاملات قانون میں ہیں ان کی مخالفت نہ کریں۔ فساد کو بالکل ترک کر دیں۔ سوم یہ کہ جنگ و جھگڑا قطعاً ترک کر دیں۔ جب ایک امت کی امت ان امور کو تین ماہ تک اپنے لئے لازم کر لے گی۔ تو وہ اپنے اندر بے شمار اوصاف اجماعیہ مسلکیہ پیدا کر لے گی۔ اور یہ اس پر قادر ہو جائیں گے جسے انہوں نے دوران قیام حرم میں قائم کیا تھا، کیوں کہ یہاں اُن لوگوں نے احکام شرعیہ اور قوت ارادیہ بغیر پر قائم کیا تھا، بغیر سلطان اور بلا حاکم کے انہوں نے اس کا التزام کیا تھا، اب فتح کے بعد اس کی قدرت اور استطاعت رکھتے ہیں کہ اپنے لئے حکومت اجتماعیہ متوسطہ بنالیں۔ (ماہنامہ الولی صفر المظفر ۱۴۱۱ھ)

نعمت استرجاع ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھنا

استرجاع یعنی ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھنا اس امت کے لئے خاص انعام ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کو ایک چیز ایسی دی گئی ہے۔ جو کسی اُمت کو نہیں دی گئی سابقہ امتوں میں سے، اور وہ یہ کہ مصیبت کے وقت تم ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ کہو۔ اور اگر کسی کو یہ استرجاع دیا جاتا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیا جاتا جس وقت کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی میں فرمایا تھا "یا اسفی علی یوسف" ہائے افسوس یوسف علیہ السلام پر۔ (روح کی بیماریاں اوران کا علاج)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ یعنی مصیبت اور غم کے وقت زبان کو انا للہ وانا الیہ راجعون کے ورد میں مشغول کیا جائے۔ اور دل کو اس کے معنی کے تصور میں کہ ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور مالک کو ہر قسم کے تصرف کا اپنے مملوک میں اختیار ہے۔ غلام کو چاہیے کہ مالک کے تصرف پر راضی رہے۔ اس لئے اس موقع پر تصرف حق پر راضی رہنا چاہیے۔ (شریعت وطریقت)

ہمارے حضرت والاؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قید نہیں لگائی کہ یہ الفاظ تم عقل سے، اخلاص سے اور دل سے ادا کرنا بلکہ صرف قال ہے۔ یعنی صرف زبان سے ان الفاظ کو ادا کرنا کافی ہے۔ بس ان الفاظ کے ادا کرنے پر جو انعام اس مومن کو دیا جاتا ہے، وہ عالم امکاں میں کسی کو نہیں دیا جاتا۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دھد آنچہ در وہمت نیاید آں دھد

تو ﴿ انا للّٰہ و انآ الیہ راجعون ﴾ کلمہ وفا ہے۔ آگے فرمایا

﴿ اولٓئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ ﴾ جو انعام دینا چاہیے تھا وہ تمام ترا سے دیدیا یعنی

وہ ورحمت کا مورد بنادیا اور اس کو ہدایت دے دی۔ اب جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں تو اس کو نہ شیطان

راہ کر سکے گا نہ نفس گمراہ کر سکتے کا اس لئے کہ وہ اب ہماری حفاظت میں آگیا۔ تو اس آزمائش پر اتنا بڑا

ملا ہے۔

جب بھی کوئی ناگوار بات پیش آئے۔ چاہے وہ معمولی سی کیوں نہ ہو اس پر ﴿ انــا لــلّٰــہ وانــا الــیــہ

راجعون ﴾ کہہ لو۔ ان شاء اللہ صابرین کی فہرست میں داخل ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو

جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مورد بن جاؤ گے۔ (مصائب اور ان کا علاج ۱۰۲)

سنت استرجاع کی تکمیل

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اور مسنون یہ ہے کہ ﴿ انا للّٰہ و انآ الیہ راجعون ﴾ کے بعد یہ کہے ﴿ اللّٰھم

اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا ﴾ اے اللہ مجھے اجر عطا فرما میری مصیبت میں اور اس سے

بہتر کوئی نعمت مجھے عطا فرما۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی

بندے کو مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھ لے یعنی "انا للّٰہ ۔۔۔ خیرا منھا" تک تو حق تعالیٰ شانہ اس کو اجر عطا

فرماتے ہیں۔ اور اس سے بہتر نعمت عطا فرماتے ہیں پس جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ (ان کے شوہر) کی وفات ہوئی تو

انہوں نے اس کو پڑھا اور حق تعالیٰ نے ان سے بہتر عطا فرمایا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

جس شخص نے مصیبت پر ﴿ انا للّٰہ وانآ الیہ راجعون ﴾ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس کی مصیبت کے

نقصان کی تلافی فرماتے ہیں اور اس کے عقبیٰ کو احسن کر دیں گے اور اس کو ایسا نعم البدل عطا فرمائیں گے

جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔ (روح کی بیماریاں اور ان کا علاج)

فضائل استرجاع

مصیبت خود بخود یاد آجائے تو انا للّٰہ الخ پڑھ لے کہ اس وقت انا للّٰہ الخ پڑھنے کا بھی وہی ثواب ہوگا

جو عین مصیبت کے وقت پڑھنے کا ثواب تھا۔ (فضائل صبر وشکر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس معمولی تکلیف پر بھی انا للّٰہ

پڑھو۔ یہ بھی ایک مصیبت ہے اور اس پر بھی ثواب ملے گا۔ (روضۃ الصالحین)

فرمایا جو بات ناگوار گزرے وہی مصیبت ہے اور اس پر انا للّٰہ الخ پڑھنا ثواب ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ)

انا للّٰہ پڑھنا اسی امت کا خاصہ ہے

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصیبت پر انا للّٰہ پڑھنا اسی امت کو تعلیم ہوا ہے۔ کسی اور کو

ما ہوتو حضرت یعقوب علیہ السلام غم زدہ ہوئے تو آپ نے یا اسفی علی یوسف (ہائے افسوس یوسف علیہ السلام پر) فرمایا ہے، انا للہ نہیں پڑھا۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ دو اجر بھی بہت اچھے ہیں اور علاوہ بھی بہت اچھا ہے۔ ﴿اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ﴾ یہ دو اجر اور بدل ہیں۔ ﴿واولئک ہم المہتدون﴾ یہ زائد اور علاوہ ہے۔ (مصائب اور ان کا علاج ۱۰۴)

وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے

۱) چچازاد	۲) پھوپھی زاد	۳) ماموں زاد	۴) خالہ زاد
۵) دیور	۶) جیٹھ	۷) نندوئی	۸) بہنوئی
۹) پھوپھا	۱۰) خالو	۱۱) شوہر کا بھتیجا	۱۲) شوہر کا بھانجا
۱۳) شوہر کا چچا	۱۴) شوہر کا ماموں	۱۵) شوہر کا پھوپھا	۱۶) شوہر کا خالو

(مواعظ حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ)

چاند نظر آ گیا

ایک سال لوگ رمضان کا چاند دیکھنے گھروں سے باہر نکلے اور ان میں پیش پیش جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً سو سال تھی۔ لوگوں نے آسمان کی طرف غور سے دیکھا، انہیں کہیں چاند نظر نہ آیا لیکن حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پکار پکار کہہ رہے ہیں، وہ دیکھو چاند نظر آ گیا۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے لوگوں کو چاند کی سمت بتا رہے ہیں۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی، پھر بھی کسی کو چاند نظر نہ آیا۔ وہاں حضرت ایاس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ ایک لمبا سفید بال بھوؤں سے اوپر اٹھ کر آنکھ کے سامنے آیا ہوا ہے۔ حضرت ایاس نے بڑی ادب واحترام سے اجازت لی، پیار سے اپنا ہاتھ بڑھایا بڑی محبت سے سلیقے سے آنکھ پہ ہاتھ پھیر کر بال کو بھوؤں کے ساتھ برابر کر دیا۔ اور پھر پوچھا جناب والا! اب فرمایئے، کیا چاند نظر آ رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں اب چاند مجھے دکھائی نہیں دے رہا واقعی بالکل دکھائی نہیں دے رہا۔ دراصل ضعف بصارت کی وجہ سے آنکھ کے سامنے آیا ہوا سفید بال انہیں باریک سا چاند معلوم ہو رہا تھا۔ (حیاۃ تابعینؒ کے درخشاں پہلو: ۱۰۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قوت استدلال

امام مالک رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قوت استدلال، بیدار مغزی اور زور فہمی کے بارے میں کوئی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔

تاریخ وسیر کی کتابوں میں ایسے واقعات درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام موصوف اپنے مد مقابل کو دلائل سے ایسا زچ کرتے کہ وہ بات کرنے کے قابل ہی نہ رہتا جیسا کہ امام مالک نے ان کے

بارے میں فرمایا کہ اگر یہ اپنے مدمقابل کو کہہ دیں کہ تیرے سامنے جو ٹی پڑی ہے، یہ سونا ہے تو اسے سونا ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل دیں گے کہ بالآخر اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ واقعی یہ سونا ہے۔ لیکن اگر یہ کسی دینی مسئلے میں ایک موقف اختیار کریں تو اسے حق ثابت کرنے میں تو یہ ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

کوفہ میں ایک ایسا گمراہ شخص رہائش پذیر تھا۔ جسے بعض لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس کی باتیں غور سے سنا کرتے تھے۔ اس نے ایک دفعہ لوگوں سے کہا (نعوذ باللہ "نقل کفر کفر نہ باشد") کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) حقیقت میں یہودی تھا۔ اور وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہودی ہی رہا۔ امام ابو حنیفہ نے جب یہ بات سنی، تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ آپ فوراً اس کے پاس پہنچے اس سے ملاقات کی اور فرمایا۔ میں آج ایک خاص کام کے لئے آیا ہوں۔ اس نے کہا چشم روشن دل ماشاد فرمائیے۔ یہ کام ہے؟ میری آنکھوں پر خوش آمدید آپ فرمائیں آپ جیسے معزز انسان کی بات کو قبول کرنا سعادت ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی بیٹی کی نسبت میں اپنے فلاں ساتھی سے کر دوں۔ کیا آپ کو منظور ہے۔ کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ لیکن منگیتر کا ذرا تعارف تو کرائیں کہ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بڑا مالدار اور اپنی قوم میں اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بڑا سخی ہے، کھلے ہاتھ کا مالک ہے، حافظ قرآن ہے، شب زندہ دار ہے، اللہ کے خوف کی وجہ سے آہ و زاری کمال انداز میں کرتا ہے۔ اس نے اتنی تعریف سن کر کہا بس بس اتنا ہی کافی ہے ایسا شخص ہی میرا داماد بننے کے قابل ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کے خوشگوار موڈ کو دیکھتے ہوئے کہا: میری یہ بات بھی ذرا غور سے سنیں، اس میں ایک برائی بھی ہے۔ اس نے چونک کر کہا وہ کیا؟

آپ نے فرمایا: وہ شخص یہودی ہے۔ یہ بات سن کر وہ شخص بدکا اور کہنے لگا: ارے یہودی ہے۔ اے ابوحنیفہ رحمہ اللہ! کیا آپ میری بیٹی یہودی کے نکاح میں دینا چاہتے ہیں؟ اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں اپنی بیٹی کی شادی کسی یہودی کے ساتھ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ خواہ اس میں زمانے بھر کی خوبیاں جمع کیوں نہ ہو جائیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اب کیوں اچھلتے ہو۔ اپنی بیٹی کا یہودی کے ساتھ نکاح کرنے سے کیوں انکار کرتے ہو۔

تجھے یہ کہتے ہوئے قطعاً شرم نہ آئی کہ نعوذ باللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادی ایک یہودی سے کر دی۔ کچھ شرم کرو حیا کرو، بے غیرت انسان تیرے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

وہ شخص یہ باتیں سن کر کانپنے لگا۔ اور فوراً پکار اٹھا الٰہی میری توبہ! مجھے بخش دے! یہ بڑی بات جو میری زبان سے نکلی، یہ افتراء اور بہتان جو میں نے باندھا، الٰہی مجھے معاف کر دے۔ بلاشبہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (حیات تابعین کے درخشاں پہلو ۴۱۳)

تحکیم کے جواز کا فتویٰ

ایک دفعہ کا واقعہ ہے ضحاک شاری نامی ایک خارجی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا۔ اور اس نے دیکھتے

جی یہ کہا اے ابوحنیفہ اللہ سے معافی مانگو توبہ کرو۔ آپ نے پوچھا میں نے کیا جرم کیا ہے جس کی معافی مانگوں۔

خارجی نے کہا آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات میں تحکیم کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ تم اس مسئلے پر میرے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتے ہو۔ خارجی نے کہا، ہاں میں تیار ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہمارے درمیان ہونے والے مناظر کا فیصلہ کون کرے گا؟

خارجی نے کہا جس کو آپ چاہیں، جج بنالیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے خارجی کے ساتھیوں پر نظر دوڑائی اور فرمایا اس کو حَکم بنالیں۔ میں آپ کے ساتھی کو جج بنانے پر راضی ہوں کیا تم بھی راضی ہو۔

خارجی خوش ہو گیا۔ اور اس نے کہا مجھے منظور ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا بڑے افسوس کی بات ہے۔ تم آج خود میرے اور اپنے درمیان ہونے والے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے تحکیم کو جائز قرار دیتے ہو۔ اور اللہ کے دو عالی شان صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلافات کو مٹانے کی خاطر تحکیم کا انکار کرتے ہو۔ مجھے افسوس ہے تیری عقل و دانش پر، اور تیرے انداز فکر پر۔

یہ سن کر خارجی ششدر رہ گیا اور اسے کوئی جواب سوجھائی نہ دیا۔ (ایضا: ۲۱۴)

کیا وہ شخص مومن مرا یا کافر؟

ایک روز سرزمین اسلام میں شر کا بیج بونے والا گمراہ کن فرقہ جہمیہ کا سربراہ جہم بن صفوان، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملنے کے لئے آیا۔ اس نے کہا میں آپ کے ساتھ چند ضروری باتیں کرنے کے لئے آیا ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تمہارے ساتھ بات کرنا معیوب ہے۔

جن نظریات کا تو حامل ہے اس میں غور و خوض اور بحث و تمحیص آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ہے۔

جہم نے کہا، کیا آپ نے فیصلہ مجھ پر کیسے صادر کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ نہ مجھ سے کبھی ملے ہیں اور نہ ہی آپ نے میری کبھی کوئی بات سنی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کی بہت سی ایسی باتیں مجھ تک پہنچ چکی ہیں۔ جن کا صدور کسی مسلمان سے ممکن نہیں۔

جہم نے کہا: کیا تم غیب کی بنیاد پر فیصلہ دیتے ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: تیرے نظریات لوگوں میں عام پھیل چکے ہیں، عام و خاص بخوبی اس نظریات سے واقف ہو چکے ہیں۔ اس بنا پر میرے لئے تیرے بارے میں یہ فیصلہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ درجہ تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔

جہم نے کہا: میں آپ سے صرف ایمان کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ابھی تک تجھے ایمان کا ہی پتہ نہیں چلا کہ آج اس کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو؟ جہم نہیں! مجھے ایمان کا تو علم ہے لیکن اس کے چند پہلوؤں میں چنداں شکوک و

شبہات ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایمان میں شک وشبہ کفر ہے۔ جہم نے کہا: آپ کے لئے یہ درست نہیں کہ مجھے اس وقت کفر یہ کی نسبت کریں۔ جب تک میری طرف سے ایسی کوئی بات معلوم نہ کرلو۔ جو کفر کے مترادف ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا چلو، پوچھو، جو تم پوچھنا چاہتے ہو؟

جہم نے کہا مجھے کوئی ایسا شخص بتائیے جس نے اللہ کو اپنے دل سے پہچانا ہے۔ اور اس نے یہ جان لیا ہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی ہمسر نہیں اور اس نے اللہ کو اس کی صفات کے ذریعے پہچانا ہو۔ حالانکہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

پھر وہ شخص اس حالت میں مر گیا کہ اس نے اپنی زبان سے ایمان کا اعلان نہیں کیا۔

کیا وہ شخص مومن مرا یا کافر؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کی موت، حالت کفر میں ہوئی۔ وہ جہنمی ہوگا۔ جبکہ اس نے اپنی زبان سے اس ایمان کا اقرار نہیں کیا جس کی معرفت اس کے دل نے حاصل کر لی تھی۔ جبکہ زبانی وضاحت کے سلسلے میں وہاں کوئی مانع اور رکاوٹ بھی نہیں۔

جہم نے کہا: وہ بھلا مومن کیوں نہیں اس نے تو اللہ کی معرفت اسی طرح حاصل کی جیسا کہ کرنے کا حق ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر تم قرآن کو حجت مانتے ہو قرآن پر تیرا ایمان ہے۔ تو میں قرآن حکیم سے دلائل پیش کروں اور اگر قرآن پر تیرا ایمان نہیں تو میں عقلی دلائل سے اپنی یہ بات ثابت کروں۔

جہم نے کہا میں قرآن کو حجت مانتا ہوں۔ اور قرآن کی صداقت پر میرا ایمان ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان کو جسم انسانی کے دو اعضاء کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ دل اور زبان، ایمان کی صحت کے لئے ان دونوں کا اعتراف واقرار ضروری ہے۔ صرف ایک کا اعتراف قابل قبول نہیں ہوگا۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ، وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝﴾ (المائدہ ۸۵)

انہوں نے اپنے دل سے حق پہچان لیا تھا۔ اور اپنی زبان سے اس کا اقرار بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں انکے زبانی اعتراف کی بنا پر ایسے باغات میں داخل کیا جن میں نہریں بہتی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ

چہرے پر پریشانی و پشیمانی کے آثار واضح دکھائی دے رہے تھے۔ دلائل میں جو مدرس کو وہ یہ کہتے ہوئے کھسکنے لگا۔ کہ آپ نے مجھے بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہے۔ میں پھر کبھی دوبارہ آپ کے پاس آؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ چل دیا۔ اس کے بعد اس نے نہ آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا۔ (حیرت انگیز ذہانت کے درخشاں پہلو ص ۱۱۵)

مسجد میں بعض جائز کام بھی ناجائز ہیں

مسجد میں وہ جائز فعل بھی جائز نہیں، جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی۔ حتیٰ کہ اپنی گمشدہ (کھوئی ہوئی) چیز کے لئے اعلان کرنا، خرید و فروخت کرنا، دنیا کی باتیں کرنا، ان باتوں کے لئے جمع ہو کر بیٹھنا، بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا جائز نہیں۔ (احکام مسجد از افادات تھانوی ص ۳۰)

مسجد اور عیدگاہ میں بچوں کو لے جانے کی مذمت

ہمارے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جنبوا مساجدكم صبيانكم" یعنی اپنی مسجدوں سے اپنے بچوں کو علیحدہ رکھو۔

آج کل عام طور سے بچوں کو عیدگاہ میں لے جانے کا رواج ہو گیا ہے۔ جس کو دیکھو وہ اپنے ساتھ ایک دم چھلا ضرور لئے ہے۔ اور حیرت تو یہ ہے کہ ہر سال تکلیف اٹھانے کے باوجود پھر بھی لوگوں کو اس کا ذرا بھی احساس اور تمیز نہیں ہوتی۔ شاید ہی کوئی سال ایسا ہوتا ہو کہ بچے عیدگاہ میں جا کر عین نماز کے وقت رونا، چیخنا، چلانا نہ شروع کرتے ہوں بلکہ ایک، دو، تو ان میں سے مگ موت بھی دیتے ہیں۔ خود میرے سامنے کا واقعہ ہے، میرے زمانہ طالب علمی میں ایک میرے عزیز کم عمر بچے کو میرٹھ کی عیدگاہ میں لے گئے اور بچے نے عین نماز کے وقت قضائے حاجت کی فرمائش کی، اس کی فرمائش سن کر سخت پریشانی ہوئی۔ اول تو عین نماز کا وقت، دوسرے میرٹھ کی عیدگاہ جس میں ہزاروں کا مجمع اور قریب میں ایسا کوئی جنگل بھی نہیں جس میں اس کو بٹھلا دیا جاتا۔ پھر نماز کھڑے ہونے کا وقت بھی بالکل قریب۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ ایک حلوائی کو چار آنہ دے دیئے گئے۔ اس نے اپنے تخت کے نیچے اس کو بٹھلا لیا۔ چاروں طرف سے کپڑا لٹکا ہوا تھا۔ اوپر رنگ برنگ کی مٹھائی اور نیچے یہ تحفہ بھرا ہوا تھا۔ (ایضاً ص ۳۱)

ایک زبردست غلطی اور ایک غلط فہمی

بعض لوگ مسجد اور مدرسہ کے لئے زبردستی چندہ وصول کرتے ہیں۔ یہ اس سے بھی بدتر ہے (کہ آدمی اپنے لئے ایسا کرے) کیونکہ اگر اپنے نفس کے لئے کرتا تو اپنے کو دنیوی نفع پہنچاتا اور جب حق تعالیٰ کے لئے ایسا کیا تو خدا تعالیٰ بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے پاس بھی نہ رہا۔ "خسر الدنيا والاخرة" (دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان ہوا)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے لئے تو مانگتے نہیں، اللہ کے واسطے مانگتے ہیں، لیکن یہ عذر باطل ہے۔ اس لئے کہ معصیت ہر حال میں معصیت ہے، دین کے واسطے بھی معصیت حلال نہیں ہو جاتی، بلکہ

اسکی برائی زیادہ سخت ہے۔ کہ معصیت وثواب کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ حرام کو دین کا آلہ بنانا اور ثواب کا اعتقاد رکھنا سخت معصیت ہے۔ (احکام مسجد از افادات تھانوی ۹۲)

ایک مسجد کی تعمیر کا واقعہ

تھانہ بھون کے اسٹیشن پر ایک مسجد بنی ہے۔ جب اس کا کام شروع ہوا تو ہمارے پاس کل آٹھ روپے تھے، وہاں ایک مولوی صاحب پرانی روش کے تھے، انہوں نے پوچھا کہ مسجد کے لئے کتنے روپیہ جمع ہوئے۔ لوگوں نے آٹھ روپے، کہنے لگے، آٹھ روپے؟! اور مسجد کا کام شروع کرادیا۔ انہوں نے بڑا تعجب کیا اور یہ کہا کہ جب تک دو ہزار روپے جمع نہ ہو، تعمیر کو ہاتھ نہ لگانا، آٹھ روپے سے بھی بھلا کہیں مسجد تیار ہوا کرتی ہے۔ مجھے یہ قصہ معلوم ہوا تو میں نے کہا: آپ نے اللہ میاں کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے۔ خدا کے پاس تو سارے خزانے ہیں اس کے یہاں روپے کی کیا کمی ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

میں نے کہا کہ تم بنیاد رکھو اور کسی کا کہنا مت مانو۔ تم اللہ کا نام لے کر کھداؤ، اللہ میاں ہی اس کو غیبی سامان سے بھر دیں گے۔ ان مولوی صاحب نے کہا کہ میاں لڑکے ہو کچھ سمجھتے نہیں، میں نے کہا کہ جب لڑکوں سے کام چل جائے تو بڈھوں کے بولنے کی ضرورت نہیں اور واقعی ان کے اعتبار سے ہم لڑکے تھے۔ جب یہ آٹھ روپے ختم ہوگئے اور روپیہ نہ رہا تو میں نے ناظم تعمیرات سے کہہ دیا کہ کسی سے چندہ مت مانگنا۔ وہ کہتے تھے کہ یہ حال ہوگیا کہ میں بازار کسی کام کے لئے جارہا ہوں اور لوگ پکار رہے ہیں کہ میاں فلاں صاحب ادھر آیئے، میں کہتا ہوں کہ بھائی مجھ کو جانا ہے وہ کہتے کہ جی ذرا ٹھہرو! تو پھر وہ خود آتے اور کوئی چار روپیہ دے جاتا غرض لوگ بلا بلا کر روپیہ دیتے تھے۔ اس زمانہ میں بیگم بھوپال کے صاحب زادہ بیمار تھے، وہ اس قدر پریشان تھیں کہ ڈاک تک نہ دیکھتیں تھیں۔ اس حالت میں، میں نے ناظم تعمیرات سے کہہ دیا کہ تم ان کے پاس لکھ دو کہ یہاں ایک مسجد بن رہی ہے۔ ایک کار خیر ہے۔ اگر اس میں حصہ لینا چاہیں تو حصہ لے سکتی ہیں۔ میں آپ سے چندہ نہیں مانگتا، صرف اس لئے اطلاع کردی کہ شاید علم ہونے پر پھر آپ کو خیال ہو کہ مجھے کیوں نہ اطلاع کی گئی۔ اس کار خیر میں مجھے کیوں نہ شریک کیا گیا۔ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ مسجد میں کتنے روپے خرچ ہوں گے، تخمینہ کر کے اطلاع کیجئے۔ ہمارے دوستوں نے کہا کہ کچھ زیادہ لکھ دیجئے، کیوں کہ خرچ اگر زیادہ ہوگیا تو زیادہ روپے کی ضرورت ہوگی۔ اور تعمیر کا کام ایسا ہی ہے کہ کبھی بڑھ جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں جی۔ اللہ میاں کے یہاں کچھ کمی نہیں ہے اور بعد میں ضرورت ہوگی تو وہ پھر انتظام کر دیں گے۔ غرض ان کو صحیح تخمینہ کی بلا کم و بیش اطلاع کی گئی۔ روپیہ آگیا اتفاق سے کام بڑھ گیا اور روپے کی اور ضرورت پڑی۔ میں نے ناظم سے کہا کہ ایک خط اور لکھ دو بیگم صاحبہ کو، اور اس کا مضمون یہ ہو کہ جو روپیہ آپ نے بھیجا تھا وہ تو سب لگ گیا اور اتفاق سے کام بڑھ گیا۔ آپ کو اطلاع اس لئے نہیں کی جاتی ہے۔ کہ آپ خواہ مخواہ اس کی تکمیل ہی کریں بلکہ اس لئے کی جاتی ہے کہ بعد میں آپ کو ناگواری نہ ہو کہ مجھے کیوں نہیں اطلاع کی۔ آپ سے چندہ کی درخواست نہیں کی جاتی۔

آپ اگر آزادی سے دینا چاہیں دے دیں۔ چنانچہ دوہیں ہی فوراً روپیہ آ گیا۔

ایک اور واقعہ

میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر لوگ خالص نیت کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں تو اپنے آپ ہی لوگ آ آ کر خدمت کریں گے۔

کانپور میں جب میں پڑھاتا تھا، تو مدرسہ کی مسجد میں طلبہ کے لئے ایک حوض تیار کرانے کی ضرورت ہوئی۔ روپیہ تھا نہیں اور کسی سے چندہ مانگنے کو طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ بس میں نے مدرسہ والوں سے کہا کہ تم اپنے اختیار کا کام کر دو۔ اور ایک جگہ متعین کر کے گڑھا کھدوا دیا گیا اور چھوڑ دیا گیا۔ لوگ دریافت کرتے کہ یہ کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ حوض ہے۔ جتنی ہماری اندر طاقت تھی۔ اور جتنا سامان ہمارے پاس تھا۔ اتنا ہم نے کر لیا۔ آگے اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ دو ایک دن تو یونہی پڑا رہا۔ اس کے بعد ایک دن محلہ میں ایک بڑی بی نے مجھ کو اپنے گھر بلا دیا۔ جو پہلے بھی کبھی بلایا کرتی تھی۔ اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک حوض تجویز ہوا ہے۔ اس کا کیا انتظام کیا گیا ہے؟ میں نے کہا، جتنا کام میرے اختیار میں تھا اتنا کرا دیا۔ کہنے لگی، کیا تخمینہ ہے؟ میں نے کہا۔ پانچ سو روپیہ، کہنے لگی، میں دوں گی۔ میرے سوا کسی اور کی رقم نہ لگے۔ اب اور لوگ آنے شروع ہو گئے۔ کہ صاحب! ہمارے پانچ سو روپیہ قبول فرمایئے۔ میں نے کہہ دیا کہ ایک بی بی نے ایسا کہہ دیا ہے۔ ہاں! ایک سائبان کی تجویز ہے۔ کہ اس کے اوپر ڈالا جائے۔ کہنے لگے۔ تو پھر ہم اس کے لئے دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح حوض بھی تیار اور سائبان بھی تیار ہو گیا۔ تھوڑا سا کام شروع کر دینے سے کام قابو میں رہتا ہے۔ (احکام المسجد از افادات تھانوی: ۸۶،۸۵)

ایک دلچسپ استدلال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شب قدر معلوم کرنے کے لئے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لئے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا: کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات اور دریا بھی سات، صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں۔ آدمی کی تخلیق (پیدائش) بھی سات اعضاء سے ہوئی ہے۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بنائے گئے ہیں یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں اور ایک منہ۔ قرآن کی قرأت بھی سات ہیں، سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے، دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحاب کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی، حضرت یوسف علیہ السلام بھی سات برس جیل خانے میں رہے۔ سورۂ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا وہ بھی سات تھیں، قحط بھی سات سال رہا، سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی (فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کی

طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اسے دھونا چاہئے، پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی سے۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "میری امت کے شہید بھی سات طرح کے ہیں: (۱) وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔ (۲) وہ جو طاعون کی بیماری میں مریں۔ (۳) جو سل کی بیماری سے مریں۔ (۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں۔ (۵) جو آگ میں جل جانے سے مریں۔ (۶) جو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے مریں۔ (۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت میں مر جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی مسلسل سات چیزوں کی کھائی ہے: (۱) آفتاب (۲) چاشت کا وقت (۳) چاند (۴) دن (۵) رات (۶) آسمان (۷) اور جس نے آسمان و زمین کو بنایا (یہ کل سات ہوئے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

دلچسپ نتیجہ: اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے اگر شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ شب قدر غالباً ستائیسویں شب کو ہوگی۔

بے استعدادوں کیساتھ دماغ تھکانا فضول ہے

میرے پاس ایک مرتبہ ایک موذن آیا کہنے لگا کہ قرآن شریف سے مسح رجل بھی ثابت ہے اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ لا کر دکھایا وہ ترجمہ اگرچہ صحیح اور بامحاورہ ہے لیکن اسکو بھی خود دیکھ کر سمجھنا مشکل ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ "دھوا پنے منہ اور ہاتھوں کو اور ملو اپنے سروں کو" اس کے بعد ہے "وارجلکم" اس کا عطف ہے "ایدیکم" پر اور وہ معمول ہے اغسلوا کا۔ ترجمہ میں یہ لکھا تھا" اور پیروں کو" آپ کو بوجہ صرف ونحو نہ جاننے کے یہ تو معلوم نہیں ہوا کہ یہ کس کے ساتھ متصل ہے آپ نے اس کو قریب کے ساتھ متصل کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص صرف ونحو سے واقف نہ ہوگا وہ قریب ہی کے ساتھ متصل کریگا اور جاننے والا یہ دیکھ لے گا کہ "ارجلکم" ہے منصوب، لہٰذا مجرور کے ساتھ نہیں ہو سکے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ قراءت بھی دوسری لی جائے اس وقت دوسرے قواعد سے اس عطف کا پتہ چلے گا۔ مجھ کو سخت پریشانی ہوئی کہ اسکو کیونکر سمجھاؤں اور کیونکر کہوں اس کا عطف "ایدیکم" ہے۔ کیونکہ یہ عطف ہی کو نہیں جانتا اس کے ساتھ دماغ تھکانا فضول ہے کیونکہ یہ اس کی استعداد سے بالکل باہر ہے یہ بھی آجکل مرض ہو گیا ہے۔ کہ لوگ اپنی استعداد سے زیادہ سوال کرتے ہیں۔ (امثال عبرت: ۱۵۶)

ایک غیر مقلد کی کم علمی کی مزاحیہ حکایت

ایک شخص نے ایک غیر مقلد سے پوچھا کہ یہ حنفی فاسق ہیں۔ سائل نے کہا کہ یہ لوگ امام کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو قصداً ترک کرتے ہیں۔ کیوں کہ حدیث میں ہے "لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب" بلا فاتحہ

کے نماز نہیں ہوتی اور تارک صلوۃ کے متعلق حدیث میں ہے۔ "من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر" تو اس حساب سے تو ان کو کافر ہونا چاہیئے۔ کہنے لگے اس میں تاویل ہو سکتی ہے۔ سائل نے کہا کہ تاویل تو "لاصلوة الا بفاتحة الكتاب" میں بھی ہو سکتی ہے مگر آپ تو اس میں کوئی تاویل نہیں کرتے تو پھر "فقد كفر" میں کیوں کرتے ہیں؟ اور ان کو فاسق کیسے کہتے ہیں؟ اس کو اس کا جواب نہیں بن پڑا۔

ف: یہ تمام خرابی بے اصولی کی ہے۔ علم بے اصول ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہاں نہ علم ہوتا ہے نہ سمجھ نہ تدبر۔ جو جی میں آیا کہہ دیا۔ (امثال عبرت: ۳۰۹)

یک من علم را دہ من عقل مے باید

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم ہمارے ہم سبق تھے۔ عورتوں نے ان کے وطن میں ان سے وعظ کے لئے کہا۔ وعظ میں آپ نے کہا کہ عورتوں کو بھی ختنہ کرانی چاہیئے، یہ سن کر عورتیں بہت بگڑیں اور ان کو خوب گالیاں سنائیں کہ اپنی ماں کی کرا، اپنی بہن کی کرا، انہیں پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ یہ خبر دیوبند پہنچی تو میں نے کہا کہ تمہیں یہ کیا شامت سوار ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اجی میں نے تو یہ سوچا کہ معمولی مسئلے مسائل کیا بیان کروں، وہ تو معلوم ہی ہیں وہ مسئلہ بتاؤں کہ کسی کو نہ معلوم ہو، میں نے کہا کہ بھلے مانس یہ فعل کون سا سنت ہے۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے پھر ایک غیر ضروری مسئلہ کو بیان کر کے خواہ مخواہ کیوں برائی مول لی یہ کون سی عقلمندی تھی کہ عورتوں میں ایک ایسا مسئلہ بیان کرنے بیٹھ گئے۔

ف: مقولہ ہے کہ "یک من علم را دہ من عقل مے باید"

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مستورات میں، میں نے وعظ اور آیت تلاوت کی اس میں جب ﴿وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ﴾ پر پہنچا تو میں بڑا پریشان ہوا کہ اس کا ترجمہ کیا کروں۔ معاً اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والے یا ناموس کہہ دیا جاوے یہ اور بھی اچھا ہے۔ بعضے واعظوں کو دیکھا غضب کرتے ہیں۔ صاف صاف کہہ ڈالتے ہیں۔ (حسن العزیز)

جاہل حافظ کی حکایت

ایک جاہل نے کسی مولوی سے نکاح پڑھانے کے لئے کہا تھا۔ انہوں نے واقعہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مرد و عورت میں باہم قرابت محرمیت ہے۔ مولوی صاحب نے کہا، نکاح نہیں ہو سکتا اس کی خوشامد کی، مگر مولوی صاحب کیسے مانتے۔ اس نے ایک مؤذن سے پڑھوا لیا اور صبح آ کر مولوی صاحب سے کہا کہ واہ تم تو بڑے عالم مشہور ہو، تو تم سے ایک نکاح نہ ہو سکا۔ دیکھو مؤذن نے پڑھ دیا۔

ف: یہ علماء کی غلطی ہے کہ وہ لوگوں کی دل شکنی کا خیال کرتے ہیں۔ اور جواب دینے بیٹھ جاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ایسی وسعت اخلاق میں لوگوں کی دین شکنی ہے جو دل شکنی سے اشد ہے۔ (امثال

(عبرت ۳۴۹)

غیر شرعی رسومات

۱) بلند شہر میں ایک رئیس زادے کے باپ کا انتقال ہو گیا ان کے اعزہ چاروں طرف سے جمع ہو گئے اور ایک برات سی آ گئی، رئیس زادے نے سب کے لئے عمدہ کھانے پکوائے جب کھانا چن گیا تو اس نے مہمانوں سے کہا کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ پہلے میری بات سن لیجئے پھر کھانا شروع کیجئے گا۔ سب لوگ ہاتھ روک کر بیٹھ گئے اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اس وقت مجھ پر کیسا سانحہ گذرا ہے۔ اسوقت میرے والد ماجد کا سایہ میرے سر پر سے اٹھ گیا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ باپ کا سایہ اٹھ جانے سے کیسا صدمہ ہوتا ہے۔ تو کیا یہی انصاف ہے کہ مجھ پر تو یہ مصیبت گذرے اور تم آستین چڑھا کے مرغن کھانا کھانے کو تیار ہو گئے۔ کیوں صاحب یہی ہمدردی ہے؟ بس مجھ کو جو کہنا تھا کہہ چکا اب کھانا شروع کیجئے۔ بھلا اب کون کھاتا جب سر پر جوتیاں پہلے ہی پڑ گئیں، سب لوگ دستر خوان سے اٹھ کھڑے ہوئے اور رئیس زادے نے غرباء کو بلا بھیجا کہ تم کھاؤ۔ تمہارے کھانے سے میرے باپ کی روح کو ثواب پہنچے گا اور یہ برادری کے کھاتے پیتے لوگ آستین چڑھا کر بیٹھ گئے ان کے کھانے سے ان کو کیا ثواب ملتا اور میری رقم بھی برباد ہو جاتی۔ غرض غریبوں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور دعا دیتے ہوئے چلے گئے۔ اس کے بعد برادری کے چند معزز لوگ اسطرف جا کر بیٹھے اور غمی کی رسوم میں مشورہ کرنے لگے۔ سب نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ واقعی یہ رسمیں بالکل عقل کے خلاف ہیں اور شریعت کے خلاف تو ہیں ہی، ان سب کو یک لخت موقوف کر دینا چاہئے۔ کسی نے ان رئیس زادے سے کہا کہ میاں! جب تم کو کھلانا منظور نہ تھا تو پہلے ہی سے یہ بات کہدی ہوتی۔ اتنا انتظام ہی تم نے کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا اور کھانا تیار کرنے سے پہلے یہ بات کہتا تو لوگ یوں سمجھتے کہ اپنی بچت کے لئے یہ بات کی ہے۔ اب کسی کا یہ منہ نہیں رہا کہ مجھے یہ الزام دے سکے۔ کیونکہ میں نے کھانے ایسے عمدہ تیار کرا دیے تھے۔

۲) قصبہ کیرانہ کے رہنے والے ایک حکیم صاحب فرماتے تھے۔ کہ میرے پاس ایک گوجر آیا، اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا کہنے لگا کہ حکیم صاحب جس طرح ہو سکے اب کی مرتبہ اس کو اچھا ہی کر دیجئے کیونکہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا تو ایسا غم نہیں مگر چاول بہت مہنگے ہیں۔ (غیر شرعی رسومات کو کس طرح پورا کروں گا) ان کو کس طرح کھلاؤں گا۔

ف: دین میں تنگی نہیں ہے لیکن ہم لوگوں نے خود غیر شرعی رسومات داخل کر کے شریعت کو مشکل بنا دیا ہے جیسے مرگ کی رسومات، تیجہ، نواں، چالیسواں وغیرہ اس کی شریعت میں کچھ اصل نہیں اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مالی کمزوری کی وجہ سے جب ان غیر شرعی رسوم پر عمل نہیں ہوتا تو شریعت پر الزام لگاتے ہیں کہ شریعت پر چلنا مشکل ہے۔ (امثال عبرت)

شیطان کی جوتوں کیساتھ پٹائی کرنا

ایک شخص جب حج کو گیا تو کنکریاں مارتے وقت دیکھا گیا کہ وہ ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور شیطان کو کہہ رہا تھا کہ کم بخت فلاں دن تو نے مجھ سے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا اور چوری کرائی تھی۔

ف : کئی شخص اپنی حماقت کی وجہ سے ہر گناہ کی ذمہ داری شیطان ہی پر ڈالتے ہیں حالانکہ تمام گناہ شیطان ہی نہیں کراتا، نفس بھی برابر کا شریک ہے جس کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب فرماتے ہیں۔

شیطان و نفس دونوں ہیں دشمن ترے مگر
دشمن وہ دور کا ہے یہ دشمن قریب کا
نفس و شیطان ہیں خنجر در بغل
وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

(امثال عبرت ۳۷۱)

معقولی طالب علم کی حکایت

کسی معقولی طالب علم سے مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ گلہری کنویں میں گری پڑی ہے پاک کرنے کے لئے کتنے ڈول نکالے جاویں۔ بے چارے نری معقول جانتے تھے فقہ کی خبر نہ تھی اب آپ نے اپنا جہل چھپانے کے لئے اس سے پوچھا کہ گلہری جو گری ہے دو حال سے خالی نہیں یا خود گری یا کسی نے گرادی۔ پھر اگر خود گری ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے دوڑ کے گری یا آہستہ، اگر کسی نے گرائی ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا آدمی نے گرائی یا جانور نے، اور ہر ایک کا جدا حکم ہے تو اب بتلاؤ کیا صورت ہے سائل نے پریشان ہو کر کہا کہ صاحب اس کی خبر نہیں، کہنے لگے پھر کیا جواب دیں۔

ف : اور یہ جھوٹ بولا کہ ہر شق کا جدا حکم ہے۔ جدا حکم کیا ہوتا سب کا حکم ایک ہی ہے وہ بے چارہ گھبرا کے چل دیا ان کی منطق کا کیا جواب دیتا۔ تو یہ محض ترکیبیں ہیں اور یہ بھی بعضوں کو آتی ہیں اور بعضوں کو نہیں آتی وہ کیا کرے گا کہ غلط سلط مسئلہ بتادے گا۔

امامت کے لئے دو اماموں کے جھگڑنے کی مزاحیہ حکایت

دو شخص عیدگاہ کی امامت کے مدعی تھے دونوں جا کے مصلے پر کھڑے ہو گئے بعض مقتدی ایک کی طرف تھے۔ اور بعض دوسرے کی طرف گویا کچھ ان کے ووٹ دینے والے تھے اور کچھ ان کے۔ غرض تمام صفوف میں دونوں کے مقتدین کا مجمع خلط ملط تھا ایک نے "اللہ اکبر" کہا تو دوسرے امام کے مقتدی یہ سمجھے کہ ہمارا کہہ رہا ہے۔ اور جب دوسرے امام نے کہا "اللہ اکبر" تو پہلے کے مقتدی سمجھے ہمارا امام کہہ رہا ہے غرض بڑی پریشانی ہر جزو میں رہی قومہ، رکوع، سجدہ، قعدہ سب میں یہی لطف رہا۔ ایک امام نے "الحمد" ختم

کرلی تو اب دوسرے کا انتظار ہے کہ یہ سورۃ چھوٹی پڑھتا ہے۔ یا بڑی اگر بڑی پڑھے گا، میں پہلے شروع کردوں گا کہ پہلے رکوع میں چلا جاؤں اور اگر چھوٹی سے چھوٹی شروع کرے گا تو میں جلدی جلدی ختم کرکے رکوع کردوں گا۔ بہر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک رکوع میں پہنچا تو دوسرے کے بعض مقتدی غلطی سے رکوع میں جھک گئے تو پاس والا اس کے کہنی مارتا ہے کہ یہ ہمارا امام نہیں وہ بے چارہ پھر کھڑا ہو گیا۔

ف: جھگڑے کا کسی جگہ اگر امکان بھی نہ ہو تو بد خصلت انسان وہاں بھی جھگڑا پیدا کر لیتا ہے تو دیکھئے یہاں ان لوگوں نے نماز میں بھی جدال (جھگڑا) کھڑا کر لیا۔ (الدعوۃ الی اللہ: ۱۹)

ایک قاری کے شاگرد کی مزاحیہ حکایت

ایک قاری صاحب نے اپنے شاگردوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ہر بات قرأت سے کیا کرو۔ ایک دفعہ حقہ پیتے ہوئے قاری صاحب کے عمامہ پر چنگاری گر پڑی شاگرد نے قاری صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر "اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم "قرأت کے ساتھ پڑھ کر نہایت ترتیل سے کہا جناب قاری صاحب، جناب قاری صاحب!"آپ کے عمامہ شریف پر آگ کی ایک چنگاری گر پڑی ہے"۔ اور ہر جگہ خوب مد کھینچا اتنی دیر میں عمامہ کئی انگل جل گیا۔

ف: کئی قاریوں کو فن تجوید پر اس قدر ناز ہوتا ہے۔ کہ عامی شخص کو وہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (امثال عبرت: ۴۰۲ بحوالہ التحصیل والتسہیل)

ٹی وی اور ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں شرعی حکم

مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کا اجلاس مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ بمطابق یکم مئی ۲۰۰۶ء بروز دوشنبہ جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴ میں منعقد ہوا۔ یہ اجلاس الیکٹرونک میڈیا کے استعمال کے شرعی احکام پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ جس میں اب تک اس موضوع پر ہونے والی تحقیق اور شرکاء مجلس کی طرف سے تیار کئے گئے مقالات کا جائزہ لیا گیا (جو انشاء اللہ مجلس کی طرف سے ایک مجموعے کی شکل میں شائع ہوں گے) اور شرکاء مجلس نے مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کیں۔

۱)...... ٹیلی ویژن کے مروجہ پروگراموں کی اکثریت بحالات موجودہ ایسی ہے جس میں بے حیائی، بے پردگی، فحاشی، عریانی اور دین بیزاری کا دور دورہ ہے۔ اور اس کے نتیجے میں معاشرہ اخلاق باختگی، جرائم اور دہشت گردی کا جتنا شکار اس دور میں ہوا ہے، اتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔ اور کیبل کے ذریعے جس طرح دنیا کے ایک سرے سے نشر ہونے والے پروگرام دنیا کے دوسرے سرے پر دیکھے جا رہے ہیں۔ انہوں نے مزید تباہی مچادی ہے اور کوئی ایسا پروگرام تلاش کرنا مشکل ہے جو کسی نہ کسی منکر شرعی سے خالی ہو اور اگر ٹیلی ویژن گھر میں موجود ہو، تو ان منکرات سے بچنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے مجلس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ بحالات مذکورہ ٹیلی ویژن اپنے گھروں میں رکھنے سے اجتناب کریں۔

۲) بحالات موجودہ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے اسلام، مسلمانوں، علماءِ دین اور دینی مراکز و مدارس پر جو حملے کئے جارہے ہیں اور ملحدانہ افکار، باطل نظریات اور تحریف دین کی جس طرح ترویج ہورہی ہے، ان کا ممکنہ جائز ذرائع سے دفاع بقدر استطاعت مسلمانوں، بالخصوص علماء کی ذمہ داری ہے۔

۳) جہاں تک اس فقہی سوال کا تعلق ہے کہ ٹی وی اسکرین یا ڈیجیٹل کیمرہ پر نظر آنے والی جانداروں کی شکلیں تصویر کے حکم میں ہیں یا نہیں، تو اس کے بارے میں اس بات پر تمام شرکاءِ مجلس کا اتفاق ہے کہ ان شکلوں کا اگر پرنٹ لے لیا جائے یا ان کو کسی بھی چیز پر پائیدار طریقہ سے نقش کر لیا جائے تو ان پر تصویر کے تمام احکام جاری ہوں گے۔

۴) جب ان شکلوں کا پرنٹ نہ لیا جائے یا انہیں کسی اور طریقے سے پائیدار طریقہ پر نقش نہ کیا جائے، اس وقت تک ان پر تصویر کے احکام جاری کرنے میں شرکاءِ مجلس کے درمیان اختلاف رائے ہے اور اس سلسلے میں بنیادی طور پر تین مختلف آراء سامنے آئی ہیں:۔

(الف)۔ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ عرفاً اس صورت میں بھی انہیں تصویر سمجھا جاتا ہے، اس لئے ان پر بھی تصویر کے احکام جاری ہوں گے، اور اگر ان میں کوئی اور منکر شرعی نہ ہو، تب بھی وہ صرف تصویر ہونے کی بناء پر ناجائز ہیں۔

(ب)۔دوسری رائے یہ ہے کہ یہ شکلیں تصویر کے حکم میں داخل تو ہیں لیکن مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے حاجت عامہ کی بنیاد پر اور بالخصوص جہاد اور دفاع عن الاسلام کی وقتی ضرورت کے تحت ان کے استعمال کی گنجائش ہے۔

(ج)۔تیسری رائے یہ ہے کہ یہ شکلیں جب تک کسی چیز پر پائیدار طریقہ سے نقش نہ ہو، وہ تصویر کے بجائے عکس سے قریب تر ہیں، لہٰذا اگر دوسرے منکرات و محظورات سے خالی ہوں تو محض تصویر ہونے کی بناء پر وہ ناجائز نہیں ہیں۔

تینوں آراء دلائل پر مبنی ہیں اور ہر رائے پر شرکاء کی طرف سے متعدد مفصل مقالات لکھے گئے ہیں جن کی تعداد تقریباً ۲۹ ہے، یہ مقالات مجلس کی طرف سے الگ شائع کئے جائیں گے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مورخہ ۲۷ تا ۲۹/ اپریل ۲۰۰۵ء کو جمعیت علماء ہند کی طرف سے حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقہی اجتماع اسی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بلایا تھا، اس کی روئیداد اور قرارداد سے واضح ہوتا ہے کہ اس اجتماع میں بھی کم و بیش انہی تین مختلف آراء کا اظہار کیا گیا تھا۔

(یہ روئیداد ماہنامہ البلاغ کے شمارہ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق فروری ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکی ہے)

۵)......جو دارالافتاء مجلس سے وابستہ ہیں، وہ دیانۃً مذکورہ تین آراء میں سے جس کو حق سمجھیں، اس کے مطابق فتویٰ دیں، مگر چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے دوسری آراء کا بھی احترام کریں، اور ان کو تنقیص و ملامت کا نشانہ نہ بنائیں۔

۲) جو حضرات مذکورہ بالا تین آراء میں سے دوسری یا تیسری رائے کو "فيما بينهم و بين الله" درست سمجھ کر دین کے دفاع یا اس کی اشاعت کی خاطر الیکٹرانک میڈیا کی کسی ایسے پروگرام میں آتے ہیں جو دوسرے منکرات سے خالی ہو تو انہیں مخالف رائے رکھنے والے بھی معذور سمجھیں اور ان پر اعتراض نہ کیا جائے۔

آخر میں مجلس اس نکتے کو دوبارہ پوری اہمیت سے ذکر کرنا چاہتی ہے۔ کہ ڈیجیٹل تصویروں کے بارے میں مذکورہ بالا اختلاف رائے ایک علمی اور نظریاتی مسئلہ سے متعلق ہے، جہاں تک ٹیلی ویژن کے موجودہ پروگراموں کی اکثریت کا تعلق ہے، وہ کسی اختلاف کے بغیر بحیثیت مجموعی بہت سے منکرات شرعیہ پر مشتمل ہیں، جنہوں نے معاشرے میں فساد برپا کیا ہوا ہے۔ اس لئے مسلمانوں سے مجلس اپیل کرتی ہے کہ بحالت موجودہ، ٹی وی، اپنے گھر میں رکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اس اجلاس میں درجہ ذیل مدارس دینیہ کے ممتاز مفتیان کرام حضرات نے شرکت فرمائی اور انہوں نے مندرجہ بالا قراردادوں سے اتفاق کیا۔

۱) جامعہ دارالعلوم کراچی
۲) جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
۳) جامعہ اشرفیہ لاہور
۴) دارالافتاء والارشاد کراچی
۵) جامعہ فاروقیہ کراچی
۶) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد
۷) جامعہ اشرف المدارس کراچی
۸) جامعہ خیر المدارس ملتان
۹) جامعہ حمادیہ کراچی
۱۰) دارالتربیۃ الاسلامیۃ (بروہانیہ)
۱۱) مدرسہ عثمانیہ بہادر آباد کراچی (ماہنامہ البلاغ کراچی جمادی الاخری ۱۴۲۸ھ و ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ)

نصرانی کا زکوۃ دینا

حدیث میں ہے "حصنوا اموالکم بالزکوۃ" (ادائے زکوۃ سے اپنے مالوں کی حفاظت کرو) یعنی زکوۃ دینے والے کے مال کو اللہ تعالیٰ تمام آفتوں سے بچاتا ہے۔ یہ حدیث سن کر ایک نصرانی نے اپنے مال کی زکوۃ دی۔ لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مذہب میں زکوۃ نہیں ہے۔ اس نے کہا: میں محمد ﷺ کو آزماتا ہوں کیونکہ میرا مال تجارت میں لگا ہوا ہے۔ اور راہ خطرناک ہے، میں نے اپنے مال کی زکوۃ دی ہے اگر میرا مال صحیح و سلامت مجھ تک پہنچا تو خیر ورنہ تلوار کے زور سے اپنا مال ان سے لے لوں گا۔ اس کے بعد اسے معلوم ہوا کہ قافلہ لٹ گیا، وہ نصرانی مکہ کا رہنے والا تھا۔ یہ خبر سن کر اپنی قوم کو اس نے ساتھ لیا اور سب کے سب تلواریں کھینچ کر آپ ﷺ سے لڑنے کو مسجد نبوی ﷺ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی یہ سب راہ ہی میں تھے کہ ایک شریک کا خط پہنچا کہ میرا اونٹ لنگڑا ہو گیا تھا، اس مجبوری کی وجہ سے شب کو فلاں مقام پر رہ گیا اور سب قافلے والے آگے روانہ ہوئے، وہ لوٹے گئے، میں بچ گیا۔ نصرانی خط پڑھ کر خوش ہوا اور تلوار پھینک کر کہنے لگا، واقعی محمد ﷺ کا قول سچا ہے اور

حاضر خدمت ہوکر اسلام لایا اور تمام عمر زکوۃ دیتا رہا۔ (حوالہ مذکورہ بالا ۱۶۴)

رتی کے بدلے شہر

جو اپنے مال کی زکوۃ دیتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہر رتی کے بدلے ایک ایسا شہر جنت میں عطا فرمائیں گے جس میں ستر محل اور ہر محل میں ستر کوٹھڑیاں اور ہر کوٹھڑی میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر فرش اور ہر فرش کی موٹائی ستر گز کی ہے اور اس پر ایک بڑی آنکھوں والی حور بیٹھی ہے۔

تین آنکھیں

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ تین آنکھوں پر حرام کردی گئی ہے۔

۱) جو خدا کے خوف سے روئی ہو۔ ۲) جو اللہ کی راہ میں جاگی ہو۔ ۳) جو محرمات سے بچی ہو۔ (حوالہ مذکورہ بالا: ۱۶۳)

دین فروش پروفیسر سے ملاقات

حضرت نے فرمایا کہ ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس مجلس میں ایک صاحب جن کی سیرت شرعی تھی نہ صورت۔ وہ علماء کرام پر برس رہے تھے کہ یہ مولوی فرقے بناتے ہیں، فرقہ پرست ہیں، دین فروش ہیں اور یہود کے احبار و رہبان کی طرح حرام خور ہیں، امامت اور دین کے کاموں کی تنخواہ لیتے ہیں جو بالکل حرام ہے اور جو امام تنخواہ لے اس کی اقتداء میں نماز بالکل نہیں ہوتی، یہ سب مولوی مشرک ہیں، دین سے دور ہیں، دوسروں کو دین سے دور کرتے ہیں، دین فروش یہودی ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ جو کچھ آپ فرمارہے ہیں یہ واقعتاً قرآن وحدیث یا فقہ میں ہے یا آپ نے یہودی احبار و رہبان کی طرح خود ہی گھڑ لیا ہے؟ یہ تو واضح ہے کہ احبار و رہبان کے ایجنٹ تو آپ ہیں اور الزام لگا رہے ہیں علماء پر۔ آپ وہ آیت یا حدیث پیش کریں کہ تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ وہ کہنے لگا کہ کیا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے نہیں فرمایا کہ "ہمارا اجر اللہ پر ہے" حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی ڈاکٹر کہے کہ میں دوا کے پیسے نہیں لیتا تو اس سے یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ جو دوا کے پیسے لے، وہ حرام لے رہا ہے۔ آپ یہ دکھائیں کہ کسی نبی نے یہ فرمایا ہو کہ جو امام تنخواہ لے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ کہنے لگا کہ یہ تو صاف طور پر کسی حدیث یا آیت میں نہیں ہے۔ البتہ یہ ہے کہ میری آیتوں کو نہ بیچو۔ حضرت نے پوچھا کہ یہ آیت آپ نے کہاں سے پڑھی؟ اس نے کہا قرآن پاک میں ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ وہ قرآن پاک آپ کو کہاں سے ملا؟ تو کہنے لگا کہ میں نے خود دکان سے خریدا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ایک آیت

کے بیچنے سے بھی منع فرمایا ہے مگر ملک میں پورا قرآن پاک بیچا اور خریدا جا رہا ہے، کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور اس خریدے ہوئے قرآن پاک پر تلاوت کیسے جائز ہے؟ کیا وہ تمام ادارے جو قرآن پاک کی نشر و اشاعت کرتے ہیں اور قرآن پاک فروخت کر رہے ہیں وہ سب دین فروش اور یہود کے احبار و رہبان ہیں اور آپ ان سے خرید کر پڑھ رہے ہیں تو گویا ان دین فروشوں سے تعاون کر رہے ہیں۔ اب وہ صاحب خاموش ہو گئے۔

حضرت نے پوچھا کہ آپ کا کیا شغل ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایک کالج میں اسلامیات کا پروفیسر ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ اسلامیات پڑھا کر تنخواہ تو نہیں لیتے؟ جھجک کر بولا: کیوں نہیں! تنخواہ تو لیتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تو آپ خود ہی دین فروش نکلے۔ آپ کے فتوی کے مطابق تو آپ بھی یہود کے احبار و رہبان میں سے ہیں اور دنیا بھر میں اسلامیات کے پروفیسر سب دین فروش ہوئے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ جناب کی تنخواہ کتنی ہے؟ تو کہنے لگا کہ صرف اٹھارہ ہزار روپے۔ حضرت نے فرمایا کہ جو بے چارہ امام صرف ایک ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے اس کو آپ دین فروش اور حرام خور کہتے ہیں اور جو اٹھارہ ہزار تنخواہ لے تو وہ یقیناً بڑا دین فروش اور حرام خور ہوا۔ حضرت نے پوچھا کہ ہر اسلامی حکومت میں اسلامی تحقیقاتی ادارے ہیں جن میں دینی مسائل کی تحقیقات ہوتی ہیں اور ان میں کام کرنے والے محققین لاکھوں روپے حکومت سے معاوضہ وصول کرتے ہیں، کیا یہ سب ادارے اور حکومتیں دین فروش ہیں اور یہودی مشن کے کل پرزے ہیں؟ کہنے لگا کہ نہیں، وہ دین فروش تو نہیں البتہ وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو ائمہ مساجد اور معلمین قرآن کی متعلق بھی یہی مان لیں۔ کہنے لگا: نہیں وہ تو نماز کی مزدوری لیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب امام مسجد کسی دوسری جگہ کام کے سلسلے میں جاتا ہے تو وہ وہاں نماز کے بعد کھڑا ہو کر لوگوں سے نماز کی مزدوری طلب کرتا ہے کہ میں نے نماز پڑھی ہے لہٰذا مجھے ایک سو روپیہ مزدوری دے دو۔ کہنے لگا: نہیں۔ حضرت نے فرمایا: تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کی تنخواہ نہیں لیتا بلکہ وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتا ہے۔ (علمی معرکے اور مجلسی لطیفے۔۱۰۳)

گالی کے بدلے گالی دینا صحیح نہیں

درس کی حالت میں ایک دن ایک آدمی نے امام اعظم صاحبؒ کو گالی دی اور نامناسب الفاظ استعمال کیئے۔ امام صاحبؒ کے شاگرد اس کو کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔ امام صاحبؒ نے منع فرمایا اور خود بھی جواب نہ دیا۔ درس سے فراغت کے بعد جب آپ گھر تشریف لے جانے لگے تو یہ جاہل آدمی بھی پیچھے آتا رہا اور گالیاں دیتا رہا۔ جب آپ کا گھر قریب آیا تو آپ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اس آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ میرے گھر کا دروازہ ہے۔ اگر آپ کے دل میں کچھ باقی ہو تو اس کو پورا کر لیجئے۔ کہیں آپ کے دل میں کچھ باقی نہ رہے۔

یہ سن کر وہ آدمی بہت شرمندہ ہوا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور انہوں نے اس کے مقابلہ میں کیا جواب دیا اور نیز حضرت امام صاحبؒ تو دین وفقہ کے ماہر تھے اور ان کو اس طرف خوب توجہ تھی کہ گالی کے بدلے گالی دینا صحیح نہیں ہے۔

ف: محترم قارئین! یہ ہوتی ہے بردباری اور برداشت اور حوصلہ، کہ نہ خود پریشان ہوئے اور نہ ہی پلٹ کر اس کو برا کہا لیکن اگر امام صاحبؒ بھی کچھ کہہ دیتے تو خود بھی پریشان ہوتے اور آدمی بھی مزید غصہ ہوتا اور جتنا اس نے کہا تھا اس سے زیادہ کہتا اور بے کار بات بڑھتی۔ مگر وہ اس طرح کے رویہ سے خود شرمندہ ہوا۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اگر کسی کو ہم پر بلاوجہ غصہ آ رہا ہے جبکہ ہمارا کوئی قصور بھی نہیں تو ہم خود خاموشی اختیار کریں۔ اس سے جھگڑے میں اضافہ نہیں ہوگا۔ بڑوں نے فرمایا ہے کہ ایک چپ سو (۱۰۰) کو ہرا دیتی ہے۔ (ذوق وشوق حصہ دوم، علم وعمل: ۲۰۷)

''حقیقت نکاح'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے حقیقت نکاح دریافت کی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱)...... ''لزوم مھر'' یعنی مہر لازم ہو جاتا ہے۔ سائل نے سوال کیا ''ثم ماذا؟'' یعنی پھر کیا؟ فرمایا:

۲)...... ''سرور شھر'' یعنی ایک ماہ کی خوشی۔ سائل نے پوچھا ''ثم ماذا؟'' پھر کیا؟ فرمایا:

۳)...... ''غموم دھر'' یعنی عمر کے غم۔ سائل نے پوچھا ''ثم ماذا؟'' پھر کیا؟ فرمایا:

۴)...... ''کسور ظھر'' یعنی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ سائل نے پوچھا ''ثم ماذا؟'' پھر کیا؟ فرمایا:

۵)...... ''نزول قبر'' یعنی قبر میں اترنا۔ (مخزن اخلاق: ۲۲۵)

پگڑی کھول کر باندھنا

ایک مولوی صاحب نے مسجد میں وعظ کہتے ہوئے یہ بیان کیا کہ ''جو شخص آج کے روز جتنی مرتبہ اپنی پگڑی کھول کر باندھے گا، اسے اتنے ہی نفل پڑھنے کا ثواب ہوگا'' ایک کنجڑے کا لڑکا بھی موجود تھا، یہ سن کر فوراً اپنی پگڑی کھول کر باندھنے لگا۔ اس کے باپ نے خفا ہو کر کہا: کم بخت! یہ کیا کرتا ہے؟ پگڑی پھٹ جائے گی، تو کیا نفل سر پر باندھے گا؟ (مخزن اخلاق: ۴۹۱)

نجاست غلیظہ میں خون سے مراد

نجاست غلیظہ میں خون سے مراد انسان یا کسی جانور کا بہنے والا خون ہے، جس سے بارہ خون مستثنیٰ ہیں:

(۱) غیر سیال خون (۲) شہید کا خون (۳) لاغر گوشت (۴) رگیں (۵) کلیجہ (۶) تلی (۷) دل (۸) مچھلی (۹) پسو (۱۰) مچھر (۱۱) کھٹمل (۱۲) جوں کا خون۔ اور پیشاب سے مراد انسان اور غیر ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب ہے۔ جن میں چمگادڑ اور چوہا مستثنیٰ ہے، کیونکہ چمگادڑ کا پیشاب پاک ہے۔ اور چوہے

سے احتراز نہایت مشکل ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ (معدن الحقائق ۱۲۹)

عوام کو مغالطہ سے بچانے کا اہتمام

حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک بنیہ پر ڈگری مع سود کے ہوگئی اور سود بھی کافی مقدار آٹھ سو روپیہ تھا مولانا نے سود کے لینے سے انکار فرمایا۔ سب جج جو ایک مولوی آدمی تھے انہوں نے مولانا سے کہا کہ درمختار میں تو یہ لکھا ہے۔" لاربی بین المسلم والحربی "یعنی مسلمان اور حربی کافر کے درمیان سود کا معاملہ بحکم سود نہیں (تو اس کافر بنیہ کو آپ کیوں رقم چھوڑتے ہیں) حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ مسئلہ مجھے بھی یاد ہے مگر درمختار بغل میں دبائے کہاں کہاں پھرونگا لوگوں میں تو چرچا یہ ہوگا کہ شیخ محمد نے سود لیا۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات: ۱۶۵)

چار عورتیں بغیر ارتداد وطلاق کے شوہر پر حرام

تین عورتیں ڈھائی سال کی عمر سے کم تھیں اور ایک عورت بڑی تھی اس نے تین چھوٹی عورتوں کو اپنا دودھ پلا دیا، تو چاروں عورتیں بغیر ارتداد وطلاق کے شوہر پر حرام ہوگئیں" اذا تزوج الرجل صغیرۃ وکبیرۃ فارضعت الکبیرۃ الصغیرۃ حرمتا علی الزوج "(ہدایہ ۲/۳۳۳)

دو مردار جانور حلال ہیں

ایک مچھلی، دوسرا ٹڈی، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احلت لنا میتتان ودمان: المیتتان الحوت والجراد، والدمان الکبد والطحال "۔
یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لیے دو مردار جانور اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ مردار جانور تو مچھلی اور ٹڈی ہیں، اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔ (احمد، ابن ماجہ، دارقطنی، مشکوۃ شریف: ۳۶۱)

پچیس باتیں

سونے والا پچیس باتوں میں جاگنے والے کے حکم میں ہے:
(۱) جبکہ روزہ دار سو رہا ہو، اور اس کے حلق میں پانی کا قطرہ چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۲) سونے کی حالت میں عورت سے کوئی ہمبستری کرے تو اس کا روزہ چلا جائیگا۔ (۳) احرام کی حالت میں سو رہا ہو اور کوئی اس کے بال مونڈ دے، تو کفارہ واجب ہوگا۔ (۴) احرام کی حالت میں عورت سو رہی ہو اور شوہر اس سے ہمبستری کرے تو عورت پر کفارہ لازم ہوگا۔ (۵) احرام باندھے ہوئے سو رہا تھا کہ اسی حالت میں کسی شکار پر گر گیا جس کے سبب وہ مر گیا تو کفارہ لازم ہوگا۔ (۶) احرام کی حالت میں کسی سواری پر سو رہا تھا کہ نویں ذی الحجہ کو سورج ڈھلنے کے بعد اور دسویں ذی الحجہ کو اجالا ہونے سے پہلے اس کی سواری کسی وقت میدان عرفات سے ہو کر گزر گئی تو اس نے حج پالیا۔ (۷) جبکہ شکار پر" بسم اللہ، اللہ اکبر "کہہ کر تیر

پھینکا گیا اور وہ تیز ی کے زخم کے سبب کسی سونے والے کے پاس گر کر مر گیا تو حرام ہوگا جیسے کہ جاگنے والے کے پاس گر کر مرنے سے حرام ہوتا ہے جبکہ وہ ذبح پر قادر ہوتا ہے۔ (۸) سونے والا کسی کے سامان پر جا گرے جس کے سبب وہ ٹوٹ جائے تو ضمان واجب ہوگا۔ (۹) جبکہ باپ دیوار کے کنارے سو رہا ہو اور بیٹا سونے کی حالت میں باپ کے اوپر چھت سے گر کر ہلاک ہو جائے تو بعض فقہاء کے قول پر باپ وراثت سے محروم ہوگا اور یہی صحیح ہے۔ (۱۰) کسی سونے والے کو اٹھا کر دیوار کے نیچے کر دیا اس کے بعد دیوار گری اور وہ مر گیا تو دیوار کے نیچے کرنے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ (۱۱) مرد اپنی بیوی کیساتھ ایسی جگہ پر تنہائی میں ہوا کہ جہاں کوئی اجنبی سو رہا تھا تو خلوت صحیحہ نہیں پائی گئی۔ (۱۲) مرد کسی حجرہ میں سو رہا تھا کہ اس کی بیوی وہاں آئی اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلی گئی۔ تو خلوت صحیحہ ثابت ہو گئی۔ (۱۳) عورت کسی حجرہ میں سو رہی تھی کہ اس کا شوہر وہاں آیا اور تھوڑی دیر بعد چلا گیا تو خلوت صحیحہ پائی گئی۔ (۱۴) عورت سو رہی تھی کہ ڈھائی سال سے کم عمر کا بچہ آیا اور اسکی پستان سے دودھ پی لیا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ (۱۵) نمازی سو گیا اور اسی حالت میں اس نے کلام کیا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱۶) نمازی سو گیا اور حالت قیام میں اس نے قرأت کی تو وہ قرأت ایک روایت میں معتبر ہوگی۔ (۱۷) تیمم کرنے والے کی سواری ایسے پانی سے گزری کہ جس کا استعمال ممکن تھا اور وہ سو رہا تھا تو اس کا تیمم ٹوٹ گیا۔ (۱۸) سونے والے نے آیت سجدہ تلاوت کی، جسے کسی شخص نے سن لیا تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا جیسے کہ جاگنے والے سے سننے پر واجب ہوتا ہے۔ (۱۹) یہ سونے والا جب بیدار ہوا تو اسے کسی شخص نے بتایا کہ تم نے سونے کی حالت میں آیت سجدہ تلاوت کی ہے تو بعض فقہاء کے نزدیک اس پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے۔ (۲۰) کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں سے بات نہیں کروں گا، پھر قسم کھانے والا اس کے پاس آیا جبکہ وہ سو رہا تھا تو اس نے کہا: اٹھ! مگر سونے والا اٹھا نہیں، تو بعض فقہاء کے قول پر اسکی قسم نہیں ٹوٹے گی لیکن صحیح یہ ہے کہ ٹوٹ جائیگی۔ (۲۱) عورت کو طلاق رجعی دی پھر عورت جبکہ سو رہی تھی، شوہر نے اسے شہوت کیساتھ چھوا، تو رجعت ہو گئی۔ (۲۲) طلاق رجعی دینے والا شوہر سو رہا تھا کہ عورت نے اس کا شہوت کیساتھ بوسہ لے لیا تو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مراجعت ہو جائے گی۔ (۲۳) مرد سو رہا تھا کہ اسی حالت میں اجنبی عورت نے مرد کے ذکر کو اپنی شرمگاہ میں داخل کر لیا اور مرد نے بیدار ہونے کے بعد عورت کے اس فعل کو جانا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی۔ (۲۴) عورت نے کسی سونے والے مرد کا شہوت کیساتھ بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ (۲۵) جبکہ نماز میں سو جائے اور احتلام ہو تو غسل واجب ہوگا اور بناء نہیں کر سکتا۔ (عجائب الفقہ)

امام اعظم رحمہ اللہ کے فضائل میں دو پسندیدہ باتیں

بلخ کے مشہور حنفی امام خلف ابن ایوب جو خود بھی حد سے زیادہ محتاط تھے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ذکر کر کے کہا کرتے تھے۔ "امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خصائل و عادات میں ان کی یہ دو باتیں مجھے سب سے

زیادہ پسند آتی ہیں جتنی قرآن کی خدمت انہوں نے جو تفسیریں ہیں حالانکہ اس کے لئے انہیں طرح طرح کی ترغیبیں بھی دی گئیں اور دھمکیوں سے بھی ڈرایا گیا لیکن یہ بھی خالی ایک بات تو ہے اور وہ یہ کہ ان کا یہ خاص طریقہ کہ قرآن کی تفسیر میں انہوں نے حصہ نہیں لیا" (حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۳۹۲)

تدفین کے لئے نماز جمعہ کا انتظار نہ کریں

ایک صاحب نے سوال کیا کہ نماز فجر کے بعد بروز جمعہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو قبل از جمعہ اس کو دفن کیا جائے یا بعد نماز جمعہ؟ فرمایا کہ جمعہ سے قبل دفن کردینا چاہیے، جمعہ کے بعد کا انتظار نہ کیا جائے۔ عرض کیا اس وجہ سے دیر کرتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہوں گے، فرمایا: مسئلہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں بے چاروں کو خبر نہیں دیر کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ عرض کیا کہ یہ بھی سنا ہے کہ جمعہ کے روز جو مرجاتا ہے اس کا حساب قیامت تک فرشتے نہیں لیتے۔ فرمایا: اس حدیث کا محمل یہی ہے مگر یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ یہ یوم جمعہ کی فضیلت ہے نماز جمعہ سے قبل یا بعد کو کوئی دخل نہیں۔

(الافاضات الیومیہ: ۶۵)

صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ تہجد میں فرق

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا: کہ یہ دو نمازیں الگ الگ ہیں، ایک صلوٰۃ اللیل اور ایک تہجد کی۔ تو سونے سے قبل تو صلوٰۃ اللیل ہوگی گو وہ بھی قائم مقام تہجد کے ہوجاتی ہے اور سونے کے بعد تہجد ہوگا جس کے خاص فضائل آئے ہیں لغت میں تہجد کے معنی ہیں "القیام من النوم" (ملفوظات تھانوی)

عشر اور خراج کے مصرف میں فرق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خراج کا روپیہ رفاہ عام میں صرف ہوسکتا ہے مگر عشر کا یہ مصرف نہیں وہ زکوٰۃ کے مصرف میں صرف ہوسکتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ: ۲۲۱)

اعتکاف اور ریح کا مرض

فرمایا: کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں اعتکاف کیا کرتا ہوں اور اب مرض ہوگیا ہے ریح کا۔ ایسی صورت میں مسجد میں بیٹھنا یا رہنا، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ اعتکاف نہ چھوڑو، اگرچہ ہوا دار ہو۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے تبسم آمیز لہجے میں عرض کیا کہ حضرت نہ معلوم وہ کیا سمجھیں گے؟ فرمایا: اس سے مراد مسجد کی کھڑکیاں بھی تو ہوسکتی ہیں جو کھلی ہوئی ہوں اسے ہوا آنے کی اور اعتکاف ہوگا۔

فرمایا کہ اس ہوا پر ایک حکایت یاد آئی یہاں پر ایک حافظ صاحب تھے بچوں کو پڑھایا کرتے

تھے۔ انہوں نے ایک قاعدہ مقرر کیا تھا۔ اور وہ اس وجہ سے کہ لڑکے وہیں پر بیٹھے بیٹھے بدبو پھیلاتے رہتے تھے، حافظ صاحب نے پریشان ہو کر حکم دیا کہ باہر جا کر ایسا کرو۔ اب اس کیلئے ضرورت ہوئی اصطلاح کی کہ کیا کہہ کر اجازت لیا کریں؟

حافظ صاحب نے یہ تجویز فرمایا کہ یہ کہہ کر اجازت لیا کرو کہ "چڑیا چھوڑ آؤں" بس بچوں کو ایک بات ہاتھ آ گئی، ہر وقت کا ان کے لئے شغل ہو گیا ایک ادھر سے اٹھتا ہے حافظ جی! "چڑیا چھوڑ آؤں" ایک ادھر سے اٹھتا ہے کہ حافظ جی! "چڑیا چھوڑ آؤں" حافظ جی بے چارے دق آ گئے، تب کہا کہ اب یہیں چھوڑ دیا کرو۔ (الافاضات الیومیہ:۱۹۲)

نماز میں غلط جگہ "بسم اللہ" پڑھنا

ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا تھا کہ قیام میں "سبحانک اللھم" سے پہلے اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم" سے پہلے اور قعدہ میں "التحیات" سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ جواب لکھا گیا کہ "بدعت ہے"۔ (ایضاً:۲۴۰)

مفقود الخبر میں حرج

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب سے ایک شخص نے سوال کیا کہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں تو بڑا حرج ہے۔ فرمایا: جی ہاں! جہاد میں اس سے بھی بڑا حرج ہے، گرمی کے روزوں میں بھی بڑا حرج ہے، سب کو قرآن سے نکال دو۔ حرج حرج لیے پھرتا ہے۔ (ایضاً:۲۷۰)

کان کا میل نکالنے سے متعلق ایک لطیفہ اور ایک مسئلہ

فرمایا کہ آج کان کا میل نکلوایا ہے کیونکہ کئی دن سے خفیف درد تھا گو کان کے اندر کوئی سلائی وغیرہ ڈالنا اس مقولہ کے خلاف ہے کہ "ناک میں انگلی" کان میں تنکا مت کر، مت کر، آنکھ میں انجن، دانت میں منجن نت کر، نت کر۔ جو شخص کان کا میل نکالنے آئے تھے ان کے والد کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے مجھے ایک فتویٰ لکھوا کر اپنی ایک بیاض میں رکھ لیا تھا وہ میل نکلوانے والوں کو دکھلا دیتے تھے کیونکہ عموماً یہ خیال ہے کہ کان کا میل نکلوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ نہیں ٹوٹتا اس لئے میں نے لکھ کر انہیں دیدیا تھا۔ (الافاضات الیومیہ:۱۵۸)

امام صاحبؒ کی تکفیر مسلم میں احتیاط اور ذہانت

فرمایا: کہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ "کوئی کافر جہنم میں نہیں جائیگا" اس کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب نے شاگردوں سے فرمایا کہ جواب دو، سب نے عرض کیا کہ یہ شخص کافر ہے اور نصوص کا مکذب ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تاویل کرو۔ عرض کیا

کرنا ممکن ہے۔ فرمایا یہ تاویل ہے کہ جہنم میں جانے کے وقت کوئی شخص اس وقت کافر نہ ہوگا یعنی لغوی کافر بلکہ مومن لغوی ہوگا گو شرعی کافر ہو کیونکہ اس وقت حقائق کا انکشاف اس پر ہو جائے گا تو کسی امر واقعی کا اس وقت منکر نہ ہوگا۔

﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴾

(یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے) بدیہی طور پر جہنم کے انکشافات کافر کو زائد ہونگے، مومن کو نہیں ہوں گے جو کہ برق خاطف (چمکنے والی بجلی) کی طرح گزر گیا۔ کیا ٹھکانہ ہے امام صاحب کی ذہانت اور احتیاط کا۔ (ایضا ۲۱۸)

کرایہ کے دو ضروری مسئلے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اکثر کرایہ کے مکان میں درخت ہوتے ہیں امرود کے یا بیری وغیرہ کے ان کا پھل کرایہ دار کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: کہ بلا اذن جائز نہیں۔ ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ گائے کو کوئی دودھ پینے کے لئے کرایہ پر لے لے، یہ جائز نہیں۔ اس پر فرمایا کہ فقہ کا باب بھی نہایت ہی اہم ہے۔ مجھ کو تو فتویٰ دیتے ہوئے بڑا ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو اس میں بڑی جرأت ہے۔ ذرا خوف نہیں کرتے۔ (ایضا ۱۷۴)

یمین لغو پر مواخذہ

تین چیزوں کے بارے میں یمین لغو پر مواخذہ ہے۔ طلاق، عتاق اور نذر، مثلاً کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اپنی بیوی کو فلاں تاریخ میں طلاق دے چکا ہوں اس خیال سے کہ واقعی اس نے طلاق دی ہے، حالانکہ حقیقت میں اس نے طلاق نہیں دی ہے تو اس یمین لغو پر مواخذہ ہے یعنی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ "وقس علیه العتاق والنذر"۔ (الاشباہ والنظائر: ۱۷۵)

وہ جانور جس کا گوشت کھانا جائز اور بیچنا ناجائز

جو شخص مالک نصاب نہیں ہے اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو وہ ایسا جانور ہے جسکا کھانا حلال ہے مگر اس کا بیچنا جائز نہیں۔ (الاشباہ والنظائر: ۲۳)

مسواک کے دس فائدے

(۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) پروردگار کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔ (۳) فرشتوں کو خوش کرنے والی ہے۔ (۴) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ (۵) کھانے کے ہضم میں مدد کرتی ہے۔ (۶) بلغم کو نکالتی ہے۔ (۷) نماز کا ثواب بڑھاتی ہے۔ (۸) مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ (۹) منہ کی بدبو زائل کرتی۔ اور (۱۰) خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین ۲۶۷)

''مسواک''، عظیم شخصیات کی نظر میں

۱۔ حضرت محمد ﷺ: ''مسواک کیا کرو، کیونکہ مسواک منہ کی پاکی ہے اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے، جبرائیل علیہ السلام مجھے ہمیشہ مسواک کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ ہو جائے اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک فرض کر دیتا، اور میں اس قدر کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے منہ کے اگلے حصے کے چھل جانے کا خوف ہے''۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ: ''مسواک کرنا تمہارے لیے لازم ہے اس میں کوتاہی نہ کرو، بلکہ ہمیشہ استعمال کرتے رہو، کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کی رضا ہے اور اس سے نماز کا ثواب ننانوے یا چار سو گنا بڑھ جاتا ہے''۔

۳۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ: ''مسواک کرنا نصف ایمان ہے اور وضو بھی''۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: ''مسواک موت کے سوا ہر مرض کی شفا ہے''۔

۵۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ: ''مسواک انسان کی فصاحت میں اضافہ کرتی ہے''۔

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ: ''مسواک (قوت) حافظہ کو بڑھا دیتی ہے اور بلغم کو دور کرتی ہے''۔

۷۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمہ اللہ: ''دو عادتیں مسلمان کی بہترین عادات میں سے ہیں ایک رات میں تہجد ادا کرنا، دوسرے مسواک پر مداومت کرنا''۔

۸۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ: ''اگر کسی شہر کے باشندے، مسواک کا انکار کریں تو امام ان سے مرتدین کی طرح قتال کرے''۔

۹۔ ابو عمر رحمہ اللہ: ''مسواک کی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور سب کے نزدیک مسواک کر کے نماز پڑھنا بلا مسواک کی نماز سے افضل ہے''۔

۱۰۔ شیخ محمد رحمہ اللہ: ''مسواک کے فضائل میں ایک سو سے زائد احادیث منقول ہیں پس تعجب ہے ان لوگوں پر بلکہ ان بہت سے فقہاء پر جو اس سنت (مسواک) کو باوجود احادیث کے کثرت کیساتھ منقول ہونے کی ترک کرتے ہیں۔ یہ بڑا خسارہ ہے''۔

نروں کی تعداد زیادہ ہے یا مادوں کی؟

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قدر و منزلت، منصور کے دربار میں کس حد تک بلند ہو چکی تھی، اسکا بھی اس سے اندازہ ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ عام درباریوں کا ایسی صورت میں امام سے رشک وحسد چنداں محل تعجب کی بات نہیں لیکن معمولی نوکر چاکر، خدام اور شاگرد پیشہ والے کسی سے جلنے لگیں تو اس کے یہ

معنی ہیں کہ بادشاہ محض مجالس عامہ ہی میں نہیں بلکہ اپنی خانگی زندگی میں بھی اس شخص کے فضل و کمال کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

بہر حال قصہ یہ ہے کہ راوی اس نے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ ہیں کہ منصور کا ایک بڑا منہ چڑھا غلام تھا منصور اس کو بہت مانتا تھا اس شخص کے دل میں بھی امام صاحب کی طرف سے حسد پیدا ہوا، جب منصور، امام صاحب کی تعریف کرتا تو وہ منہ چڑھالیتا اور جھوٹ سچ باتیں ادھر ادھر کی انکی طرف منسوب کرتا۔ اپنے اس جاہل غلام کو منصور منع بھی کیا کرتا تھا کہ تجھے ان سے کیا تعلق؟ مگر خلیفہ سے وہ اتنا شوخ تھا کہ باوجود بار بار ممانعت کے امام کی بدگوئیوں سے باز نہیں آتا منصور نے ایک دن جب ذرا اصرار کیساتھ ڈانٹ کر منع کیا تو اس نے کہا کہ آپ ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں میں جاہل آدمی ہوں بھلا میرے سوالوں کا جواب دے دیں تو میں جانوں۔ منصور نے کہا کہ اچھا بھائی تو بھی حوصلہ نکال لے، دھمکایا بھی، اگر ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تیری باتوں کا جواب دے دیا تو پھر تیری خیر نہیں مگر اس جاہل کو اپنے سوالوں پر ناز تھا، خلیفہ سے اجازت مل ہی چکی تھی۔ امام صاحب کسی وجہ سے منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے غلام نے خطاب کر کے کہا آپ ہر بات کا جواب دیتے ہیں میرے سوالوں کو حل کیجئے تو میں جانوں، امام صاحب کیا بولتے، یہی کہا ہوگا کہ پوچھ بھائی! کیا پوچھتا ہے؟ اس نے گہر افشانی شروع کی کہ جناب بتائیے! دنیا کے ٹھیک بیچ میں کونسی جگہ ہے؟ اس جہالت کا جواب کیا ہوسکتا تھا؟ امام صاحب نے فرمایا: کہ وہی جگہ جہاں تو بیٹھا ہے ظاہر ہے کہ اس کی تردید وہ کیا کرسکتا تھا، چپ ہو گیا اور دوسرا سوال پیش کیا کہ خدا کی خلقت میں زیادہ تعداد سر والوں کی ہے یا پاؤں والوں کی؟ امام صاحب نے اسی انداز میں فرمایا کہ پاؤں والوں کی۔ اس نے کہا کہ دنیا میں نروں کی تعداد زیادہ ہے یا مادوں کی؟ امام صاحب نے فرمایا: کہ نر بھی بہت سے ہیں اور مادہ کی کمی نہیں۔ اچھا تو بتا تو کس میں ہے؟ چونکہ وہ خصی غلام تھا، جھینپ گیا۔

ظاہر ہے کہ یہ شاہی دربار کے چونچلے ہیں، امام صاحب کو ناگوار تو گزرا ہوگا لیکن جس مقصد سے وہ سب کچھ انگیز کر رہے تھے اس جہالت کو آپ نے برداشت فرمالیا۔ کہتے ہیں۔ کہ امام کی خاطر سے منصور نے غلام کو ہٹوایا اور کہا کہ آئندہ تم ان کے متعلق اپنے اس برے رویئے سے باز آجاؤ۔ (حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی: ۲۸۸)

اگر چہ یہ ایک مہمل سا بے معنی حصہ ہے لیکن اگر صحیح ہے تو اس سے جیسا کہ میں نے عرض کیا اس اثر اور نفوذ عام کا پتہ چلتا ہے جو امام کو اندر باہر الغرض منصوری دربار کی خانگی زندگی میں ان کو حاصل ہو گیا تھا اسی کے ردعمل کی یہ مختلف شکلیں ہیں جنہیں مورخین نے بیان کیا ہے۔

ف: لیکن مجھے اس قصے میں ایک کلیہ مل گیا یعنی اس قسم کے مہمل سوالوں کا بہترین جواب یہی ہوسکتا ہے کہ کچھ ایسی باتیں جواب میں کہہ دی جائیں جن سے سوال کرنے والا خود مشکلات میں مبتلا

ہو جائے۔ آخر خود سوچئے کہ امام کے اس جواب پر کہ جس جگہ تو بیٹھا ہے وہی وسط دنیا ہے ایک ایسا کوئی ہے جسکی تردید کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے ساری دنیا کی پیمائش کی جائے بغیر اسکے امام کے اس دعوے کی تردید کی کیا شکل ہو سکتی ہے۔

طوسی نے جو سوال امام سے کیا تھا کہ اس کا جو جواب دیا گیا، بعض روایتوں میں ہے کہ امام اپنے جواب کا تذکرہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان سے یہ گُر ہاتھ آیا ہے کہ ایسے موقعوں پر سوال کے جواب میں ایسی بات کہنی چاہیئے کہ خود سائل پر جواب کی ذمہ داری عاید ہو جائے، ہٹ دھرم وجہال سے جان بچانے کا یہ اچھا اور کارگر گُر ہے۔ (ایضاً ۲۸۸)

دین کی بات

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور سرسید احمد خان بچپن میں ایک ہی استاذ مولانا مملوک علیؒ کے شاگرد رہے ہیں۔ بڑے ہو کر ان کے خیالات میں اتنی تبدیلی آئی کہ ایک نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا اور دوسرے نے علی گڑھ کالج۔ ایک مرتبہ حضرت نانوتویؒ کو سرسید احمد خان نے لکھا: ''حضرت! دین کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔'' مولاناؒ نے جواب دیا: '' آپ نے الٹا لکھ دیا، اصل بات یہ ہے کہ عقل کی کوئی بات دین کے خلاف نہیں ہونی چاہیے۔'' (ماہنامہ بنات عائشہ رضی اللہ عنہا ذی القعدہ ۱۴۲۶ھ)

نماز عید کے لئے عید گاہ میں جمع ہونا شریعت کو مطلوب ہے

اور اگر کسی کو اس اجتماع کی مطلوبیت میں کلام ہو، جیسا کہ اس وقت بعض نام کے مشائخ بجائے عیدگاہ کے اپنی مساجد میں بلاضرورت صرف امتیاز کے لئے عیدین پڑھتے ہیں تو میں اس کا ثبوت حدیث سے دیتا ہوں۔ دیکھئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے لیکن باوجود اس کثرتِ ثواب کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی موقع پر عیدگاہ تشریف لے گئے اور مسجد نبوی میں نماز نہیں پڑھی۔ پس معلوم ہوا کہ عیدگاہ کا اجتماع ایک مہتم بالشان مطلوب ہے اور ممکن ہے کہ عیدگاہ کا ثواب ہی اس پچاس ہزار ثواب سے زیادہ ہوتا ہو، اور اسی کثرت کیفی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کو چھوڑ کر عیدگاہ جاتے ہوں، اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بچے کے سامنے ایک گنی اور دس روپے پیش کئے جاویں، تو بچہ دس روپوں کو عدد میں زیادہ دیکھ کر انہیں کو اٹھا لے گا لیکن اگر کسی بڑے آدمی کے سامنے ان کو پیش کیا جاوے، تو وہ روپوں کو چھوڑ دیگا اور گنی اٹھا لے گا کیونکہ گنتی میں گو ایک اور دس کا فرق ہے لیکن کیفاً وہ ایک ان دس سے زیادہ ہے۔ پس اسی طرح ممکن ہے کہ عیدگاہ کے اجتماع میں کیفاً اس قدر ثواب ہے کہ مسجد نبوی کے اجتماع میں ہو نہ ہو، اور ہر چند کہ یہ تضاعف ثواب مسجد نبوی کا مخصوص ہے فرائض کے ساتھ، اور اس وجہ سے ممکن ہے کہ کسی کو استدلال مذکورہ میں خدشہ ہو کہ صلوٰۃ عیدین میں یہ تضاعف مسجد نبوی میں نہ ہوگا پس استدلال تام نہیں، سو جواب یہ ہے کہ واجب بھی ملحق ہوتا ہے فرض

کے ساتھ، پس دونوں کا یکساں حکم ہوگا اور عیدین کے اجتماع میں بالخصوص یہ بھی بھید ہے کہ مسلمان مختلف اطراف سے سمٹے ہوئے ہر ایک میدان میں جمع ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کا اجتماع ان کے بدخواہوں کے قلب پر مؤثر ہوتا ہے اور اسلامی شوکت ظاہر ہوتی ہے اور یہ اعظم مقاصد ملت سے ہے اور اس خاص اجتماع میں مطلق اجتماع جو متحقق ہے وہ خود بھی اسرار مہمہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ ایک ادنیٰ راز یہ ہے کہ سب کی عبادات مجتمع ہو کر جو سرکار میں پیش ہوں گی۔ اگر بعض بھی قابل قبول ہوئیں تو اس کی برکت سے بقیہ بھی مقبول ہوں گی۔ اور انہیں حکمتوں سے شرع میں جماعت کا بہت اہتمام ہے حتیٰ کہ جماعت کی نماز اگر وسوسوں کے ساتھ بھی ہو تب بھی تنہا نماز سے بدرجہا بڑھ کر ہے اسلئے کہ وہ شرعاً مطلوب ہے اور قطع وساوس اس درجہ مطلوب نہیں۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین

خاک برفرق قناعت بعد ازیں

(جب بادشاہ دین ہم سے لالچ کرنے کو چاہیں تو پھر اس کے بعد قناعت کے سر پر خاک ہو) بعض لوگوں کو اس سے یہ دھوکہ ہوگیا کہ اگر جماعت کی نماز میں وسوسے آویں اور تنہائی میں اجتماع قلب ہو تو تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے، جماعت کو چھوڑ دینا چاہئے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس کو اپنی رائے سے غلط نہیں کہتے، نبی کریم ﷺ نے خود اس کی تغلیط فرمائی ہے۔ ہم ان بزرگوں پر اعتراض نہیں کرتے بلکہ ہم صرف ان کی غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۳۷۵/۲۷)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل کو ترجیح ذوق سے دی ہے

ایک شخص نے تعویذ کی درخواست کی کہ تعویذ دو۔ فرمایا: میں نہیں سمجھا پھر اس نے زور سے اور بلند آواز سے کہا کہ تعویذ دو، فرمایا میں نہیں سمجھا پھر اس نے کہا کہ بخار کیلئے، فرمایا کہ پہلے کیوں نہیں کہا تھا۔ یہ قصہ ہو رہا تھا کہ ایک اور نے کہا کہ تعویذ دو، فرمایا کہ دیکھئے کہ ابھی یہ بات ہو رہی ہے، فرمایا کہ اس واسطے اصولیوں نے لکھا ہے کہ "خصوص مورد کا اعتبار نہیں عموم الفاظ کا اعتبار ہے"۔ دوسرے یہ سمجھا کہ سوال شاید پہلے سے ہوگا، حالانکہ میں نے دلیل بھی بیان کردی۔ اسکے بعد ایک شخص نے کوئی اصولی سوال کیا تو حضور نے اسکو جواب دیکر فرمایا: بات کہنے کی تو نہیں مگر کہہ دیتا ہوں کہ اصول فقہ کی اصلیت کیا ہے مجتہدین کی ترجیح کی بنا ان اصول پر نہیں جو اصول فقہ میں مذکورہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قوانین تجویز نہیں کئے بلکہ ترجیح کی بنا، ذوق پر ہے اور ذوق ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اسکو مانتا ہے عامی سے عامی بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ محدثین نے بھی اسکو مانا ہے بعض دفعہ حدیث کو "معلول" کہتے ہیں اور دلیل معلول ہونے کی کچھ بیان نہیں کرسکتے صرف یہ کہتے ہیں کہ ذوق یہ چاہتا ہے مگر افسوس! کہ فقہاء پر محدثین بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رائے سے ترجیح دیتے ہیں اصل ظاہر کی قول کو، اگر عامی

کے ہاں پیش کریں تو وہ بھی یہ کہے گا "القاء البول فی الماء" پیشاب پانی میں ڈالنا اور "القاء الماء فی البول" پانی پیشاب میں ڈالنا کا ایک ہی حکم ہے، مگر داؤد ظاہری پر تعجب ہے کہ حدیث میں "لایبولن احد کم فی الماء الراکد" (ہرگز نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی شخص پانی میں) ہے "لایلقین فی الماء" (نہ ڈالے پانی میں) نہیں۔ اس واسطے "القاء" (ڈالنا) اور "تغوط" جائز ہے مگر یہ بالکل ذوق کے خلاف ہے۔ اور اصلی چیز ذوق ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے مسائل کو ترجیح ذوق سے دی ہے مثلاً رفع الیدین (نماز میں ہاتھ اٹھانا اور نہ اٹھانا) اور عدم رفع الیدین کی حدیثیں سنیں، تو امام شافعی رحمہ اللہ کا ذوق اس طرف گیا کہ نماز وجودی ہے اور رفع الیدین بھی وجودی ہے، اس واسطے رفع الیدین کرنا چاہیے گو عدم رفع بھی جائز ہو اور کسی عارضہ سے ہو، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ذوق ادھر گیا کہ اصل نماز میں سکون ہے اور رفع الیدین خلاف سکون ہے، اس واسطے عدم رفع الیدین کو ترجیح دی۔ گو رفع الیدین بھی جائز ہے مگر عارضہ سے ہوا، مثلاً اعلام اصم بہروں کو بتانے کیلئے)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے مشائخ سے عقیدت زیادہ ہوتی ہے، امام صاحب کے مشائخ رفع الیدین نہیں کرتے تھے، اس واسطے انہوں نے نہیں کیا، امام شافعی رحمہ اللہ کے مشائخ رفع الیدین کرتے تھے انہوں نے کیا۔ تیسری وجہ ترجیح عادات اور واقعات بھی ہوتے ہیں امام صاحب کوفہ میں تھے وہاں پانی بہت تھا اس واسطے پانی میں تنگی فرمائی اور عشر فی عشر (دہ دردہ) کا حکم دیا اور امام مالک رحمہ اللہ مدینہ میں رہے وہاں پانی میں وسعت مناسب تھی اور اسطرح امام شافعی رحمہ اللہ۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۶/۲۰۷)

فرض، سنت اور واجب وغیرہ کا معنون ہونا

کسی نے دریافت کیا کہ حضرت! فرض، واجب، سنت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی تھے؟ فرمایا کہ ہاں! یہ معنون تو موجود تھا، گو یہ عنوان موجود نہ ہو، مثلاً واجب وہ جسکی دلیل ظنی ہو اور ظنی دو طریق سے ایک ظنی الثبوت دوسرا ظنی الدلالۃ۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ظنی الثبوت تو نہ تھا مگر ظنی الدلالۃ تھا۔ ان اصطلاحات کے بنانے کی وجہ علماء کو یہ پیش آئی کہ لوگوں نے عمل کرنے میں کمی زیادتی شروع کر دی تو اب یہ مجبوری پیش آئی کہ یہ فعل جو ترک کیا گیا ہے اسکا کیا رتبہ ہے؟ تو مجتہدین نے دلائل کو دیکھ کر یہ استنباط کیا کہ یہ واجب یا سنت یا فرض ہے۔ مثلاً سر کا مسح کسی نے پورا کیا کسی نے نصف پر اکتفاء کیا اب ضرورت پڑی اس تحقیق کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہ نہ تھا، بلکہ وہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے عمل شروع کر دیتے اگر بعد کے لوگ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح اسی طریق پر عمل کرتے جاتے تو ان اصطلاحات کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر لوگوں کی بے عملی نے یہ ابواب فتویٰ تصنیف کرائے۔

سہو فی الصلوٰۃ ہم کو بھی ہوتا ہے اور انبیاء کرام کو بھی

فرمایا سہو فی الصلوٰۃ ہم کو بھی ہوتا ہے اور انبیاء کرام کو بھی، اور علت بھی (دونوں) کی مشترک نہیے

یعنی عدم توجہ الی الصلوٰۃ مگر علت العلت میں فرق ہے۔ وجہ یہ کہ ہم تو "توجہ الی الشئی ہو اسفل من الصلوۃ" ہے (یعنی نماز سے نیچے درجہ کی طرف) اور انبیاء کو "توجہ الی الشئی ہو اعلیٰ من الصلوۃ" ہے (نماز سے اونچے درجہ کی چیز کی طرف) پھر فرمایا کہ یہ جیہ بعد میں نظر سے بھی گزری اور جی بہت خوش ہوا۔ لوگوں کا جی تو شاید ایسی چیز سے زیادہ خوش ہوتا جو پہلوں کی سمجھ میں نہ آئی ہو اور میرا جی ایسے علوم سے خوش ہوتا ہے جنکی طرف سلف بھی، لوگ بھی گئے ہوں کیونکہ جو علوم سلف کے خلاف ہوں وہ بدعت ہونگے تو جب بدعت حاصل ہو تو اس پر کیا خوشی ہوگی؟ (ملفوظات حکیم الامت ۳۶۲/۲۶)

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ بچپن میں جو دعا پڑھتے تھے

فرمایا: کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ چھوٹی عمر میں "اللھم انا نستعینک علی طاعتک" (اے اللہ! ہم آپ سے آپ کی اطاعت پر مدد چاہتے ہیں) پڑھتے تھے اس سے ذہن اور علم میں برکت ہوتی ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۳۹۲/۲۶)

ایک انوکھا استدلال

ایک مرتبہ ایک آدمی امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: "اے ابوعبداللہ آپ بھڑ کے کھانے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا: "حرام ہے؟"

اس نے پوچھا: "آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟"

آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷)

"جس چیز کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیں، وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"میرے بعد آنے والوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو" یہ تو قرآن و حدیث ہوئے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بھی سن لو، کہ آپ نے بھڑ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے عقل بھی کہتی ہے کہ جس چیز کے قتل کا حکم دیا جائے اس کا کھانا بھی حرام ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۸۹/۱۰)

حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا

حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کے حروف اچھے نہ تھے ایک مرتبہ تہجد پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی انکے پیچھے شریک ہونا چاہا لیکن ان کی غلطیوں کی وجہ سے گھر آ کر تہجد ادا کیا۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا، پوچھا آپ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ ارشاد ہوا

''الصلوۃ خلف الحبیب العجمی'' (حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا)

ف: دیکھئے یہ رتبہ ہے بعض غلط پڑھنے والوں کا حق تعالیٰ کی نظر قلب پر ہے اگر کوئی صحیح نہ پڑھ سکے اس کا غلط صحیح سے بھی بڑھ کر ہے غرض تلاوت بڑی چیز ہے جس کی طرف سے لوگوں میں عام غفلت ہے۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات ۳۳)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قصہ ایک محدث کے ساتھ جو کوفہ کے بہت بڑے محدث ہیں، مشہور ہے کہ محدث نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ تمہارے استاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خلاف کیوں کیا؟ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا: کس مسئلہ میں؟' کہا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے کہ باندی کی بیع طلاق ہے (یعنی جو باندی کسی کے نکاح میں ہو، اگر مالک اس کی بیع کسی دوسرے شخص کے ہاتھ کردے تو بیع ہوتے ہی باندی پر طلاق ہو جائیگی) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ باندی کی بیع طلاق نہیں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ تم ہی نے تو ہم سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع جاریہ کو طلاق نہیں قرار دیا۔ محدث نے کہا میں نے ایک یہ حدیث بیان کی۔ کہا تم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہم سے بیان کی ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ کو خرید لیا اور آزاد کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا کہ خواہ اپنا نکاح شوہر سابق سے برقرار رکھیں یا فسخ کردیں تو اگر بیع جاریہ سے ہی طلاق واقع ہو جایا کرتی تو اختیار دینے کے کیا معنی؟ محدث سوچنے لگے اور کہا: اے ابو یوسف رحمہ اللہ! کیا یہ مسئلہ اس حدیث میں ہے؟ کہا: ہاں! محدث نے کہا ''واللہ انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ'' لہٰذا! تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں۔ صاحبو! فقہاء کے بیان کے بعد اب تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ فلاں حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا اور فلاں آیت سے وہ مسئلہ مگر بدون بیان فقہاء کے اسکا سمجھنا دشوار اور سخت دشوار ہے اسی کا نام اجتہاد ہے اور یہی وہ فہم ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: ''الا فهما اوتيه الرجل في القرآن''۔ (اشرف الجواب کامل: ۲۷۱)

نئے مسائل کے جوابات

پچھلے دنوں میں ایک سوال آیا تھا کہ ہوائی جہاز میں نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اب بتلائیے کہ اگر اجتہاد بعد چار سو برس کے بالکل جائز نہیں تو اس مسئلہ کا شریعت میں کوئی بھی جواب نہیں۔ پہلے زمانہ میں نہ ہوائی جہاز تھا، نہ فقہاء اس کو جانتے تھے، نہ کوئی حکم لکھا اب ہم لوگ خود اجتہاد کرتے ہیں، اور ایسے ایسے نئے مسائل کا جواب دیتے ہیں تو فقہاء رحمہم اللہ کے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ چار سو برس کے بعد اجتہاد بالکل بند ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اجتہاد فی الاصول کا دروازہ بند ہو گیا اور اجتہاد فی الفروع اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا، اگر اجتہاد فی الفروع بھی نہ ہو سکے تو شریعت کے نامکمل

ہونے کا شبہ ہوگا، جو بالکل غلط ہے، شریعت میں کسی قسم کی کمی نہیں قیامت تک، جس قدر صورتیں پیش آتی رہیں گی سب کا جواب علماء ہر زمانہ میں شریعت سے نکالتے رہیں گے کیونکہ یہ جزئیات اگر کتب فقہ میں نہیں تو اصول وقواعد سب سے پہلے مجتہدین بیان کر چکے ہیں جن سے قیامت تک کے واقعات کا حکم معلوم ہوسکتا ہے۔ (اشرف الجواب کامل:۳۷۱)

اس شبہ کا جواب کہ زکوٰۃ دینے سے مال کم ہوتا ہے بڑھتا کہاں ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو گن کر روپے رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے بعد پھر گنتے ہیں تو کم ہو جاتے ہیں بڑھنا تو درکنار، برابر بھی نہیں رہتے، بات یہ ہے کہ بڑھنے کی حقیقت اور غرض پر نظر ہوتی یہ شبہ نہ ہوتا، مال کے بڑھنے سے غرض یہ ہے کہ وہ بڑھتا ہوا مال اپنے کام آئے چنانچہ اگر کسی کے پاس کروڑوں روپیہ ہو اور اس کے کام نہ آئے بلکہ فضولیات میں ضائع ہو جائے اور ایک شخص کے پاس دس روپیہ ہوں لیکن دس کے دس اسکے کام آئے یہ شخص اس سے بدر جہاں بڑھ کر ہے سو ہم کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ دو شخص ہیں اور ان کی برابر آمدنی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ ایک زکوٰۃ دیتا ہے اور تمام حقوق واجبہ ادا کرتا ہے سو اس کی چین وآرام سے زندگی گزرتی ہے اور دوسرا حقوق ادا نہیں کرتا وہ ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے آج چوری ہوگئی کل کوئی مقدمہ قائم ہوگیا خود بیمار ہوگئے، بچے بیمار ہوگئے۔ عطار کے روپیہ جارہا ہے۔ طبیب کی فیس میں روپیہ خرچ ہورہا ہے بخلاف پہلے شخص کے کہ جس قدر آمدنی ہے وہ سب اسکے کام آرہی ہے جو مال بڑھنے سے غرض ہے وہ اسکو حاصل ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ جس قدر لیتا ہے اس سے زیادہ دیتے ہیں اور پھر جو لیتے ہیں وہ بھی دکھا۔۔۔ لیے ہیں۔ (اشرف الجواب کامل:۴۴۷)

اظہار لاعلمی، عیب یا خوبی؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ان تمام اوصاف کی جامع تھی جن کی کسی مفتی، فقیہ اور مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے من جملہ ان کے صفات میں ایک اعلیٰ صفت یہ بھی تھی کہ امام صاحب سے جب کوئی فتویٰ پوچھا جاتا اور اس وقت اس جزئیہ پر اطلاع نہ ہوتی تو نہایت متانت وکشادہ پیشانی کے ساتھ فرماتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابن وہب فرماتے ہیں: "اگر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی 'لا ادری' (میں نہیں جانتا) لکھا کرتا تو کتنی تختیاں بھر جاتیں"۔

ایک مرتبہ ایک شخص نہایت دور دراز مسافت سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک مسئلہ پوچھا: امام صاحب نے فرمایا کہ "میں اس کو اچھی طرح نہیں جانتا" سائل کہنے لگا "میں چھ مہینے کی راہ طے کر کے صرف اس مسئلہ کی خاطر حاضر ہوا ہوں جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے میں جا کر ان کو کیا جواب دوں گا" امام صاحب نے فرمایا: کہہ دینا کہ مالک نے کہا کہ میں جواب نہیں دے سکتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص چند روز تک فتوی کے جواب کے لئے حاضر خدمت ہوا، ایک دن اس نے عرض کیا "میں کل یہاں سے چلا جاؤں گا جو کچھ جواب ہو، ارشاد فرمائیے" یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا، تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا "میں اس مسئلہ کا جواب دیتا ہوں جس کے متعلق پوری معلومات پر دسترس رکھتا ہوں، تمہارے اس مسئلے کو میں اچھی طرح نہیں جانتا"۔ (ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات: ۱۸۵)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوائے کفر میں احتیاط

ایک مرتبہ حضرت والا سے ایک مولوی صاحب نے یہی گفتگو کی کہ ہم بریلی والوں کو کیوں کافر نہ کہیں، فرمایا: کافر کہنے کے واسطے وجہ کی ضرورت ہے، نہ کہ کافر نہ کہنے کے لئے، تو وجہ آپ بتلائیے کہ کیوں کہیں؟ مولوی صاحب نے بہت سی وجوہات پیش کیں اور حضرت والا نے سب کی تاویل کی۔ گو بعید تاویلیں، بالآخر مولوی صاحب نے کہا اگر کچھ بھی وجہ نہ ہو تو یہ کیا کافی نہیں ہے کہ وہ ہم کو کافر کہتے ہیں اور یہ ثابت ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ پس اگر ہم اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور وہ ہم کو کافر کہتے ہیں، تو ہم کو یہ بات ماننی چاہیے کہ کفر لوٹ کر انہیں پر پڑتا ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ ہمیں اپنے اسلام میں شک ہے۔

فرمایا: غایت سے غایت دلیلوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفر لزومی ہے کفر صریح تو نہ ہوا، پس وہ اگر واقع میں کافر ہوں اور ہم نہ کہیں تو ہم سے قیامت کے دن کیا باز پرس ہوگی، اور اگر ہم کافر کہیں تو کتنی رکعت (نفل) کا ثواب ملے گا؟ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ تضییع وقت ہے اور نیک کام بہت ہیں۔ رہا یہ کہ کافر نہ کہنا بغرض احتیاط ہے مگر سوال نماز کے متعلق ہے اور اس کے لئے شبہ تکفیر مسلم کافی علت ہے تو "**الیقین لایزول بالشک**" اس شبہ کا جواب ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۹/۲۲۷)

نکاح کا عجیب وغریب مسئلہ

ایک شخص نے ایک عورت سے پوشیدہ طور پر نکاح کیا جب اس کا لڑکا پیدا ہوا، تب وہ شخص مکر گیا اور عورت نے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس دعویٰ دائر کیا، قاضی صاحب نے عورت کو نکاح کا گواہ لانے کا حکم دیا عورت نے کہا: کہ اس شخص نے مجھ سے اس طرح نکاح کیا کہ اللہ تعالیٰ ولی ہے اور دونوں فرشتے گواہ ہیں۔

قاضی صاحب نے دعویٰ خارج کر دیا وہ عورت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب کے پاس جا اور کہہ کہ مدعا علیہ کو بلوائیے اور میں گواہ لاتی ہوں جب وہ اسکو بلائیں تو کہہ، کہ ولی اور شاہدین کے نہ ہونے کا انکار کر، اس شخص سے نہ ہو سکا اور اس نے نکاح کا اقرار کر لیا۔ لہٰذا قاضی نے مہر اس کے ذمہ لازم کیا اور لڑکا اس شخص کو دلایا۔

تنبیہ: اس مسئلہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ولی اور گواہ دونوں میں سے کوئی نہ تھے اس لیے کہ اس صورت

میں تو نکاح باطل جماع باطل ہوگا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نکاح پوشیدہ طور پر دو مجہول گواہوں کے سامنے ہوا تو جب وہ عورت اس کو ثابت نہ کر سکی، تب اس نے یہ کہا کہ "اللہ تعالیٰ کی ولایت اور فرشتوں کی گواہی کیساتھ ہوا۔ اس لیے امام صاحب نے اسے وہ بات سکھائی۔ جس کی وجہ سے اگر عورت سچی ہے تو اس شخص کو مجبوراً نکاح کا اقرار کرنا پڑے اور امام صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈرانے والے تھے" اور واقعہ وہی تھا جو آپ کو الہام ہوا۔ (امام ابو حنیفہ کے دلچسپ واقعات ۱۱۸)

کنکھجورے کا حکم

فرمایا کہ کنکھجورہ رہ چاہے مرکر گل سڑ بھی جاوے اور ریزہ ریزہ ہو جاوے لیکن کنواں ناپاک نہیں ہوتا، گو پانی پینا جائز نہیں جب تک اتنا پانی نہ نکالا جائے کہ غالب گمان ہو جاوے کہ اب اس کے ریزے نکل گئے ہوں گے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۳/۳۳۴)

ف: کنکھجورا اگر کھال سے چمٹ جائے یا کان میں گھس جائے تو اس پر سفید شکر ذرا سی ڈال دیں، وہ کھال کو اسی وقت چھوڑ دے گا۔ (مؤلف)

سوال حرام پر دینا حرام ہے

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس شخص کو مانگنا حرام ہے اسکو اسکے مانگنے پر دینا بھی حرام ہے البتہ دینے والے کو اگر معلوم نہ ہو تو معذور ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۳/۳۸۹)

تبحر فقہ، نور فہم اور حقیقت شناسی

احقر نے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کا روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے میں فیس منی آرڈر اس رقم زکوٰۃ میں لی جاسکتی ہے۔ محصلین زکوٰۃ کی اجرت تو زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہے اسی لئے اس پر قیاس کیا فیس منی آرڈر کی لی جاسکتی ہے؟ فرمایا کہ اول تو ہم میں قیاس و اجتہاد کی صلاحیت نہیں۔ ثانیاً یہ قیاس بھی ظاہر الفساد ہے کیونکہ عامل کی اجرت کو تحصیل زکوٰۃ میں دخل ہے وہ ملحق بالزکوٰۃ ہو سکتی ہے اور منی آرڈر کی فیس کو تحصیل زکوٰۃ میں دخل نہیں بلکہ ترسیل زکوٰۃ میں دخل ہے جسکی حقیقت بعد حصول کے جدا کرنا ہے۔ ثالثاً وہ تصرف ہے امام کا اور یہ تصرف ہے غیر امام کا " فاین ھذا من ذالک رابعاً " وہاں عامل مسلم ہے یہاں عملہ ڈاک بعض اوقات غیر مسلم بھی ہوتے ہیں۔ خامساً مقیس علیہ خلاف قیاس ہے پس حکم مورد نص پر مقتصر رہیگا۔ اس پر قیاس مجتہد کو بھی جائز نہیں۔

ف: اس سے حضرت والا کا تبحر فقہ و نور فہم حقیقت شناسی صاف ظاہر ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۲۳/۵۰۱)

اندھے کو سلام نہ کرنا خیانت ہے

فرمایا کہ راستے میں کبھی کوئی اندھا ملتا ہے تو میں بعض اوقات اسکو سلام نہیں کرتا، مزاج پرسی نہیں

کرتا مگر بعد میں شرما جاتا ہوں اور اپنے کو بے حد ملامت کرتا ہوں کہ یہ تو خیانت ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۳، ۱۹۳)

رنڈیوں کی نماز جنازہ کا حکم

فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ رنڈیوں کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ رنڈوں (یعنی انکے آشناؤں) کی تو نماز جنازہ پڑھتے ہو پھر دونوں میں کیا فرق ہے؟ (ملفوظات حکیم الامت: ۲۸۲/۲۳)

حقیقت رسی استحضار قواعد فقہیہ

(۱) فرمایا کہ کافر کا نابالغ بچہ جب تک عاقل ومميز نہ ہو مستقلاً مسلمان نہیں سمجھا جانے گا بلکہ "تبعا للدار الاسلامی" یا "تبعا الاحد الابوین المسلم" مسلمان کہا جائے گا۔ اگر نہ احد الابوین مسلم ہے، نہ خود بچہ مميز ہے تو اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہ کہا جائیگا اور اگر دارالاسلام ہے تو اسکو مسلمان کہا جائیگا اور ہندوستان کے دارالاسلام ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن ایسے اختلاف میں بچہ کے نفع کی رعایت کو ترجیح دی جاوے گی اور اسکو مسلمان سمجھا جاوے گا اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جاوے گی۔

ف: اس جواب سے حضرت والا کا استحضار قواعد فقہیہ صاف ظاہر ہے۔

(۲) ایک صاحب نے یہ مسئلہ پیش کیا کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔ زید نے نکاح کا دعویٰ کیا، تو عدالت نے قانون کے مطابق نکاح ثابت نہ کیا۔ زید کا دعویٰ خارج کر دیا گیا لیکن بے شمار لوگ ہندہ کے گاؤں میں زید کے نکاح کا ثبوت دیتے ہیں۔ کیا عدالت کے نفوذِ حکم سے اب ہندہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا زید ہی کے نکاح میں رہی؟

فرمایا کہ اول تو حاکم عدالت کا مسلمان ہونا شرط ہے دوسرے حاکم مسلم کی قضا بھی صرف عقد وفسخ میں نافذ ہوتی ہے اور عدم ثبوت عقد، نہ عقد ہے نہ فسخ، لہٰذا یہ قضا موثر نہیں، اسکے مقتضی پر دیانۃً عمل جائز نہیں۔

ف: یہ جواب بھی حضرت والا کی حقیقت و استحضار قواعد فقہیہ پر دال ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۵۰۹/۲۳)

حنفیہ کی فضیلت، ایک علمی لطیفہ

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بطور لطیفہ فرمایا کرتے تھے کہ حنفیت کلام مجید سے ثابت ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾
اولی الامر سے مراد مسلمان سلاطین وملوک ہیں اور سلاطین وملوک اکثر حنفی ہوئے ہیں، چنانچہ اب بھی مدت سے سلاطین روم حنفی ہوتے آرہے ہیں، اور حنفی کا مطیع فروع میں عامل بالحنفیہ ہوگا۔

(ایضاً: ۳۱۴/۲۹)

سپرٹ ملی روشنائی سے اسمائے مقدسہ لکھنا بے ادبی ہے

فرمایا کہ سرخ پوڑیہ سے "اللہ" یا "محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھنا میرے نزدیک ناپسندیدہ ہے کیونکہ پوڑیہ میں اسپرٹ کا شبہ ہے اور اگر چہ بعض اسپرٹ شیخین کے نزدیک طاہر ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً طاہر نہیں اور اختلافی مسائل میں حتی الوسع بچنا اولیٰ ہے خاص کر جبکہ اکثر کا فتویٰ بھی امام محمدؒ کے قول پر ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۲۷)

امام سے پہلے رکوع سجدہ کرنا سخت گناہ ہے

ایک روز بعد نماز ظہر ایک شخص سے فرمایا کہ تم نماز میں امام سے پہلے رکوع اور سجدہ کرتے ہو، یہ سخت گناہ ہے اور نہایت ہی برا ہے ظاہر ہے، کہ امام سے پہلے تو نماز سے فراغت نہیں ہو سکتی کہ جلدی سے چھٹکارا ہو جائے۔ پھر جلدی کرنے سے کیا فائدہ؟ پھر یہ فرمایا کہ کوئی شبہ نہ کرے کہ آپ نے نماز میں اسکو ایسا کرتے کیونکر دیکھ لیا، کیونکہ اول تو آنکھ کی شعاعیں بلا اختیار ہی چپ و راست میں پھیلتی ہیں دوسرے فقہاء نے لکھا بھی ہے کہ اگر امام کو کوئی شک ہو جائے تو مقتدی کو چپ و راست سے دیکھ لینا جائز ہے۔ سو جیسے اصلاح اپنی نماز کی مصلحت ہے۔ اسی طرح مصلحت دوسرے کی نماز کی۔ سو اسکے لئے بھی دیکھ لینا درست ہے۔ پھر فرمایا کہ میرٹھ میں ایک مولوی صاحب تھے، وہ رکوع اور سجدے میں دائیں بائیں دیکھتے تھے ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ درست نہیں۔ کہنے لگے تجھ کو کیونکر معلوم ہوا کہ نماز میں، میں نے ادھر ادھر دیکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض میں ظاہر ہو گئی پھر فرمایا کہ بعض لوگ اسی کو بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور اسی لیے مولوی بنتے ہیں کہ دوسروں پر ہر بات میں غالب آئیں اور حق کو قبول نہیں کرتے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۴۳)

کھانا کھاتے شخص کو سلام نہ کیا جائے

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کھانا کھا رہا ہو، اس پر سلام نہ کرنا چاہیے، اسکی وجہ سمجھ میں نہ آئی تھی۔ ایک مرتبہ میں کھانا کھا رہا تھا کہ ایک صاحب نے سلام کیا تو میرے گلے میں ٹکڑا اٹک گیا، اسوقت معلوم ہوا کہ یہ راز ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۱۷۷)

جنازہ میں فرض صرف چار تکبیریں ہیں

مسئلہ: جنازے کی نماز میں صرف چار تکبیریں رکن ہیں، باقی دعائیں وغیرہ سب سنت ہے جہاں کوئی نماز پڑھانے والا نہ ملے وہاں نیت باندھ کر تکبیرات اربعہ کہہ لینا کافی ہے۔ فرض ادا ہو جائیگا اور جنازہ بے نماز پڑھے دفن کر دینے کا گناہ نہ ہوگا۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/ ۲۰۶)

نماز جنازہ کی مزدوری لینا ناجائز ہے

فرمایا: میں نے کانپور میں ایک جنازہ پڑھایا تو ایک شخص نے فراغت کے بعد مجھ کو ایک روپیہ دیا اور کہا یہ آپ کی نذر ہے، میں نے کہا کہ آخر یہ کیا ہے؟ ہم کئی دنوں سے یہاں تو نطیبہ میں ہیں، آج دیا پہلے نہ دیا، یہ تو نماز جنازہ کی مزدوری معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا: ہے تو یہی۔ میں نے کہا: نماز پر مزدوری کہاں جائز ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۳/۱۱۰)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد اعظم ہونے کا ثبوت

فرمایا: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو ۱۷ حدیثیں پہنچی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچتیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر ہوتا، کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو، اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہوگیا۔ یہ ابن خلکان مورخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمدؒ کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ دیکھو! صدیوں ملیں گی۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۴/۱۵۶)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا رشک

حضرت مولانا قاسم صاحب نے ایک دفعہ فرمایا: اگر کوئی اس زمانے میں قسم کھاوے کہ میں فقیہ کو دیکھوں گا تو جب تک مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو نہ دیکھے بار نہ ہوگا اور ایک دفعہ دونوں خلوت میں باتیں کررہے تھے۔ بعض خدام نے کان لگا رکھا تھا مولانا قاسم صاحبؒ نے فرمایا: یار تمہاری ایک بات پر مجھے رشک ہے کہ تم فقیہ ہو۔ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے مجتہد ہونے پر تو مجھے رشک نہ آیا اور ہم نے دو چار مسئلے سیکھ لیے تو آپکو رشک آنے لگا۔ کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ عرش پر بیٹھے ہوئے فتویٰ لکھ رہے ہیں۔ اور مولوی شبیر علیؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا ایک بی بی حسین آئی انہوں نے پوچھا مولانا اشرف علی صاحبؒ کے مکان یہاں ہیں، میں نے کہا آؤ ہم بتلاتے ہیں۔ پھر شبیر علی نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہا میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بی بی ہوں۔ شبیر علی نے ان سے مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا پھر کچھ شبہات پیش کئے وہ کہنے لگی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیچھے آرہے ہیں ان سے پوچھنا اور انکے ساتھ تمہارے مجمع کا ایک بزرگ بھی ہے دیکھا تو مولانا گنگوہیؒ امام صاحب کے ساتھ ہیں۔ شبیر علی نے امام صاحب سے پوچھا یہ کہاں ساتھ ہوئے فرمایا یہ تو ہمارے ہی ساتھ رہتے ہیں۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۵/۳۸)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

فرمایا: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نمازی کو دیکھ کر، ایک نے کہا: لوہار ہے اور ایک نے کہا: بڑھئی۔ پوچھنے سے معلوم ہوا دونوں پیشہ کرتا تھا ایک پیشاب کرتا ہے۔ کہاں تک فراست ہے۔ حکیم

غلام مصطفٰی صاحب نبض پکڑ کر بتلا دیتے ہیں نمازی ہے یا بے نمازی یعنی جیسے دیکھے عورتوں کو اور سنا ہے ہیں نمازی کی ہر چیز میں نور ہوتا ہے تو اثر نبض میں ہوتا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۵، ۵۷)

ایک حنفی کو جواب

فرمایا ایک شخص کا خط آیا ہے ان صاحب نے لکھا ہے کہ میں ہوں تو حنفی مگر چونکہ خود امام صاحب کا ہی قول ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسکو چھوڑ دو، اس واسطے میں فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہوں اور آپ سے بھی دریافت کرتا ہوں کہ میں کیا کروں آیا پڑھوں یا نہیں؟ میں نے جواب لکھا کہ جب حدیث کے مقابلہ میں امام کا قول کوئی چیز نہیں میرا قول کیا ہوگا۔ (ملفوظات حکیم الامت ۱۵، ۲۶)

اہل بلغار پر نماز عشاء نہیں

فرمایا: مولانا مرتضٰی حسن صاحب نے حضرت والا کے سامنے بیان کیا کہ مجھ کو شبہ تعارض ہوا کہ موافق تصریح فقہاء اہل بلغار پر نماز عشاء نہیں کیونکہ ان پر وقت عشاء نہیں آتا اور حدیث میں ہے کہ جب خروج دجال کے وقت پہلا دن سال بھر کا ہوگا تو اندازہ سے متعدد نمازیں پڑھی جائیں۔ حالانکہ طلوع وغروب متعدد نہیں ہوگا، میں نے یہ شبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا، انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا: جب آؤ گے، زبانی بیان کردیں گے۔ پھر جب میں گنگوہ گیا تو یاد دلایا۔ فرمایا: مسئلہ جو اہل بلغار کے متعلق ہے یہی صحیح ہے اور حدیث خروج دجال اس کے مخالف نہیں کیونکہ اسوقت بھی طلوع وغروب روزانہ ہوگا، صرف جہاں اسکا فتنہ ہوگا وہاں یہ نمایاں نہیں ہوگا۔ اسلئے اندازہ سے سب نمازیں پڑھی جائیں گی میں نے عرض کیا اس کی کوئی دلیل حدیث سے بھی ہے۔ فرمایا: وہاں ہے، پھر کئی بار فرمایا: بتلاؤں؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ دجال کے نکلنے کی علامت پانچ سواروں کا ظاہر ہونا فرمایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع وغروب بند ہو جاتا تو علامت محقق ہو جاتی تو پھر سواروں کے انتظار کے کیا معنٰی؟ (ملفوظات حکیم الامت: ۱۵/ ۲۹۵)

اللہ تعالٰی کو ہنسانے والے کام

حدیث مبارک میں ہے کہ تین موقعوں پر حق تعالٰی کو ہنسی آتی ہے۔

۱)...... میدان حج میں جب ننگے پاؤں، چہروں پر گرد، بال بکھرے ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، نہ خوشبو، نہ خوبصورتی اور لبیک لبیک کہتے ہوئے، بندے پھر رہے ہیں تو اس موقع پر اللہ تعالٰی کو ہنسی آتی ہے کہ کیا چیز ان لوگوں کو گھروں سے نکال لائی ہے؟ بیوی بچے چھوڑے، وطن چھوڑ کر آخر یہ کیوں فقیروں کی طرح بے وطن ہوئے ہیں..... میری محبت ہی میں تو پھر رہے ہیں...... اللہ تعالٰی ہنستے ہیں اور فرشتوں سے کہتے ہیں، تمہیں گواہ کرتا ہوں، میں نے ان سب کی مغفرت کردی، یہ میری محبت میں گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے ہیں، میں کریم ہوں.... یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ گھر بار چھوڑیں اور میں توجہ نہ دوں، میں نے ان سب کی مغفرت کی۔ اللہ تعالٰی خوش ہوکر مغفرت فرماتے ہیں اور اس خوشی کو

ہنسی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲)... جب تکبیر کہنے والا تکبیر کہے اور لوگ دوڑ دوڑ کر آ رہے ہوں کہ پہلی صف میں جگہ ملے، گویا ہر ایک کی یہی خواہش ہے، وہ پہلی صف میں شامل ہو، یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ جو اپنا گھر چھوڑ کر میرے گھر میں آئے ہیں، ان میں سے ہر ایک، دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے، آخر یہ کیوں دوڑ رہے ہیں؟.... یہ میری محبت میں دوڑ رہے ہیں.... یہ میرا دربار جان کر آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے جتنا قریب ہو جائیں گے اتنا ہی ہمارے درجات بلند ہوں گے۔ اس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

۳)..... شوہر اور بیوی سو رہے ہیں، اچانک شوہر کی آنکھ کھلی اور اس کا جی چاہا کہ تہجد پڑھوں.... اس نے اپنی بیوی کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا۔ وہ ہڑ بڑا کر اٹھی... اس نے کہا، کیا مصیبت ہے؟ شوہر نے کہا، دو رکعت نفل پڑھ لے، تہجد کا وقت ہے.... یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ اس کی محبوبہ ہے، اس کے پاس لیٹی ہوئی تھی میٹھی نیند سو رہی تھی۔ وہ شوہر کی بات سن کر اس کا شکریہ ادا کرتی ہے..... وہ بھی دو رکعت پڑھتی ہے..... اسی طرح اگر بیوی اپنے شوہر کو اٹھائے اور وہ ہڑ بڑا کر اٹھے تو اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے۔

تینوں چیزیں درجات کے بلند ہونے کا باعث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی انتہائی رضا کا سبب ہیں..... اسی لئے اسے ہنسی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

ایک لطیفہ رگانا بجانا حرام نہ ہوتا

ہندوستان کا ایک گویا (گانے والا) ایک مرتبہ حج کرنے گیا، حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جا رہا تھا تو اس زمانے میں راستے میں قیام کے لئے منزلیں ہوتی تھیں۔ اس نے بھی رات گزارنے کے لئے ایک منزل پر قیام کیا، تھوڑی دیر کے بعد اسی منزل پر ایک عرب گویا آ گیا، اور عرب گویے نے وہاں بیٹھ کر عربی میں گانا بجانا شروع کر دیا۔ اس عرب گویے کی آواز بہت خراب اور بھدی تھی۔ ہندوستانی گویے کو اس کی آواز سے بہت کراہیت اور وحشت ہوئی۔ جب اس نے گانا بجانا بند کیا تو ہندوستانی گویے نے کہا کہ آج یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ حضور اقدس ﷺ نے گانا بجانا کیوں حرام قرار دیا تھا۔ اس لئے کہ آپ نے اس جیسے بدوؤں کا گانا سنا تھا۔ اگر آپ میرا گانا سن لیتے تو کبھی حرام قرار نہ دیتے۔ (تقریر ترمذی: ۱/۴۵)

ف: حکم حقیقت پر لگتا ہے صورت پر نہیں نیز مذکورہ بالا واقعہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گانا بجانا یا گانا سن لینا جائز ہے بلکہ ہر صورت میں حرام ہے۔ (مؤلف)

سود اور کرایہ میں فرق

آج کل بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سود اور کرایہ میں فرق ہے؟ مثلاً ایک شخص دوسرے کو قرض دیتا ہے تو اس پر نفع لینے سے منع کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر ایک شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تو اس کا کرایہ لینا آپ کے نزدیک جائز ہے۔ حالانکہ مکان اور روپیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ دونوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ جس شخص نے دوسرے کو روپیہ قرض دیا ہے وہ روپیہ قرض دینے والے کی ضمان سے نکل کر لینے والے کے ضمان میں چلا گیا، چنانچہ اگر قرض لینے والا ایک ہزار روپے لے کر گھر سے نکلا، راستے میں کوئی ڈاکو اس سے چھین کر لے گیا تو اس صورت میں نقصان قرض لینے والے کا ہوگا، دینے والے کا نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روپیہ قرض دینے والے کے ضمان میں نہیں۔ لہٰذا وہ اس پر نفع نہیں لے سکتا۔ مکان میں یہ بات نہیں، مثلاً میں نے اپنا مکان دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ مکان میرے ضمان میں ہے، چنانچہ فرض کریں کہ اگر مکان پر ایک بم آ گرے اور مکان تباہ ہو جائے تو اس صورت میں نقصان میرا ہوگا، کرایہ دار کا کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس لئے اس مکان کا کرایہ لینا میرے لئے جائز ہے۔ (تقریر ترمذی: ۱۱۶/۱)

نکاح اور زنا میں فرق

زندگی کے ہر شعبے میں شریعت نے یہ اصول "ولا ربح مالم یضمن" ملحوظ رکھا ہے، یہاں تک کہ نکاح اور زنا کے اندر بھی فرق ہے وہ بھی اسی اصول کی وجہ سے ہے۔ دیکھئے! زنا کے اندر یہ ہوتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت آپس میں زندگی ایک ساتھ گزارتے ہیں، اور ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں، لیکن ایک دوسرے کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتے تو یہ زنا ہے اور حرام ہے۔ لیکن اگر ایک مرد اور ایک عورت باقاعدہ ایجاب و قبول کر کے نکاح کریں اور اس کے بعد ایک ساتھ زندگی گزاریں تو جائز اور حلال ہے۔ اب بظاہر تو ان دونوں میں بہت بڑا فرق نظر نہیں آتا لیکن دونوں میں فرق یہی ہے کہ پہلی صورت میں مرد عورت سے لطف اندوز تو ہو رہا ہے لیکن اس کی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کر رہا ہے، اور نکاح کے اندر جب اس نے یہ لفظ کہا "قبلت" تو اس صورت میں اس پر وہ تمام ذمہ داریاں آ گئیں جو شوہر کے ذمے واجب ہوتی ہے۔ مثلاً مہر واجب ہوگا، نفقہ واجب ہوگا، بچے اس کے شمار ہوں گے وغیرہ۔ تو ان ذمہ داریوں کے قبول کرنے کی وجہ سے شریعت نے اجازت دے دی کہ اب تم اس سے نفع اٹھا سکتے ہو۔ شریعت نے یہ اصول بہت سی جگہوں پر ملحوظ رکھا ہے کہ "ربح مالم یضمن" جائز نہیں۔ یہی وہ اصول ہے جس کو فراموش کرنے کے نتیجے میں بے شمار عقود فاسد ہو رہے ہیں اور ظلم و ستم کا بازار گرم ہے۔ (تقریر ترمذی: ۱۱۶/۱)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تقویٰ اور فتویٰ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بازار سے گزر رہے تھے کہ کہیں سے آپ کے لباس پر ناخن بھر مٹی آ پڑی۔ آپ اسی وقت دریائے دجلہ کے کنارے گئے اور لباس دھو ڈالا...... لوگوں نے کہا: ''امام صاحب! آپ نے نجاست کی ایک متعین مقدار جائز قرار دی ہے پھر آپ اتنی سی مٹی کیوں دھو رہے ہیں؟'' ...... انہوں نے کہا: ''وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔'' (گلدستۂ ظرافت: ۱۳۳)

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا پرلطف انصاف

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی آدمی نے پوچھا: ''پستے کا حلوہ مزیدار ہوتا ہے یا بادام کا؟''.... قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''چونکہ معاملہ انصاف کا ہے اس لئے فریقین کی غیر حاضری میں انصاف نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دونوں کو حاضر کیا جائے۔ (گلدستۂ ظرافت: ۱۳۸)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا مشورہ

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے قریب ایک سب انسپکٹر پولیس بھی رہتا تھا اور اس کے یہاں کی رنگ رلیوں سے مولانا بہت پریشان تھے...... جب یہ معاملہ بہت بڑھ گیا تو انہوں نے ایک ایجنٹ کے معرفت مکان خریدنے کا ارادہ کیا اور اسے تاکید کی کہ سب انسپکٹر پولیس کو خریدار کے نام کا علم نہ ہو...... ایجنٹ نے بڑی بھاگ دوڑ کے بعد اس شخص کو مکان بیچنے پر آمادہ کر لیا......

سب انسپکٹر نے مکان بیچنے سے پہلے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ چاہا اور اس سلسلے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا..... مولانا کے لئے یہ موقع بہت عجیب و غریب تھا مگر انہوں نے مکان نہ بیچنے کا مشورہ دیا۔ ایجنٹ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ بہت حیران ہوا اور اس نے اس سلسلے میں مولانا سے کہا: ''حضور! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟''..... مولانا نے جواب دیا: ''مسئلہ تو اپنی جگہ پر ہے مگر اسے غلط مشورہ نہیں دے سکتا تھا۔'' (گلدستۂ ظرافت: ۱۶۸)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حاضر جوابی

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام وقت تو تھے لیکن ان کی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی بھی مشہور تھی..... ان کے پاس دور، دور سے سائل آیا کرتے تھے اور ان کی خوش گوئی و حاضر جوابی سے مطمئن بھی ہوتے تھے اور محظوظ بھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک کرسچین سائل ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بڑے المیہ انداز میں کربلائے معلّٰی کا تذکرہ کرتے ہوئے پوچھا: ''کربلا کے میدان میں رسول اکرم ﷺ کے نواسوں پر اتنے مظالم ڈھائے گئے اور نبی اکرم ﷺ جو آپ لوگوں کے مطابق محبوب الٰہی بھی ہیں انہوں نے

خالق کائنات کے دربار میں سفارش نہیں کی"..... امام غزالی نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا سفارش تو بہت کی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا"اے نبی!" تمہیں اپنے نواسوں کی پڑی ہے۔ یہاں لوگوں نے میرے بیٹے کو سولی پر چڑھا دیا"...... اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف تھا۔ کرخچین سائل لاجواب ہو گیا اور واپس چلا گیا۔ (گلدستہ ظرافت ۱۷۷)

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور مسجد کا ایک امام

ایک دفعہ حضرت شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو امام مسجد نے پوچھا کہ:"آپ نہ تو کسی سے کچھ طلب کرتے ہیں اور نہ کچھ کام کرتے ہیں تو پھر آپ کی گزر کس طرح ہوتی ہے؟"۔

شیخ نے فرمایا:"صبر کر! پہلے میں نماز دوبارہ پڑھ لوں پھر جواب دونگا۔ کیونکہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست نہیں جو رزق دینے والے کو نہیں جانتا"۔ (گلدستہ ظرافت:۱۷۹)

مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہیں کرنا چاہیے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مفتی کو مسئلہ میں تشقیق نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسائل سے ایک شق کی تعیین کرا کر صرف اس کا جواب دیدینا چاہیے۔ تجربہ سے معلوم ہوا، بڑے کام کی وصیت ہے، مفتیوں کے کام کی بات ہے کیونکہ تشقیق میں بعض اوقات اپنے مفید شق کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ:۲۰۴)

مضحکہ خیز بہانہ

چار ٹھگ کہیں جمع ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی بکری کا بچہ اٹھائے جا رہا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اس آدمی سے یہ بچہ کسی طرح لینا چاہئے تو وہ مشورہ کر کے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو گئے جب پہلے ٹھگ کے پاس سے وہ آدمی گزرا تو پہلا ٹھگ سامنے آیا اور بڑے احترام سے ملا اور کہنے لگا: میاں صاحب! کیا حال ہے؟ ماشاء اللہ آپ کے چہرے سے کیا نور برس رہا ہے لیکن آپ نے ہاتھوں میں کتے کا بچہ اٹھایا ہوا ہے، **استغفر اللہ ولا حول ولا قوة الا باللہ**۔ اس آدمی نے اس ٹھگ کو جھڑک دیا، دفع ہو جا، اندھا ہے تجھے نظر نہیں آتا یہ بکری کا بچہ ہے۔ خیر جب تھوڑی دور آگے گیا تو دوسرا ٹھگ نکل آیا اور یہی بات کہی تو اب اس کے ذہن میں تھوڑا سا کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں یہ صحیح نہ کہہ رہے ہوں حتیٰ کہ جب وہ آخری ٹھگ کے پاس پہنچا تو بکری کے بچے کو پھینک دیا اور یہ کہہ کر چل دیا جب اتنے لوگ کہہ رہے ہیں تو یہ کتے کا بچہ ہی ہوگا۔

ف: یہی حال ہمارا ہے کہ ٹیلی ویژن دیکھنا جائز اس لئے بتلاتے ہیں کہ فلاں مولوی کے گھر میں ہے۔ فلاں بڑے کے گھر میں ہے اس لئے یہ ہمارے لئے بھی جائز ہے، کیا ہی احمقانہ بات ہے۔ (افادات اللہ منہ)

تعویذ بمقابلہ تعویذ

ایک بار حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کہ لوگ عجیب کاموں کے لئے تعویذ مانگتے ہیں، ایک پہلوان نے کشتی میں دوسرے پہلوان پر غالب آنے کے لئے تعویذ مانگا، میں نے کہا اگر وہ پہلوان بھی کسی سے تعویذ مانگ لے تو پھر تو تعویذ (بمقابلہ) تعویذ میں کشتی ہوگی"۔ (اشرف اللطائف)

نیم مُلا خطرہ ایمان

عالمگیر کی عدالت میں ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا، جس نے چار نکاح کر رکھے تھے اور ایک خاوند کو دوسرے کی اطلاع نہ تھی۔ ظالم نے ہر ایک سے یہ شرط کر رکھی ہوگی کہ میں سال میں تین مہینہ تمہارے گھر رہوں گی اور نو مہینہ اپنے گھر رہوں گی۔ تین مہینے کے بعد وہ دوسرے خاوند کے پاس رہتی، اس سے غالباً یہی شرط تھی، پھر تین مہینہ کے بعد تیسرے خاوند کے پاس رہتی، ان میں سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ شرط کے موافق نو مہینے اپنے گھر رہے گی۔ یہ خبر کسی کو نہ تھی کہ یہ اس مدت میں اپنے دوسرے آشناؤں کے پاس جاتی ہے۔

دہلی بڑا شہر ہے۔ وہاں ایسے واقعات کا مخفی رہ جانا کچھ دشوار نہیں، مگر کب تک؟ آخر کو بھانڈا پھوٹا۔ اور عالمگیر کے دربار میں یہ واقعہ پیش ہوا، اور وہ عورت طلب کی گئی۔ ایک طالب علم نے اس عورت سے کچھ رقم قرض لی اور رہائی کی تدبیر بتلائی کہ تو یہ کہہ دینا کہ میں نے ایک مولوی صاحب کو وعظ میں یہ کہتے سنا تھا: کہ لوگ فضول حرام کاری کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے چار نکاح کی اجازت دی ہے۔ اور یہ اگر دریافت کیا جائے کہ مولوی صاحب نے یہ اجازت مردوں کے لئے بیان کی تھی یا عورتوں کے لیے؟ تو یہ کہہ دینا کہ بس میں نے اتنا ہی سنا تھا کہ پھر ساگ لینے چلی گئی۔ میں نے تو اس اجازت کو عام ہی سمجھا تھا یہ طالبعلم نیم ملا خطرہ ایمان تھا کہ اس نے چار نکاحوں کی اجازت کو عام کر دیا۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

بادشاہ سمجھ کر آیا ہوں، مفتی سمجھ کر نہیں آیا

ایک شخص ہارون الرشید کے صاحب زادہ مامون الرشید کے پاس آیا۔ اور حج ادا کرنے کے لیے ان سے روپیہ مانگا۔ مامون الرشیدن نے کہا: اگر تم صاحب مال ہو تو سوال کیوں کرتے ہو اور اگر صاحب مال نہیں ہو تو تم پر حج فرض نہیں۔ اس نے کہا میں آپ کو بادشاہ سمجھ کر آیا ہوں مفتی سمجھ کر نہیں آیا۔ مفتی تو شہر میں آپ سے زیادہ موجود ہیں، آپ مجھے فتویٰ نہ سنائیں جو دے سکتے ہیں دیدیجئے، ورنہ انکار کر دیجئے۔ مامون الرشید کو اس کی بات پر ہنسی آگئی اور حج کے لیے رقم دیدی۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات)

عشاء کے بعد قصہ کہانیوں سے ممانعت کا سبب

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے گھر میں عشاء کے بعد ایسی بات پوچھنے کو کہنے کو منع کر رہا ہے جس میں سوچنا پڑے، کیونکہ نیند جاتی رہتی ہے اس سے حدیث شریف کا راز معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد "سمر" یعنی قصہ اور باتوں سے منع فرمایا ہے جو ﴿جعلنا اللیل سکنا﴾ کے بھی خلاف ہے کسی چیز کی طرف توجہ دلانا جو سکون اور آرام کے خلاف ہو۔ (مقالات حکمت)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی شادی

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے کپڑوں پر ایک پیلا سا نشان نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیسا نشان ہے؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا (مطلب یہ تھا کہ نکاح کے موقع پر کپڑوں پر خوشبو لگائی تھی، اس کا یہ نشان باقی رہ گیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برکت کی دعا دی اور فرمایا کہ "ولیمہ کرنا، چاہے ایک بکری ہی کا ہو"۔ (مشکوۃ ۲۷۸/۲)

ف: اندازہ لگایئے! کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریبی صحابی ہیں کہ دس منتخب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا شمار ہوتا ہے لیکن انہوں نے نکاح کیا تو نکاح کی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مزید یہ کہ اس سے ولیمہ کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ (مؤلف)

فقہ اور تقویٰ

حضرت مولانا محمد منیر صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک مرتبہ مدرسہ کے ڈھائی سو روپے لیکر مدرسہ کی سالانہ روداد طبع کرانے کے لئے دہلی تشریف لے گئے، اتفاق سے روپے چوری ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اس چوری کی کسی کو اطلاع نہیں کی اور مکان میں آ کر اپنی کوئی زمین وغیرہ بیچ (تجارت) کی اور ڈھائی سو روپے لے کر دہلی پہنچے اور کیفیت چھپوا کر لے آئے، کچھ دنوں بعد اس کی اطلاع اہل مدرسہ کو ہوئی۔ انہوں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو واقعہ لکھا اور حکم شرعی دریافت کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ مولوی صاحب امین تھے اور روپیہ بلا تعدی کے ضائع ہوا ہے، اس لئے ان پر ضمان نہیں۔ اہل مدرسہ نے مولانا محمد منیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے لیجئے اور مولانا کا فتویٰ دکھلا دیا۔ مولوی صاحب نے فتویٰ دیکھ کر فرمایا: "میاں رشید صاحب نے فقہ میرے ہی لئے پڑھا تھا اور کیا یہ مسائل میرے ہی لئے ہیں؟ ذرا اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر تو دیکھیں اگر ان کو ایسا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ بھی روپیہ لے لیتے؟ جاؤ، لے جاؤ اس فتوے کو، میں ہرگز دو پیسے بھی نہ لوں گا۔ (بنات عائشہ رضی اللہ عنہا ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ)

جمعہ کی نماز

ایک زمیندار خوش ہو کر اپنے ایک ملازم کو انعام میں کمزور قسم کا گھوڑا دیا۔ ملازم جو بہت شرارتی تھا، فوراً

گھوڑے پر بیٹھ کر ایک طرف چلنے لگا، اس زمیندار نے پوچھا بھئی! کہاں جا رہے ہو؟ ملازم نے جواب دیا: حضور! میں جمعے کی نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ زمیندار حیران ہو کر بولا مگر آج تو جمعرات ہے۔ اس پر ملازم نے برجستہ جواب دیا: "جناب! آپ کا عطا کیا ہوا گھوڑا جمعہ تک مسجد میں پہنچ جائے گا۔

ایک مٹھی مٹی

ایک شخص کا انتقال ہوا تو اسے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے کہا کہ جب میری نیکیاں اور برائیاں وزن کی گئیں تو برائیاں نیکیوں سے بڑھ گئیں۔ اچانک ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں آکر گری جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، میں نے جب تھیلی کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک مٹھی مٹی تھی جو میں نے تدفین کے وقت ایک مسلمان کی قبر میں ڈالی تھی، اس طرح میری یہ نیکی کام آگئی۔ (توضیح السنن: ۲۸۲/۲)

ایسا بھی ہوتا ہے

شیخ عبدالوہاب شعرانی بیان کرتے ہیں: کہ جب مفتی عبدالرحمن زین الدین مالکی بیمار ہوئے تو میں عیادت کے لئے ان کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ بیماری نے کام تمام کر دیا ہے، بس اب تھوڑی دیر کے مہمان ہیں اور موت نے حلق بندی کر رکھی ہے کہ ایک گھونٹ پانی بھی نہیں اتر سکتا اس حالت میں ایک شخص استفتاء لے کر آیا، مفتی صاحب نے فرمایا: "مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو" چنانچہ لوگوں نے بٹھا دیا، آپ نے غور سے سوال پڑھا اور جواب لکھ دیا، اس شدت مرض اور پریشانی کے عالم میں ابھی ذہن بالکل حاضر تھا، جواب تحریر کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی، پھر فرمایا:

"یہ آخری جواب ہے"

اسی رات میں انتقال فرما گئے۔ (شذرات الذهب: ۳۰۵/۸)

رونق درس

امام شمس الائمہ حلوانی ؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی ضرورت سے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے وہاں جتنے شاگرد تھے وہ استاد کی خبر سن کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے مگر قاضی ابوبکر حاضر نہ ہو سکے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو استاد نے دریافت کیا۔ انہوں نے والدہ کی کسی ضروری خدمت بجالانے کا عذر کیا۔

شیخ نے فرمایا: "رزق میں وسعت ہوگی مگر رونق درس حاصل نہ ہوگی۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا، ویسے بھی عام طور سے مشہور ہے کہ والدین کی خدمت رزق میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے اور اساتذہ کی خدمت علم میں ترقی کا۔ (بنات عائشہ ربیع الثانی صفر ۱۴۲۹ھ)

جوتوں کی قیمت (ترکی بہ ترکی)

جاحظ نے اپنی سوانح حیات میں لکھا ہے کہ میں ایک بار بصرہ کی ایک مشہور شاہراہ سے گذر رہا

تھا۔ میں نے جوتوں کی ایک شاندار دکان دیکھی، میں اس کے اندر چلا گیا اور ایک خوبصورت جوتا پسند کیا اور صاحب دکان سے اس کی قیمت دریافت کی۔ جواب ملا ''دس درہم'' یہ بہت زیادہ تھے۔ اس لئے مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے کہا ''اگر یہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہؑ کے کہنے پر جو گائے قربان کی تھی اس کی کھال کا بھی بنا ہوا ہوتا تب بھی میں اس کے لئے ایک درہم سے زیادہ ادا نہ کرتا'' دکاندار نے یہ سنا اور جیسے کچھ سوچتے سوچتے چونک اٹھا۔ میری طرف نظریں اٹھائیں اور کہا ''اگر تمہارے پاس اصحاب کہف والے درہم ہوتے تب بھی میں تمہیں یہ جوتا ایک درہم میں نہ دیتا۔''

ف : صدر بش کو جب سے جوتے کھانے کو ملے ہیں تب سے جوتوں کی قدر و قیمت میں بے تحاشا اضافہ ہوا ہے لہٰذا جوتوں کی غیر ضروری استعمال سے مکمل طور پر گریز کریں ورنہ حفاظتی اقدامات کی بناء پر جوتوں پر پابندی بھی لگ سکتی ہے۔ ''آؤ جوتا... جوتا کھیلیں'' کا دلچسپ کھیل بھی نہ کھیلیں البتہ غیر ''بش ہمش... مسلم کش اور اس کے ہم پیالہ، ہم نوالہ اور روشن خیال دوستوں پر پاپوش باری، جفت زنی اور بوٹ زنی امر جائز و مستحسن ہی نہیں بلکہ واجب ہے، اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے۔ (مؤلف)

سر سے غرور نکلا ہے جوتے کی ضرب سے	☆	توپ و تفنگ سے نہ سامان حرب سے
تاریخ کا جوتا کبھی ضائع نہیں ہوتا	☆	چمڑے سے بنا جوتا تو ہو سکتا ہے ضائع
تو جگ میں ہنسائی ہوتی ہے	☆	جب وقت زوال آ جاتا ہے
جوتوں سے پٹائی ہوتی ہے	☆	تب قسمت ساتھ نہیں دیتی

جوتا اور فحاشی

جوتے اور فحاشی کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور زیر نظر مضمون کا ماقبل والے مضمون سے تعلق بھی کچھ کم گہرا نہیں ہے۔ ایڑھی والا جوتا جب ٹک ٹک کرتا ہے تو لوگوں کو متوجہ کرتا ہے۔ جوتے کو زنا کی ایک وجہ کہا گیا ہے۔ جوتے جو بھی ایڑھی والے ہوتے ہیں اس سے کو لہے باہر کی طرف نکل جاتے ہیں اور سینہ آگے کی طرف نکل جاتا ہے اور یوں عورت فحاشی کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک سادہ جوتا استعمال کیا جاتا تھا تو اس وقت فحاشی بھی کم تھی۔

آج سنت نبوی ﷺ کو پامال کر کے اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر کے ہماری بچیاں اور بہنیں جب پانچ پانچ انچ کی ایڑھی والا جوتا پہن کر گھر سے نکلتی ہیں تو گلیوں کی نکڑوں پر کھڑے ہوئے ہمارے ہی مسلمان نوجوان ان کو ایذا دیتے ہیں اور آوازیں کستے ہیں۔

آج فحاشی حد سے بڑھ چکی ہے۔ اللہ ہر گناہ سے درگزر کرتا ہے مگر فحاشی جب حد سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ کا عذاب آنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسلام آباد (مارگلہ ٹاور) والوں کا حال ہمارے سامنے ہے۔ کیسے اللہ کے عذاب نے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ استغفر اللہ۔

آج کل تو دوکاندار بھی جوتا پسند کروانے میں پیش پیش ہوتے ہیں بلکہ ہنس ہنس کر بتارہے ہوتے ہیں کہ میڈم آپ کے پاؤں میں یہ جوتا بہت اچھا لگتا ہے! کہاں یہ مومن عورت اور کہاں ایک نامحرم شخص کا جوتے اور پاؤں کے متعلق تبصرہ...... تو اللہ عزوجل کو غصہ آئے گا نا؟

ف: اونچی ایڑھی والا جوتا جہاں فحاشی کا سبب بنتا ہے وہاں ہمارے لئے مختلف مسائل بھی کھڑے کر دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل کمر کا درد ایک عام مسئلہ ہے اور یہ اونچی ایڑھی والے جوتے سے ہوتا ہے۔ آپ اپنا جوتا بدل لیں پریشانی خود بخود دور ہو جائے گی۔

ابلیسی گُر

نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا جب ایک انگریز میجر کی بیوہ حضرت مولانا صدیقؒ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئی تھی۔ اس کے آنجہانی شوہر کے کتب خانہ سے ایک کتاب ''خفیہ فوجی ہدایات'' مولانا کے ہاتھ آئی تھی، اس میں ایک نئے مفتوحہ عرب علاقہ کا جذبہ حریت ختم کر کے انہیں ''مرد'' سے ''نامرد'' بنانے کا یہ ''ابلیسی گُر'' لکھا ہوا تھا۔

ترجمہ ''انہیں غیر مسلح کر کے، عیاش اور زنا کار بنا کر ناچ رنگ اور ساز و آہنگ میں لگا دو اور فیشن کو زیادہ فروغ دو کہ فیشن پرستی میں یہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے باہم رقابت و حسد کرنے لگیں تم دیکھو گے کہ چند ہی دن میں یہ ''مرد'' سے ''نامرد'' ہو جائیں گے۔

اس ''نسخۂ ابلیسی'' کو بار بار پڑھیے اور انگریز کے عروج اور مسلمانوں کے زوال کی تاریخ دھراتے جایئے یہی ''ابلیسی گُر'' ہر جگہ کارفرما نظر آئے گا۔

لسان العصر اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کیا خوب فرمایا تھا۔

؎ مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں   مغربی رنگ طبیعت کو بدل دیتے ہیں

(محاسن اسلام ملتان۔ اپریل 2009)

موبائل اور بدگمانی

آج کل موبائل فون عام ہے اس کے استعمال میں بدگمانی سے یوں بچیئے کہ دوران گفتگو جب رابطہ ختم ہو جائے تو اسے نیٹ ورک کا مسئلہ یا بیٹری، بیلنس ختم ہونے کی علامت سمجھیں۔ اسی طرح اگر مطلوبہ آدمی آپ کی کال ریسیو (Receive) نہیں کر رہا تو ہو سکتا ہے وہ کسی مجبوری میں ہو یا فون اس سے دور ہو یا کسی سواری پر یا بازار میں شور ہونے کی وجہ سے فون گھنٹی نہ سن پا رہا ہو اس لئے بدگمانی نہ کریں کیونکہ اچھے گمان کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں جبکہ بدگمانی کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ہارون الرشید نے ان کی خدمت میں ایک درخواست کی تھی کہ حرا م خلافت میں قدم رنجہ فرما کر شہزادوں کو علم حدیث پڑھا دیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: ''کہ علم کے پاس لوگ خود آتے ہیں، وہ دوسروں کے پاس نہیں جاتا'' انہوں نے اس بات سے ہارون کو اور بھی غیرت دلائی کہ ''یہ علم تمہارے گھر سے نکلا ہے اگر تم ہی اس کی عزت نہ کرو گے تو وہ کیونکر عزت پا سکتا ہے''۔ اس معقول جواب کو ہارون نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا اور شہزادوں کو حکم دیا کہ امام موصوف کی درسگاہ عام میں حاضر ہوں۔

ایک آنے کا سود

رچرڈ پرائس برطانیہ کا مشہور عیسائی عالم (Thelogian) اور ماہر معاشیات ہے، اس نے اپنے ایک مضمون میں باقاعدہ حساب لگا کر بتایا تھا کہ اگر سن اء میں ایک پینی (جو تقریباً ایک آنہ کے مساوی ہوتی ہے) سود مرکب پر کسی کو قرض دی گئی ہوتو سرمایہ دارانہ نظام کے شروع ہونے تک اس کا سود اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ اس سے سونے کا ایک کرہ تیار ہو سکتا ہے جس کا حجم کرہ زمین سے کئی گنا زائد ہوگا۔

L.Leantyev A Short Course of Political Economy,

Progress Publishers Moscow 1968. (صفحہ ۷۸)

نو روٹیاں۔ نو پرچے

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب دارالعلوم کے ناظم تھے تو اس وقت ان کے مدرسے میں ایک لحیم شحیم قد آور پٹھان پڑھتا تھا، وہ دورۂ حدیث کا طالب علم تھا۔ انتہائی محنتی اور قابل ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد پیٹو (زیادہ کھانا والا) بھی تھا۔ حسب دستور اس کو باورچی خانے سے دو روٹیاں ملنے لگیں تو اس نے حضرت کو درخواست لکھی:

''میرے لئے دو روٹیاں ناکافی ہیں لہٰذا میری روٹیاں بڑھائی جائیں۔''

حضرت نے تین روٹیاں جاری کر دیں۔ کچھ دنوں بعد دفتر میں پھر اس کی درخواست آئی: ''تین روٹیوں پر گزارہ نہیں ہوتا۔'' اس پر اسے چار روٹیاں ملنے لگیں۔

چند دن بعد پھر درخواست آئی: ''اب بھی بھوکا رہتا ہوں'' چنانچہ اس کی روٹیوں کی تعداد پانچ کر دی گئیں لیکن اس کا پھر بھی گزارا نہیں ہوتا تھا اور صدائے ''ھل من مزید'' (اور چاہئے) جاری رہی۔

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ منتظم بھی تھے اور نرم دل بھی انتہا درجے کے تھے۔ انہوں نے بلا کر فرمایا: ''آج مطبخ (باورچی خانے) میں بیٹھ کر خوب سیر ہو کر کھا لو جتنی روٹیاں آج کھاؤ گے آئندہ

اتنی روٹیاں جاری ہونگی۔''

اس طالب علم نے نو روٹیاں کھائیں چنانچہ وعدے کے مطابق اب نو روٹیاں اسے مستقل دی جانے لگیں۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد پھر درخواست آئی کہ روٹیوں میں اضافہ کیا جائے۔ حضرت نے مزید روٹیاں دینے سے انکار کر دیا اور جواب دیا: ''اس دن تم نے نو روٹیاں کھائی تھیں لہذا اب نو ہی پر گزارہ کرو۔''

خان صاحب کہنے لگے: ''وہ تو اتفاقی امر تھا لازمی تو نہیں تھا کہ ہمیشہ نو ہی کھاؤں گا'' لیکن حضرت نے اضافہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر خان صاحب دل ہی دل میں بہت ناراض ہوئے۔

جب دورۂ حدیث شریف کا امتحان ہوا تو دس پرچے تھے۔

۱ بخاری ۲ مسلم ۳ ابوداؤد ٤ ترمذی
۵ سنن ابن ماجہ ٦ نسائی ۷ طحاوی ۸ مؤطا امام مالک
۹ مؤطا امام محمد ۱۰ شمائل ترمذی

اس طالب علم نے نو پرچے تو خوب اچھی طرح حل کیے لیکن دسواں پرچہ بالکل حل نہیں کیا بلکہ اس پر لکھا:

''چونکہ مجھے نو روٹیاں ملتی ہیں اس لئے میں نے نو پرچے حل کر دیئے اور نہ مدرسہ والوں نے دسویں روٹی دیں اور نہ میں نے دسواں پرچہ حل کیا۔''

امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک حکیمانہ قول

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک حکیمانہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''الانقباض عن الناس مکسبة للعداوة، والانبساط مجلبة لقرناء السوء فکن بین المنقبض والمنبسط''

لوگوں کے ساتھ ترش روئی سے پیش آنا لوگوں کو دشمن بنالیتا ہے اور بہت زیادہ خندہ پیشانی برے ہم نشینوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، لہذا ترش روئی اور بہت زیادہ خندہ پیشانی کے درمیان معتدل راہ اختیار کرو۔ (تراشے: ۱۳۸ بحوالہ فتاوی ابن الصلاح ۳۱:)

شہادت کیا ہے ؟

☆ شہادت ایک ایسی چاشنی ہے جس کی تمنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔
☆ شہادت ایک ایسا کھیل ہے جس میں جان کی بازی لگانا پڑتی ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا چراغ ہے جو صرف خون سے جلتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسی روشنی ہے جو صرف پروانوں کو ملتی ہے۔

☆ شہادت ایک ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت میں جاتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا پھول ہے جو مقدر والے انسان کو ملتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا مقام ہے جس سے انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا پرندہ ہے جو جہاد کے میدان میں اڑتا ہے اس کو پکڑنے کے لئے خون کا جال لگانا پڑتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا پودا ہے جسے صرف خون کا پانی دیا جا سکتا ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا نور ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوتی ہے۔
☆ شہادت ایک ایسا مزہ ہے جسے پانے کی انسان جنت میں بھی تمنا کرتا ہے۔

أحد عشر كوكبا

کیسے ملا۔۔۔؟

ابن مدینیؒ کہتے ہیں: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا آپ کو اتنا بہت سا علم کیسے ملا؟ انہوں نے کہا:
''چار باتوں کی وجہ سے:
(۱) کسی کتاب کے بھروسے پر کبھی نہیں رہا یعنی کتابوں کو حفظ کر کے سینے میں بٹھا لیا۔ (۲) علم حاصل کرنے کے لئے شہروں شہروں میں گھوما۔ (۳) جمادات (بے جان اشیاء) کی طرح صبر سے کام لیا۔ (۴) کوے کی مانند صبح سویرے اٹھنے کی عادت اپنائی۔
(مشہور ہے کہ کوا صبح صادق سے بھی بہت پہلے بیدار ہو جاتا ہے۔)

لطیف شکایت اور اس کا حکیمانہ ازالہ

امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا:
''امیر المومنین! میرے شوہر جیسا نیک آدمی شاید دنیا میں کوئی نہیں، وہ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کا منشا پوری طرح نہ سمجھ پائے اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تمہاری مغفرت کرے۔ نیک عورتیں اپنے شوہر کی ایسی ہی تعریف کرتی ہیں۔''
عورت نے یہ جملہ سنا، کچھ دیر جھجکی رکی اور پھر واپس جانے کے لئے کھڑی ہو گئی۔
کعب بن سوار رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، انہوں نے عورت کو واپس جاتے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''امیر المومنین! آپ اس کی بات نہیں سمجھے، وہ اپنے شوہر کی تعریف نہیں، شکایت کرنے آئی تھی، اس کا شوہر جوش عبادت میں زوجیت کے پورے حقوق ادا نہیں کرتا۔''
''اچھا یہ بات ہے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بلاؤ اسے'' وہ عورت پھر واپس آئی، اس سے

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی حضرت کعب بن سوار رضی اللہ عنہ کا خیال صحیح تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ "اب تم ہی اس کا فیصلہ کرو"

"امیر المومنین! آپ کی موجودگی میں کیسے فیصلہ کروں؟" حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا۔

"ہاں! تم نے ہی اس کی شکایت کو سمجھا تم ہی ازالہ کرو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا "امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، اگر کوئی شخص اس اجازت پر عمل کرتے ہوئے چار شادیاں کرے تو بھی ہر بیوی کے حصے میں چار میں سے ایک دن رات آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چوتھا دن رات ایک بیوی کا حق ہے۔ لہذا آپ فیصلہ دیجئے کہ اس عورت کا شوہر تین دن عبادت کر سکتا ہے، لیکن چوتھا دن لازماً اسے اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہئے۔"

یہ فیصلہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھڑک اٹھے اور فرمایا: "یہ فیصلہ تمہاری پہلی فہم اور فراست سے بھی زیادہ عجیب ہے۔" اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا قاضی بنا دیا۔

(تراشے ۸۴)

خوابوں کی حقیقت

شریک بن عبداللہ خلیفہ مہدی کے زمانہ میں قاضی تھے، ایک مرتبہ وہ مہدی کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں قتل کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا:

"امیر المومنین کیوں؟"

مہدی نے کہا "میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم میرا بستر روندر ہے ہو اور مجھ سے منہ موڑے ہوئے ہو۔ میں نے یہ خواب ایک معبر کے سامنے پیش کیا تو اس نے یہ تعبیر دی کہ قاضی شریک ظاہر میں تو آپ کی اطاعت کرتے ہیں لیکن اندر اندر آپ کے نافرمان ہیں۔"

قاضی شریک نے جواب دیا۔ "خدا کی قسم امیر المومنین، نہ آپ کا خواب ابراہیم علیہ السلام کا خواب ہے اور نہ آپ کا تعبیر دینے والا یوسف علیہ السلام ہے۔ تو کیا آپ جھوٹے خوابوں کے بل پر مسلمانوں کی گردنیں اتارنا چاہتے ہیں؟"

مہدی یہ سن کر جھینپ گیا، اور قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ (تراشے: ۱۰۵)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کا انداز تبلیغ

علامہ کردری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دریائے فرات کے کنارے میں ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ اس نے بڑی جلدی جلدی وضو کیا، اور اسی طرح نماز پڑھی، اور جلد بازی میں وضو اور نماز کے مسنون

طریقوں پر کوتاہی ہوگئی۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے سمجھانا چاہتے تھے لیکن اندیشہ یہ ہوا کہ یہ عمر رسیدہ آدمی ہے اور اپنی غلطی سن کر کہیں مشتعل نہ ہو جائے۔ چنانچہ دونوں حضرات اس کے قریب پہنچے اور کہا کہ ہم دونوں جوان ہیں، اور آپ تجربہ کار آدمی ہیں، آپ وضو اور نماز کا طریقہ ہم سے بہتر جانتے ہوں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپکو وضو کرکے اور نماز پڑھ کر دکھائیں، اگر ہمارے طریقے میں کوئی غلطی یا کوتاہی ہو تو بتا دیجئے گا۔" اس کے بعد انہوں نے سنت کے مطابق وضو کرکے نماز پڑھی۔ بوڑھے نے دیکھا تو اپنی کوتاہی سے توبہ کی، اور آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دیا۔ (تراشے ۱۱۵ بحوالہ مناقب الامام الاعظم للکردری: ۳۹/۱)

اہل علم کی بری عادت کسی کی کتاب لے کر نہ دینا

اہل علم کی یہ حالت ہے کہ کسی کی کتاب لے لی تو واپس دینے کا نام جانتے ہی نہیں۔ کتاب دینے والا اگر کثیر المشاغل ہے تو اس کو یاد بھی نہیں رہتا کہ مجھ سے کتاب کس نے مانگی تھی۔ بس مہینہ بھر کے بعد وہ سمجھ لیتا ہے کہ کتاب چوری ہوگئی اور لینے والا بے فکر ہو گیا کہ وہ تو مانگتا ہی نہیں، اب گویا وہ ان کی ملک ہوگئی۔ (تحفۃ العلماء: ۱۷۳/۱)

علماء کو دعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہئے

علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ فقہاء وعلماء کسی کی دعوت نہ کھائیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ آج کل اس میں ذلت ہے۔ واقعی یہ حضرات فقہاء حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ فقہاء وعلماء کو کسی کی شہادت بھی نہ دینی چاہئے۔ اس کا راز یہ ہے کہ ان کو سب مسلمانوں سے یکساں تعلق رکھنا چاہئے اور شہادت میں ایک فریق شمار کیا جائے گا۔ (الافاضات: ۱۱۴/۲)

غلط مشورہ

فرمایا ایک اضرار دین یہ ہے کہ جس میں اہل مدارس (خصوصاً مہتممین حضرات) مبتلا ہیں کہ کسی طالب علم نے کسی سے مشورہ لیا کہ میں کونسے مدرسہ میں پڑھوں تو ہر مدرسے والا اپنے ہی مدرسے کا مشورہ دیتا ہے۔ گو جانتے ہیں کہ اس کا نفع دوسرے مدرسے میں زیادہ ہے۔ افسوس آج کل اہل علم بھی غلط مشورہ دینے لگے ہیں اور پہلے زمانہ میں کفار بھی غلط مشورہ نہ دیتے تھے۔ (خیر الارشاد ص ۱۲۹)

مسجد دار العمل ہے اور مدرسہ دار العلم ہے۔ سو جس طرح مساجد متعدد (کئی ایک) ہونے میں کوئی حرج نہیں اسی طرح مدارس کے متعدد ہونے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے مگر حالت یہ ہے کہ مدرسوں کے متعدد (زیادہ) ہونے سے گرانی ہوتی ہے۔ سو ایسا نہیں سوچنا چاہئے بلکہ خوشی ہونی چاہئے کہ کام کرنے والے بہت ہو گئے مگر چونکہ مدارس میں اکثر غلبہ امراض نفسانیہ کو ہوتا ہے اس لئے ان کی تعداد سے گرانی ہوتی ہے۔ (تحفۃ العلماء: ۲۴۸/۱)

احیاء سنت کی تعریف

شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے مولوی محمد یعقوبؒ کی معرفت مولوی محمد اسماعیل کو یہ کہلایا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا۔ مولوی اسماعیل صاحب نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہونگے۔ ''من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید'' اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے فرمایا کہ ہم تو سمجھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ''ما نحن فیه'' میں سنت کے مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اسی طرح ارسال (کھلے چھوڑنا) بھی سنت ہے۔ (بوادر النوادر: ۲/۴۶۹)

غیر ضروری اور فضول سوال کا جواب ۔۔۔؟

ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ ایک عورت جارہی تھی اس کے ساتھ اس کا شوہر بھی تھا اور اس کا بھائی بھی۔ راستہ میں کسی راہزن نے ان دونوں کو قتل کر دیا اتفاقاً اس طرف سے ایک فقیر کا گذر ہوا اس عورت کی التجاء سے فقیر نے کہا کہ ان دونوں کا سر دھڑ سے ملا کر رکھ دے میں دعا کروں گا عورت نے غلطی سے بھائی کا سر شوہر کے دھڑ میں اور شوہر کا سر بھائی کے دھڑ میں جوڑ دیا۔ فقیر نے دعا کی تو دونوں زندہ ہوگئے اس صورت میں عورت کس کو ملے گی۔

میں نے اس کا جواب نہیں دیا اور سوال کرنے والے کو زجر و توبیخ کی کیونکہ ایسے سوال بالکل لغو اور بے ہودہ ہیں ایسے سوالات کا کوئی جواب نہ دینا چاہئے لوگوں کو چاہئے کہ اپنے کام کی باتیں دریافت کیا کریں ایسے فضول سوالات سے تضییع اوقات نہ کیا کریں۔ (دعوات عبدیت: ۴/۴۶)

کسی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال پیشتر ہوا ہے یا حضرت حوا علیہا السلام کا اور دونوں کے بیچ میں انتقال کے کس قدر زمانہ گزرا ہے۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ ''میں نے کہیں نہیں دیکھا''

(دعوات عبدیت: ۱۹/۸۸)

ایک خط میں آیا تھا کہ معلوم ہوا کہ بھوک کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہے کتب سیر کے حوالے بھی دیئے ہیں پوچھا تھا کیا یہ صحیح ہے؟ میں نے لکھا کہ اگر صحیح ہو تو تم کیا کرو گے مطلب یہ ہے کہ غیر ضروری تحقیق سے کیا فائدہ۔

ایک شخص ان کے پاس آیا اور سوال کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے اس سائل سے دریافت کیا کہ تم سے موت کے وقت یا قبر میں یا حشر میں یا میزان پر یہ سوال ہوگا؟ عرض کیا کہ نہیں۔ پھر کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ قیامت میں نماز کی اول پوچھ

ہوئی؟ غرض یہ کہ جن کا معلوم ہے ہو کہ یہ بھی پتا تھا کہ نماز میں فرض، واجبات، سنن، مستحبات کیا کیا ہیں؟ جب چار دم ہو گیا فرمایا کہ جو لوگ ان باتوں میں وقت صرف کیا کرتے ہیں غیر ضروری سوال نہ کرنا چاہئے، ہم سے کم علما کو تو چاہئے کہ سائل سے تابع نہ بنیں۔

حضرت والا کے پاس ایک سوال آیا کہ عوج بن عنق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کا عصا کتنے لمبے تھے؟ جواب لکھا کہ جیسا یہ سوال غیر ضروری ہے اسی طرح جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ کسی لا یعنی (فضول) سوال کا میں یہی جواب دیا کرتا ہوں کہ مجھے فرصت نہیں کسی کو بھیج دیا کہ اور عالم سے پوچھ لو۔ کسی کا جواب میں نہیں دیتا اور اگر جواب کے لئے ٹکٹ بھیجا ہو تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ کسی کو لکھ دیتا ہوں کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ تحقیق منظور نہیں ہے۔ لہذا تضییع وقت سمجھ کر سکوت کیا جاتا ہے کسی سے ایک دفعہ اصل مسئلہ کی تقریر کر کے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھ کو نہیں معلوم! آپ کی تشفی مجھ سے نہیں ہو سکتی۔ (تحفۃ العلماء ۲/۱۷۶)

چند مفید مثالیں

آج کل یہ حالت ہے کہ لوگ ضروری باتیں تو دریافت کرتے نہیں وہ مسائل پوچھتے ہیں جن سے کبھی نہ واسطہ پڑے یا وہ مسائل پوچھتے ہیں جو پہلے سے معلوم ہیں تاکہ مولوی صاحب کا امتحان ہو سکے۔

۱)...... چنانچہ رام پور میں ایک صاحب نے مجھ سے اختلافی مسائل پوچھے جن میں میرا مسلک ان کو معلوم بھی تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس سوال سے میرا امتحان مقصود ہے۔ میں نے کہا آپ امتحان کے لئے پوچھتے ہیں یا عمل کے لئے۔ اگر عمل کے لئے پوچھتے ہیں تو اس کے لئے مسئول سے اعتقاد ہونا شرط ہے اور آپ مجھے جانتے بھی نہیں تو میرے معتقد کیسے ہو گئے اور محض نام سننا کافی نہیں نام تو نامعلوم کتنوں کا سنا ہو گا اور اگر امتحان کے لئے پوچھتے ہیں تو آپ کو میرے امتحان کا کیا حق ہے؟ بس وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ میں ایسا روگ نہیں پالتا کہ ہر شخص کے سوال کا اس کی مرضی کے موافق جواب دیا کروں۔ جہاں میں دیکھتا ہوں کہ سوال سے مقصود عمل نہیں ہے وہاں کبھی جواب نہیں دیتا۔ (التبلیغ اسباب الغفلۃ: ۱۲۷)

۲)...... ایک طالب علم سے کسی متکبر نے کہہ دیا کہ مسجد کا مینڈھا (جیسے آج کل لوگ کہا کرتے ہیں کہ ملا کی دوڑ مسجد تک)۔ اس نے کہا بابا سے پھر بھی دنیا کے کتوں سے تو اچھے ہیں۔

اس جواب میں لطیفہ یہ ہے کہ اہل دین کے لئے جو وہ لقب تجویز کرتے ہیں وہ تو دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے مگر دنیا کا کتا یہ ان کا اقراری لقب ہے اور "المرء یوخذ باقرارہ"

ایک صاحب نے لکھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگ علماء سے اختلاط نہیں کرتے (ان کی صحبت میں نہیں رہتے) اگر ایسا کریں تو بہت سے شبہات حل ہو جائیں۔

۳) ایک رئیس کا بچہ عربی پڑھتا تھا اس سے ایک پولیس افسر نے جو تھیسلدار لگائے ہوئے تھے اور جن کی ہیئت ایسی مہیب تھی کہ اس کے سامنے ایسا ویسا آدمی بات بھی نہ کر سکے اس نے یہ سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ عربی پڑھنے والے بہت منڈواتے ہیں۔ اس بچے نے بے دھڑک جواب دیا کہ یہ کیا بات ہے کہ انگریزی پڑھنے والے داڑھی منڈواتے ہیں۔ پس وہ چپ ہی تو رہ گئے۔ اگر کوئی غریب قوم کا بچہ ہوتا تو یہ جواب ہرگز نہ دیتا۔ (التبلیغ ۱۴۰/۱)

٤) ایک سائنسدان سکول کے طالب علم نے ایک عربی مدرسے کے طالب علم سے پوچھا کہ بتاؤ آسمان میں کل ستارے کتنے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ تم یہ بتاؤ کہ سمندر میں مچھلیاں کتنی ہیں؟ اس نے کہا یہ تو مجھ کو معلوم نہیں۔ طالب علم نے کہا افسوس ہے کہ تم کو زمین کی چیزوں کا بھی پورا علم نہیں جس میں تم رہتے ہو اور مجھ سے آسمان کی چیزوں کی تعداد پوچھتے ہو جو تم سے ہزاروں کوس دور ہے۔ بس وہ چپ ہی تو رہ گئے۔ (التبلیغ: ۱٦۸)

۵) کانپور میں ایک مرتبہ عدالت میں جانے کا اتفاق ہوا ایک فتوی پر میں نے دستخط کر دیئے تھے۔ دستخط کرنے والے علماء میں سے جس عالم پر ایک فریق راضی ہوتا تو دوسرا راضی نہ ہوتا مجھ پر فریقین نے رضامندی ظاہر کی مجھے جانا پڑا۔ مجھ سے سوال کیا گیا کہ آپ عالم ہیں؟ اس وقت مجھے بے حد خلجان ہوا اگر انکار کروں تو وکلاء اس قسم کے تواضع کو کیا جانیں کہ یہ انکار تواضعاً ہے۔ چنانچہ لوگوں نے تواضعاً انکار کیا اور وہ واقعی انکار سمجھ گئے اور یہ کہو کہ عالم ہوں تو اولاً اپنی وضع کے خلاف اور ثانیاً یہ کہ عالم ہوں کہاں۔ دونوں پہلوؤں پر نظر رکھتے ہوئے میں نے کہا کہ مسلمان مجھے ایسے ہی سمجھتے ہیں۔ اور چند سوال ایسے ہی پیچیدہ کیے گئے تھے۔ میں نے سب کو جواب میں مصلحت وقت اور اپنی وضع کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ وکلاء نے باہر آکر مجھ سے کہا ماشاء اللہ بہت اچھا جواب دیا اس وقت تو ہم بھی چکر میں آ گئے تھے کہ دیکھئے اس کا جواب کیا ہوتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ قلت تجربہ کے باوجود ضروری مصالح کے طریقے ذہن میں آ جاتے ہیں۔ (التبلیغ: ۸٦)

٦)...... مکہ میں مجھے ایک جاہل نے امر بالمعروف کیا کہ تم عمامہ کیوں نہیں باندھتے یہ سنت ہے۔ میں نے کہا تم لنگی کیوں نہیں باندھتے یہ بھی سنت ہے۔ سوچ کر کہنے لگا میں بوڑھا ہوں لنگی میرے جسم پر ٹھہرتی نہیں۔ میں نے کہا میں جوان ہوں عمامہ سے گرمی لگتی ہے اس پر بہت جھلانے، کہنے لگے خدا کرے تمہارے دماغ میں اور گرمی بڑھ جائے۔

۷) ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب آگ کا کیوں مقرر کیا یہ تو بہت بڑھ کر ہے اس سے کم بھی تو ہو سکتا تھا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی تو بہت بڑھ کر ہے اس سے کم بھی تو ہو سکتی تھی۔

۸) آسانی کے لئے میں نے شریعت کا مسئلہ عام مجمع میں ظاہر کر دیا تھا ان ظالموں نے بجائے قدر کرنے کے اعتراض شروع کر دیا کہ میں نے تو کبھی سنا ہی نہ تھا۔ یہ خوب جاہلوں نے سیکھ لیا ہے کہ ہم نے کبھی نہیں سنا۔ ارے کیا یہ سب مسئلے سننے میں آنا ضروری ہیں؟ اگر سب مسئلے سن لیتے تو تم بھی عالم نہ ہو جاتے۔

۹) بزرجمہر جو نوشیرواں کا وزیر اعظم تھا اس کا قصہ ہے کہ اس سے ایک بڑھیا عورت نے کسی بات کے متعلق سوال کیا۔ بزرجمہر نے کہا کہ مجھ کو اس کی تحقیق نہیں۔ عورت نے حیرت سے کہا کہ تم تو وزیر ہو کر اس بات کی خبر نہیں؟ پھر اتنی بڑی تنخواہ کس بات کی پاتے ہو؟ بزرجمہر نے کہا کہ اتنی تنخواہ تو میں اپنی معلومات کے عوض پاتا ہوں اگر مجہولات کی تنخواہ پاتا تو ہفت اقلیم کے خزانے بھی کافی نہ ہوتے۔

۱۰) مولانا محمد یعقوب صاحب سے ایک صوفی نے سماع کے جواز کی دلیل میں یہ شعر پیش کیا

بشنو از نے چوں حکایت می کنند

اور کہا کہ اس میں بشنو امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہے۔ اس کا حقیقی جواب تو یہ تھا کہ بیشک امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے مگر کس کے امر سے مولانا رومی کے امر سے یا اللہ تعالیٰ کے امر سے؟ مگر جہلاء لوگ تو اس کو کچھ نہ سمجھتے بس ان کو تو اڑتی ہوئی ایک بات ہاتھ لگ گئی کہ امر وجوب کے لئے ہے۔ وہ جہلا ان باتوں کو کیا جانیں کہ امر کے کتنے اقسام ہیں۔

اس لئے مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس وقت حجت ہو جب کہ پہلے خود ان کا حجت ہونا ثابت کیا جائے۔ سو سب سے پہلے تو تم ان کا مسلمان ہونا ثابت کرو۔ بس اس جواب سے تو ان پر مٹی پڑ گئی اور سارے دلائل گائے خورد ہو گئے۔ غرض ہر جگہ جواب کا مختلف طریق ہوتا ہے۔ (تحفۃ العلماء ج۲/ ۳۷۴ تا ۳۷۹)

تعزیہ توڑنے میں توہین ہے یا نہیں؟

فرمایا کسی نے کہا کہ تعزیہ توڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام لگا ہے ایک صاحب نے خوب جواب دیا کہ گو سالہ سامری میں اللہ تعالیٰ کا نام لگا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ﴿فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى﴾ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کیوں توڑا...؟ (حوالہ مذکورہ بالا)

غیر مجتہدین کے اجتہاد کی مثال

آج کل استنباطات دیکھے جائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری فہموں میں کس قدر کجی ہے۔ اہل حدیث کے استنباط بعض مسائل میں دیکھئے کس قدر لغو ہیں۔ مثلاً ایک صاحب نے حدیث "حتی یجد ریحا او یستمع صوتا" سے استدلال کیا اگر ریح خارج ہو لیکن بدبو یا آواز نہ ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ علی ہذا ایسے ایسے بے ہودہ مسائل ہیں کہ سن کر ہنسی آتی ہے

ایک غیر مقلد صاحب نماز میں بحالت امامت کھڑے کھڑے جھوما کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو ایک صاحب نے جو پڑھے لکھے تھے پوچھا کہ نماز میں یہ حرکت کیسی؟ کہا حدیث شریف میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی! ہم نے تو آج تک بھی ایسی حدیث نہیں پڑھی نہ دیکھی نہ سنی جس کا مطلب یہ ہو کہ ہل کے نماز پڑھو۔ لاؤ ہم بھی دیکھیں وہ کونسی حدیث ہے اور کس کتاب میں ہے۔ (امام صاحب نے) ایک حدیث کی مترجم کتاب لاکر دکھائی اس میں حدیث تھی۔ ''اذا ام احدکم فلیخفف'' اور ترجمہ لکھا تھا کہ جب امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھے۔ آپ نے ہلکی بمعنی خفیف کو ہلکے بمعنی حرکت پڑھا اور ہلنا شروع کر دیا۔ یہ حقیقت تھی ان کے اجتہاد کی۔ (الافاضات ۱/۲۱۵)

اجتہاد کا ایک ادنیٰ نمونہ

ایک غیر مقلد نے مجھ سے ریل میں پوچھا کہ اجتہاد کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا تمہیں کیا سمجھاؤں میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اس کا جواب دو اس سے پتہ لگ جائے گا۔

دو شخص سفر میں ہیں جو سب اوصاف میں یکساں ہیں شرافت میں، وجاہت میں۔ جتنی صفتیں امامت کے لئے قابل ترجیح ہو سکتی ہے دونوں میں برابر موجود ہیں۔ دونوں سو کر اٹھے تو ان میں سے ایک کو غسل جنابت کی حاجت ہوگئی اور سفر میں ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل کا ایک نے وضو کا۔ بتاؤ اس صورت میں امامت کے لئے دونوں میں سے کون زیادہ مستحق ہوگا؟

غیر مقلد صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جس نے وضو کا تیمم کیا ہے وہ زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کو حدث اصغر تھا اور دوسرے کو حدث اکبر۔ اور پاکی دونوں کو یکساں حاصل ہے۔ مگر ناپاکی ایک کی بڑھی ہوئی تھی۔ حدث اصغر والے کی پاکی زائد اور قوی ہوئی۔

میں نے کہا کہ مگر فقہاء کی رائے اس کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس کو امام بنانا چاہئے کیونکہ یہاں اصل وضو ہے اور تیمم اس کا نائب ہے۔ اسی طرح غسل اصل اور تیمم اس کا نائب ہے اور غسل افضل ہے وضو سے اور افضل کا نائب بھی افضل ہوتا ہے۔ تو غسل کا تیمم بھی افضل ہوگا وضو کے تیمم سے۔ لہذا جس نے غسل کا تیمم کیا وہ ''اقوی فی الطھارۃ'' ہوگا۔ یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے اجتہاد کا۔ یہ سن کر غیر مقلد صاحب کو حیرت ہوگئی اور کہا کہ واقعی حکم یہی ہونا چاہئے میری رائے غلط تھی۔ (تحفۃ العلماء: ۲/۲۴۸)

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کیا غیر مقلد تھے؟

بعد خود غرض لوگ مشہور کرتے ہیں کہ ہمارے بعض بزرگ مقلد نہ تھے امام صاحبؒ کے۔ مثلاً یہ کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ امام صاحب کے مقلد نہ تھے گو میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا لیکن

فرض بھی کر لوں تب بھی امام صاحب کی تقلید ترک نہ کروں کا اتنا سمجھ گیا ہوں امام صاحب کی تقلید کی حقیقت کو۔ (القول الجلیل ۷۰)

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بعض لوگ غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے۔ اور ایک بار آمین زور سے کہہ دی کیوں کہ غلو اس وقت ایسا تھا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے آمین زور سے کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرا دیا تھا، مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا۔ اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ان کو سمجھائیے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جائے گی خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن وہ غیر مقلد ہرگز نہ تھے۔ میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے۔ پوچھا کہ مولانا غیر مقلد تھے؟ کہا یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں۔ (کیونکہ ائمہ پر سب وشتم کرتے ہیں) اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے۔ (تحفۃ العلماء: ۲/۲۷۰)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ، احتیاط اور تواضع

حکومت وہ چیز ہے کہ حضرات سلف تو اس سے بھاگتے تھے، مارے کھاتے تھے اور قبول نہ کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے آپ مقلد کہلاتے ہیں اسی میں شہید کئے گئے۔

خلیفۂ وقت نے کئی دفعہ ان کو عہدۂ قضا پر مامور کیا مگر انکار کر دیا کیونکہ ان کو یہ حدیث یاد تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکین"

ترجمہ "یعنی جو شخص قاضی بنا دیا گیا وہ بدوں چھری کے ذبح کر دیا گیا"۔

اس لئے امام صاحب عذر کرتے تھے۔ آخر اسی بات پر امام صاحب مقید کئے گئے اور قید خانہ میں زہر دے کر شہید کئے گئے۔ یہ سب کچھ گوارا تھا مگر حکومت منظور نہ تھی۔ (تحفۃ العلماء: ۲/۲۹۲)

ف: آج کل کے سیاست دانوں اور الیکشن امیدواروں کی صورت حال آپ حضرات کے سامنے ہیں کہ انہوں نے دین اسلام اور مسلمانوں کی کتنی خدمت کی۔ اور کیا اس طریق کار سے دین اسلام کا نفاذ ممکن ہے۔ اگر میں عرض کروں گا تو شکایت ہوگی اور "چھوٹا منہ بڑی بات" والی بات ہوگی لہذا فیصلہ آپ حضرات کریں کہ ان بڑوں کو اسلام چاہیے یا اسلام آباد......؟ (مؤلف)

جمہوریت کیا ہے ؟

جمہوری حکومت کی پہلی بنیاد حاکمیت عوام ہے۔ جمہوریت کی تعریف ہی یہ ہے:

Government of the people, by the people for the people.

کی حکومت، عوام کے ذریعے عوام پر''

یہ جمہوریت کا پہلا اصول ہے کہ کھلا کلمہ کفر ہے۔ اسلام میں جمہوریت کی تعلیم نہیں ہے۔ جمہوری نظام کفار کا طرز حکومت وسیاست ہے چنانچہ غیر سبیل المومنین ہے۔ یہ یہود کی ایجاد کردہ انتہائی گھناؤنی سازش ہے۔

جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام کی سیاسی اور معاشرتی تنظیم اور حقوق انسانی کے نفاذ کا آلہ کار ڈھانچہ ہے۔ جمہوریت ایسا تنظیمی ڈھانچہ ہے جو جبر کا ایک ایسا ماحول وضع کرتا ہے کہ فرد اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء کو ترک کر کے صرف اپنی خواہش اور سرمائے کی بندگی کرے۔

جمہوری سسٹم میں فیصلوں کی بنیاد کتاب اللہ، علم وحکمت نہیں بلکہ اکثریت جس چیز کو چاہے اس چاہت اور خواہش کی بنیاد پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہیں درحقیقت یہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرنا ہے کیونکہ قانون فطرت ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بے وقوف زیادہ۔ اس قاعدے کی بناء پر کثرت رائے کا فیصلہ بے وقوفی کا فیصلہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ''لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین...''

کہ مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ الیکشن ایسا سوراخ ہے کہ پوری قوم بارہا مرتبہ جمہوری سانپ سے ڈسی گئی ہے، متعدد بار کے تجربات سے واضح ہو چکا ہے کہ اب من حیث الامت ہمیں اس تماشے سے اجتناب برتنا ہوگا، ہمیں اس طریق کار کی طرف پلٹنا ہوگا جو رسول کریم ﷺ نے متعین فرمایا۔ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف امتؒ نے تعامل فرمایا یہ راستہ دعوت وتبلیغ اور جہاد و انقلاب کا راستہ ہے اور یہی سبیل المومنین ہے۔ (اشرف الجواب وماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان صفر ۱۴۲۹ھ)

ف: کسی نے بطور طنز جمہوریت کی یہ تعریف بھی کی ہے۔ سمجھنے والے سمجھ جائیں گے۔

Government *off* the people, *buy* the people *far* the people

غیر مقلدین بھی عجیب چیز ہیں

فرمایا غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں۔ بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی عامل نہیں۔ مثلاً ''رفع یدین، آمین بالجہر'' بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے؟ کبھی حضور ﷺ نے پڑھا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھا ہے؟ کسی کا تو معمول دکھا ئیں۔ تو کیا ایسی حالت میں یہ اردو میں خطبہ بدعت نہ ہوگا۔ کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کرے۔ (الافاضات ۹۳)

ائمہ پر سب وشتم کرنے کا نتیجہ

جو لوگ اہل حق پر سب وشتم کرتے ہیں ان کے چہروں پر نور علم نہیں پایا جاتا بلکہ خاص کفارات تک مسموح نہیں پائے جاتے جتنے یہ لوگ ہیں۔ اس کی وجہ میں نے بطور لطیفہ کے کہا تھا کہ ''کفر فعل باطن ہے اس کا اثر چھپا ہوا رہتا ہے اور سب وشتم فعل ظاہر ہے اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے۔'' (حسن العزیز ۴/۳۹۸)

دو طالب علموں کا قصہ

(غیر محقق) کو اہل باطل سے مناظرہ کبھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ مناظرہ میں ان سے تلبس ہوتا ہے اور تلبس سے اثر ہو جاتا ہے۔

میرے یہاں کے دو طالب علم ایک مبتدع (بدعتی) شخص سے مناظرہ کرنے گئے مگر خدا جانے کیا ہوا اس سے بیعت ہو گئے۔ مجھے خبر ہوئی تو میں نے وہ بیعت ان سے علی الاعلان فسخ کرائی اس کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ میں چلہ کھینچتا ہوں دیکھنا ۴۰ دن میں کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہلا بھیجا ۸۰ دن میں بھی کچھ نہ ہوگا۔ بعد میں اس نے کچھ کیا ہوگا مگر پھر یہ ہوا کہ وہ شخص ایسا نرم ہوا کہ مجھی کو خط بھی بھیجا۔ اس سے میں نے سمجھ کر لیا کہ اس نے کچھ کیا ہوگا۔ جب کچھ نہ ہوا تب وہ ڈھیلا ہوا۔ (تحفۃ العلماء ۲/۳۳۲)

سفر حج میں ایک مالدار اور غریب کا مکالمہ

... ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا۔ غریب کو ناداری کی وجہ سے کچھ تکلیف پہنچی، اسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخواندہ مہمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور جب تم کو بلایا نہیں گیا تو آئے کیوں؟ ہمیں دیکھو اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے تو کس طرح کا آرام پہنچایا ہے۔

غریب نے کہا کہ تم سمجھتے نہیں ہم تو گھر کے آدمی ہیں تقریبات میں گھر والوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی جیسے براتی مہمانوں کی ہوتی ہے کہ وہ اجنبی ہوتا ہے اس لئے اس کی خاطر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں، ظاہری سازوسامان کم ملتا ہے اس لئے ہماری پوچھ کم ہے اور تمہاری زیادہ ہے۔ (کلام الحسن ۱۰۴)

ایک بزرگ کو گدھے کی سواری پر سوار ہونے کی بادشاہ کی فرمائش

گنگوہ کے ایک بزرگ اہل باطن سنت کے پابند تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ کے بعض حاسد درباریوں نے کہا کہ جہاں پناہ! یہ بہت بزرگ بنتے ہیں ان کا امتحان ہونا چاہئے۔ ان سے یہ کہا جائے کہ گدھے کی سواری سنت ہے آپ سوار ہو کر بازار میں نکلیں۔ بادشاہ نے ان سے جب کہا تو بزرگ نے کیا معقول جواب دیا۔ فرمایا: کہ ہاں سنت تو ہے مگر یہ بھی صاحب شریعت ہی کا حکم ہے کہ اتہام (تہمت) کے موقع سے بچو۔ میں اگر گدھے پر چڑھ کر بازار نکلوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ ان پر شاہی

عتاب ہوا ہے اس لئے دو گدھے منگوا لیجئے ایک پر میں سوار ہوں ایک پر آپ تا کہ کوئی شبہ نہ کرے کہ ان پر عتاب ہوا۔ بادشاہ چپ رہ گئے ، یہ بڑی دلیری اور قوت کی بات ہے۔ (تحفۃ العلماء ۲/ ۳۷۲)

شاہی خاندان کو داڑھی کی قدر

انفاس عیسیٰ حصہ دوم میں مذکور ہے کہ ثریا بیگم جب لندن پہنچی تو ملکہ جارج پنجم سے بھی بال کٹوانے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کا بال کٹوانا اور مردوں کا داڑھی منڈانا عیب ہے۔

ف : داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کو کم کرنے کے متعلق احادیث میں حکم وارد ہے۔ داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کتروانا حرام ہے۔ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ داڑھی منڈانا یا ایک مشت کی مقدار سے کم کرنا ایسا گناہ ہے جو چوبیس گھنٹے ساتھ چپکا رہتا ہے۔ حتیٰ کے حالت نیند میں بھی ، مزید براں یہ کہ داڑھی منڈوانا یہ اپنے بالوں کو منڈوانا نہیں ہے بلکہ اپنی حیاء وشجاعت اور بہادری ورجلیت کو صبح وشام منڈوانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان اس سے محفوظ رکھے۔ (مؤلف)

پشت کی جانب سے خطاب

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راستہ چلتے وقت پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بدتہذیبی ہے چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اس کا جواب مت دو کیونکہ اس نے تمہاری بڑی اہانت کی اور تم کو اس نے گویا جانور سمجھا۔ جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔ (انفاس عیسیٰ: ۲/ ۱۲۷)

خرید وفروخت وہ لوگ کرے جو فقیہ ہوں

حضرت نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تھا کہ ہمارے بازار میں صرف وہ لوگ خرید وفروخت کریں جو فقیہ ہوں اس سے تمام ملک کو درسگاہ بنا دیا تھا۔ اس لئے کہ سب خریداروں کو ان ہی کے ساتھ سابقہ پڑتا تھا۔ عجیب فراست تھی۔ (ایضاً)

سوئیاں پکانا ، عید کے روز بدعت نہیں

فرمایا کہ ایک بار مجھ کو عید کے روز شیر پکانے کے متعلق بدعت کا شبہ ہوا ، میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ کو لکھا ، حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ایسے امور میں زیادہ کاوش نہیں کرنا چاہئے لوگ بدنام کرتے ہیں اور عید کے روز سوئیوں کے پکانے کو کوئی عبادت اور دین نہیں سمجھتا جس سے بدعت کا شبہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ: ۲/ ۲۱۲)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر جنات کا رونا

حیاتی فرماتے ہیں کہ جس رات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو جنات بھی روئے۔ ہم نے آواز سنی اور پھر نظر نہیں آیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ علم فقہ ختم ہو چکا، اب تم کو فقہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے ہو نعمان بن ثابت مر چکے ہیں جو راتوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ امام صاحب کا انتقال 150ھ بغداد شہر میں ہوا تھا۔ (آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان اردو ترجمہ ۲۲۰)

اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' کے استعمال کا حکم

''خدا'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جو کہ لفظ اللہ کے قائم مقام ہے اور شرعاً اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی زبان کا وہ لفظ استعمال کرنا جائز ہے جو واجب الوجود القدیم کے مترادف ہو۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ خدا کا استعمال جائز ہے اور صدیوں سے اکابرین اس کو استعمال کرتے آئے ہیں اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی جبکہ اکابرین ہم سے زیادہ باادب تھے۔'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور علم کا شوق

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خبر دی کہ آپ کا بچہ انتقال کر گیا، اس وقت آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں سبق پڑھ رہے تھے، یہ خیال کر کے کہ اگر میں بچے کی تجہیز و تکفین کے لئے چلا گیا تو میرا یہ سبق چھوٹ جائے گا۔ آپ نے ایک دوسرے شخص کو بچے کے کفن و دفن کا انتظام سونپ دیا اور خود درسگاہ سے نہیں اٹھے اور ایک سبق کا بھی ناغہ نہیں کیا۔ (انمول موتی ۱۲۵)

نماز کی چوری اور جرأت و استقامت کی ایک مثال

مشہور ظالم حجاج بن یوسف ثقفی ایک مرتبہ حج کے لئے آیا اور اتفاق سے عالم مدینہ حضرت سعید بن مسیب تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے برابر نماز کے لئے کھڑا ہوا اور امام سے پہلے رکوع و سجدہ کرنے لگا حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز سے فارغ ہوتے ہی اپنا جوتا اٹھا کر فرمایا کہ اے چور! اے خائن! تو اس طرح نماز پڑھتا ہے؟ میرا جی چاہتا ہے کہ یہی جوتا تیرے منہ پر دے ماروں۔ اس کے بعد حجاج دمشق گیا تو حجاز کا گورنر بن کر مدینہ منورہ آیا اور فوراً ہی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ میں پہنچا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہی حج کے موقع پر جوتا اٹھا کر مجھ کو نماز کا چور اور خائن کہا تھا؟ سعید بن مسیب نے نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ فرمایا کہ ہاں! میں نے ہی کہا تھا۔ اور بالکل حق بات تھی۔ حجاج ... آپ سے عالمانہ تیور دیکھ کر آپ کی روحانی طاقت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ بجائے کچھ کہنے کے یوں کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے مجھے بڑی اچھی تعلیم دی تھی۔ اب میں ہمیشہ خیال رکھتا ہوں جب نماز کے لئے

کھڑا ہوتا ہوں تو آپ کا جوتا میری نظروں میں گھوم جاتا ہے اور آپ کے کلمات مجھے یاد آجاتے ہیں چنانچہ میں بہت ہی سنبھل سنبھل کر خشوع وخضوع کیساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ (روح البیان ۸/۲۲۱)

ف: یہ تو اس زمانے کے ظالم و قاہر کا قصہ تھا، اور اب اس زمانے کے ایک ظالم و کافر کا قصہ ملاحظہ کیجئے۔ سابق امریکی صدر بش (جس پر ماضی قریب میں عراق کی ایک الوداعی کانفرنس میں ایک صحافی منتظر الزیدی نے جوتے برسائے تھے) بزبان حال کہتا ہے

اک عجب سا منظر نظر آتا ہے ایک شخص بھی ہجوم نظر آتا ہے

کہاں جاکر کروں پریس کانفرنس ہر اک کے ہاتھ میں جوتا نظر آتا ہے (مؤلف)

جوتے کو دیکھ کر جن بھاگ گیا

بات چونکہ جوتے کی چل پڑی ہے تو تاریخ کے عبرت کدے سے یہ واقعہ نقل کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

ابوالحسن علی بن احمد بن علی عسکری رحمہ اللہ کے دادا کہتے ہیں کہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسجد میں بیٹھا تھا ان کے پاس متوکل (بادشاہ) نے اپنا ایک وزیر بھیجا کہ وہ آپ کو اس کی اطلاع کرے کہ شہزادی کو مرگی ہوگئی ہے اور گذارش کرے کہ آپ اس کے لئے صحت کی دعا کریں۔ تو امام احمد بن حنبلؒ نے وضو کرنے کے لئے کھجور کے پتے کے تسمہ کا لکڑی کا جوتا اتارا اور اس وزیر سے فرمایا، امیر المؤمنین کے گھر جاؤ اور اس لڑکی کے سر کے پاس بیٹھو اور اس (جن) کو کہو امام احمد فرمارہے ہیں کہ "تمہیں اس لڑکی سے نکل جانا پسند ہے یا (احمد سے) ستر جوتے کھانا پسند ہے؟" تو وزیر اس جن کے پاس گیا اور اس کو یہ پیغام سنایا تو اس کو اس سرکش جن نے لڑکی کی زبان سے کہا "ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، اگر امام احمد ہمیں عراق میں نہ رہنے کا حکم فرمائیں تو ہم عراق بھی چھوڑ دیں گے وہ تو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے ساری مخلوق اس کی فرمانبردار ہوتی ہے۔ پھر وہ اس لڑکی سے نکل گیا اور لڑکی تندرست ہوگئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ (اچھے بچے: مارچ ۲۰۰۹)

کیا جواب ہوگا؟

شیخ عبدالقدوس ایک روز بیت الخلاء کے پاس دیر تک کھڑے نظر آئے، اللہ تعالیٰ کے ولی تھے، سیدزادے تھے، کسی نے اس طرح دیر تک کھڑے رہنے کا سبب پوچھا تو فرمایا:

"میں پاخانے کی بدبو کو محسوس کر کے یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر انسان سے اس چیز کے بارے میں پوچھ لیا جائے کہ اے انسان! تو نے اچھی، خوشبودار، مزیدار چیز کو بدبودار بنادیا، ورنہ یہ تو ایسی مٹھائی تھی کہ حلوائی کی دکان پر چاندی کے ورق میں لپٹی ہوئی تھی، تو نے اسے اس قدر گھٹیا چیز بنادیا کہ لوگ نفرت کرتے ہیں، اس کے پاس ناک پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں، تو انسان کے پاس کیا جواب ہوگا۔

قارئین کرام! آپ اپنے بارے میں غور کریں آپ کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے؟

سب سے بڑا جنازہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان فیصلہ ہمارا جنازہ دیکھ کر ہوگا۔ چنانچہ یہ فیصلہ اس طرح ہوا کہ آپ کے مخالفین کے جنازوں میں تو بس گنتی کے چند لوگ شریک ہوئے، کسی نے ان کا غم نہ منایا، جب کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے کو دیکھ کر مورخین دنگ رہ گئے۔ خلیفہ متوکل نے اس جگہ کو ناپنے کا حکم دیا جہاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو اندازہ لگایا گیا کہ پچیس لاکھ افراد نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ زمانہ جاہلیت یا تاریخ اسلام میں اس سے بڑے کسی جنازے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس دن اس عظیم مجمع کو دیکھ کر بیس ہزار کے قریب غیر مسلم دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ)

بیت اللہ شریف

اس وقت خانہ کعبہ کے ارد گرد پھیلی مسجد الحرام کا کل رقبہ تین لاکھ چھپن ہزار مربع میٹر ہے اور اس میں مجموعی طور پر دس لاکھ سے زائد افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کے نو مینار ہیں، ہر ایک کی بلندی 89 میٹر ہے۔ اس کے چار مرکزی اور 45 عام دروازے ہیں جب کہ بیت اللہ شریف کے دروازوں کی تعداد چھ ہے۔ صرف مسجد الحرام کے دروازوں کی تعداد 41 ہے۔ اور گیارہ برقی سیڑھیاں نصب ہیں۔

اس وقت مسجد الحرام سے ملحقہ حماموں اور وضو خانوں کی تعداد 9 ہزار ہے۔ سعودی عرب کی موجودہ حکومت نے اپنے قیام 1932ء سے لیکر اب تک بیت اللہ شریف کی توسیع وتجدید پر تیس ارب آٹھ کروڑ سعودی ریال (تقریباً ساڑھے گیارہ ارب امریکی ڈالر) خرچ کیے ہیں۔

اندر کی بات

قیام پاکستان سے قبل حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بستی باگڑ سرگانہ ضلع خانیوال میں تشریف لائے، سہ روزہ ''احرار کانفرنس'' تھی۔ نماز فجر کے بعد ایک دیہاتی آیا اور شاہ جی سے کہا: ''مجھے بیعت کر لیں'' شاہ جی نے اسے ٹالنے کی کوشش کی اور فرمایا: ''میاں! لاہور چلے جاؤ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے بیعت کر لو'' وہ شخص اس وقت تو چلا گیا مگر دوسری صبح پھر آ گیا اور اپنا وہی مطالبہ دہرایا۔ شاہ جی نے پھر ٹالا۔ تیسرے روز پھر حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے بیعت کر لو۔ شاہ جی نے جلال میں آ کر کہا۔ ''میرے کندھوں پر سوار ہو جاؤ'' بے چارہ سادہ دل دیہاتی سمجھا کہ یہی بیعت کا طریقہ ہے، اس نے جست لگائی اور شاہ جی کے کندھوں پر سوار ہو گیا۔

شاہ جی پہلے تو حیران رہ گئے، پھر اس کی منت کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے پیر ومرشد! میں نے

تجھے بیعت کیا، مہربانی کرو اور نیچے اتر آؤ"۔

بعد میں اس دیہاتی کو دوسروں سے پتہ چلا کہ بیعت کا طریقہ یہ نہیں ہوتا بلکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر شریعت کی پابندی کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ بے چارہ بڑا شرمندہ ہوا۔ شاہ جی اکثر فرماتے تھے "میری زندگی میں یہ واحد شخص ہے جب بھی میرے سامنے آتا ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستے ہیں" مگر اندر کی بات (اللہ تعالیٰ اور) ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

کافر ہو جائے گا

ایک شخص نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا" مجھے موقع دیا جائے، میں اپنی نبوت کی علامت پیش کروں" اس پر امام ابوحنیفہؒ نے اعلان فرمایا "جو شخص اس سے اس کی نبوت کی دلیل طلب کرے گا، وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ (تفسیر روح البیان)

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور جھوٹ سے پرہیز

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک دفعہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہو چکا تھا، چاروں طرف پولیس تلاش کرتی پھر رہی ہے اور آپ مسجد میں اکیلے تشریف فرما ہیں۔ پولیس مسجد میں پہنچ گئی جب اندر داخل ہوئی تو نانوتویؒ کو دیکھا کہ ایک معمولی لنگی اور ایک معمولی کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ تو وہ سمجھے کہ یہ مسجد کا کوئی خادم ہے۔ (کیونکہ ان کا تو خیال تھا کہ مولانا صاحب تو بڑے عالم ہیں تو آپ شاندار قسم کے لباس اور جبہ قبہ پہنے ہوں گے۔ وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا) تو پولیس نے محمد قاسم نانوتویؒ سے پوچھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کہاں ہیں؟ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جگہ سے ایک قدم پیچھے ہٹ کر کہا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تو یہاں تھے اور اس کے ذریعے یہ تاثر دیا کہ اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں لیکن زبان سے یہ جھوٹا کلمہ نہیں نکالا کہ یہاں نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ پولیس واپس چلی گئی۔

ف: اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے وقت میں بھی کہ جب جان پر بنی ہوئی ہو، اس وقت بھی یہ خیال رہتا ہے کہ زبان سے صریح جھوٹ نہ نکلے، اگرچہ بعض اوقات جب جان جانے کا خطرہ ہو یا ناقابل برداشت ظلم کا اندیشہ ہو اور توریہ (گول مول بات) کرنے سے بھی بات نہ بنے تو شریعت نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس اجازت کے بہانے صاف جھوٹ کا اتنی کثرت سے استعمال کرنا جس طرح آج کل ہو رہا ہے یہ سب حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جھوٹ بولنے سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

لطیفہ برائے اصلاح

سلام کے لئے بعض جگہ آداب وتسلیمات، بندگی، کورنش وغیرہ کہنے کا رواج ہے یہ غلط اور خلافِ

شریعت ہے۔ایک شخص نے اپنے موقع پر اصلاح کی خاطر طنز ملیح کے طور پر یہ لطیفہ کیا کہ ایک مجلس میں جا کر کہا کہ میرا بھی سجدہ قبول ہو۔لوگوں نے کہا کہ یہ کیا واہیات ہے؟ کہاں کہ حضور ہر آنے والا شخص مختلف الفاظ میں سلام کر رہا ہے۔کوئی ''آداب قبول ہو'' کہتا ہے،کوئی ''بندگی'' کوئی ''کورنشات'' کوئی اور کچھ،حتیٰ کہ سب صیغے (الفاظ) ختم ہو گئے،میں نے سوچا کہ اب میں کیا کہوں؟ تو میرے لئے سجدہ کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔اس لئے میں نے اس کو اختیار کیا۔

بعض نے سلام کے بارے میں ایک نہایت سخت غلطی کی کہ ایک طالب علم نے اپنے والد ماجد کو جا کر سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ بیٹا! بدتمیزی ہے'' آداب کہا کرو'' صاحبو! یاد رکھوں کہ سلام کو بدتمیزی کہنا کفر ہے۔کیونکہ سلام کو بدتمیزی کہنا حضور ﷺ کی سنت کو بے تمیزی کہنا ہے اور حضور ﷺ کی سنت کو بے تمیزی کہنے والا کافر ہے،''اگر توبہ نہ کرے تو حکومت اسلامیہ کو اس کا قتل کرنا واجب ہے''۔ (تسہیل المواعظ:۲/۳۲۹)

ف: بعض لوگ السلام علیکم کی بجائے خط میں سلام مسنون لکھ دیتے ہیں سو''اگر خط میں کوئی یہ لکھے کہ بعد سلام مسنون عرض ہے'' تو چونکہ شریعت میں یہ صیغہ سلام کا نہیں بلکہ ''السلام علیکم'' ہے۔اس لئے اس صیغہ سلام مسنون کا جواب دینا واجب نہ ہوگا اگر چہ سلام مسنون لکھنا جائز ہے۔(اغلاط العوام:۲۴)

قابل رشک نمازی

قابل رشک ہے ایسا نمازی جس نے مسواک کے ساتھ وضو کیا ہو کہ اس سے ستر گنا نماز کا اجر بڑھ جاتا ہے، اور جس کے کندھے پر تلوار لٹکی ہو،پسٹل یا خنجر کمر سے باندھا ہو کیونکہ اسلحہ کے ساتھ نماز کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔

اور جس کے سر پر عمامہ ہو کیونکہ پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز کا اجر ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔(ابن اسحاق دیلمی)

اور جس نے جماعت کیساتھ نماز ادا کی ہو کہ اس سے نماز کا ستائیس گنا اجر بڑھ جاتا ہے۔

میری گزارش ہے کہ ذرا کیلکولیٹر نکالیں اور ضربیں دینی شروع کیجئے۔

ستر ضرب ستر ضرب ستر ضرب ستائیس ضرب انچاس کروڑ۔

﴿ ذالك فضل الله يؤ تيه من يشاء ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔

(جہاد فی سبیل اللہ اور اعتراضات کا علمی جائزہ:۳۴۰)

ویلنٹائن ڈے اور ایک لطیفہ

پچھلے مہینے یعنی ۱۴ فروری ۲۰۰۹، ہماری قوم نے ویلنٹائن ڈے منایا اور اس مہینے (مارچ) پوری

شان وشوکت کے ساتھ بارہ ربیع الاول منائے گی۔ دیکھیں ہم کتنے اچھے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی ناراض نہیں کرتے اور شیطان کو بھی خفا ہونے نہیں دیتے۔

ویلنٹائن ڈے ایک پادری کے نام منسوب ہے اور اس پادری کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے محبت کا اظہار کیا تھا اور اس جرم میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ نہ اس کی محبت جائز محبت تھی نہ اس کا اظہار کوئی شریفانہ تھا، اس لئے انجام تو یہی ہونا تھا مگر اب تو یہ محبت بھی سچی کہاں رہ گئی؟ نری منافقت ہی ہے۔ اسی ویلنٹائن پر ایک صاحب لطیفہ سنا رہے تھے۔

ایک نوجوان خوشبودار پھولوں سے مہکی اور خوبصورت کارڈوں سے بھری دکان میں داخل ہوا۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اپنی محبت کے روایتی اظہار کے لئے کارڈ خریدنا چاہتا تھا۔ وہ استقبالیہ پر گیا اور وہاں بیٹھے پیسے وصول کرنے والے شخص سے پوچھنے لگا۔ جناب! کیا آپ کی دکان پر کوئی ایسا کارڈ ہے جس پر یہ جملہ لکھا ہو کہ

''میں صرف اور صرف تم سے ہی محبت کرتا ہوں''

دوکاندار نے کہا: کیوں نہیں، ہمارے پاس یہ انتہائی خوبصورت کارڈ ہے اور اس پر آپ کا بتایا ہوا جملہ بھی لکھا ہوا ہے۔ نوجوان نے یہ سن کر کہا، اچھا! پھر ایسا کرو کہ یہ کارڈ دو درجن الگ الگ لفافے میں بند کر دو کہ میں نے مختلف جگہ بھیجنے ہیں۔

آپ یہ لطیفہ سمجھے بھی یا ابھی تک سر کھجا رہے ہیں اور ہم سے پوچھنے کے لئے پر تول رہے ہیں کہ پھر کیا ہوا؟

ف: بالکل خوش بچوں کی طرح بارہ ربیع الاول کو لاکھوں کی تعداد میں ہم لوگ گھروں سے نکلتے ہیں اور عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں بھلا کوئی پوچھے تو سہی کہ پورے سال کے بقیہ دن ہم لوگ کیا کرتے ہیں؟ کن لوگوں کی پیروی کرتے ہیں اور کن کی بات مانتے ہیں؟ کن کی فیشن اپناتے ہیں اور کن کی بولی بولتے ہیں؟ بس چھوڑ دیں! ان سب باتوں کو کہ پرانے لوگ اسے منافقت کہتے تھے اور اب لوگ اسے عقلمندی سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں اس منافقت سے بچائے اور پورے سال بلکہ پوری عمر کے لئے سچا اور پکا عاشق رسول ﷺ بنائے۔ آمین (اقتضاء ۔۔۔ ۲۰۰۹)

جہاد

1۔ جہاد کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے چار سو سے زائد آیات نازل فرمائیں۔

2۔ جہاد کے عنوان پر امام بخاری رحمہ اللہ نے 241 ابواب قائم فرمائے۔

3۔ جہاد کے عنوان پر امام مسلم رحمہ اللہ نے 100 ابواب قائم فرمائے۔

4۔ جہاد کے عنوان پر امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے 176 ابواب قائم فرمائے۔

5۔ جہاد کے عنوان پر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے 115 ابواب قائم فرمائے۔

6۔ جہاد کے عنوان پر امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے 48 ابواب قائم فرمائے۔

7۔ جہاد کے عنوان پر امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے 46 ابواب قائم فرمائے۔

8۔ جہاد کے عنوان پر فقہ کی ہر کتاب مسائل جہاد سے مزین ہوئی۔

9۔ جہاد سیاحت بھی ہے اور رہبانیت بھی ہے۔

10۔ جہاد عبادت بھی ہے اور ضرورت بھی ہے۔

11۔ جہاد ایمان کی علامت ہے۔

12۔ جہاد ہی کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سو بیویاں کیں۔

13۔ جہاد کی وجہ سے تبلیغ دین اور علوم شریعت کی اشاعت کی راہ ہموار ہو رہی ہوتی ہے۔

14۔ جہاد کی وجہ سے علماء، قضاء کے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں۔

15۔ جہاد کی وجہ سے ایمان، مال، جان اور عزت کا تحفظ ہوتا ہے۔

16۔ جہاد ہمارا محافظ، ہمارا دفاع اور ہمارا قلعہ ہے۔

17۔ جہاد کی تیاری کرنا واجب ہے۔

18۔ جہاد کی تربیت کافروں سے حاصل کرنا بھی جائز ہے۔

19۔ جہاد بغیر عذر کے چھوڑنے والا فاسق بن جاتا ہے۔

20۔ جہاد میں تاویل کرنے والا مبتدع فی العقیدہ یعنی بداعتقاد ہوتا ہے۔

21۔ جہاد میں تحریف کرنے والا اور انکار کرنے والا کافر ہے۔

22۔ جہاد چھوڑ کر مرنا منافقت کی موت ہے۔ (تلخیص از جہاد فی سبیل اللہ اور اعتراضات کا علمی جائزہ: ۸۶)

مخالف کے پیچھے نماز

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی کو کسی کے ساتھ مخالفت ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ آپ سے جتنے لوگوں نے بغاوت کی ہے وہ لوگ نماز پڑھاتے ہیں کیا ہم ان کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا "نماز اچھی چیز ہے اچھے کام میں شریک رہو، برے کام میں شریک مت ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دلیل کیسی اچھی بیان کی پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برا کہنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتوے سے تو پھر اور لوگوں کے پیچھے کیوں نہ درست ہوگی۔ (اشرف الاحکام)

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کی طلباء کو اہم نصیحت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم (جو بندہ مؤلف کتاب ھٰذا کا استاد مکرم ہیں حضرت مدظلہم سے بخاری شریف مکمل پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔) طلباء کرام کو نصیحت کرتے ہوئے انتہائی دلسوزی سے فرماتے ہیں

''میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے اور ملک ملک پھرا ہوں، ہر ملک اور ہر طبقہ کی اردو، عربی، فارسی اور انگریزی کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ اصلاح نفس اور اصلاح ظاہر و باطن سے متعلق حضرت تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات سے بڑھ کر میں نے کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ اپنی حد سے زیادہ مصروفیات کے باوجود میں ہر روز سونے سے پہلے انکا تقریباً پانچ منٹ ضرور مطالعہ کرتا ہوں۔ بعض اوقات ان میں دل ایسا لگتا ہے کہ یہ مختصر سا دورانیہ آدھے گھنٹے تک بھی چلا جاتا ہے۔ حضرت کا کوئی نہ کوئی وعظ ہمیشہ میرے سرہانے رکھا رہتا ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں ان کی افادیت آپ کے دل و دماغ میں کس طرح اتاروں؟

بس! میں آپ سے دست بستہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر طالب علم حضرتؒ کے مواعظ (خطبات، ملفوظات) کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل کر لے۔ ممکن ہے کہ ابتداء میں آپ کا دل ان میں نہ لگے لیکن آپ جوں جوں آگے بڑھتے جائیں گے، ان شاء اللہ العزیز دل ان میں کھنچتا چلا جائے گا اور پھر ایک ہی مجلس میں آپ انہیں ختم کرنا چاہیں گے۔

ف: ''ملفوظات حکیم الامت'' تیس (۳۰) جلدوں اور ''خطبات حکیم الامت'' بتیس (۳۲) خوبصورت جلدوں میں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں جو اصلاح اعمال اور اصلاح نفس کے لئے بیش قیمت خزانے ہیں اور حضرت تھانویؒ کی دیگر کتابیں بھی پاکستان کے تمام بڑے کتب خانوں میں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ (مؤلف غفرلہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہل علم اور طلبہ کو چند اہم نصیحتیں

۱) اے طلباء مدرسہ تمہارا فخر یہی ہے کہ جس جماعت میں تمہارا شمار ہے تم اس کی اصطلاح اور وضع اور طرز کو اختیار کرو۔

۲) لباس اور وضع سے یا اہل دنیا کے طرز گفتگو سے عزت کا طلب کرنا انسان کا کام نہیں۔ یہ تو نہایت بھدا پن ہے۔

۳) اگر مخلوق سے عزت نہ ہو تو کیا پرواہ ہے خالق کے یہاں تو ضرور عزت ہوگی۔

۴) تم کو تو ایسی تواضع اور پستی اختیار کرنا چاہئے کہ تمام دنیا پستی و تواضع میں تمہارے شاگرد ہو جائیں تمہاری عزت اسی میں ہے۔

۵) تم اپنے کو مٹا دو، گمنام کر دو تو پھر تمہاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چپ ہو گے اور تمام مخلوق میں تمہارا آوازہ (شہرہ) ہوگا۔ (انفاس عیسیٰ: ۱/ ۳۷۳)

====☆☆☆====

فقہ حنفی کی چند اہم اور بنیادی کتابیں

[...... ایک اجمالی تعارف......]

نوٹ: ”فقہ حنفی کی چند اہم اور بنیادی کتابیں“ کے عنوان سے حضرت مفتی عبدالرشید صاحبؒ (اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین) سابق استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور، کا ایک اجمالی تعارف جو ماہنامہ ”وفاق المدارس ملتان“ میں قسط وار چھپتا رہا، احقر نے اسی کی تلخیص کر کے اپنے اس رسالے میں طلباء کرام خصوصاً متخصصین فی الفقہ حضرات کی دلچسپی کے لئے شامل کر دیا ہے۔ (م۔س۔آ لف غفرلہ)

۱......حاشیۃ الطحطاوی الدر المختار

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”الدر المختار فی شرح تنویر الابصار“ کا یہ حاشیہ، علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی مصری حنفی کا تحریر کردہ ہے۔

۲......الدر المختار فی شرح تنویر الابصار

یہ فقہ حنفی کے مشہور متن ”تنویر الابصار“ کی شرح ہے۔ جو علامہ محمد بن علی حصکفی دمشقی کی تالیف ہے۔

۳......رد المحتار علی الدر المختار

یہ ”درمختار“ کا حاشیہ ہے، جو سید محمد امین عابدین بن سید عمر عابدین شامی نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ دمشق کے رہنے والے تھے اور وہیں ان کی پیدائش ۱۱۹۸ھ/۱۷۴۸ء میں ہوئی۔

۴......بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

یہ کتاب ملک العلماء ابوبکر بن مسعود بن احمد علاؤ الدین کاسانی کی تصنیف لطیف ہے جو علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد سمرقندی (المتوفی ۵۴۰ھ/۱۱۴۶ء) مصنف تحفۃ الفقہاء کے شاگرد ہیں۔

۵......البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”کنز الدقائق“ کی یہ شرح ہے۔ کنز الدقائق امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حافظ الدین النسفی (المتوفی ربیع الثانی ۷۱۰ھ/۱۳۳۱ء) کی تصنیف لطیف ہے، موصوف نے پہلے ایک جامع متن فقہ حنفی کا تیار کیا جس کا نام ”وافی“ رکھا، پھر اپنے تحریر کردہ متن ”وافی“ کی شرح لکھی اور اسکا نام رکھا ”کافی“ اس کے بعد ”وافی“ کا مزید اختصار کیا، جس میں زیادہ تر پیش آنے والے مسائل کا اندراج کیا، اس متن کو انہوں نے ”کنز الدقائق“ کے نام کیساتھ موسوم کیا۔

۶۔ الأشباہ و النظائر

فقہ حنفی کی یہ بے نظیر کتاب، ابوحنیفہ ثانی علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن نجیم حنفی (م ۹۷۰ھ/۱۵۶۳ء) کی تالیف ہے۔ جس کے بارے میں علامہ چلپیؒ فرماتے ہیں۔ "لم یر للحنفیة مثله" یعنی حنفیہ کے ہاں اس جیسی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی۔

۷..... تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق

یہ بھی کنز الدقائق کی شرح ہے جو علامہ ابومحمد فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی کی تصنیف ہے موصوف حدیث، فقہ، نحو اور فرائض کے اپنے دور میں امام تھے۔

۸..... رمز الحقائق شرح کنز الدقائق

یہ بھی کنز الدقائق کی مختصر شرح ہے جو محدث شہیر علامہ محمود بن احمد بدر الدین العینیؒ کی تصنیف ہے۔ ۸۲۷ھ/۱۳۵۱ء میں آپ قاہرہ تشریف لائے۔ حلب سے تین منزل کے فاصلے پر ایک عظیم اور خوبصورت شہر "عین تاب" کے چونکہ آپ قاضی رہے ہیں، اس لئے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو "عینی" کہا جاتا ہے۔

۹..... ھدایۃ

شیخ الاسلام برھان الدین بن ابی بکر المرغینانیؒ کی یہ تالیف ہے مصنف نے پہلے ایک متن "بدایۃ المبتدی" کے نام سے لکھا جو "مختصر القدوری" اور امام محمدؒ کی "جامع صغیر" کو ملا کر تیار کیا تھا اور بوقت ضرورت اس پر اضافہ بھی کیا، پھر اس کی ایک بڑی ضخیم شرح لکھی اور اس کا نام "کفایۃ المنتہی" رکھا، لیکن بعد میں مصنفؒ نے محسوس کیا کہ اس شرح میں کچھ اطناب ہو گیا ہے اس کی طوالت اور لوگوں کی کم ہمتی کے باعث کہیں یہ کتاب بالکل متروک ہی نہ ہو جائے، اس لئے دوبارہ نسبتاً مختصر شرح "ھدایہ" کے نام سے تحریر فرمائی، چونکہ "متن"، مختصر القدوری اور جامع صغیر سے مرتب ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ "ہدایہ" درحقیقت ان دونوں کتابوں کی مفصل شرح ہے، علامہ چلپی فرماتے ہیں کہ مصنف نے "ہدایہ" کی تالیف میں ۱۳ سال کے ان پانچ دنوں کے علاوہ جن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، کبھی روزہ کا ناغہ نہیں کیا۔ اور موصوف کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ اس کی برکت ہے کہ اس کتاب کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جو کسی اور کتاب کو میسر نہ ہو سکی، چنانچہ ہدایہ کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلھا فی الشرع من کتب

فاحفظ قواعدھا واسلک مسالکھا یسلم مقالک من زیغ ومن کذب

یعنی "ہدایہ" نے قرآن کی طرح پہلے کی تصنیف شدہ کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا اس کے قواعد کو یاد کرو اور اس کے راستوں پر چلو، تو تمہاری بات جھوٹ اور کجی سے محفوظ ہو جائے گی۔

۱۰ فتح القدیر للعاجز الفقیر

یہ ہدایہ کی مشہور اور متداول شرح ہے جو علامہ محمد بن عبدالواحد کمال الدین کی تالیف ہے جو ابن الہمام سے مشہور ہے۔ ۷۸۸ھ یا ۷۹۰ھ میں علامہ ابن الہمام کی پیدائش ہوئی موصوف کو تمام دینی علوم بالخصوص تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو، کلام اور منطق میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

۱۱ غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الحکام

یہ درر الحکام کا حاشیہ ہے اور درر الحکام علامہ محمد بن فراموز الشہیر بہ ''مولیٰ خسرو'' و ''ملا خسرو'' کی تصنیف ہے جو محمد خان بن مراد خان کے دور خلافت میں فوج کے قاضی تھے بعد میں قسطنطنیہ کے قاضی بنا دیئے گئے تھے، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحر ذخار تھے۔

''درر الحکام'' کا یہ حاشیہ ''غنیۃ ذوی الاحکام'' ابوالاخلاص حسن عمار مصری شرنبلالی کی تصنیف ہے۔ موصوف ''مصر'' کے قریب ایک شہر ''شرابلولہ'' کے رہنے والے تھے۔ اسی شہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے خلاف قیاس اس کو ''شرنبلالی'' کہا جاتا ہے اپنے زمانے کے بہت بڑے فقیہ تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف، مثلاً ''نور الایضاح'' اور اس کی شرح ''امداد الفتاح'' پھر اس شرح کا اختصار کیا، ''مراقی الفلاح'' کے نام سے۔ اور متفرق مسائل میں چھوٹے چھوٹے ۶۰ رسائل تالیف فرمائے۔

۱۲ ..... فتاویٰ انقرویہ

یہ شیخ الاسلام مولا محمد بن حسن انکوری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ موصوف ترکی علماء میں مشہور حنفی فقیہ ہیں، ان کی انکوریہ (انقرہ) میں پیدائش ہوئی اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''انکوری'' یا ''انقروی'' کہا جاتا ہے۔ قسطنطنیہ میں تعلیم حاصل کی۔ مصر، قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے بعد میں انہیں ترکی حکومت میں ''شیخ الاسلام'' بنا دیا گیا، لیکن اس کے بعد جلد ہی ان کی وفات ہوگئی۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں ۱۰۹۸ھ/۱۶۸۷ء میں آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ علامہ چلپی فتاویٰ انقرویہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام اور فقہاء عظام کے ہاں مقبول ہے۔ ۲ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکا ہے۔

۱۳ ..... فتاویٰ ظہیریہ

یہ فتاویٰ فقیہ شہیر محمد احمد بن عمر ظہیر الدین بخاری کی تصنیف ہے، جو اپنے زمانے میں علوم دینیہ کے اندر یکتائے روزگار تھے، نیز ''بخاری'' کے محتسب بھی تھے۔ ابتداءً تحصیل علم اپنے والد سے کی، بعد ازاں دیگر اکابر وافاضل عصر سے یہاں تک کہ آخر میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کے ماموں علامہ ظہیر الدین حسن بن علی بن عبدالعزیز مرغینانی کے پاس پہنچے، جو ان کی صلاحیت کے باعث دیگر طلبا پر انکو فوقیت دیتے اور ان کا خصوصی احترام فرماتے تھے۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ کا انتقال ۶۱۹ھ/۱۲۲۲ء میں ہوا۔ علامہ لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں نے ''فتاویٰ ظہیریہ'' کا مطالعہ کیا ہے۔ میں نے اس کو ایک

معتبر کتاب اور فوائد کثیرہ کا حامل پایا ہے۔

۱۴......فتاویٰ قاضی خان

یہ امام کبیر حسن بن محمود فخر الدین اوز جندی فرغانی معروف بہ ''قاضی خان'' کی تصنیف ہے۔ انہیں علوم دینیہ خصوصاً فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا حتیٰ کہ علامہ احمد بن کمال پاشا نے ان کو ''مجتہدین فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے اور قاسم بن قطلو بغا نے فرمایا ہے کہ ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے، کیونکہ یہ ''فقیہ النفس'' ہیں اور علامہ چلپی ان کی کتاب ''فتاویٰ قاضی خان'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مقبول ہے اور علماء فقہاء کے ہاں متداول ہے اور اس قابل ہے کہ ہر وقت قاضی و مفتی کے پیش نظر رہے۔

موصوف کا انتقال نصف رمضان کی شب کو ۵۹۲ھ ۱۱۹۶ء میں ہوا۔ یہ فتاویٰ چار جلدوں میں کلکتہ سے اور مصر سے فتاویٰ عالمگیری کی پہلی تین جلدوں کے حاشیے پر چھپ چکا ہے۔

۱۵......الفتاویٰ المہدیہ فی الوقائع المصریہ

یہ شیخ محمد عباسی مہدی مصری کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ انکے والد کا انتقال جب ہوا تو انکی عمر اس وقت تین سال تھی۔ معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی، لیکن بایں ہمہ انہوں نے بڑی محنت سے جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ ۲۱ سال کی نوعمری میں انکو منصب افتاء کا اعزاز حاصل ہوا۔ نوعمری کے باعث ان پر بہتوں کو حسد بھی ہوا، لیکن یہ انکے حق میں اس طور سے مزید مفید ثابت ہوا کہ وہ اپنے فتاویٰ انتہائی محنت اور جانفشانی سے لکھتے اور حتی الامکان تحقیق کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے دور میں اس منصب کے اہل ترین فرد بن گئے۔

۱۲۸۷ھ میں انکو افتاء کے ساتھ ساتھ ''شیخ الاسلام'' ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء میں موصوف نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ''قرافۃ المجاورین'' میں دفن ہوئے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس فتاویٰ کی ایک خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ حنفیہ کی کتابوں میں سے، جس کتاب نے وقف کے مسائل کو سب سے زیادہ شرح و بسط اور انضباط کے ساتھ بیان کیا ہے وہ فتاویٰ مہدویہ ہے۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر صفحہ ۴۰۲)

۱۶......لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام

یہ کتاب امام ابوالولید ابراہیم بن محمد معروف بہ ابن شحنہ حلبی کی تالیف ہے۔ موصوف نے قضا اور اس کے متعلقات کے بیان کے لئے یہ کتاب ترتیب دی تھی اور اس کو تیس فصلوں پر تقسیم کیا تھا، جس کی اجمالی فہرست موصوف نے دیباچہ میں ذکر کی ہے۔ لیکن ابھی اپنی کتاب کی ۲۱ فصلیں ہی لکھ پائے تھے کہ وقت موعود آ پہنچا اور آپ کتاب کو اسی نامکمل حالت میں چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ موصوف

کا انتقال ۸۸۲ھ/۱۴۷۸ء کو ہوا۔

۱۷ مبسوط

یہ امام ابوبکر محمد بن احمد شمس الائمہ سرخسیؒ کی تصنیف ہے، جسے انہوں نے محض اپنے حافظہ کی مدد سے ''اوز جند'' کے قید خانہ کے اندر ایک کنویں میں محبوس ہونے کے زمانے میں اپنے شاگردوں کو املا کرایا تھا، جو کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ کتاب ۳۰ جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ اس عظیم کتاب سے امام شمس الائمہ کے رسوخ فی العلم اور تمام مسائل کی مکمل تفصیلات کے استحضار کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ابن کمال پاشا نے انکو ''مجتہد فی المسائل'' کے طبقے میں شمار کیا ہے۔ امام سرخسیؒ شمس الائمہ حلوانی (المتوفی ۴۴۸ھ/۱۰۵۶ء) کے خصوصی شاگرد تھے۔ قید کی وجہ انکی وہ نصیحت تھی، جو انہوں نے کسی غیر مناسب کام پر بادشاہ وقت کو کی تھی۔ مبسوط میں کسی کسی مقام پر اختتام بحث کے موقع پر اپنے محبوس ہونے کا ذکر بھی کر دیتے ہیں، مثلاً عبادات کے بیان کے آخر میں فرماتے ہیں،

"هذا آخر شرح العبادات باوضح المعاني واوجز العبارات املاء المحبوس عن الجمع والجماعات"

موصوف کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ بقول بعض ۴۹۰ھ/ء۔ ۱۰۹۶ء اور بقول بعض ۵۰۰ھ/ء۔ ۱۱۰۶ کے لگ بھگ۔

۱۸ ..... فتاویٰ عالمگیریہ

متحدہ ہندوستان میں مشہور مغل فرماں رواں عالمگیر (المتوفی ۱۱۱۸ھ/۱۷۰۷ء) نے جب باقاعدگی سے شریعت کا نفاذ ہندوستان میں لیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی باتیں ایسی ہیں کہ جن میں اصل شرعی مسئلہ تک پہنچنے میں دقت ہوتی ہے، کیونکہ ایسی کوئی جامع کتاب موجود نہیں ہے، جس میں تمام جزئیات اور نئے پیش آنے والے مسائل کا حل مذکور ہو، اس لیے انہوں نے ملک کے چیدہ چیدہ منتخب علماء کرام کا ایک بورڈ شیخ نظام الدین برہانپوری کی سربراہی میں تشکیل دیا۔ جس نے آٹھ سال کے عرصے میں اس فتاویٰ کی تدوین کا کام مکمل کیا۔ عالمگیرؒ اس کی تدوین میں خود شریک رہے۔ روزانہ کا مرتب کردہ حصہ ملا نظام سے پڑھوا کر روزانہ سنتے تھے اور بوقت ضرورت اس پر جرح بھی فرماتے تھے تاکہ مسئلہ میں کوئی ابہام وغیرہ باقی نہ رہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے متعلق ''معارف'' (اعظم گڑھ) کے ایک مضمون نگار لکھتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب اس محنت اور احتیاط کے ساتھ کی گئی ہے کہ جو مسائل قاضی یا مفتی کو پیش آسکتے ہیں، ان سے متعلق مشہور فقہاء کی رائے بغیر کسی دشواری کے دستیاب ہو سکتی ہے۔'' اسی کو ''فتاویٰ ہندیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

۱۹ ۔۔ فتاوی بزازیہ

یہ کتاب شیخ محمد بن محمد کردری خوارزمی کی تالیف ہے۔موصوف اپنے زمانے میں علم اصول وفروع اور دیگر علوم دینیہ میں یکتائے روزگار تھے،زیادہ ترعلم والد ماجد سے ہی حاصل کیا۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ہمارے پیش نظر وہ نسخہ ہے.........جو۶ جلدوں میں مصر سے شائع ہونے والے فتاویٰ عالمگیریہ کی آخری ۳ جلدوں کے حاشیہ پر چھپا ہوا ہے۔جب کہ پہلی تین جلدوں کے حاشیہ پر فتاویٰ قاضی خان چھپا ہوا ہے۔مؤلف فتاویٰ بزازیہ کا انتقال ۸۲۷ھ/۱۴۲۴ءکو ہوا۔

۲۰ ۔۔ جامع الفصولین

یہ شیخ بدرالدین محمود بن اسماعیل معروف بہ''ابن قاضی سماوہ'' کی تصنیف ہے۔چونکہ یہ صرف معاملات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اس لیے ہمیشہ یہ قاضیوں اور مفتیوں کے پیش نظر رہتی ہے ۔درحقیقت یہ کتاب کچھ اضافات کے ساتھ دو کتابوں کا مجموعہ ہے۔ایک ''الفصول الاستروشنية'' جو قاضیوں کو کثرت سے پیش آنے والے قضا اور دعویٰ سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور تیس فصلوں پر منقسم ہے۔ یہ شیخ مجدالدین محمد بن محمود استروشنی المتوفی ۶۳۲ھ/۱۲۳۵ء کی تصنیف ہے اور دوسری ''الفصول العمادية'' جو مندرجہ بالا موضوع پر شیخ ابوالفتح زین الدین عبدالرحیم بن ابی بکر عمادالدین کی تصنیف ہے۔سمرقند میں وہ اس کی تالیف سے ۶۵۱ھ/۱۲۵۳ء میں فارغ ہوئے تھے۔ابن قاضی سماوہ نے ان دونوں کو اس طرح جمع کر دیا کہ مکررات کو حذف کر کے کچھ ضروری مسائل کا اضافہ بھی کر دیا۔مصنف کے والد بلادروم میں بمقام''سماوہ'' قاضی تھے۔ یہ کتاب چالیس فصلوں پر مشتمل ہے۔جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں جامع الفصولین کے ساتھ ہی خیرالدین رملی کے حواشی بھی ہیں، جوانہوں نے جامعۃ الفصولین پر لکھے ہیں، نیز حاشیہ پر جامعۃ الصغار چھپی ہوئی ہے اور اسکے ختم ہونے کے بعد حاشیہ پر ہی آداب الاوصیاء چھپی ہے۔

۲۱ ......السیر الصغیر

یہ امام ابوحنیفہؒ المتوفی ۱۵۰ھ/۷۶۷ء کے شاگرد اور فقہ حنفی کے مدون اول امام محمد بن الحسنؒ الشیبانی کی تصنیف ہے۔امام محمد کا خاندان اصلاً دمشق کا رہنے والا ہے۔ان کے والد عراق تشریف لے آئے۔''واسط'' میں ۱۳۲ھ/۷۵۰ء میں امام محمد کی ولادت ہوئی اور''کوفہ'' ہی میں حدیث کا درس آپ نے امام ابوحنیفہ،مسعر بن کدام اور سفیان ثوری وغیرہ سے لیا،امام مالک،اوزاعی،بکیر بن عمار اور امام ابو یوسفؒ سے بھی آپ احادیث روایت کرتے ہیں،پھر بغداد میں سکونت اختیار کر لی،آپ کے شاگردوں میں امام شافعی،ابوسلیمان جوزجانی اور ابوعبید قاسم بن اسلام ایسے اکابر شامل ہیں۔آپ کچھ عرصے کے لیے''رقہ'' کے قاضی بھی رہے۔خلیفہ ہارون رشید نے جب پہلی بار''رے'' کا سفر کیا تو امام

محمد کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا، وہیں پر ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ/۸۰۵ء میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ موصوف کثیر التصانیف آدمی تھے۔ آپ کی کل تصانیف ۹۹۰ یعنی دس کم ایک ہزار تھیں، جن میں سے بیشتر مرورِ زمانہ کے باعث تلف ہوئیں، جو باقی بچیں، ان میں جو کثرت اور تسلسل کے ساتھ علماء فقہاء کے پڑھنے پڑھانے میں آتے ہیں ان کو "ظاہر الروایۃ" کہا جاتا ہے اور بقیہ کو "نادر الروایۃ" قرار دیا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کا مدار "ظاہر الروایۃ" کتابوں پر ہے، جو تعداد میں ۶ ہیں یعنی سیر صغیر، سیر کبیر، جامع صغیر، جامع کبیر، الاصل اور زیادات۔

"سیر صغیر" کو امام محمدؒ نے چوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا تھا، اس لیے اسے "سیر ابی حنیفہؒ" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ "سیر صغیر" جب امام اوزاعی نے دیکھی تو فرمایا "ما لاهل العراق والتصنيف في هذا الباب" یعنی ان مسائل کا علم اہل عراق کو نہیں ہے، اس موضوع پر وہ کیا لکھ سکتے ہیں، نیز اس کا رد انہوں نے لکھا: "الرد على سير ابي حنيفة" کے نام سے: جس کا جواب امام ابو یوسفؒ نے دیا اور اس کا نام رکھا "الرد على سير الاوزاعي" جو طبع بھی ہو چکا ہے۔

۲۲..... السیر الکبیر

یہ بھی امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ موصوف کو جب ان کی تصنیف "سیر صغیر" پر امام رحمہ اللہ کا تبصرہ معلوم ہوا تو پھر انہوں نے ایک مبسوط اور مفصل کتاب اسی موضوع پر تحریر فرمائی کے بارے میں امام اوزاعی نے فرمایا تھا کہ اہل عراق کو "سیر" کے مسائل کا کیا علم؟ یہ کتاب جب امام اوزاعی کو پہنچی تو انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور متحیر اور ششدر رہ کر فرمایا کہ اگر اس کتاب میں احادیث مبارک نہ ہوتیں تو میں کہتا کہ یہ شخص علم خود تیار کر لیتا ہے۔ یہ کتاب امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح کے ساتھ ۴ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

۲۳...... کتاب الأصل

یہ امام محمد رحمہ اللہ کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اسی بنا پر اس کا نام "الاصل" رکھا گیا ہے۔ یہ درحقیقت امام محمد رحمہ اللہ کی متعدد تصانیف کا مجموعہ ہے۔ امام موصوف نے مختلف ابواب فقہ پر ایک ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی تھی، مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، وغیرہ اس طرح تقریباً ۶۰ کتاب تالیف فرمائی تھیں۔ ان ہی کا مجموعہ "کتاب الاصل" کہلاتا ہے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر اہل کتاب میں سے ایک حکیم یہ کہہ کر مسلمان ہوگیا تھا کہ "هذا كتاب محمد كم الاصغر، فكيف كتاب محمد كم الاكبر" یعنی یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب ہے۔ تو تمہارے بڑے محمد ﷺ کی کتاب کا کیا حال ہوگا اور یہی وہ کتاب ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے حفظ کیا تھا اور پھر اسی نہج پر اپنی کتاب "الام" کو تالیف فرمایا۔ یہ کتاب پانچ ضخیم جلدوں میں اب پاکستان میں طبع ہوگئی ہے۔ دیگر

کتابوں کی بہ نسبت زیادہ مفصل ہونے کے باعث اس کو "مبسوط" بھی کہا جاتا ہے۔

۲۴ الجامع الصغیر

یہ بھی امام محمد رحمہ اللہ کی تالیف ہے اس کا سبب تالیف یہ ہوا کہ امام ابو یوسف (المتوفی ۱۸۲ھ/ ۷۹۸ء) نے امام محمد سے فرمایا کہ جو مسائل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، میری روایت سے تم کو پہنچے ہیں ان کو یکجا جمع کر دو۔ امام محمد نے یہ کتاب مرتب فرما کر پیش فرمادی۔ اس میں ۱۵۳۲ مسائل درج ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے دیکھ کر تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری روایت کو خوب یاد رکھا، لیکن ۳ مسائل میں تم نے غلطی کی ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے غلطی نہیں کی۔ بلکہ آپ اپنی روایت بھول رہے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ باوجود جلالت شان کے اس کتاب کو سفر وحضر میں اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ یہ کتاب بھی پہلی بار ٹائپ پر کراچی سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

۲۵ ..... الجامع الکبیر

یہ بھی امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، لیکن دیگر کتابوں کی بہ نسبت یہ زیادہ دقیق ہے، بغیر کسی محقق آدمی کی مفصل شرح دیکھے ہوئے، بات کی تہ تک پہنچنا دشوار ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص بلندی پر گھر تعمیر کرے اور ساتھ ساتھ سیڑھیاں بناتا جائے، جب اس کی تعمیر مکمل ہو جائے تو نیچے اتر کر سب سیڑھیاں توڑ ڈالے اور کہے کہ لیجیے چڑھیے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید امام محمد رحمہ اللہ نے اس کو اس لیے تالیف فرمایا تھا تاکہ یہ ایک کسوٹی بن جائے فقہاء کی عظمت کو معلوم کرنے اور اس کے ملکۂ استنباط کو دریافت کرنے کے لئے یہ کتاب بہت اہم ہے۔ اس لیے بڑے بڑے فقہاء نے اس کی شرح لکھی ہے۔ یہ کتاب لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۶ ..... زیادات

یہ بھی امام رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ امام قاضی خان نے یہ ذکر فرمائی ہے۔ کہ "جامع کبیر" تصنیف کے بعد کچھ اور مسائل کا ذکر موصوف نے مناسب جانا تو ان کو علیحدہ مستقل صورت میں جمع فرمادیا اور اس کا نام رکھ دیا "زیادات" پھر اس کی تکمیل کے بعد مزید کچھ مسائل "الزیادات" کے نام سے جمع فرمائے۔ زیادات الزیادات بہت مختصر کتاب ہے۔ کل سات باب ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی شرحیں بھی بہت سے اکابر نے لکھی ہے۔ "زیادات" تو تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ لیکن زیادات الزیادات شمس الائمہ سرخسی اور امام ابونصر احمد بن محمد العتابی البخاری الحنفی (۵۸۶ھ، ۱۱۹۰ء) کی شرحوں کے ساتھ لاہور سے طبع ہو چکی ہے۔ چونکہ "زیادات الزیادات" دراصل "زیادات" ہی کا تتمہ اور تمہ ہے۔ اس لئے یہ بھی "ظاہر الروایہ" کتابوں میں شامل ہے۔

۲۷ کتاب الحجة علی اهل المدینة

یہ بھی امام محمد رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔اس کا سبب تالیف یہ ہے کہ جب امام محمد رحمہ اللہ مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تشریف لے گئے۔تاکہ موطا کا سماع امام مالک رحمہ اللہ سے کریں اور اس دوران وہاں کے دیگر محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا،تو وہاں کے علماء کرام سے ان مسائل پر بحث مباحثہ بھی ہوا۔ جو احناف اوران کے درمیان مختلف فیہ تھے۔اسلئے امام محمد رحمہ اللہ نے اس وقت اپنے مؤقف پر دلائل کتابی صورت میں جمع فرمادیئے۔ پھر جب آپ مدینہ منورہ سے واپس عراق تشریف لائے تو اس کتاب کوان کے شاگردوں نے اس سے روایت کیا۔اس وقت جو نسخہ اس کتاب کا دستیاب ہے۔ وہ امام محمد رحمہ اللہ کے شاگرد عیسیٰ بن ابان (المتوفی ۲۲۱ھ،۸۳۶ء) کی روایت سے ہے۔ اس کتاب کا مکمل نسخہ تاحال دستیاب نہیں ہے۔ جو حصہ دستیاب ہے اندازہ ہے کہ وہ اصل کتاب کا نصف حصہ ہے۔ بہر حال جو حصہ دستیاب ہے۔وہ دارالعلوم دیو بند کے سابق مفتی سید مہدی حسن رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۶ھ،۱۹۷۶ء) کی تعلیقات وحواشی کے ساتھ ۴ جلدوں میں لاہور سے بھی طبع ہو چکا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کی مندرجہ بالا تمام کتابیں اولاً حیدرآباد دکن کے ادارہ ''دارالمعارف النعمانیہ'' کی طرف سے علامہ ابوالوفاء افغانی رحمہ اللہ کی کوششوں سے طبع ہوئی تھیں۔ بعد میں جہاں کہیں سے طبع ہوئی ہیں۔اسی سابقہ ایڈیشن کی عکسی طباعت ہے۔

۲۸ ...... تنویر الأبصار

یہ علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد الخطیب تمرتاشی الغزی کی تصنیف ہے۔ یہ ایک انتہائی جامع اور مختصر متن ہے۔ یہ فلسطین کے علاقہ ''غزہ'' کے رہنے والے تھے۔ علامہ ابن نجیم مصری صاحب ''البحرالرائق'' کے شاگرد تھے علوم دینیہ بالخصوص فقہ وفتاویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔متعدد ضخیم کتابیں اور کئی چھوٹے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔آپ کی تصانیف میں ''تنویر الابصار'' کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور متعدد علماء نے اس کی شروح وحواشی لکھے۔اس کے شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور'' درمختار'' ہے۔جس کا تعارف اس سے پیشتر ہم کراچکے ہیں۔ مصنف تنویر الابصار کا انتقال ۱۰۰۴ھ،/۱۵۹۶ءکو ہوا۔

۲۹ ...... مختصر الوقایه

امام برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعۃ الاول نے ایک کتاب'' وقایۃ الروایۃ فی مسائل الہدایۃ'' اپنے نواسے صدر الشریعۃ الثانی عبیداللہ بن مسعود المتوفی ۷۴۵ھ،/۱۳۴۵ء کے لئے مرتب فرمائی تھی۔ یہ کتاب علماء وفقہاء کے درمیان بہت مقبول ہوئی۔متعدد اکابر نے اس کی شرحیں لکھیں۔خود مصنف کے نواسے صدر الشریعۃ الثانی عبیداللہ بن مسعود نے بھی اس کی شرح لکھی۔آج کل جب شرح

وقایہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ تو انہی کی شرح مراد ہوتی ہے۔ صدر الشریعۃ الثانی نے شرح لکھنے کے علاوہ "وقایۃ الروایۃ فی مسائل الہدایۃ" کا ایک اختصار لکھا۔ اس مختصر الوقایہ کا نام انہوں نے "نقایہ مختصر الوقایہ" رکھا۔ یہ متن انتہائی مختصر اور عمدہ ہے اور علماء کرام کے ہاں بہت مقبول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شرح متعدد اکابر علماء نے لکھی ہے۔ نقایہ کی شرحوں میں سے ایک بہت اہم اور نفیس شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ (التوفی ۱۰۱۴، ۱۶۰۶ء) کی تصنیف ہے۔ جو حال ہی میں کراچی سے دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اثبات مسائل میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ کہ حتی الوسع احادیث پاک سے پیش فرمائے جائیں۔

۳۰ فتاویٰ تاتار خانیہ

امیر تا تارخان دہلوی، فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ایک اہم رکن سلطنت تھے۔ وہ بڑے عالم فاضل اور تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول میں بڑا امتیاز مقام رکھتے تھے۔ نیز بڑے اونچے اخلاق و کردار کے حامل تھے۔ شریعت مطہرہ کے سخت پابند، امراء و حکام کا شدید محاسبہ کرانے والے تھے۔ ان کی صحبت میں ہمیشہ علماء و فضلا کا مجمع رہتا اور وہ اس پاکباز طبقہ کا بہت احترام فرماتے تھے۔

انہوں نے اپنے دور کے ایک بہت بڑے علوم عربیہ اور فقہ و اصول کے عالم شیخ فریدالدین عالم بن علاء اندر پتی (التوفی ۷۸۶ھ، ۱۳۸۴ء) کو حکم دیا کہ فقہ حنفی کی ایک جامع کتاب مرتب کریں اور اختلافی مسئلہ میں تمام اقوال مختلفہ نقل کر دیں اور ساتھ ہی اختلاف کرنے والے علماء و فقہاء کی تصریح کر دیں۔ چنانچہ امیر تا تارخان کے حکم کے بعد شیخ عالم بن علاء نے ایک بڑی ضخیم کتاب مرتب کر دی اور اسکا نام "زاد السفر" اور "زاد المسافر فی الفروع" رکھا گیا۔ لیکن چونکہ اس کی ترتیب و تسوید امیر تا تارخان دہلوی کے حکم سے ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی زیادہ شہرت فتاویٰ تاتارخانیہ کے نام سے ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ اب دہلی میں اس کی طباعت ہو رہی ہے۔ اور ایک جلد طبع بھی ہو گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۱...... فتاویٰ حمادیۃ

یہ مفتی رکن الدین ناگوری بن حسام الدین ناگوری کی تصنیف ہے۔ جو علاقہ گجرات کاٹھیاوار) کے ایک مشہور شہر نہروالہ میں منصب افتاء پر فائز تھے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے ہی علاقہ کے قاضی القضاۃ قاضی حماد الدین بن محمد اکرم گجراتی کے حکم پر تالیف فرمائی۔ اس کی تالیف میں ان کے صاحبزادے مفتی داؤد بن مفتی رکن الدین ناگوری بھی اپنے والد کے ساتھ شامل رہے۔ فتاویٰ حمادیہ کے مقدمہ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ تفسیر حدیث فقہ اور اصول فقہ کی ۲۱۶ کتابوں سے استفادہ کر کے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ قاضی حماد الدین صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی تھی کہ اس کتاب میں صرف وہ مسائل جمع فرمائیں جو جمہور فقہاء کے اجماعی اور مفتی بہ ہوں۔ چونکہ اس کی تالیف اس ہدایت کے

مطابق عمل میں آئی ہے۔اس لئے یہ کتاب لائق اخذ اور قابل اعتماد بن گئی ہے۔

۳۲ مجموعة الفتاوى

یہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ فتاویٰ ۳ جلدوں میں طبع ہوئے تھے اور اس کا ایک ایڈیشن وہ بھی ہے۔ جو خلاصۃ الفتاویٰ کے حاشیہ پر چھپا تھا۔ اب پاکستان سے ان دونوں ایڈیشنوں کی عکسی طباعت ہوگئی ہے۔ چونکہ مولانا لکھنوی کے اکثر فتاویٰ عربی یا فارسی زبان میں تھے۔اس لئے عوام الناس اس سے استفادہ نہیں کر پاتے تھے۔دوسرا اشکال اس سے استفادہ کا ،جس سے عوام چھوڑ ،خواص بھی پریشان تھے۔ وہ یہ تھا کہ ہر باب کے مسائل تین جلدوں میں بکھرے ہوئے تھے۔

ان دونوں اشکالوں کو رفع کرنے کے لئے مولانا خورشید عالم صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند ،مدرس دارالعلوم کراچی نے ایک تو بڑی سہل اردو میں اس کا ترجمہ فرمادیا اور پھر اس کو اس طرح مرتب فرما دیا کہ تین جلدوں میں بکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کردیا۔ اس طرح نہ صرف عوام کے استفادہ کا راستہ ہموار ہوا بلکہ وہ پریشانی بھی رفع ہوگئی۔ جو مسائل کے کئی جلدوں میں منتشر ہونے کے باعث پیدا ہوتی تھی۔ یہ ترجمہ بترتیب جدید کراچی سے ایک جلد میں طبع ہو چکا ہے۔حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی کی ولادت ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ،۱۸۴۸ء کو ہوئی۔آپ کثیر التصانیف تھے۔تقریباً ہر علم میں آپ نے کوئی نہ کوئی تصنیف یادگار چھوڑی ہے۔آپ کی کل تصانیف کی تعداد ۹۰ کے لگ بھگ ہے۔۱۷ سال کی عمر میں حفظ قرآن سمیت تمام علوم مروجہ تفسیر، حدیث ،فقہ، اصول، منطق ،فلسفہ اور ریاضی وغیرہ سے فراغت حاصل کرلی۔مولانا کا انتقال بہت کم عمری میں ہوگیا۔آپ کا سنہ وفات ۱۳۰۴ھ،۱۸۸۶ء ہے۔

۳۳...... مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر

امام ابراہیم بن محمد حلبی ۹۵۶ھ،۱۵۴۹ء نے مسائل فقہ پر ایک جامع کتاب مرتب کی ،جس میں "مختصر قدوری"، "المختار"، "الکنز" اور "الوقایۃ" کے مسائل کو جمع کردیا، نیز "ہدایہ" اور "مجمع" کے مسائل ضروریہ بھی اس میں شامل کردیئے اور اقاویل مختلفہ میں سب سے مقدم اس قول کو ذکر کیا جو زیادہ راجح تھا اور اس بات کا بڑا اہتمام کیا کہ "متون اربعہ" کا کوئی مسئلہ ذکر ہونے سے رہ نہ جائے ،اس کا نام انہوں نے رکھا "ملتقی الابحر"۔ جامعیت اور قابل اعتماد ہونے کے باعث یہ کتاب بڑی مشہور ہوئی اور بڑے بڑے علماء نے اس کی شرحیں لکھیں۔

۳٤ ..... الجوهرة النيرة على مختصر القدورى

شیخ احمد بن محمد ابوالحسین بغدادی قدوری (المتوفی ۴۲۸ھ،۱۰۳۷ء) نے فقہ حنفی میں ایک متن "مختصر

القدوری'' کے نام سے مرتب فرمایا، جو فقہ حنفی کے بہت قابل اعتماد ''متون اربعہ'' میں شامل ہے۔ اس کی متعدد اکابر نے مختصر و مبسوط شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کتاب اہل علم کے ہاں بہت متبرک سمجھی جاتی ہے۔ وبا کے زمانہ میں اس کا پڑھنا وبا کے لئے مفید سمجھا جاتا ہے، اس کا حفظ کرنا فقر سے نجات دیتا ہے۔

یہ کتاب بارہ ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ بغداد کے ایک محلہ قدورہ کی طرف انتساب کے باعث یا ''قدور'' یعنی ہانڈیوں کے بنانے یا بیچنے کے باعث ان کو ''قدوری'' کہا جاتا ہے۔ ''الجوہرۃ النیرۃ'' اسی ''مختصر القدوری'' کی ایک معتمد علیہ شرح ہے، جو شیخ الاسلام ابوبکر بن محمد بن علی الحدادی الیمنی (المتوفی ۸۰۰ھ/۱۳۹۸ء) کی تصنیف ہے۔

۳۵ ..... فتاویٰ خیریہ

یہ علامہ خیر الدین بن احمد فاروق رملی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کی ولادت فلسطین کے شہر ''رملہ'' میں ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء میں ہوئی۔ موصوف ایک بڑے مفسر، محدث، فقیہ اور منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ ادبیہ کے بھی ماہر تھے۔ تحصیل علم کے بعد اپنے شہر اور مصر میں درس دیتے رہے۔ متعدد کتابوں مثلاً ''عینی، شرح کنز، الاشباہ والنظائر، البحر الرائق اور جامع الفصولین'' وغیرہ پر حواشی لکھے۔ فتاویٰ خیریہ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو ان کے شاگرد علامہ ابراہیم بن سلیمان رملی نے جمع کیا ہے۔ اس کا پورا نام ''الفتاویٰ الخیریۃ لنفع البریۃ'' ہے، مصر سے یہ فتاویٰ ''العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ'' کے حاشیہ پر دو جلدوں میں چھپ چکا ہے۔ علامہ خیر الدین رملی کا انتقال اپنے شہر ''رملہ'' میں ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء میں ہوا۔

۳۶..... العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ

یہ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ''ردالمحتار'' کی تصنیف ہے۔ یہ مولانا حامد آفندی مفتی دمشق کے فتاویٰ کی تنقیح ہے۔ جو انہوں نے منصب افتاء پر فائز رہنے کے زمانہ (۱۱۳۷ھ/۴/۲۵/۱۷۲۵ء تا ۱۱۵۵ھ/۲/۲۳/۱۷۴۳ء) میں صادر فرمائے تھے اور ''فتاویٰ حامدیہ'' کے نام سے خود مولانا حامد صاحب نے جمع فرمائے تھے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ نافع اور اس سے زیادہ قابل اعتماد فتاویٰ کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا، نیز مفتی صاحب کے متاخر زمانے میں ہونے کے باعث اس میں بہت سے جدید پیش آمدہ حوادث اور واقعات کا حل بھی مل جاتا ہے، لیکن چونکہ اس کی ترتیب کوئی عمدہ نہ تھی کہ جس سے مسئلہ آسانی سے معلوم کیا جاسکے۔ مشہور اور غیر ضروری مسائل بھی اس میں درج تھے اور بعض مسائل مکرر بھی درج ہوگئے تھے، نیز بعض جگہ ایسے بھی ہوا کہ مسئلہ ایک جگہ ذکر کیا گیا اور دلیل کسی دوسری جگہ نقل کردی گئی ہے۔ اس لئے میں نے اس کو صحیح ترتیب پر مرتب کرنے اور مہذب و منقح کرنے

نیز بوقت ضرورت اہم اضافے کرنے کا عزم کر کے کام شروع کر دیا تا آنکہ میں نے اس کو مکمل کر ڈالا۔ علامہ شامی نے "فتاوی حامدیہ" کی تنقیح اپنی کتاب "ردالمحتار" اور "منحۃ الخالق" کی تکمیل کے بعد فرمائی ہے۔ ترتیب جدید کے بعد علامہ شامی نے اس کا نام "العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ" رکھا۔ یہ کتاب مصر سے حاشیہ پر، فتاوی خیریہ کے ساتھ دو جلدوں میں چھپ چکی ہے اور بیروت سے تنہا بھی دو جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔

۳۷ ..... کتاب الخراج

یہ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کی تصنیف ہے، جو امام اجل، فقیہ اکمل، حافظ الحدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سب سے اونچے درجہ کے حامل اور مجتہد فی المذہب تھے۔ آپ ایک مشہور انصاری صحابی سعد بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں، ۱۱۳ھ میں آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی۔ ہشام بن عبدالملک مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں عہدۂ قضاء پر فائز رہے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور یحیی بن معینؒ ایسے کبار محدثین آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

کتاب الخراج، آپ نے خلیفہ ہارون رشید کے تقاضے پر تصنیف فرمائی تھی۔ اس میں انہوں نے اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں بڑی اہم اور مفید معلومات جمع فرمادی ہیں۔ زکوۃ وصدقات، عشر وخراج، فیئ اور مال غنیمت کی تقسیم۔ نیز اہل ذمہ اور مرتدین کے احکام وغیرہ، بھی کچھ اس میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا انتقال قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہونے کے زمانے میں ۱۸۲ھ، ۷۹۸ء کو بغداد میں ہوا۔

۳۸ ...... التحریر المختار لردالمحتار

شیخ عبدالقادر بن مصطفی الرافعی کا یہ حاشیہ ہے، جو انہوں نے "ردالمحتار" پر لکھا ہے۔ موصوف کی ولادت ۱۲۴۸ھ، ۱۸۳۳/۲ء میں ہوئی۔ آپ مصر میں منصب افتاء پر فائز ہوئے، لیکن تین دن بعد ہی آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۳۲۳ھ، ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ یہ حاشیہ مصر سے دو جلدوں میں چھپ گیا ہے۔ پہلی جلد کتاب الطلاق پر ختم ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب العتق سے شروع ہوئی، آخر کتاب تک کے حواشی پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو "تقریرات رافعی" کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

۳۹ ...... اتحاف الأبصار والبصائر بتبويب كتاب الأشباه والنظائر

یہ کتاب شیخ محمد ابوالفتح حنفی کی تالیف ہے۔ موصوف نے علامہ نجیم کی کتاب "الاشباہ والنظائر" کو جدید ترتیب دے کر ابواب پر مرتب کیا ہے اور اس ترتیب جدید کا نام "اتحاف الابصار والبصائر" رکھا ہے۔ اس ترتیب جدیدہ کا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح کتاب سے استفادہ کرنے میں سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ مصنف اس کی تالیف سے ۱۲۷۵ھ، ۱۸۸۹/۸ء میں فارغ ہوئے۔ یہ کتاب مطبع اسکندریہ سے

۱۲۸۶ھ،۱۸۷۲ء میں ۵۳۸ صفحات پر چھپ چکی ہے۔

۴۰ السراجی

ساتویں صدی ہجری کے مشہور عالم امام سراج الدین ابو طاہر محمد السجاوندی حنفی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع "علم الفرائض" یعنی "علم وراثت" ہے۔ اس کتاب میں رشتہ داروں کی قسمیں، ذوی الفروض، عصبات اور ذوی الارحام وغیرہ کو تفصیل سے بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ کون سا رشتہ دار وراثت میں کس وقت کیا حصہ پائے گا اور کب وہ وراثت سے محروم ہوگا، اس کتاب کی بڑے بڑے اکابر علماء نے شرحیں لکھی ہیں۔ متعدد بار یورپ، مصر، ہندو پاک سے طبع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کو "سراجیہ"، "الفرائض السراجیہ" اور "فرائض السجاوندی" بھی کہا جاتا ہے۔

۴۱..... الشریفیه

یہ "سراجی" کی شرح ہے، جو علامہ علی بن محمد حسینی معروف بہ علامہ سید شریف جرجانی کی تالیف ہے۔ سید شریف جرجانی کی ولادت "جرجان" میں ۷۴۰ھ، ۱۳۴۰/۹ میں ہوئی۔ ابتداءً انہوں نے علوم عربیہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، جس کے باعث وہ ان علوم عربیہ میں "امامت" کے درجہ کو جا پہنچے۔ بعدازاں آپ نے علوم عقلیہ کی طرف رخ کیا۔ آخر کار "شیراز" میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں ۸۱۶ھ، ۱۴۱۳ء میں وفات پائی۔

۴۲..... رسائل الأركان

یہ کتاب علامہ بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی کی تصنیف ہے۔ مولانا نظام الدین انصاری سہالوی (المتوفی ۱۱۶۱ھ، ۱۷۴۸ء) کے فرزند ارجمند ہیں۔ ۱۷ سال ہی کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فراغت حاصل کرلی تھی۔ متعدد کتابوں کے آپ مصنف ہیں۔ بہت سی کتابوں پر شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب آپ نے "ارکان اربعہ" نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے مسائل پر تحریر فرمائی ہے۔ آپ نے نفس مسائل کے بیان پر اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ قرآن وسنت کے دلائل نیز عقلی براہین سے ان کو مدلل ومبرہن بھی فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ لکھنو سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں طبع ہو چکی ہے۔ علامہ بحر العلوم کی وفات "مدراس" میں ۱۲۳۵ھ، ۱۸۲۰ء میں ہوئی۔

۴۳..... السعاية

یہ شرح وقایہ کی مفصل اور مبسوط شرح ہے، جو مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ حضرت مولانا لکھنوی نے "شرح وقایہ" اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے زمانے میں ان کے حکم سے اس کی ایک شرح لکھی تھی، جس کا نام "حسن الولایۃ بحل شرح الوقایہ" رکھا تھا، جو شرح وقایہ کے نصف اول کے متفرق مشکل مقامات کے حل پر مشتمل تھی۔ بعدازاں مکمل شرح وقایہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمایا،

جس کا نام ''عمدۃ الرعایۃ'' ہے جو شرح وقایہ کے ساتھ بارہا طبع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ ''شرح وقایہ'' کی ایک مبسوط اور مفصل شرح لکھنی شروع فرمائی جس میں ہر مسئلے میں تمام اختلافات نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ہر ایک مسلک کے عقلی و نقلی دلائل اور ان پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات نیز کسی ایک مسلک کی مدلل ترجیح کا بیان مفصل طور پر کیا گیا ہے۔ اس مفصل شرح کا نام انہوں نے رکھا ''السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ'' لیکن افسوس کہ مصنف اپنی اس عظیم تصنیف کو مکمل نہ فرما سکے۔ اسکی صرف دو جلدیں طبع ہوئی، جلد اول باب المسح علی الخفین کی ابتدائی چند سطروں تک ہی پر مشتمل ہے، جب کہ دوسری جلد ''باب الاذان'' سے ''فصل فی القراۃ'' کے ختم تک کی شرح پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ مصنف کے مختصر حالات ''مجموعۃ الفتاویٰ'' کے تعارف کے ذیل میں لکھے جا چکے ہیں۔

٤٤ ...... التشریع الجنائی الاسلامی

یہ کتاب ''اسلام کے فوجداری قانون'' کے موضوع پر ہے جو ''مصر'' کے ایک عالم جناب عبدالقادر عودہ شہید کی تصنیف ہے۔ موصوف ''مصر'' کی ایک مشہور جماعت ''الاخوان المسلمون'' کے رکن تھے۔ 1954ء میں بغاوت کے الزام میں موصوف کو پھانسی دے دی گئی تھی۔

یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ جلد اول میں پہلے تمہیدی طور پر عام رائج غیر اسلامی قوانین کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل کر کے اسلامی قوانین کی فوقیت و برتری متعدد وجوہ سے ثابت کی گئی ہے۔ بعد ازاں جلد اول کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کو " کتاب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ''الکتاب الاول'' کی ''قسم اول'' میں ''جرم'' کی ماہیت اور اس کے انواع کا بیان ہے اور قسم ثانی میں ''جرم'' کے ارکان شرعیہ، ارکان مادیہ اور ادبیہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ''الکتاب الثانی'' شروع ہوتی ہے۔ اس میں ''عقوبت'' کے بارے میں مبادی عامہ اور اقسام عقوبت کا بیان ہے۔ جلد دوم میں ''قتل''، ''زنا''، ''شرب خمر''، سرقہ، ''ڈاکہ زنی'' اور ''بغاوت وارتداد'' ایسے جرائم اور ان کے احکام کا تفصیلی ذکر ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ بھی ''اسلام کا فوجداری قانون'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔

٤٥ ...... المدخل الفقھی العام

یہ کتاب علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کی تصنیف ہے جو ''دمشق یونیورسٹی'' کے ''کلیۃ الحقوق'' میں ملکی اور شرعی قانون کے استاد ہیں۔ خلافت عثمانیہ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ایک عرصے تک ان ممالک میں جو خلافت عثمانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے ''المجلۃ العدلیۃ'' کے مطابق ملکی عدالتیں فیصلے کرتی رہیں۔ ''المجلۃ العدلیۃ'' وہ دستاویز ہے جس میں خلافت عثمانیہ کے زمانے میں فقہاء کی ایک جماعت نے فقہ حنفی کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے ان قوانین کو دفعہ وار مرتب کر دیا تھا، جن کا تعلق ملکی و انتظامی

امور سے تھا۔

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا کا کہنا ہے کہ بعض مسائل باوجود اس کے کہ ان کا تذکرہ فقہ کی کتب میں موجود تھا، لیکن وہ مسائل ''المجلۃ العدلیۃ'' میں درج ہونے سے رہ گئے، نیز ان کا کہنا ہے کہ بہت سے جدید مسائل اب ایسے پیدا ہوگئے ہیں جن کا وجود ''المجلۃ'' کی تالیف کے زمانے میں نہ تھا، اس لیے ظاہر ہے کہ ان کا حل بھی ''المجلۃ'' میں نہ آسکا۔ علامہ زرقا، یہ بھی فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ''المجلۃ'' کی تالیف ''فقہ حنفی'' کے مسائل سے ہوئی ہے۔ گو بوقت ضرورت اہل سنت کی دوسری فقہوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، مگر اساس بہرحال فقہ حنفی ہی ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس کی تالیف بھی ایسے نہج پر نہیں ہے، جس سے قانون کے طلبا کی تعلیمی ضرورت پوری ہوسکے۔

بہرحال ان وجوہ سے انہوں نے اسکی ضرورت محسوس کی کہ فقہ کی ترتیب جدید کی جائے، جس میں نہ صرف یہ کہ قدیم ذکر شدہ مسائل تمام کے تمام آجائیں، بلکہ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اس میں موجود ہو، نیز اس ترتیب جدید میں کسی ایک فقہ پر انحصار کرنے کی بجائے چاروں مکاتب فقہ کو مدنظر رکھا جائے اور جس فقہ میں بھی کسی مسئلہ کا زیادہ بہتر حل موجود ہو، اسے قبول کرلیا جائے اور ساتھ ہی اسکی ترتیب بھی ایسی ہو کہ طلباء کی تعلیمی ضرورتوں اور تقاضوں کو بھی وہ پورا کردے۔ نیز مسئلے کو علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کی بجائے مسائل کو اس انداز سے ذکر کیا جائے کہ پہلے ایک اصول وقاعدہ بتا کر پھر اس پر متفرق ہونے والے مسائل کو ذکر کیا جائے، کیونکہ اس طرح مسائل کو یاد رکھنے میں سہولت ہوجاتی ہے۔ بہرحال علامہ مصطفیٰ احمد الزرقا نے ان خطوط پر کام کا آغاز کیا اور ''الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید'' کے عنوان سے کتابوں کا ایک سلسلہ شروع فرمایا، جس میں پہلی دو جلدیں ''المدخل الفقھی العام'' کے نام سے شائع ہوئیں۔

☆☆☆

چند اصول فقہ

نوٹ: ائمہ احناف نے کتاب وسنت اور اجماع امت کے فقہی احکام ،شرعی قوانین اور مجموعہ قضایا وفتاوی کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی روشنی میں کچھ ''فقہی اصول'' منضبط کئے ہیں جنہیں وہ ضوابط کلیہ کے طور پر احکام کی تخریج میں استعمال کرتے ہیں ،فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''الاشباہ والنظائر'' سے نمونے کے طور پر چند اصول ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے قارئین کرام ائمہ احناف کی قانونی بصیرتوں فکر ونظر کی وسعتوں اور تمدن ومعاشرت اور انسانوں کے طبعی حالات وضروریات پر ان کے گہرے اور وسیع مطالعہ کا اندازہ لگا سکیں۔

(م۔س۔آلف غفرلہ)

۱ المشقة تجلب التيسر

مشقت آسانی کو کھینچتی ہے۔

۲ الضرورات تبيح المحظورات

ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔

۳ مابيح للضرورة يتقدر بقدر ها

جو چیز ضرورۃً مباح ہو، وہ ضرورت ہی کی حد تک مباح رہے گی یعنی ضرورت کے دائرہ سے باہر اسے مباح نہیں سمجھا جائیگا۔

۴......ماجاز بعذر بطل بزواله

جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دیجائے ،عذر ختم ہو جانے کے بعد اسکا جواز بھی ختم ہو جائیگا۔

۵......الضرر لايزال بالضرر

ضرر کا ازالہ ضرر کے ذریعہ نہیں کیا جائیگا۔

۶......يتحمل الضرر الخاص لاجل دفع الضرر العام

ضرر عام کے دفع کے لیے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

۷......اعظم ضررا يزال بالاخف

زیادہ ضرر والی چیز کم ضرر والی چیز کے ذریعہ زائل کی جائیگی۔

۸......من ابتلي ببليتين وهما متساويان ياخذ بايتهما شاء وان اختلفايختار اهونهما...

جو کسی ایسی دو بلاؤں میں گھر جائے جو قباحت کے لحاظ سے مساوی ہوں تو دونوں میں سے جسے چاہے اختیار کرلے اور اگر ایک میں قباحت کم ہے دوسرے میں زیادہ ،تو کم والی کو اختیار کرے۔

۹......دوء المفاسد اولی من جلب المصالح

حصول نفع کے مقابلے میں نقصان سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔

۱۰......اذاتعارض المانع والمقتضی یقدم المانع

جب مقتضی اور مانع کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو مانع کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۱......اذااجتمع الحلال والحرام غلب الحرام

جب کسی مسئلے میں حلال وحرام دونوں پہلو جمع ہو جائیں تو حرام کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۲......تصرّف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة

عوام کے مسائل وحقوق میں سلطان وقت کے تصرفات مصلحت پر مبنی ہوں گے۔

۱۳......الولا یة الخاصة اقویٰ من الولایة العامة

ولایت خاصہ، ولایت عامہ کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہوگی۔

۱٤......الامور بمقاصد ها

امور اپنے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں۔

۱۵......الیقین لایزول بالشك

یقین شک سے نہیں زائل ہوگا۔

۱٦......ماثبت بیقین لایرتفع الابالیقین

جو چیز یقین سے ثابت ہو، وہ یقین ہی کے ذریعہ مرتفع ہوگی۔

۱۷......الاصل العدم

نہ ہونا یہی اصل ہے۔

نوٹ: اس ضابطہ کا تعلق ان اوصاف سے ہے جو کسی چیز کو عارض ہوتے ہیں۔

۱۸......الاصل الوجود

ہونا ہی اصل ہے۔

نوٹ: اس ضابطہ کا تعلق کسی چیز کی صفاتِ اصلیہ سے ہے۔

۱۹......الحدود تندرئ بالشبهات

شبہات حدود کے نفاذ سے مانع ہوتے ہیں۔

۲۰......التعزیز یثبت بالشبهة

شبہ بھی تعزیر کیلیے کافی ہے۔

نوٹ: شبہ کہتے ہیں جو ثابت نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو (الشبهة ما یشبه بالثابت ولیس بثابت)

۲۱ ۔ ما حرم اخذه حرم اعطائه

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

۲۲ ...... ما حرم فعله حرم طلبه

جس کام کا کرنا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے

۲۳ ۔ لا عبرة بالظن البين خطاه

اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کا غلط ہونا ظاہر ہو۔

۲۴...... ذکر بعض مالا يتجزى كذكر كله

کسی ایسے ٹکڑے کا ذکر، جو کل سے الگ نہ کیا جا سکے کل کے ذکر کی طرح ہے۔

۲۵ ...... اذا اجتمع المباشر والمسبب اضيف الحكم الى المباشر

جب کسی کام کا مرتکب اور سبب دونوں جمع ہو جائیں، تو حکم کا تعلق مرتکب کے ساتھ ہوگا۔

۲۶...... اعمال الكلام اولىٰ من اهماله

کسی کلام کو با معنیٰ بنانا اسے مہمل بنانے سے بہتر ہے۔

۲۷...... التابع تابع

وجود میں تابع، حکم میں بھی تابع ہوتا ہے۔

۲۸...... التابع يسقط بسقوط المتبوع

متبوع کے سقوط سے تابع بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

۲۹...... يسقط الفرع اذا سقط الاصل

اصل جب ساقط ہو جائے، تو فرع بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

۳۰...... الحرب خدعة

جنگ دشمن کو دھوکے میں رکھنے کا نام ہے۔

۳۱ ...... الثابت بالعرف كالثابت بالنص

عرف کے ذریعہ جو چیز ثابت ہو، اس کا نفاذ بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے کوئی چیز نص کے ذریعہ ثابت ہو۔

۳۲...... العادة تجعل حكما اذالم يوجد التصريح بخلافه

عادت وعرف پر وہاں حکم لگایا جائے گا، جہاں نص صریح اس کے مخالف نہ ہو۔

۳۳...... البناء على الظاهر واجب مالم يتبين خلافه

ظاہر پر حکم کی بنیاد رکھنا واجب ہے جب تک اس کے خلاف ثبوت نہ ہو۔

۳۴...... مجرد الخبر لا يصلح حجة

خبر مختلف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

۳۵ الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينه

شہادت سے ثابت شدہ، مشاہدہ سے ثابت شدہ امر کی طرح ہے۔

۳۶ المعلق بالشرط يثبت بوجود الشرط

کسی شرط پر معلق چیز اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ شرط پائی جائے۔

۳۷ ...المعلق بالشرط معدوم قبل الشرط

جو چیز کسی شرط پر معلق ہو، وہ شرط کے وجود سے پہلے معدوم سمجھی جائے گی۔

۳۸...يسقط اعتبار دلالة الحال اذا جاء التصريح بخلافها

دلالتِ حال کا اعتبار ساقط ہو جائے گا جبکہ اس کا مخالف پہلو صراحت کے ساتھ ثابت ہو جائے۔

۳۹ ...يجب العمل بالمجاز اذا تعذر العمل بالحقيقة

مجاز پر عمل واجب ہے جبکہ حقیقت پر عمل متعذر ہو جائے۔

۴۰...... الكتاب الى من نائي كالخطاب بمن دنىٰ

دور والے کے نام خط، حکم کے لحاظ سے بالکل ایسے ہی ہے، جیسے سامنے والے سے خطاب۔

۴۱......الولد يتبع خير الابوين دينا

بچہ اپنے ماں، باپ میں سے اس کے تابع قرار دیا جائے گا، جو دین کے اعتبار سے دونوں میں بہتر ہو۔

۴۲......من في دار الحرب في حق من في دار الاسلام كالميت

دار الحرب میں رہنے والا اس شخص کے حق میں جو دار الاسلام میں رہتا ہے میت کی طرح ہے۔

۴۳ ......مال المسلمين لا يصير غنيمة للمسلمين بحال

مسلمانوں کا مال مسلمانوں کے لیے کسی حال میں بھی مالِ غنیمت نہیں ہو سکتا۔

۴۴...... شرط صحة الصدقة التمليك

صدقہ واجبہ کے صحیح ہونے کی شرط مالک بنانا ہے۔

۴۵...... التبرع فى المرض وصية

مرض الموت میں احسان و حسن سلوک وصیت کے حکم میں ہے۔

۴۶......خير الامور اوساطها

ہر چیز میں بہتر وہی ہے جو درمیانی ہو۔

۴۷......السكران فى الحكم كالصاحى

نشے میں مدہوش حکم کے اعتبار سے باہوش کی طرح ہے۔

۴۸ عند اجتماع الحقوق يبدأ بالاهم

مختلف حقوق کے اجتماع کے وقت سب سے اہم حق کو اولیت دی جائے گی۔

۴۹ ...لا يجوز ترك الواجب للاستحباب

کسی مستحب کی وجہ سے واجب کا ترک جائز نہیں ہے۔

۵۰......الاجتهاد لا يعارض النص

اجتہاد نص کے معارض نہیں ہوسکتا (یعنی حکم منصوص کے خلاف کوئی اجتہاد قابل قبول نہیں)

۵۱......ان الافادة خير من الاعادة

اضافی مفید بات، اعادے سے بہتر ہے۔

(الاشباه والنظائر۔ شرح السير الكبير)

سبحٰن ربك رب العزة عما يصفون وسلٰم على المرسلين والحمد لله رب العٰلمين اللهم صل على محمد وعلى ال محمد وبارك وسلم تسليما كثيرًا كثيرًا

☆☆

☆

۲۰ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

بمطابق: ۱۶ر فروری ۲۰۰۹ء بروز پیر

☆☆☆☆

پیارے ابو حنیفہ ؒ

علم فقہ کے سلطاں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
ثابت کے بیٹے نعماں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
علم و عمل میں جس نے پوری عمر لگا دی،
جیون لگا کے جس نے خلق خدا جگا دی
ہے اس کا ہم پہ احساں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
کوفہ میں جب کسی نے بکری تھی ایک چرائی
سالوں تلک ولی نے بکری نہ کوئی کھائی
تقویٰ پہ میں ہوں حیراں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
رب نے انہیں نوازا، عظمت بھی یوں عطا کی
آقا نے دی بشارت اس نامور جواں کی
قسمت پہ تیری قرباں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
جب بادشاہ نے انکو حق گوئی کی سزا دی
جیلوں میں جا کے اس نے آواز حق لگائی
زنداں میں دے گئے جاں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
پوری عمر تہجد، جس نے نہیں قضاء کی
کر کے وضو عشاء کو اس سے فجر ادا کی
کیسے تھے نیک انساں، پیارے ابو حنیفہ ؒ
ہو جائیں راضی، یارب! ان پر کرم بھی کر دیں
انوار سے خدایا، ان کی قبر کو بھر دیں
رحمت کی برسے باراں، پیارے ابو حنیفہ ؒ

حوالہ جات ماٰخذ ومصادر

قرآن مجید۔تفسیر جلالین۔تفسیر قرطبی۔تفسیر ابن کثیر۔تفسیر مظہری۔بیان القرآن۔معارف القرآن۔تفسیر روح البیان۔خلاصۃ التفاسیر۔بخاری شریف۔فیض الباری۔ارشاد الساری شرح بخاری شریف۔انعام الباری۔ ابن ماجہ۔نسائی شریف۔بذل المجہود۔مشکوۃ شریف۔مرقاۃ المفاتیح۔تقریر ترمذی۔درس ترمذی۔دارقطنی۔رحمۃ للعالمین۔ترجمان السنۃ۔الاشباہ والنظائر۔امداد الفتاویٰ۔آپ کے مسائل اور انکا حل۔ البحر الرائق۔بدائع الصنائع۔خلاصۃ الفتاویٰ۔درمختار۔شامی۔شرح الوقایہ۔فتاویٰ عالمگیری۔الھدایہ۔فتاویٰ دار العلوم دیوبند۔فتویٰ نویسی کے رہنما اصول۔فتاویٰ رحیمیہ۔ فقہی جواہر۔فقہی پہیلیاں۔القدوری۔کنز الدقائق۔نور الانوار۔نور الایضاح۔بلوغ الامانی۔البدایہ والنہایہ۔صفوۃ الصفوۃ۔طحطاوی علی مراقی الفلاح۔طبقات ابن سعد۔طریق الفلاح لطلاب الصلاح۔المستطرف فی کل فن مستظرف۔نوادر الفقہ۔وفیات الاعیان۔سوانح ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔اشرف الہدایہ۔اسلاف کے حیرت انگیز واقعات۔احیاء علوم الدین۔احکام میت۔اخبار الحمقی والمغفلین۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور انکے ناقدین۔امثال عبرت۔احکام المسجد۔آپ بیتی شیخ الحدیثؒ۔اکابرین کے پاکیزہ لطائف۔تبلیغ دین۔تذکرۃ الحفاظ۔جواہر الرشید۔خطبات حکیم الاسلام۔صبر و استقامت کے پیکر۔علماء دیوبند کا تقویٰ۔عجائب الفقہ۔فتح الباری۔گلدستۂ ظرافت۔مصائب اور ان کا علاج۔اہل علم کے لیے جواہر پارے۔اشرف اللطائف۔احکام اسلام عقل کی نظر میں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات۔اشرف الجواب۔مقدمہ انوار الباری۔ائمہ اربعہ کے دلچسپ واقعات۔اغلاط العوام۔ناقابل فراموش تاریخ کے سچے واقعات۔اسلامی انسائیکلو پیڈیا (منشی محبوب عالم)۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی۔آسان نیکیوں کے حیرت انگیز واقعات۔اسلامی آداب معاشرہ۔باتیں انکی یاد رہیں گی۔بستان المحدثین۔بکھرے موتی۔بخاریؒ کی باتیں۔تعبیر الرؤیا۔تحفۃ العلماء۔تجلیات صفدر۔تراشے۔تذکرۃ الاولیاءؒ۔تاریخ علم النحو۔تذکرہ امام ابو یوسفؒ۔تاریخ بغداد۔تاریخ الخلفاء۔تاریخ ابن خلکان۔تنبیہ الغافلین۔تصویر کے شرعی احکام۔ثمرات الاوراق یعنی کشکول۔جمال انور سوانح کشمیریؒ۔جہان دانش۔جدید تجارت۔جواہر پارے۔الجوھرۃ النیرۃ۔حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم۔حدائق الحنفیہ۔حسن العزیز (ملفوظات)۔حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات۔حلیۃ الاولیاءؒ۔حیوۃ الحیوان۔حیات امام مالکؒ (سید سلیمان ندویؒ)۔حیلے اور بہانے۔حیات تابعین کے درخشاں پہلو۔خطبات حضرت لاہوریؒ۔خزینہ خیرات الحسان۔دفاع امام ابوحنیفہؒ۔دیوان الامام الشافعیؒ۔روض الفائق۔روح کی بیماریاں اور ان کا علاج۔سراغ زندگی۔سیرۃ النعمان۔سیر الصحابہ۔سیر علماء از

عبدالحلیم شرر۔ سلام کے فضائل و مسائل۔ علمی معرکے اور مجلسی لطیفے۔ عقود الجمان۔ علماء کے احناف کے حیرت انگیز واقعات۔ علم و ہدایت کے چراغ۔ علمائے سلف۔ غنیۃ الطالبین۔ الکشکول للعاملی۔ شاہراہ سنت۔ آکام المرجان۔ کتابوں کی درسگاہ میں۔ کوثر العلوم۔ کتاب الاذکیاء (اردو لطائف علمیہ)۔ گلہائے رنگارنگ۔ گلستان قناعت۔ لطائف و نوادر۔ مقدمہ پہیلیاں۔ الموفق۔ ملفوظات محدث کشمیری۔ ملفوظات ابرار۔ متاع نور۔ ملفوظات حکیم الامت۔ مخزن اخلاق۔ ملفوظات فقیہ الامت۔ معدن الحقائق۔ مواعظ مفتی رشید احمد صاحبؒ۔ ماہنامہ رضوان لکھنؤ۔ ماہنامہ البلاغ کراچی۔ ماہنامہ القاسم نوشہرہ۔ ماہنامہ وفاق المدارس ملتان۔ نایاب تحفہ۔ ندائے منبر و محراب۔ نفحۃ العرب۔ النحو المیسر

ختم شد